

سلسلہ تعلیم پنجاب

CHECKED 1986

BOOK BELL

علم و التعلیم

CHECKED 78

مفتید عام پریس لاہور میں

بانتنام لالہ موتی رام میٹرجر طبع ہوا

۱۹۱۸ء

فہرست مضامین

مضمون	مصنف	نمبر صفحہ
فہرست مضامین	ایڈیٹر	۱- بی-ج-د
ویباچہ	"	۵-۶-۷-۸-۹-۱۰
تمہید	"	۱۰-۱۱

پہلا باب - نظم و نسق مدرسہ و ضبط مدرسہ

پہلی فصل - تمہید	بابو ہری سنگھ صاحب بی۔ اے	۱۱ - ۱۲
دوسری فصل - نظم و نسق مدرسہ	"	۱۲ - ۲۸
تیسری فصل - ضبط مدرسہ	"	۲۹ - ۴۵

دوسرا باب - اصول تربیت

پہلا حصہ - تربیت جسمانی	لارنسٹی ایل صاحب ایم۔ اے	۶۶ - ۷۱
دوسرا حصہ - تربیت نفس	"	۷۱ - ۸۰
تمہید	ایڈیٹر	۷۲
پہلی فصل - نفس کی ابتدائی حالتیں - تعلیم - تاجر	"	
ارادہ	"	
دوسری فصل - تربیت نفس کے اسباب اور اُس کی دو بڑی قسمیں	لارنسٹی ایل صاحب ایم۔ اے	۷۲ - ۷۷
تیسرا حصہ - تربیت عقلی	"	۷۷ - ۸۰
پہلی فصل - تربیت عقلی کے اغراض اور اُس کا جسمانی تربیت کے تعلق	"	۸۱ - ۱۵۵
	"	۸۱ - ۸۳

مضمون	مصنف	نمبر صفحہ
دوسری فصل - قواعد عقلیہ کے اقسام اور ان کی تربیت	علامہ شیخ علی صاحب ایم - آؤ لاء تارا چند صاحب بی - اے	۸۷ - ۸۳
تیسری فصل - حواس کے ذریعے علم حاصل کرنا	ایڈیٹرو	۸۸ - ۹۷
چوتھی فصل - قوت حافظہ	"	۹۷ - ۱۱۵
پانچویں فصل - قوت متخیلہ	"	۱۱۵ - ۱۲۲
چھٹی فصل - قوت متصورہ	"	۱۲۲ - ۱۳۰
ساتویں فصل - قوت فیصلہ	"	۱۳۰ - ۱۳۶
آٹھویں فصل - قوت استدلال	"	۱۳۶ - ۱۴۶
نویں فصل - توجہ	"	۱۴۶ - ۱۵۵
چوتھا حصہ - تربیت اخلاق	علامہ تارا چند صاحب بی - اے	۱۵۵ - ۱۹۰
پہلی فصل - تربیت اخلاق کا مدعا - تاثرات - خواہشات	"	۱۹۰ - ۱۵۵
ارادت -	"	۱۵۵ - ۱۶۱
دوسری فصل - تاثرات -	"	۱۶۱ - ۱۶۲
تیسری فصل - محرکات -	"	۱۶۲ - ۱۶۳
چوتھی فصل - ارادت -	"	۱۶۳ - ۱۶۸
پانچویں فصل - عادت -	"	۱۶۸ - ۱۸۸
چھٹی فصل - تحصیل و چال چلن	"	۱۸۸ - ۱۹۰
تیسرا باب - فن تعلیم		
فن تعلیم		۱۹۱ - ۵۴۰
پہلا حصہ - تعلیم دینے کے بڑے بڑے اور چھوٹے اصول	علامہ رام چند صاحب ایم - اے	۱۹۲ - ۲۱۶
پہلی فصل - اشیاء سے خیالات کی طرف چلنا -	"	۱۹۲ - ۱۹۴

نمبر صفحہ	مصنف	مضمون
۱۹۶-۱۹۷	لالہ رام چندر صاحب ایم۔ اے	دوسری فصل - خیالات سے الفاظ کی طرف چلنا -
۱۹۸-۱۹۹	" "	تیسری فصل - معلوم سے نا معلوم کی طرف چلنا -
۲۰۰-۱۹۸	" "	چوتھی فصل - مقرون سے مجرّد کی طرف چلنا -
۲۰۲-۲۰۰	" "	پانچویں فصل - کام جی ایک بڑا معلم ہے -
۲۰۶-۲۰۳	" "	چھٹی فصل - تعلیم میں ذاتی سہ کے فوائد -
۲۰۸-۲۰۶	" "	ساتویں فصل - تدریج -
۲۱۲-۲۰۹	" "	آٹھویں فصل - پختگی -
۲۱۵-۲۱۲	" "	نویں فصل - دلچسپی -
	" "	دوسرا حصہ - تیاری اسباق -
	" "	پہلی فصل - نہایت احتیاط کے ساتھ تیاری کرنے کی ضرورت -
۲۲۰-۲۱۵	" "	دوسری فصل - تیاری اسباق کا طریقہ -
۲۲۲-۲۲۰	" "	تیسری فصل - تختہ سیاہ کے لئے اشارات -
۲۲۶-۲۲۲	" "	تیسرا حصہ - زبانی تعلیم دینا -
۲۲۷-۲۲۶	" "	پہلی فصل - پڑھانا اور لکھنا دینا -
۲۲۹-۲۲۷	" "	دوسری فصل - طرز بیان -
۲۳۳-۲۲۹	" "	تیسری فصل - سوالات (ا)
۲۳۵-۲۳۳	" "	چوتھی فصل - سوالات (ب)
۲۳۶-۲۳۵	" "	

نمبر صفحہ	مصنف	مضمون
۲۴۳ - ۲۴۰	لالہ رام چندر صاحب بی۔ اے	پانچویں فصل - سوالات (ج)
۲۴۷ - ۲۴۳	" "	چھٹی فصل - جوابات -
۲۵۱ - ۲۴۷	" "	ساتویں فصل - توضیح - چوتھا حصہ - مختلف مضامین پڑھانے کا ڈھنگ
۵۴۰ - ۲۵۲	بابوسہیل سنگھ صاحب بی۔ اے	پہلی فصل - پڑھنا -
۲۹۴ - ۲۵۲	" "	دوسری فصل - لکھنا -
۳۱۲ - ۲۹۷	" "	تیسری فصل - سمجھنے -
۳۱۸ - ۳۱۳	" "	چوتھی فصل - اظہار -
۳۳۰ - ۳۱۸	لالہ کالی چرن صاحب بی۔ اے	پانچویں فصل - صرف و نحو -
۳۶۳ - ۳۳۰	" "	چھٹی فصل - انشا پر داری -
۳۷۱ - ۳۶۳	ایڈیٹر	ساتویں فصل - اسباق الاشیا
۳۸۴ - ۳۷۲	" "	آٹھویں فصل - جغرافیہ -
۴۱۴ - ۳۸۴	مولوی عبداللہ خاں صاحب لاسکھ دیال صاحب بی۔ اے	نویں فصل - حساب -
۴۸۱ - ۴۱۴	" "	دسویں فصل - بازیچہ اطفال -
۴۹۷ - ۴۸۱	ایڈیٹر	گیارہویں فصل - ڈرامنگ -
۵۱۵ - ۴۹۷	" "	بارہویں فصل - کھیتی باڑی -
۵۲۹ - ۵۱۵	لالہ رچی رام صاحب ساہنی ایم۔ اے	تیرہویں فصل - مروجہ زبان ہائے غیر کی تعلیم
۵۴۰ - ۵۳۰	ایڈیٹر	خیبر و تول -
۵۶۱ - ۵۴۱	" "	خیبر و دوم -
۵۸۲ - ۵۶۲	لالہ کالی چرن صاحب بی۔ اے	

دیباچہ

یہ کتاب بموجب حکم جناب ڈائریکٹر صاحب
بہادر سررشتہ تعلیم پنجاب - فورمل سکولوں کے
طلباء کے فائدے کی غرض سے تیار کی گئی ہے -
اصل میں یہ کام زیر ہدایات جناب لالہ منشی لعل
صاحب ایم۔ اے اسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ
سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور شروع ہوا تھا -
صاحب موصوف نے بمنظوری جناب ڈائریکٹر صاحب
بہادر اس کام کو تین فورمل سکولوں کے ہیڈ
ماسٹر صاحبان کے سپرد کیا - اور یہ ارادہ کیا -

کہ صاحب موصوف خود اور لالہ تارا چند صاحب
بی۔ اے ہیڈ ماسٹر فورمل سکول لاہور مل
کر دوسرا باب یعنی تربیت ذہنی و اخلاقی
تیار کریں گے - مگر تربیت جسمانی و عقلی کی فصلیں
تیار کرنے کے بعد لالہ منشی لعل صاحب بوجہ
خانگی تکالیف اس کام کو جاری نہ رکھ سکے - اور
اس لئے تربیت اخلاقی کی فصلیں صرف لالہ
تارا چند صاحب نے لکھی ہیں - پہلا باب

یعنی نظم و نسق مدرسہ اور ضبط بابو ہری سنگھ صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر فورمل سکول راولپنڈی کی تصنیف ہے۔ فن تعلیم یعنی مختلف مضامین پڑھانے کے طرز کی فصلیں ابتدا میں بابو سہیل سنگھ صاحب بی۔ اے ہیڈ ماسٹر فورمل سکول ملتان کے سپرد کی گئی تھیں۔ مگر چونکہ صاحب موصوف کی تبدیلی ریاست پٹیالہ میں ہو گئی۔ اس لئے بعض فصلوں کا تیار کرنا دیگر اصحاب کے سپرد کرنا لازمی ہوا۔ تعلیم کے بنیادی اصول کی فصلیں لالہ رام چندر صاحب ایم۔ اے سنٹرل موڈل سکول نے تیار کی ہیں۔ ان اصول، کاردار و مدار کلمہ مسٹر ڈو صاحب کی نادر تصنیف ضروریات تعلیم (Mr. Dawe's Essentials of Teaching) پر ہے۔ حساب سکھانے کی فصل مولوی عبداللہ خاں صاحب اور لالہ سکھ دیال صاحب بی۔ اے سنٹرل موڈل سکول نے تیار کی ہے۔ صرف و نحو اور انشا پر داری کی فصلیں اور بچوں کے قوائے جسمانی کا مختصر حال جو اس کتاب کے ضمیمہ دوم میں درج ہے۔ لالہ کالی چرن صاحب بی۔ اے سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور کی تصنیف ہے۔ پنڈت راما صاحب سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور نے بڑی مہربانی فرما کر لکھنے کی فصل پر نظر ثانی

کی ہے۔ اور کھیتی باڑی کی فصل لالہ بروچی رام صاحب ساہنی ایم۔ اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کی تصنیف ہے۔

تمہید۔ اسباق الاشیا۔ جغرافیہ۔ فارسی اور ڈرائنگ (Drawing) کی فصلیں نحو ایڈیٹر کی تصنیف ہیں۔ اور اکثر مضامین میں اشارات سبق بھی ایڈیٹر ہی نے ایذا دے دی ہیں۔

اس کتاب کو چھپوانے کے لئے مرتب کرنے میں اس امر کو برابر ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کہ یہ کتاب فورمل سکولوں کے طلباء کے لئے تیار کی جاتی ہے۔ اصلی تصانیف میں جتنے الامکان کم سے کم تبدیلیاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر جہاں کہیں مضمون میں کمی نظر آئی۔ اُسے پورا کر دیا گیا ہے۔ جو کچھ فضول اور غیر ضروری معلوم ہوا۔ اُسے قلم انداز کر دیا گیا ہے۔ جو کچھ ناقص معلوم ہوا۔ اُس کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ اور واقعات کو ذہن نشین کرنے کے لئے ہر ایک فصل کا خلاصہ اُس کے آخر میں ایذا دے کر دیا گیا ہے۔

جس کتاب کو اتنے اشخاص نے تیار کیا ہے۔ اُس میں ہر ایک مضمون کے بیان کرنے کا ایک ہی طرز ہونا ناممکن ہے۔ مگر یہ امید کی جاتی ہے۔ کہ فورمل سکولوں کے طلباء کے لئے اب ایک خاص

درسی کتاب مہیا ہو جائے گی۔ اور اگر اس کتاب کو ان اصول کے مطابق پڑھایا جائے گا۔ جو اس میں درج ہیں۔ تو فوراً سکولوں کا ہر ایک طالب علم بلا استثناء تعلیم کے بنیادی اصول کو بخوبی سمجھ کر اپنے روزانہ کام میں ان پر عمل کر سکیگا *

میں اس موقع پر مس رک۔ وہلی بیڈیسٹ مشن کا شکریہ ادا کرنا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ جن کی مہربانی اور مدد کے بغیر فارسی اسباق کا تیار کرنا بالکل ناممکن تھا۔ ہمیں یقین کامل ہے۔ کہ اگر طلباء کے فوراً سکول ان اسباق کا نہایت احتیاط کے ساتھ بغور مطالعہ کریں گے۔ تو پرائمری سکولوں کے معمولی مدرسوں کی نسبت وہ فارسی کو بدرجہا بہتر طور پر سمجھ سکیں گے۔ اور فارسی کی اسی طرح تعلیم دے سکیں گے۔ جس طرح کہ مروجہ زبانوں کی تعلیم دراصل دینی چاہئے۔ قاضی میر احمد شاہ صاحب رضوانی شمس العلماء نے بڑی مہربانی فرما کر سبق طے فارسی پر نظر ثانی کر کے انہیں نہایت با محاورہ بنا دیا ہے میں آپ کا بھی نہایت مشکور ہوں *

لالہ رام چندر کا شکریہ کرنا بھی مجھ پر واجب ہے۔ جو اس کتاب کو وقت مقررہ پر ختم کرنے کی غرض سے بڑی محنت کے ساتھ میری مدد کرتے رہے *

شمسہ
۳۰۔ ستمبر ۱۹۰۱ء

ایچ۔ ٹی۔ فولٹن

۱۔ بچوں کے چند خواص :- ہم اپنا مضمون شروع کرنے سے پہلے چھوٹے بچوں کے چند خواص پر غور کرنا چاہتے ہیں۔ آؤ۔ چند منٹ کے لئے لوٹر چرائمری کی پہلی جماعت میں چلیں۔ دیکھو۔ یہ بچے کیسے چھوٹے چھوٹے اور کمزور معلوم ہوتے ہیں! ان کی باہیں اور ٹانگیں کیسی ڈبلی پتلی ہیں! مگر باوجود اس کے بچلا بیٹھنا ان بچوں کو کیسا مشکل معلوم ہوتا ہے! ایسا نظر آتا ہے۔ کہ گویا وہ اب بھی اپنے ہاتھ پاؤں چلانے چاہتے ہیں۔ چند منٹ تک تو یہ استاد کی طرف دیکھتے رہتے ہیں۔ مگر پھر جھٹ اُن کی نظر کمرے کی اور آؤ۔ چیزوں کی طرف دوڑ جاتی ہے۔ اصل تو یہ ہے۔ کہ یہ بچے دیر تک سبق کی طرف توجہ قائم نہیں رکھ سکتے۔ جب معلّم کوئی نئی شے یا تصویر دکھانے لگتا ہے۔ تو اُن کے چہروں سے خوشی کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اُن سے یہ کہے۔ کہ اس شے کا حال بیان کرو۔ تو وہ اُس کے فقط ایسے ہی اوصاف بتا سکتے ہیں۔ جو نہایت ہی صریح اور ہوبیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً اُس چیز کا رنگ۔ چند سوالات ہی کرنے سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اُن کی واقفیت بہت محدود ہے۔ اور اُن کا ذخیرہ خیالات بھی بہت کم ہے۔ جس وقت کتاب یا گھوڑے کا نام لوگے۔ تو ہر ایک بچہ خاص اپنی ہی کتاب اور اپنے ہی گھوڑے کا خیال کریگا۔ ان بچوں کی واقفیت محض اور انفرادی ہوتی ہے۔ اور یہ اشیا کے عام خیالات سے بالکل نا آشنا ہوتے ہیں۔ اگر ان سے کسی واقعے کی وجہ دریافت کرو گے۔ تو کچھ بھی جواب نہ دے سکیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کبھی اپنے دل میں بھی ایسے سوالات نہیں کرتے۔ کہ فلاں بات کیوں واقع ہوئی۔ جو کچھ تم اُن کے سامنے بیان کرتے ہو۔ وہ فوراً اُسے صحیح سمجھ لیتے ہیں۔ اور یہ دریافت کرتے کی کبھی کوشش نہیں کرتے۔ کہ آیا یہ بیان صحیح ہے یا غلط۔ آؤ۔ اب ذرا کھیل کے میدان میں چل کر ان کا تماشا دیکھیں۔ سب بچے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ بعض ادھر ادھر دوڑتے پھرتے ہیں۔ ایک دو گیلی مٹی سے کھیل رہے

ہیں۔ اور طرح طرح کی چیزیں بناتے ہیں۔ اے لو! ذرا ادھر دیکھنا! یہ بچہ اپنے کھلونے ہی کو توڑ رہا ہے۔ اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ کہ اس کے اندر کیا بھرا ہوا ہے! اس کی صورت سے ایسا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ اپنے دل میں سمجھتا ہے۔ کہ میں ضرور اس کھلونے کا سارا حال معلوم کر لوں گا۔ دیکھو! یہاں ایک اور حضرت کھڑے کی طرح کودتے پھانستے پھرتے ہیں۔ ایک یہ کتا پھرتا ہے۔ کہ میں سپاہی ہوں۔ اور وہ دوسرا اُچھل اُچھل کر کتا ہے۔ کہ میں شہسوار ہوں۔ ان بچوں کو جانوروں اور آدمیوں کی نقلیں اُتارنے میں بڑا مزا آتا ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہم سب طرح کی ممکنات وغیر ممکنات کا خیال کر کے زمین آسمان کے فاصلے ملا سکتے ہیں۔ دس بارہ کسی نہ کسی قسم کے کیبل میں مشغول ہیں۔ بل کہ ساتھ کھیلنے سے انہیں بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اگر کوئی مدرس چلتا پھرتا ذرا پاس کھڑے ہو کر ان چھوٹے کھلاڑیوں میں سے کسی کو شاباشی دینے لگتا ہے۔ تو اُس کا چہرہ ہنساں ہو جاتا ہے۔ اور ہر ایک اسی بات کا خواہاں ہوتا ہے۔ کہ مجھے بھی شاباشی ملے۔ بچوں کے بہت سے کام ہیں نو معلوم ہوتے ہیں۔ مگر دراصل وہ لغو نہیں ہیں۔ کیونکہ بچوں کو اپنے اعضا کو حرکت دینے سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اور اسی لئے وہ ایسے کام کتے ہیں۔ آؤ۔ اب ذرا دیکھیں۔ کہ ہم نے کیا کیا معلوم کیا ہے۔ چھوٹے بچے کبھی سچلے نہیں رہ سکتے۔ بلکہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہیں۔ جانوروں اور آدمیوں کی نقلیں اُتارنے میں نہیں بڑا لطف آتا ہے۔ اور بل کہ ساتھ کام کرتے سے وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔ وہ بہت دیر تک ایک ہی معنوں پر توجہ قائم نہیں رکھ سکتے۔ اور اشیا کو دیکھنے بھاننے اور چھونے چھپڑنے سے خوش ہوتے ہیں۔ مگر انہیں اشیاء کے ظاہری اوصاف ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔ ان کی واقفیت بہت کم ہوتی ہے۔ اشیا کے عام خیالات (General notions) سے وہ نا آشنا ہوتے ہیں۔ اور دلیل لانی بالکل نہیں جانتے۔ بچوں پر ہر بانی کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور وہ اُستادوں سے شاباشی حاصل کرنے کے بڑے خواہاں ہوتے ہیں۔

۲۔ تعلیم یافتہ لڑکائیوں کے چند خاص + برعکس اس کے تعلیم یافتہ لڑکائیوں کے چند خاص + بڑے اور زیادہ طاقتور ہی نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی واقفیت بھی

بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اور اُن کے خیالات بھی مسلسل ہوتے ہیں۔ وہ ہر ایک بات کو جلدی سے سمجھ جاتے ہیں۔ بخوبی یاد رکھ سکتے ہیں۔ اور حسب خواہش پاسانی اُس کا خیال کر سکتے ہیں۔ وہ دیر تک ہر ایک کام پر اپنی توجہ قائم رکھ سکتے ہیں۔ اور اشیاء موجودہ کا بڑی احتیاط سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور حرف بڑے بڑے بیرونی اور ظاہری اوصاف ہی دیکھ کر اُن کی تشفی نہیں ہو جاتی۔ ایسے نوجوان ممکنات و غیر ممکنات سب کی طرف خیال ہی نہیں دوڑاتے۔ بلکہ غیر ممکنات۔ تا دیکھی واقعات۔ عمدہ نظاروں اور نادر۔ نفیس اور نمایاں کاموں کا نقشہ اپنے اپنے ذہن میں جما سکتے ہیں۔ جس سے اُن کی واقفیت بڑھتی ہے۔ اُن کا دل خوش ہوتا ہے۔ اور انہیں زیادہ محنت و جفاکشی کے ساتھ کام کرنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ وہ اشیاء کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اور اُن کی مشابہت و اختلاف معلوم کر کے عام نتائج نکالتے ہیں۔ پھر ان نتائج کی پڑتال کرتے ہیں۔ اور جب تک اُن کی تصدیق نہیں ہو جاتی۔ وہ انہیں تسلیم نہیں کرتے۔ خوبصورتی اور نیکی کی طرف دھیان کرنے سے اُنہیں خوشی حاصل ہوتی ہے۔ وہ اپنے فرائض کو صاف طور پر بخوبی سمجھتے ہیں۔ اور اپنے استدلال (Reasoning) اور ہدایت ضمیر (Conscience) کے بموجب عمل کرتے ہیں۔ اُن کا چلنا پھرنا بچوں کی طرح خوشی خواں کا اور بے فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ضرور اس میں اُن کا کوئی خاص مفید اور کار آمد مقصد ہوتا ہے۔

۳۔ بالیدگی (Growth) نشوونما (Development) تعلیم (Education) ۴۔ بچوں اور

نوجوانوں کا مقابلہ کرنے سے ہمیں معلوم ہوا۔ کہ دونوں جسم رکھتے ہیں۔ اور دونوں میں تحصیل علم کی طاقت ہوتی ہے۔ دونوں رنج و راحت کو محسوس کرتے ہیں۔ اور دونوں میں خواہشات ہوتی ہیں۔ دونوں خاص خاص افعال کر سکتے ہیں۔ اور دونوں ہی یہ فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ ہم کیا کریں گے۔ لیکن اُن کے قوا کی وسعت میں بڑا بھاری فرق ہے۔ بچوں کی نسبت نوجوان بڑے۔ زیادہ طاقتور اور زیادہ واقف کار ہوتے ہیں۔ یعنی نوجوانوں کے جسم قد میں بڑے اور طاقت کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ اور اُن کو بہت زیادہ واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ اس بات کو ہم اس طرح ظاہر کرتے ہیں۔ کہ جسم اور دماغ دونوں بڑے ہیں۔ اس بڑھنے کو بالیدگی (Growth) کہتے ہیں۔

لیکن صرف یہی نہیں ہوتا۔ نوجوان بڑے۔ زیادہ مضبوط اور زیادہ واقف کار ہونے کے علاوہ افعال کو زیادہ آسانی اور صحت کے ساتھ کرنا بھی سیکھتے جاتے ہیں۔ اور زیادہ مشکل و پیچیدہ امور کو سرانجام دینے کی قابلیت بھی پیدا کرتے جاتے ہیں۔ یعنی قہ و طاقت اور واقفیت کے زیادہ ہونے کے ساتھ ہی ساتھ علم و ہنر کی بھی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ اس وجہ وارتیافتی علم و ہنر کو جس کی بدولت بچے زیادہ مشکل اور پیچیدہ کاموں کو سرانجام دینے بندرتیج سیکھتے ہیں۔ نشو و نما (Development) کہتے ہیں۔ یہ طریقہ نشو و نما یکطرفہ بھی ہو سکتا ہے اور عام بھی۔ مثلاً یہ ممکن ہے۔ کہ بعض بچوں کے دماغ تو نشو و نما پا جائیں۔ مگر رگ بچھے نہ پائیں۔ انہیں مشاہدہ کرنے اور سوچنے کی طاقت تو حاصل ہو جائے۔ مگر اپنے اعضا سے ٹھیک طور پر کام لینے کی قابلیت نہ ہو۔ ایسی صورت میں ان کی یکطرفہ ہی نشو و نما ہوتی ہے۔ یا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ بعض بچے بڑے ہو کر بڑے بھاری پھوٹان تو ہو جائیں۔ مگر ان میں مشاہدہ کرنے اور سوچنے کی طاقت پیدا نہ ہو۔ ایسے بچوں کے جسم تو بہت نشو و نما پا جاتے ہیں۔ مگر دماغ نہیں پالتے۔ یا ایسے بچے بھی ہو سکتے ہیں۔ جنہیں شہیدہ و خواندہ یاد تو رہ سکتا ہے۔ مگر کسی بات کو خود سوچنا بالکل نہیں آتا۔ ان کے حافظے (Memory) کی تو نشو و نما ہو جاتی ہے۔ مگر قوت غور و خوض (Power of thinking) کی نہیں ہوتی۔ یا ایسے بچے بھی ہو سکتے ہیں۔ جنہیں صحیح اور غلط میں امتیاز کرنا تو آتا ہو۔ مگر صحیح بات کو عمل میں لانے کا فیصلہ کرنے اور اپنے فیصلوں پر ہمت و استقلال کے ساتھ عمل کرنے کی طاقت بالکل نہ ہو۔ ایسی حالت میں قوائے عقلیہ (Intellectual powers) کی تو ترقی ہوتی ہے۔ مگر ٹھیک اور سچی بات کا انتخاب کرنے اور اُس پر عمل کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ یعنی طبع اخلاقی (Moral nature) کی طرف بالکل غفلت ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے۔ کہ ہمیں سب قسم کی نشو و نما حاصل کرنی چاہئے۔ اس چو طرف یعنی سارے قوائے انسانی کی مناسب نشو و نما (All round development) کو تعلیم (Education) کہتے ہیں۔ یعنی ان قوا کی جو پہلے رگ پٹھوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان قوا کی جن کی بدولت ہم علم حاصل کرتے ہیں۔ اور ان قوا کی جن کے ذریعے ہم حق بات پر پہنچتے۔ اور

اُس پر عمل کرتے ہیں۔ پس یاد رکھو۔ کہ پالیڈگی میں قد و طاقت ہی کی زیادتی ہوتی ہے۔ نشو و نما میں علم و ہنر کی اور ساتھ ساتھ عموماً طاقت کی بھی۔ مگر تعلیم میں جو طرف یعنی سارے قوا کی نشو و نما شامل ہوتی ہے +

۴۔ تربیت کس طرح

اب ہمیں قدرے یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ تعلیم سے کیا کرنی چاہئے + مراد ہے۔ آؤ۔ اب یہ دریافت کرنے کی کوشش کریں۔

کہ قوا کی ترقی و نشو و نما کس طرح ہو سکتی ہے۔ ذرا اسی بات پر غور کرو۔ کہ بچہ بیروں چلنا کس طرح سیکھتا ہے۔ ماں اپنے ہاتھوں سے بچے کے بازو پکڑ کر اُسے اُپر کو اٹھاتی ہے۔ یہاں تک کہ بچے کے پاؤں ماں کے زانوں سے لگ جاتے ہیں۔ پھر وہ اُسے ذرا اور اونچا کرتی ہے۔ اور بچہ بھٹتے بھٹتے ایک ٹانگ دوسری ٹانگ کے آگے رکھنے اور رفتہ رفتہ ماں کے سینے پر چلنے لگتا ہے۔ اس کے بعد بچہ چارہ پائی یا کھٹولے کے سہارے کھڑا ہوتا ہے۔ اور اُس پر ہاتھ ٹیک ٹیک کر چلنے لگتا ہے۔ آخر کار وہ بغیر سہارے اکیلا کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور بغیر کسی قسم کی مدد کے چلنے پھرنے لگتا ہے۔ یہاں ہمیں کیا معلوم ہوتا ہے؟ اول تو بچے کے آس پاس کے حالات ہی ایسے ہوتے ہیں۔ کہ اُسے ضرور ہاتھ پاؤں مارنے پڑتے ہیں۔ ماں کی ترغیب اور اُس کی مدد۔ اور بچے کے پہلے ہی پہل ہاتھ پاؤں چلانے پر اُس کا اظہار خوشی اور شاباشی۔ علاوہ انہیں کمرے کا سامان و مختلف اشیا جن کے ذریعے وہ سہارا لے سکتا ہے۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کی ضرورت۔ یہ تمام اسباب مل ملا کر بچے کو ہاتھ پاؤں مارنے کے لئے آمادہ کرتے ہیں۔ دوم ہمیں یہ بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ بچہ ان مختلف کاموں کو بتدریج کرتا ہے۔ یعنی پہلے آسان پھر مشکل۔ کیونکہ ہر ایک بچھلے کام میں پہلے کی نسبت بچے کو زیادہ کوشش کرنی پڑتی ہے۔ سوم ہر ایک کام کو بار بار کرنا پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ بچہ ذرا سی بھی محنت و تکلیف محسوس کئے بغیر اُسے آسانی کرنے لگتا ہے۔ چہارم۔ جب تک کہ پہلا کام بخوبی نہیں آجاتا۔ نیا کام شروع نہیں ہوتا۔ پنجم۔ وہی کام تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ہوتے رہتے ہیں۔ ششم۔ ماں کے پہلا دے پھلا دے یعنی بیرونی ترغیب سے اندرونی تحریکات جڑ پکڑتی جاتی ہیں۔ جو اصول ماں اپنے

بچے کو پیروں چلنا سکھانے میں استعمال کرتی ہے۔ وہی اصول دیگر قوائے انسانی کی نشو و نما کرتے وقت مد نظر رکھتے چاہئیں۔ خواہ قوت مشاہدہ ہو۔ خواہ قوت حافظہ۔ خواہ قوت استدلال اور خواہ قوائے اخلاقی۔ ہر ایک صورت میں کام کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی تحریک یا ترغیب ضرور یا ضرور ہونی چاہئے۔ شروع کے اعمال آسان ہونے چاہئیں۔ اور بعد کے بتدریج مشکل۔ ہر ایک عمل کو بار بار کرنا چاہئے۔ جب تک کہ وہ بخوبی نہ آجائے۔ یہ تکرار اعمال (Repetition of actions) یا قاعدہ طور پر خاص خاص عرصے کے بعد اکثر ہونی چاہئے۔ مگر کام کرنے کی بیرونی تحریکات کو رفتہ رفتہ ہٹا لینا چاہئے۔ غرض سب سے بڑی بات قابل یاد یہ ہے۔ کہ بچوں کی نشو و نما اُن سے مناسب کام بتدریج اور باقاعدہ طور پر۔ ہر خاص خاص وقت کے بعد کروانے ہی سے ہو سکتی ہے۔ اور نشو و نما کی غرض سے قوا کے اس طرح باقاعدہ طور پر کام میں لانے کو ہم تربیت (Training) کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

۵۔ نظم کا ذمہ + اب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں۔ کہ یہ تربیت کیونکر دی جاسکتی ہے۔ (یہ امر انظر من الشمس ہے۔ کہ چونکہ بچہ ۲۴ گھنٹے میں سے زیادہ سے زیادہ کچھ گھنٹے مدرسے میں رہتا ہے۔ اس لئے مدرسے کا کام بہت محدود ہوتا ہے۔ اس امر کو مد نظر رکھ کر مدرسوں کو اتنے تعلیمی وقت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اُٹھانے کے لئے سعی ہونا چاہئے۔ مدرسوں کو لازم ہے۔ کہ بچوں کے خانگی حالات سے واقفیت پیدا کریں۔ تاکہ وہ یہ معلوم کر سکیں۔ کہ مدرسے کے باہر طلباء کی تربیت ٹھیک طور پر ہوتی ہے۔ یا نہیں۔ اگر اس تربیت میں کوئی نقص ہو۔ تو اسے ٹھیک کرنا چاہئے۔ اگر کوئی کمی ہو۔ تو اسے پورا کرنا چاہئے۔ اور اگر یہ تربیت عمدہ ہو۔ تو اس میں مدد کرنی چاہئے۔ لیکن مدرسوں کو مقدم اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ جو تربیت طلباء کی مدرسے میں ہوتی ہے۔ وہ ہر طرح پر قابل اطمینان ہو۔ ہوا کی آمد و رفت (Ventilation) ٹھیک کی روشنی (Light) اور نشست طلباء (Posture) کا خیال رکھنے۔ استعداد طلباء کے مطابق مدرسے کا کام بنانے۔ باقاعدہ مضامین اسباق کے چھوڑا بڑا کرنے۔ کام اور کھیل کو یکے بعد دیگرے رکھنے۔ کھیلوں کی نگرانی کرنے اور

قواعد و جمنٹیکس میں مناسب ورزش کروانے سے مدرس یہ کر سکتے ہیں۔ کہ طلباء اس طرح کام کریں۔ کہ اُن کی صحت قائم رہے۔ اور اُن کے قولے جسمانی کی نشو و نما بخوبی ہو۔ علیٰ ہذا اسباق کو دلچسپ بنانے اور طلباء کے تمام قوائے عقلیہ کو مناسب طور پر کام میں لانے سے وہ اُن کے نفس کی تربیت کر سکتے ہیں۔ اور خود نمونہ بن کر۔ اور راہ راست کی تعلیم دے کر اور اس بات کی تنبیہ کر کے کہ جو کچھ کام اُن کے لئے مقرر کیا جائے۔ وہ اُسے ٹھیک طور پر سرانجام دیں۔ مدرس اُنہیں صحیح و غلط کا تصور صاف طور پر دلا سکتے ہیں۔ فرض کا خیال اُن کے دل میں پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اُنہیں شناس اور راستہ رہنے اور کار آمد و فیض رساں آدمی بننے کی تربیت دے سکتے ہیں۔

۶۔ مدرس

اگر کوئی شخص اپنا کام نہایت خوبی و خوش اسلوبی کے ساتھ کرنا چاہتا ہے۔ خواہ وہ کام کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً کوئی صندوق بنانا یا کوئی مکمل بنائی یا بچوں کو تعلیم دینی۔ ہر ایک صورت میں یہ لازمی ہے۔ کہ اُس شخص کو اپنے کام کا درست اور صاف تصور ہو کہ کیا کرنا ہے۔ جس مصالح کو کام میں لانا ہے۔ اُس کی ماہیت کا بھی پورا علم ہونا چاہئے۔ جن وسائل سے وہ کام سرانجام ہو سکتا ہے۔ اُن سے بھی واقفیت ہونی ضروری ہے۔ اور اُن وسائل سے کام لینے کے لئے جس لیاقت و قابلیت کی ضرورت ہے۔ اُس کا ہونا بھی لازمی ہے (بڑھتی) کی ہی مثال لیجئے۔ جو کھٹا یا میز یا جو کچھ وہ بنانا چاہتا ہے۔ اُسے اُس شے کا ٹھیک اور واضح تصور ہوتا ہے۔ وہ لکڑی کے خواص سے بھی واقف ہوتا ہے۔ اور مختلف اشیا بنانے کے لئے مختلف قسم کی لکڑی استعمال کرتا ہے۔ اُسے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ کن اوزاروں سے کام لینا چاہئے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ اُن اوزاروں کو نہایت ہوشیاری کے ساتھ استعمال کرنے کی قابلیت و لیاقت بھی اُس میں ہوتی ہے۔ اسی طرح مدرس کو بھی صاف اور واضح طور پر معلوم ہونا چاہئے۔ کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ اور تعلیم کسے کہتے ہیں۔ جو مصالح اُسے استعمال کرنا ہے۔ اُس سے بھی واقف ہونا چاہئے۔ یعنی قوائے اطفال۔ جو اوزار اُسے کام میں لائے ہیں۔ اُن سے بھی بخوبی آفتا ہونا ضروری ہے۔ یعنی اسباق جو مدرسے میں پڑھائے

جاتے ہیں۔ اور ان اسباق کو اس طرح پڑھانے کی قابلیت اور لیاقت کا ہوتا بھی لازمی ہے۔ کہ مقصد مطلوبہ بر آئے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ مدرس میں دو باتیں ہونی ضروری ہیں۔ علم (Knowledge) اور لیاقت (Ability)۔ یعنی مدرسے تعلیم کا علم۔ متعلم کا علم۔ وسائل تعلیم کا علم اور مقصد مطلوبہ کی انجام دہی کے لئے اُن وسائل کے استعمال کرنے کی لیاقت۔ مگر بڑھتی اور معلم کے کام میں ایک بڑا بھاری فرق یہ ہے۔ کہ لکڑی بڑھتی کے کام میں کچھ حصہ نہیں لیتی۔ اُس پر صرف بیرونی اثر ہوتا ہے۔ اور فقط بڑھتی ہی کی کوشش سے لکڑی کا صندوق یا چوکھا یا میز بن جاتی ہے۔ مگر برعکس اس کے اگر بچے کو تعلیم یافتہ شخص بننا ہے۔ تو وہ فقط معلم ہی کی سعی و کوشش سے ہرگز تعلیم یافتہ نہیں ہو سکتا۔ مدرس کا علم اور اُس کی لیاقت دونوں چھپر پر دھرے رہتے ہیں۔ جب تک کہ خود بچے کو اپنے قوا کے استعمال کرنے کی ترغیب نہیں ہوتی۔ بچے کو انجام کار اپنی تربیت و حقیقت خود کرنی پڑتی ہے۔ اس لئے معلم کے لئے یہی کافی نہیں ہے۔ کہ جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے۔ صرف اُس سے آشنا ہو۔ یا طبائع اطفال کی نسبت کچھ جانتا ہو۔ یا تعلیم کے درست طریقوں کے استعمال سے واقف ہو۔ بلکہ خود بچوں کو اپنے ساتھ مل کر کام کرنے کی طرف راغب کرنا چاہئے۔ مگر وہ یہ اُس وقت تک نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اُسے بچوں کے ساتھ محبت و اُنس نہ ہو۔ اُس کا دل بچوں کی طرف مائل ہونا چاہئے اور اُسے اُن کے افعال۔ اُن کی حرکات و سکنات اور اُن کی مشکلات و احتیاجات کو بہ نظر ہمدردی دیکھنا چاہئے۔ یہ بھی لازمی ہے۔ کہ مدرس میں اپنی پختہ عادات اور اپنے اطوار کو حسب ضرورت یکسو کر دینے کی قابلیت ہو۔ حاصل کلام (معلم کو یہ سیکھنا چاہئے۔ کہ کیونکہ بچوں ہی کی نظر سے تمام اشیا کا معاینہ کرے۔ یعنی جس طرح بچے دیکھتے۔ سنتے۔ سوچتے اور محسوس کرتے ہیں۔ اُسی طرح مدرس بھی دیکھے۔ سنے۔ سوچے اور محسوس کرے۔ طبائع اطفال کا ملاحظہ کرے۔ اور اُن کے ساتھ ہمدردی کرنی سکھے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ اپنے اوضاع و اطوار میں سادہ لوح اور چھمورا بن جائے۔ اس کا مطلب صرف اتنا ہے۔ کہ مدرس طبائع

اطفال کے سمجھنے کی کوشش کرے۔ اُن کے قوا کی وسعت معلوم کرے۔ یہ دریافت کرے۔ کہ بچوں کو کیا کام کرنے سے خوشی ہوتی ہے۔ اور جتنے الامکان تعلیم مدرسہ کو دلچسپ اور خوشگوار بنائے۔ کیونکہ درحقیقت تعلیم کا ایک نہایت موزون نام دلچسپی پیدا کرنے کا علم ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ کہ اگر ہم کسی مضمون میں بچوں کا شوقِ کامل پیدا کر دیں۔ تو اُس مضمون میں کمال حاصل کرنے میں فقط وقت اور اُن کی قابلیت کی کسر رہ جائیگی۔ پس مدرسوں کو طبائع اطفال کا ملاحظہ کرنا چاہئے۔ اُن کے تاخرات اور کیفیات عقلی کا اندازہ لگانا چاہئے۔ اور اس امر کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ کہ جو طریقہ تعلیم (Method of Education) اور دراصل تعلیم (Means of Education) ضبط قائم رکھنے کی غرض سے استعمال کئے جائیں۔ وہ استعدادِ طلباء کے موافق ہوں۔ لیکن صرف یہی کافی نہیں ہے۔ کہ مدرس طبائع اطفال کا ملاحظہ کرے۔ اور اُن سے اُنس و محبت رکھے۔ بلکہ اطفال کو بھی مدرس سے محبت اور اُس کی عزت کرنی چاہئے۔ مگر یہ بات اُسی وقت ہو سکتی ہے۔ جبکہ مدرس با امید۔ صابر۔ ارادے کا مضبوط۔ اور صاحبِ توقیر و حکمت ہو۔ اگر مدرس میں امید ہے۔ تو وہ اپنا کام مستقل مزاجی کے ساتھ کئے جائیگا۔ یہ سمجھ کر کہ جو کوشش میں اپنے طلباء کی بہتری کے لئے کر رہا ہوں۔ وہ ایک نہ ایک روز ضرور عمدہ ثمرہ دکھائیگی۔ اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ کہ بعض طلباء ذرا دلیر اور بے باک ہوتے ہیں۔ بعض خود پسند ہوتے ہیں۔ بعض کاہل و جود اور سُست لڑکے جی ہوتے ہیں۔ اور کُتھ ذہن ہوتے ہیں۔ اور بعض بے پروا طلباء متوجہ نہیں رہتے۔ اگر مدرس میں صبر ہے۔ تو وہ ایسے طلباء کی حالت میں اپنی طبیعت پر پورا قابو رکھیگا۔ اگر مدرس ارادے کا مضبوط ہے۔ تو اپنے احکام کی تعمیل کرانے پر قائم رہیگا۔ اگر مدرس کو اپنی عزت اور وقار کا خیال ہے۔ تو وہ ہمیشہ اپنے لباس کا خیال رکھیگا۔ سوچ سمجھ کر گفتگو کریگا۔ اپنے رفیقوں اور ہم نشینوں کے انتخاب کرنے میں نہایت احتیاط کام میں لائیگا۔ اور اگر مدرس صاحبِ حکمت ہے۔ تو اُس کی حکمت کی وجہ سے مدرسے کا کام نہایت خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ انجام پاتا

رہیگا۔ وہ اپنی حکمت سے یہ دریافت کر لیگا۔ کہ طلباء کا ٹھیک حال کیا ہے۔ کن عیبوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور کن نقصوں کو نظر انداز کرنا مناسب ہے۔ کن تدبیروں سے بد انتظامی اور بے ترتیبی کے موقعوں کو روکنا چاہئے۔ اور مختلف طلباء کے لئے کن کن مختلف محرکات (Motives) کا استعمال کرنا چاہئے۔

۴۔ اس کتاب کا مدعا + اس کتاب کے لکھنے کا مدعا یہ ہے۔ کہ مدرسوں کو اپنے کام میں مدد ملے۔ پہلے باب میں یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ مدرسے کے کام کو کس طرح ترتیب دینا چاہئے۔ یعنی مدرسے کے رجسٹر رکھنا۔ طلباء کی جماعت بندی کرنا۔ اسباق کو ترتیب دینا۔ مختلف معلموں میں کام تقسیم کرنا۔ اور کمرہ جماعت میں ضبط و انتظام قائم رکھنا۔ دوسرے باب میں بچوں کے جسمانی۔ عقلی اور اخلاقی قوا کا ذکر ہے۔ ان قوتوں کی ماہیت کا کچھ حال بتایا گیا ہے۔ اور ان بڑے بڑے چیدہ اصولوں کا بیان کیا گیا ہے جو تربیت قوا میں مد نظر رکھنے لازمی ہیں۔ تیسرے باب میں فن تعلیم کا بیان ہے۔ ان بنیادی اصولوں کی طرف بالخصوص توجہ دلائی گئی ہے۔ جو تربیت اطفال میں ملحوظ رکھنے ضروری ہیں۔ یہ دکھایا گیا ہے۔ کہ اسباق کس طرح تیار کرنے چاہئیں۔ اور جو مضامین پرامثری سکولوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔ ان کے طرز تعلیم کی نسبت مفصل و مشجہ ہدایات مندرج ہیں۔

خلاصہ

- ۱۔ بالیدگی (Growth) میں صرف قد اور طاقت کی زیادتی ہوتی ہے +
- ۲۔ نشو و نما (Development) میں علم و ہنر کی زیادتی ہوتی ہے +
- ۳۔ نشو و نما حاصل کرنے کے لئے قوا کا باقاعدہ طور پر استعمال کرنا چاہئے +
- ۴۔ اس باقاعدہ استعمال کو تربیت کہتے ہیں +
- ۵۔ تمام قوا کی موافق نشو و نما کو تعلیم (Education) کہتے ہیں +
- ۶۔ مدرس کو موزوں کام مہیا کرنے چاہئیں۔ اور مناسب محرکات کے ذریعہ طلباء کو اپنے قوا کے استعمال کرنے کی تحریک دلائی جائے +
- ۷۔ اس مقصد میں کامیابی اُسی وقت ہو سکتی ہے۔ جب کہ مدرس طلباء سے محبت رکھے۔ طبائع اطفال کا ملاحظہ کرے۔ اور با اسیہ +
- صابر۔ ارادے کا مضبوط اور صاحب توقیر و حکمت ہو +

پہلا باب

نظم و نسق مدرسہ و ضبط مدرسہ

پہلی فصل - تمہید

۱۔ نظم و نسق مدرسہ + بہت سے بچوں کو ملا کر پوری کامیابی کے ساتھ تعلیم دینے کے لئے خاص تعلیم کے کام کے علاوہ اور کئی طرح کے لوازمات بھی مطلوب ہوتے ہیں + مکان مدرسہ - سامان مدرسہ - مدرسے کے رجسٹر وغیرہ اسی قسم کے لوازمات ہیں۔ ان لوازمات کا مہیا کرنا اور ان کو ترتیب کی صورت میں رکھنا اور گنیزیشن (Organisation) یا نظم و نسق مدرسہ کہلاتا ہے +

۲۔ ضبط مدرسہ + اگر مدرسے اپنی محنت کا کام نتیجہ حاصل کرنا چاہتے۔ تو اسے تعلیم کے سوا نظم و نسق مدرسہ سے بھی کام لینا پڑیگا۔ لیکن اس کا مل نتیجہ کے حاصل کرنے کے لئے صرف تعلیم اور نظم و نسق مدرسہ ہی کافی نہیں۔ ایک تیسری ضروری شرط ڈسپلین (Discipline) یا ضبط مدرسہ ہے۔ ضبط مدرسہ سے مراد بچوں کو قیاد میں رکھنا ہے +

۳۔ نظم و نسق مدرسہ و عمدہ نظم و نسق سے ضبط کے کام میں بہت مدد فیڈ کا باہمی تعلق + ملتی ہے۔ بلکہ بول کہنا مناسب ہے۔ کہ طلبہ کی کسی بڑی تعداد کا ضبط نظم و نسق مدرسہ کے بغیر محال ہے۔ گو نظم و نسق

اور ضبط میں ایسا گہرا تعلق ہے۔ تاہم یہ دونوں ایک ہی بات نہیں۔ ممکن ہے۔ کہ کسی مدرسے کا نظم و نسق نہایت عمدہ ہو۔ اور ضبط نہایت خراب۔ نظم و نسق مدرسہ عملی ترکیبوں کا ایک سلسلہ ہے۔ اور اس سلسلے کو زیادہ تر مدرسے کے مہتمم اور مدرس کے ذریعہ ذہن سے تعلق ہے۔ لیکن ضبط کا خاص تعلق مدرسین اور طلبہ کی خلقی فطرت سے ہے۔ ضبط اگر طلبہ کے اخلاق کا نتیجہ نہ ہو۔ اور ان کا ایک طبعی خاصہ نہ ہو جائے۔ تو وہ ضبط ہی نہیں۔ ضبط کامل صرف باہر کے بندوبست سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی بنیاد مدرس کے ذاتی اخلاق اور شعور پر قائم ہونی چاہئے۔

خلاصہ

- ۱۔ لوازمات مدرسہ مہیا کرنا اور ان کو ترتیب کی صورت میں رکھنا نظم و نسق مدرسہ کہلاتا ہے۔
- ۲۔ طلباء کو قابو میں رکھنا ضبط کہلاتا ہے۔
- ۳۔ عمدہ نظم و نسق سے ضبط میں بڑی مدد ملتی ہے۔

دوسری فصل۔ نظم و نسق مدرسہ

اس فصل میں نظم و نسق کی مفصلہ ذیل بڑی بڑی شاخوں کا ذکر کیا جائیگا:-

- ۱۔ مکان و سامان مدرسہ (School building and Furniture)
- ۲۔ جماعت بندی (Classification)
- ۳۔ تقسیم اوقات (Time-tables)
- ۴۔ مدرسے کے رجسٹر (Registers)
- ۵۔ مدرسوں کے مابین قواعد مدرسہ کا عام انتظام (Inter school Rules and General Management)

۱۔ مکان و سامان مدرسہ + مکان مدرسہ کے متعلق موٹی موٹی غور طلب باتیں یہ ہیں:-

۱۔ محل وقوع۔ مدرسے کا مکان کیسی جگہ واقع ہونا چاہئے؟

- ب۔ تعمیر۔ مصالح وغیرہ کے لحاظ سے مکان کی بناوٹ کیسی ہونی چاہئے؟
 ج۔ قطع و وضع۔ مکان کس صورت شکل کا ہونا چاہئے؟
 د۔ وسعت۔ طول و عرض۔ بلندی اور کمروں کی تعداد کے لحاظ سے مکان کس قدر فراخ ہونا چاہئے؟
 ۵۔ سامان۔ مدرسے کے مکان میں مدرسین اور طلبہ کے آرام کے لئے۔
 تعلیم کے کام کے لئے۔ آرائش اور انتظام کے لئے۔ سن
 کن چیزوں کا ہونا مناسب ہے؟
 و۔ حفاظت و ترتیب۔ مکان اور سامان کی درستی۔ رکھوالی اور صفائی
 کے متعلق کیا کیا انتظام ضروری ہے؟

ادب کے چھ سوالوں کا تصفیہ

- ۱۔ محل وقوع۔ مدرسے کی جگہ حفظِ صحت کے لحاظ سے اچھی
 ہونی چاہئے۔ درنہ مدرسین اور طلبہ کی صحت پر بُرا اثر ہوگا۔ پس
 مکان مدرسہ کسی اونچی جگہ ہونا چاہئے۔ تاکہ کثیف ہوا اور نمی سے
 محفوظ رہے۔ گندھے پانی کے گڑھوں۔ کوڑیوں۔ پڑاؤں وغیرہ مضر
 صحت اشیا کا پڑوس ہرگز مناسب نہیں ہے۔
 مدرسے کے قرب و جوار میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہونی چاہئے۔
 جس سے بچوں کے اخلاق پر بُرا اثر پڑے۔ شراب خانوں۔ چھوڑوں۔
 قمار خانوں سے مدرسہ جس قدر دور ہو۔ اُنسی قدر بہتر ہے۔
 ادب کی دو باتوں کو ملا کر ضابطہ تعلیم پنجاب کی دفعہ ۱۶۹
 یہ ہدایت کرتی ہے۔ کہ۔۔۔۔۔ موقع سکول کا صحت کے لحاظ
 سے عمدہ اور اُس کا گرد و نواح شریفانہ ہونا چاہئے۔۔۔۔۔
 ہوا اور روشنی کی کافی مقدار حاصل کرنے کے لئے مدرسے کا
 کسی کھلی جگہ پر ہونا ضروری ہے۔ تنگ اور تاریک مگلی کوچوں سے
 پرہیز واجب ہے۔ اگر مدرسے کے مکان یا میدان سے جنگل پہاڑ
 وغیرہ کا قدرتی نظارہ حاصل ہو سکے۔ تو فائدے سے خالی نہ ہوگا۔ اس قسم
 کے نظارے سے جہاں ایک طرف جغرافیہ وغیرہ مضامین کے لئے
 جیتی جاگتی مثالیں مل سکیں گی۔ ساتھ ہی بچوں کے اخلاق اور مذاق پر
 نیک اثر پڑے گا۔

ب۔ تعمیر۔ مدرسے کا مکان ٹچا ہو یا پکا خوب مضبوط ہونا چاہئے۔ جو مکان آندھی۔ بارش۔ گرمی۔ سردی۔ گرد و غیرہ کی تکلیفوں سے نہ بچا سکے اس پر روپیہ خرچ کرنے سے کیا حاصل؟ پس نگڑی۔ اینٹ وغیرہ کل مصالح اچھی قسم کا ہونا چاہئے۔ اور تعمیر کا کام بھی خوب آراستگی کے ساتھ کیا جائے۔ چھت کی کڑیاں اس طرح رکھی جائیں۔ کہ ان میں پرندے گھوسلے نہ بنا سکیں۔ ورنہ فرش کی صفائی محال ہو جائیگی۔ اور گٹرگوں اور چوڑوں کی آوازیں تعلیم کے کام میں غنور ڈالینگے۔ تعلیم کے کمروں کی دیواریں ناہموار نہ ہوں۔ اور ان میں کیڑوں کوڑوں کے رہنے کے لئے سوراخ نہ ہوں۔ اس مطلب کے لئے دیواروں پر لپائی اور سفیدی ہونا مناسب ہے۔ سفیدی گرمی کی روشنی کو بھی زیادہ کر دیگی۔

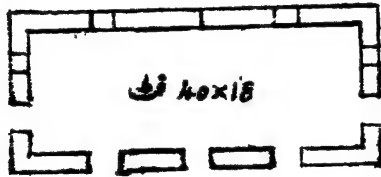
ج۔ د قطع وضع اور وسعت۔ مدرسے کے کمروں کے دروازے شمال کی طرف ہوں۔ تو دھوپ سے بچاؤ رہیگا۔ اگر شمال کی طرف نہ ہو سکیں۔ تو مشرق کی طرف سہی۔ لیکن مغرب اور جنوب کی طرف سے دھوپ کی تکلیف گرمی کے دنوں میں برداشت نہیں ہو سکیگی۔ مکان کی قطع وضع میں خوبصورتی کی نسبت آرام کا زیادہ خیال ہونا چاہئے۔ سب سے پہلے ہوا کی آمد و رفت کا معقول انتظام ضروری ہے۔ دروازے اور در پیکے اتنے اور اس طرح کے ہوں۔ کہ تنفس سے خراب ہوئی ہوئی ہوا آسانی سے خارج ہوتی رہے۔ اور تازی صاف ہوا کی کافی مقدار اندر آتی رہے۔ پس فرش کے نزدیک کی کھڑکیوں کے علاوہ چھت کے قریب بھی کھڑکیوں کا ہونا مناسب ہے۔ مکان کی فراخی اور بلندی بھی طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے کافی ہونی چاہئے۔ ضابطہ تعلیم کی دفعہ ۱۹۹ کے مطابق جماعتوں کے کمرے ایسے ہونے چاہئیں۔ کہ ہر ایک طالب علم کے لئے کم از کم بارہ مربع فٹ جگہ ہو۔

تعلیم کے کمروں کے لئے اچھی روشنی بھی ضروریات سے ہے۔ یہ منتشر اور بکھری ہوئی ہونی چاہئے۔ طلبا اس طرح بٹھائے جائیں کہ روشنی یا تو ان کے پیچھے سے آئے یا بائیں طرف سے۔

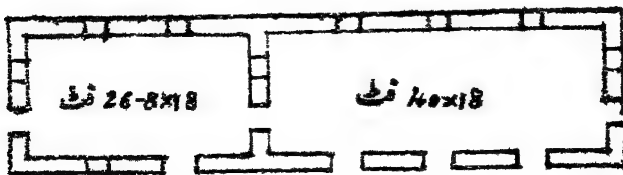
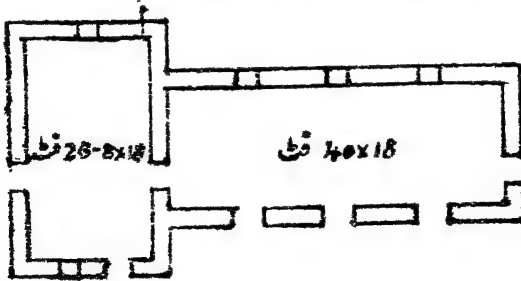
سامنے سے کبھی نہ آئے۔ کیونکہ سامنے کی روشنی آنکھوں کی تکان پیدا کرتی ہے۔ اور دائیں طرف سے بھی نہ آئے۔ کیونکہ دائیں طرف کی روشنی کی صورت میں طالب علم کا لکھنا اس کے ہاتھ کے سامنے میں رہتا ہے +

مذکورہ بالا سب باتوں کو مد نظر رکھ کر عام ہدایت کے لئے سررشتہ کی طرف سے پسندیدہ مکانات مدارس کے نقشے نمونے کے طور پر شائع ہوتے ہیں (دیکھو ضمیمہ ت - ۲۰۰۵) جن اصولوں کی ان نقشوں میں تشریح کی گئی ہے۔ ان کے مطابق ورٹیکل پرائمری مدرسوں کے بنیادی خاکے مندرجہ ذیل ہو سکتے ہیں :-

(۱) اوٹے سے ادلتے مکان - ایک کمرہ سٹاٹھ طلباء کے واسطے -

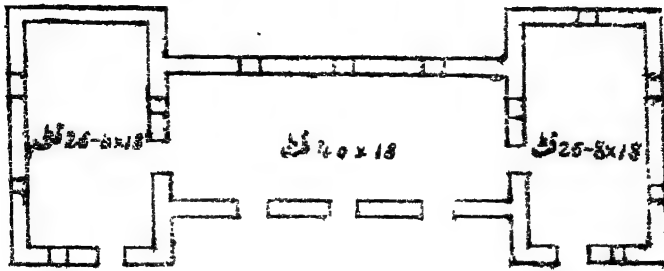


(ب) سٹاٹھ سے اوپر اور سوتیک طلبہ کے لئے دو کمرے -



ٹ - ض - ت = مطابق تعلیم - د = دفعہ

(ج) سو سے زیادہ اور ایک سو چالیس تک طلبہ کے لئے تین کمرے۔



یا



نوٹ۔ ان خکوں میں صرف کمرے اور کوٹھڑیاں ہی شامل ہیں لیکن ان کے گردا گرد ایک صحن یا میدان ڈال اور کھیل کود کے لئے ہونا چاہئے۔ اس صحن کے ایک کونے میں پانی رکھنے کے لئے ایک چھوٹی سی کوٹھڑی اور تختیوں کے دھونے کے لئے ایک چھوٹا سا حوض بھی ہونا چاہئے۔ دمنہ پتوں کو تکلیف ہوگی۔ اور کام میں ہرج ہرج ہوگا۔

۴۔ سامان۔ ضابطہ تعلیم کی دفعہ ۲۰۳ کے مطابق ورثیکلر پرائمری سکولوں کے لئے بڑی بڑی ضروری اشیاء یہ ہیں :-

۱۔ طلباء کے لئے ٹاٹ۔ فی طالب علم ایک مربع گز۔

۲۔ مٹائیوں کے لئے چھوٹی دریاں۔

۳۔ ٹرے۔ میز۔ الماری۔

۴۔ نقشیات مومنغ۔ ضلع۔ پنجاب۔ ہندوستان اور دنیا۔ (اگر ممکن ہو۔ تو ایک کرۂ ارض)۔

۵۔ ایک بال فریم (گولیوں والا چوکھٹا) اور چند خوشخلی کے اور سبقتوں کی تشریح کے لئے دیگر نقشے (جن میں معلومات متعلقہ ڈاک خانہ کا نقشہ بھی شامل ہے)۔

۶۔ تختہ ہائے سیاہ +

۷۔ اگر مساحت پڑھائی جاتی ہو۔ تو پیمائش کا سامان +

۸۔ مدارس زمانہ میں سونڈن کاری سکھانے کے لئے ضروری اشیا +
ان اشیا کا مہیا کرنا مدرسے کے حتم کا فرض ہے۔ لیکن اگر کوئی
ضروری چیز مدرسے میں موجود نہ ہو۔ تو اُس کے حصول کے لئے
درخواست کرنا مدرسے کا کام ہے +

اشیا کے سبقوں کے لئے تصویروں۔ نمونوں اور چیزوں کے فیض
نکا ہونا بھی لازمی ہے + صاحب ڈائریکٹر بہادر کے سرکلر نمبر $\frac{۳۳}{۲۷۶۶}$
موزخ ۶ نومبر ۱۹۷۷ء کے مطابق اس ذخیرے کے جمع کرنے میں
مدرسین طلبہ سے مناسب مدد لے سکتے ہیں۔ ضابطے کی دفعہ ۲۰۶
کی رو سے ہر ایک مدرسے میں مندرجہ ذیل کتابیں بہم پہنچانی
چاہئیں :-

(۱) مطالعوں کے استعمال کے لئے درسی کتب +

(۲) ضابطہ تعلیم پنجاب کی ایک جلد +

(۳) ٹولٹن صاحب کا "علم التعلیم" یا اصول تعلیم پر کوئی اور ویسی
ہی کتاب - اور

(۴) مدرسے میں جتنی زبانیں پڑھائی جاتی ہوں۔ اُن کی دستکریاں
یا کتب لغات +

نوٹ - یہ کتابیں اُس زبان اور خط میں ہونی چاہئیں۔ جو مدرسے

کی پڑھائی میں داخل ہو +

اگر مدرسے کی دیواروں پر لٹکانے کے لئے جانوروں۔ پودوں -
اور پہاڑ۔ جھیل۔ دریا وغیرہ قدرتی نظاروں۔ اور کلوں۔ کارخانوں
وغیرہ کی تصویریں مل سکیں۔ تو مکان کی زیبائش بھی ہو جائیگی۔
اور عام اشیا۔ جغرافیہ وغیرہ مضامین کے سبقوں کی توضیح کا بھی ایک
بڑا ذریعہ حاصل ہو جائیگا +

دیہات کے مدرسوں میں عموماً گھڑیاں گھنٹے نہیں ہوتے۔ لیکن
گھڑی کے بغیر کسی مقررہ تقسیم اوقات کے مطابق کام کرنا ناممکن
ہے + اگر مدرسے کو شش کرے۔ تو اپنے گاؤں یا قصبے کے کسی دولتمند

کی فیاضی یا چند صاحبان توفیق کی مدد سے اس وقت کو رفع کر سکتا ہے۔ ایک خاصہ اچھا گھنٹہ اور ایک گھنٹہ یا گھنٹیاں پندرہ روپے کے اندر اندر دستیاب ہو جائیں گے۔ اگر گھنٹے کے لئے کافی روپیہ نہ مل سکے۔ تو چار پانچ روپے والا ٹائم پیس ہی خرید لیا جائے۔ بچوں کے استعمال کے لئے پانی رکھنے اور پینے کے برتن۔ سرکاری کام میں خرچ کرنے کے لئے سیاہی۔ کاغذ۔ کھریا وغیرہ چھوٹی چھوٹی چیزیں مدرسہ سے کے سائبر خرچ سے لے سکتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ مکان اور سامان کے بغیر اچھے اسکول اچھا مدرسہ بھی اپنی محنت کا خاطر خواہ نتیجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن مکان اور سامان کا صرف ایک دفعہ مہیا ہو جانا ہی کافی نہیں۔ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ مکان اور سامان اچھی حالت میں رہیں۔ پس مدرسہ خیال رکھے۔ کہ ان کا استعمال بہودہ طرح سے نہ ہو۔ مکان کو بارش۔ آگ۔ دیمک وغیرہ سے اور سامان کو چوروں سے محفوظ رکھنا ہوگا۔ سالانہ مرمت اور سفیدی۔ روزانہ صفائی اور ہفتہ وار فرش کی لپائی کا معقول انتظام ہونا چاہئے۔ شروع ہی سے بچوں میں ایسی عادت پیدا کرو۔ کہ فرش اور دیواروں کو خراب نہ کریں۔ پتل قلم۔ کھریا وغیرہ سے دیواروں۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر کچھ نہ لکھیں۔ مکان کے اندر نہ تھوکیں۔ نہ ناک صاف کریں۔ کاغذ کے پڑھو۔ قلم کے ٹکڑوں کی طرح کی ردی ڈالنے کے لئے ہر کمرہ تعلیم کے ایک کونے میں ایک ٹوکرا رکھا رہنا چاہئے۔ اگر کچھ ردی چیزیں ان ٹوکروں میں ڈالتے رہیں گے۔ تو ہر وقت مدرسہ صاف ستھرا ہی نظر آئیگا۔ اور روزانہ صفائی کا کام بھی ہلکا ہو جائیگا۔ کبھی کبھی ٹاٹ اور دریلوں کو میدان میں نکلا کر جھڑواتا چاہئے۔ نقشوں۔ تصویروں اور سرکاری کتابوں کا استعمال پوری احتیاط سے کرو۔ اور اگر ان میں سے کوئی چیز معمولی مرمت کی محتاج ہو۔ تو خود کر لو۔ نقشوں پر مقامات دکھانے کے لئے ایک پتلی سی چھڑی سے کام لینا چاہئے۔ بچوں کو نقشوں پر ہاتھ یا انگلی رکھنے کی کبھی اجازت نہ دو۔ ہارڈ پر کا لکھا ہوا جھاڑن کے ساتھ پوری صفائی سے مٹایا جائے۔ ہارڈوں کو کبھی کبھی جیلے

کپڑے سے صاف کرانا چاہئے۔ ان پر مناسب عرصے کے بعد روغن کراتا چاہئے۔ مدرس اس بات کا بھی خیال رکھے۔ کہ استعمال کے بعد مدرسے کے سامان کی ہر ایک چیز اپنی مقررہ جگہ پر رکھ دی جائے۔ صفائی اور ترتیب صرف آرائش ہی کے لئے مفید نہیں۔ بلکہ بچوں کے اخلاق اور مذاق کے لئے بھی۔ نیز صفائی نہ رہنے کی صورت میں بچوں کی صحت میں خلل آنے کا اندیشہ ہے۔

۲۔ جماعت بندی :- اگر ایک استاد صرف دو تین بچوں کی تعلیم کا ذمہ دار ہو۔ تو ہر ایک دفعے کو جدا جدا تعلیم دے سکتا ہے۔ اور اپنی تعلیم کو ہر ایک کی طبیعت اور استعداد کے موافق بدل سکتا ہے۔ لیکن جہاں چند معلموں کو سینکڑوں بچوں کو سنبھالنا پڑے۔ تعلیم کا انفرادی طریق کام نہیں دے سکتا۔ ایسی صورت میں قریب قریب ایک ہی لیاقت کے طلباء کے مجموعے بنائے جاتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک مجموعے کو ایک ہی مدرس ایک ہی وقت ایک ہی سبق دیتا ہے۔ ان ہم سبق طلباء کے مجموعوں کو جماعتیں کہتے ہیں۔ اور اس کل انتظام کو جماعت بندی کہتے ہیں۔

بنجاب میں اس وقت سررشتے کی طرف سے ورنیکلر پرائمری مدارس کی جماعت بندی کا یہ طریق رائج ہے۔۔۔ ان مدرسوں کے لئے جماعتوں کی کلی تعداد پانچ مقرر ہے۔ سب سے چھوٹی جماعت کو پہلی اور سب سے بڑی کو پانچویں کا نام دیا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک سال کی پڑھائی کا نصاب مضابطہ تعلیم کے گیارہویں ضمیمے میں درج ہے۔ جب مدرسے کا تعلیمی سال اختتام کے قریب ہوتا ہے۔ تو اڈل مدرس پانچویں جماعتوں کا ترقی کا امتحان لیتا ہے۔ سب سے ادنیٰ جماعت کے کامیاب طلباء میں سے ان طلباء کو تو جو آگے سینکڑری ڈیپارٹمنٹ میں پڑھنا چاہتے ہیں۔ ٹرانسفر مدرسے بدلنے کا سرٹیفکیٹ دے دیتا ہے۔ اور جو آگے پڑھنا نہیں چاہتے۔ انہیں صاحب ڈسٹرکٹ انیکلر مدارس سے سکول فائیل مدرسے کا آخری سرٹیفکیٹ دلوا دیتا ہے۔ باقی چار جماعتوں کے پاس شدہ طلباء کو اگلی جماعت

میں چڑھا دیتا ہے۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو۔ کہ مدرس نے کسی طالب علم کو سوچ سمجھ کر ترقی نہیں دی ہے۔ تو افسران معاینہ اُس ترقی کو منسوخ کر سکتے ہیں +

پہلی جماعت کے بچوں کی ترقی سال ختم ہونے سے پہلے بھی ہو سکتی ہے۔ یہ رعایت بے وجہ نہیں۔ اس سے غرض یہ ہے۔ کہ جو بچے شروع سال کے بعد مدرسے میں داخل ہوں۔ وہ جو وقت نصاب ختم کریں۔ دوسری جماعت میں چڑھا دئے جائیں۔ اگر ایسا نہ ہو۔ تو باوجود نصاب ختم کرنے کے اور سال بھر مدرسے میں تعلیم پانے کے انہیں چند جینے ترقی کے لئے منتظر رہنا پڑیگا + پرائمری سکولوں کی پہلی جماعت کو حصہ اسیجہ خواناں۔ دوسری تیسری جماعتوں کو حصہ لور پرائمری اور چوتھی پانچویں جماعتوں کو حصہ اپر پرائمری کہتے ہیں +

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ جماعت بندی کی بدولت ایک ہی مدرس بہت سے بچوں کی تعلیم کا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ خواہ طلباء کی تعداد کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ اس کی ایک ہی جماعت بنائی جاسکتی ہے۔ جماعت کی تعداد غیر محدود نہیں ہو سکتی۔ اسی خیال سے ضابطہ تعلیم کی دفعہ ۲۲۵ میں جماعت کی زیادہ سے زیادہ تعداد ۴۰ رکھی گئی ہے +

پنجاب کے شہروں۔ قصبوں اور دیہات میں دیسی طریق کے مکتب اور پانچ شالا بھی جاری ہیں۔ بعض میں صرف دینی تعلیم ہوتی ہے۔ بعض میں صرف دنیوی۔ اور بعض میں دونوں قسم کی۔ ان مکتبوں کے اکثر متمم تو جماعت بندی کے اصول سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ لیکن بعض اپنی سہولت کے لئے سرکاری مدرسوں کے نمونے کی نقل کرنے لگے ہیں۔ اور بعضوں نے ضابطہ تعلیم کے پہلے باب کے قواعد کی تعمیل کر کے اپنے مکتبوں کو امدادی بنا لیا ہے + ان امدادی مکتبوں کی بھی پانچ جماعتیں ہوتی ہیں۔ مگر جماعتی ترقیوں پر مکتب کے متمم کو پورا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ افسران معاینہ صرف مختلف جماعتوں کی تعلیمی حالت دیکھ کر سالانہ

امداد کا فیصلہ کر دیتے ہیں +

۳- تقسیم اوقات +

۱- ضرورت اور فائدے۔ ضابطہ تعلیم کے گیارہویں صفحے کے مختلف حصوں میں مختلف قسم کے عام مدارس کی پڑھائی کی سکیم (Schema of study) درج ہے۔ ان سے مدرس یہ معلوم کر سکتا ہے۔ کہ کس جماعت کو کن کن مضامین کی تعلیم ہوگی۔ اور سال بھر میں ہر مضمون کے متعلق کیا کچھ سکھایا جائیگا + پڑھائی کی سکیم میں ہر مضمون کے لئے ہفتے کے گھنٹے بھی درج ہیں۔ نیز ضابطہ تعلیم کی دفعہ ۲۱۹ میں تعلیم کا کل عرصہ ہفتہ بھر میں مختلف جماعتوں کے لئے صاف طور پر دیا ہوا ہے + اس مقررہ وقت میں مختلف جماعتوں کی تعلیم کے مختلف مضامین کو پوری خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ختم کرنے کے لئے ان اپ شاپ کام شروع کر دینا ہرگز کافی نہیں (دور اندیش لوگ دس دن کے سفر کے لئے بھی سب کچھ پہلے سے سوچ بچار کر رکھ لیتے ہیں۔ اور سفر شروع کرنے سے پہلے ٹھہرنے کے مقامات - چلنے کے اوقات وغیرہ تمام باتوں کا پورا فیصلہ کر لیتے ہیں + مدرس کا کام اس قسم کے سفر کے مقابلے میں کہیں بڑھ کر مشکل اور پیچیدہ ہے + یہی نہیں کہ مدرسے میں جماعتیں تعداد میں ایک سے زیادہ ہوتی ہیں۔ اور ہر جماعت کی تعلیم کے کئی مختلف مضامین ہوتے ہیں۔ ایک اور وقت یہ بھی ہے۔ کہ اکثر مدرسوں میں ایک سے زیادہ مدرس ہوتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض ایک کام اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ اور بعض دوسرا + پس ضروری ہے۔ کہ کام شروع کرنے سے پہلے وقت اور مدرسین کے لحاظ سے مختلف جماعتوں کے مختلف مضامین کو ترتیب وار بانٹ لیا جائے۔ اس قسم کی تقسیم کے نقشے کو ٹائم ٹیبل (Time-table)

یعنی نقشہ تقسیم اوقات یا نقشہ انضباط اوقات کہتے ہیں +

تقسیم اوقات کے مطابق کام کرنے سے مدرسین اور طلبہ کا وقت ضائع نہیں جاتا۔ اور تعلیم کے کام میں بے ترتیبی پیدا نہیں ہوتی۔ کیا استاد اور کیا شاگرد سب پہلے ہی سے اپنے کام

کے لئے تیار رہ سکتے ہیں + مدرّس اپنے سبق کو تیار کر سکتا ہے۔
اور طالب علم نئے سبق کا پچھلے سے مطالعہ کر سکتا ہے + سمجھ
سے کسی مضمون کا دُور تعلیم سے باہر رہ جانا ناممکن ہو جاتا
ہے + کسی مدرّس کا دن بھر کام میں لگے رہنا اور کسی کا تمام
دن کام کے انتظار میں بیٹھے رہنا بھی ناممکن ہو جاتا ہے +
علاوہ ازیں تنظیم اوقات ضبط مدرسہ کی جڑ ہے۔ اور طلبہ کی
طبیعتوں میں دقت کی پابندی اور باقاعدگی کا بیج پوتا ہے +
ب۔ تنظیم اوقات کی تیاری کے متعلق ضروری باتیں۔
نقشہ تقسیم اوقات تیار کرتے وقت مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا
چاہئے :-

۱۔ نقشہ پس سکیم کی عمر، ذہنی آجائیں۔ یعنی سکیم کے مکمل مضامین
نقشہ میں درج ہو جائیں۔ اور ہر مضمون کو مندرجہ وقت دیا
جائے۔ آرام کے وقفوں اور ورزش کے وقفوں کا بھی لحاظ
رکھا جائے +

۲۔ مضامین کی تقسیم اس طرح سے کر دو کہ سخت دماغی محنت چاہنے
والے اور مشکل مضامین ایسے وقت پڑھائے جائیں۔ جب کہ
بچہ تازہ دم ہو۔ برعکس اس کے آسان مضامین وقت تعلیم
کے پچھلے حصے میں آنے چاہئیں۔ مثلاً اگر حساب کے سبق
شروع میں اور امانی کے پچھلے وقت میں رکھے جائیں۔ تو
عین مناسب ہے +

۳۔ مضامین کی تقسیم اس طرح کی رکھو۔ کہ ایک ہی قسم کے قوا
کی مشق متواتر نہ ہوتی چلی جائے۔ جب ایک قسم کی قوتوں
کی کافی مشق ہو چکے۔ تو دوسری قسم کی قوتوں سے کام لو۔
تاکہ تنگی ہوئی قوتوں کو آرام مل سکے۔ مثلاً اگر حساب کی
تعلیم سے بچوں کی تھریڈ اور استدلال کی قوتیں تھک جائیں
تو جبرائیل کی تعلیم سے اُن کی قوت متحیدہ اور قوت مشہدہ
کی تربیت کرو +

۴۔ مقدار وقت کی تقسیم مضامین کے آسان و مشکل ہونے کے

محافظہ سے کرنی لازم ہے۔ غائبیہ کی سکیم میں وقت کی تقسیم اسی خیال سے کی گئی ہے۔

۱۔ جن سبقوں میں عمارتی وغیرہ تقلیدی کام کی وجہ سے طلباء کو اونچی آواز سے بولنا پڑے۔ ان کے لئے ایسا وقت رکھو۔ کہ پاس کی جماعتوں کی تعلیم میں ہرج نہ ہو۔ مثلاً اگر دوسری اور تیسری جماعتیں ساتھ ساتھ بیٹھیں ہوں۔ اور دوسری مدرس کے نمونے کے مطابق اجماعی طور پر پڑھ رہی ہو۔ تو تیسری کو لکھنے کا کام دے دینا مناسب ہوگا۔

۲۔ اگر استادوں کی تعداد جماعتوں کی تعداد سے کم ہو۔ اور اس وجہ سے ایک ہی وقت میں ایک مدرس کو ایک سے زیادہ جماعتوں کی تعلیم کا کام کرنا پڑے۔ تو ان جماعتوں کے ایک ہی وقت کے مضامین اس قسم کے ہونے چاہئیں۔ کہ ایک ہی شخص ان کو پڑھتا سکے۔ مثلاً دو جماعتوں میں سے ایک حساب کے مشقی سوال نکال رہی ہو۔ تو دوسری کتاب میں سے دیکھ کر لکھنے کی مشق کرے۔

۳۔ تعلیم کے گھنٹوں کی طوالت طلب کی عمر اور لیاقت کے لحاظ سے رکھو۔ مثلاً چھوٹے بچوں کے لئے بیس بیس یا تیس تیس منٹ کے گھنٹے پورے گھنٹوں کی نسبت بہتر ہونگے۔ نیز اگر شروع کے گھنٹوں کی نسبت اخیر کے گھنٹے چھوٹے رکھے جائیں۔ تو عین مناسب ہے۔ کیونکہ وقت تعلیم کے تیرپھلے حصے میں بچوں کی غلبہیں ٹھکی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور انہیں دیر تک ایک ہی کام کی طرف متوجہ رکھنا بہت مشکل ہوگا۔

۴۔ ہیڈ ماسٹر کو عام نگرانی اور انتظام کے لئے اور نیز خط و کتابت کے کام کے لئے کچھ وقت الگ رکھ لینا چاہئے۔

۵۔ اگر مدرسین کی تعداد کافی ہو۔ تو باری باری سے ہر مدرس کو کم از کم ایک گھنٹہ فی یوم آرام کے لئے ہمت دینی مناسب ہے۔ لیکن اگر مدرسین کی تعداد کم ہونے کی وجہ سے مدرس کے وقت میں ہمت نہ مل سکتی ہو۔ تو وقت تعلیم کو مسلسل

رکھنے کی بجائے اس کے دو حصے کر دیئے مناسب ہونگے۔
اور ان حصوں کے درمیان آرام کے لئے ایک مقبول وقفہ
ہونا چاہئے +

۱۰۔ تقسیم اوقات کو پختہ ہی سے خوب سوچ سمجھ کر تیار کرو۔
اس میں بار بار تبدیلیاں نہ کرنی چاہئیں۔ ورنہ مدرسے کے
کام میں ہرج ہوگا۔ صرف سخت ضرورت کی صورت میں نقشہ
تقسیم اوقات کا بدلنا جائز ہے +

۱۱۔ نئے مدرسے میں جا کر اگر تمہیں پُرانا تقسیم اوقات تسلی بخش
معلوم نہ ہو۔ تو جانتے ہی اُسے نہ بدل ڈالو۔ بلکہ کچھ دن کے
تجربے کے بعد ضروری تبدیلی مناسب احتیاط کے ساتھ کر دو۔
۱۲۔ کل مدرسے کا عام تقسیم اوقات ہیڈ ماسٹر کے کمرے یا دفتر
کے کمرے میں آویزاں رہنا چاہئے۔ اور ہر ایک کمرے میں
اس کمرے کے متعلق نقشہ لٹکا رکھنا چاہئے۔ یعنی اگر کمروں کی
تقسیم جماعت وار ہو۔ تو کمروں میں جماعت وار نقشے لٹکائے جائیں۔
اور اگر کمروں کی تقسیم مدرس وار ہو۔ تو مدرسوں کے کام کے
مطابق نقشے رکھے جائیں +

ج۔ لکھنؤ تقسیم اوقات کے نمونے۔

۱۔ کسی خاص جامعیت کا تقسیم اوقات درجہ عربیت پنجم

مدرستہ	گھنٹے مع تفصیل مضامین و مدرسین مشغلہ					
	۱	۲	۳	۴	۵	۶
۱۔ عربیت	مدرس اول حساب	مدرس اول مباحث	مدرس اول عام اشعار	مدرس اول اردو	مدرس اول صرف نحو اردو	مدرس اول جمنا سنگھ
۲۔ منطق	مدرس اول حساب	مدرس اول مباحث	مدرس اول املا و خطوط نویسی	مدرس اول فارسی	مدرس اول مفتاح العربیت	مدرس اول طبرل
۳۔ ہندو	مدرس اول حساب	مدرس اول مباحث	مدرس اول چرخانیہ	مدرس اول اردو	مدرس اول صرف نحو اردو	مدرس اول دبئی کبیل
۴۔ جہانگیر	مدرس اول حساب	مدرس اول مباحث	مدرس اول املا و خطوط نویسی	مدرس اول فارسی	مدرس اول اردو	مدرس اول جمنا سنگھ
۵۔ جمعہ	مدرس اول حساب	مدرس اول مباحث	مدرس اول عام اشعار	مدرس اول اردو	مدرس اول فارسی	مدرس اول طبرل
۶۔ عربیت	مدرس اول حساب	مدرس اول مباحث	مدرس اول املا و خطوط نویسی	مدرس اول فارسی	مدرس اول مفتاح العربیت	مدرس اول دبئی کبیل

نوٹ: ۱۔ ہر روز صبح ۵ بجے کے بعد تفریح کے لئے ۱۵ منٹ کی چھٹی *
۲۔ ہر روز شام ۵ بجے کے بعد تفریح کے لئے ۱۵ منٹ کی چھٹی *

۳۔ ہر روز صبح ۵ بجے کے بعد تفریح کے لئے ۱۵ منٹ کی چھٹی *
۴۔ ہر روز شام ۵ بجے کے بعد تفریح کے لئے ۱۵ منٹ کی چھٹی *

۲۔ کتب خاصہ مدارس کے کام کا مقیم اوقات مدارس اولیٰ

کیفیت	درجے کے گھنٹے مع تفصیل مضامین							نوع
	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	
پیر	تہجیم { حساب } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	مفت
منگل	تہجیم { حساب } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	بدھ
جمعرات	تہجیم { حساب } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	جمعہ
ہفتہ	تہجیم { حساب } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	تہجیم { مساحت } چھام	مفت

نوٹ۔ (۱) ہر روز پندرہ گھنٹے کے بعد تفریح کے لئے ۱۵ منٹ کی چھٹی

(۲) پانچویں تا دسویں میں لڑکوں کو گھنٹے میں بجائے فارسی سے کاغذات لڑکوں کو شکار مسافت

۴۔ مدرسے کے رجسٹر + (۱) اغراض اور فوائد۔ اگر مدرسے کے طلبہ حاضر باش نہ ہوں۔ تو لیبٹق سے لیبٹق اور محنتی سے محنتی مدرس بھی اچھا نتیجہ نہیں دکھا سکتا + پس کیا تو مدرس کی اپنی بہتری کے لئے اور کیا طلبہ اور اُن کے والدین کی بھلائی کے لئے۔ طلبہ کی روزانہ حاضری کا اندازہ ضروری ہے۔ بلکہ لازم ہے۔ کہ مدرس بچوں کے مدرسے میں داخل ہونے کے وقت کا۔ اُن کے مدرسے میں حاضر رہنے اور مدرسے سے غیر حاضر رہنے کے ایام کا۔ اور نیز اُن کے مدرسے چھوڑ جانے کے وقت کا پورا پورا حساب رکھے۔ تاکہ طلبہ کے والدین اور افسران معاینہ کے اطمینان کے لئے ہر ایک طالب علم کی میعاد تعلیم کا اُس کی علمی ترقی کے ساتھ مقابلہ ہو سکے + غلطی سے بچنے کے لئے اور افسروں کی پڑتال کی خاطر فیس اور جرنلے کی رقموں کا لکھا جانا بھی ضروری ہے +

گورنمنٹ اور رعایا کی واقفیت کے لئے مذکورہ بالا امور کے علاوہ طلبہ کے متعلق ولدیت۔ قومیت۔ پیشہ۔ سکونت وغیرہ قسم کے کوائف کا جمع رکھنا بھی مناسب ہے + قصہ کوتاہ دوکانوں۔ کارخانوں اور مختلف محکموں کی طرح مدرسے کے کام کے عمدہ سرانجام کے لئے بھی حساب کتاب کا رکھنا جانا ضروری ہے۔ جن کتابوں میں مدرسے کے متعلق مختلف قسم کے حالات اور کوائف درج کئے جاتے ہیں۔ انہیں رجسٹر کہتے ہیں۔ امدادی مدرسوں کی امداد کا فیصلہ بہت کچھ رجسٹروں ہی کی مدد سے کیا جاتا ہے +

(۲) رجسٹروں کے نمونے۔ لاگ بک یا راءے کی کتاب کے علاوہ ورثیکل پرائمری سکولوں میں رجسٹر حاضری۔ رجسٹر داخلہ خراج اور رجسٹر اشیاء مدرسہ کا رکھنا جانا لازمی ہے۔ ذمہ۔ ت۔ د۔

۲۲۸ - ۸۲

ان رجسٹروں کے نمونے ذیل میں درج ہیں۔ ✓

(۲۲) رجسٹروں کے متعلق ضابطہ تعلیم کی ہدایتیں -
 اول - رجسٹر داخل و خارج و حاضری -

۱ - عمر کی حدیں - کوئی ایسا لڑکا مدرسے میں داخل نہیں کیا جاسکتا جس کی عمر پانچ سال سے کم ہو۔ اور بیس برس سے زیادہ عمر کے جوان طالب علم مدرسے میں رہتے نہیں دئے جائیں گے۔
 تاوقتیکہ کہ کوئی خاص وجہ نہ ہو۔ (ض - ت - د - ۲۲۷) +

نوٹ - اس قاعدے پر ایسی طرح سے عمل درآمد نہیں ہونا چاہئے۔ کہ اس کی وجہ سے اُن سخی طلباء پر سختی ہو۔ جن کی مدرسے کی تعلیم میں تاخیر ہوئی ہو۔ +

ب - حاضری پکارتا - مدرسہ گھنٹے کے وقت سے پاؤ گھنٹے کے اندر اندر حاضری پکارتی چاہئے۔ اور نصف دن کی تعطیلوں کے سوا دوبارہ اُس وقت سے پیشتر جبکہ طلباء مدرسے سے رخصت ہو جائیں۔ (ض - ت - د - ۲۲۱) +

ج - وقتِ تعلیم - وقتِ تعلیم سے وہ عرصہ مراد ہے۔ جس میں کم سے کم دو گھنٹے ایک ہی دن میں دنیاوی تعلیم دی جائے۔ لیکن مدارس ابتدائی میں ڈیڑھ گھنٹے کا اور رات کے مدرسوں میں ایک گھنٹے کا ایسا عرصہ ایک وقتِ تعلیم تصور کیا جائیگا + کسی صورت میں وقتِ تعلیم ایک ہی دن میں دو سے زیادہ محسوب نہیں کئے جائیں گے۔ (ض - ت - د - ۲۲۵) +

د - سال مدرسہ - سال مدرسہ سے وہ بارہ مہینے مراد ہیں۔ جو یکم اپریل سے شروع ہو کر ۳۱ مارچ کو ختم ہو جاتے ہیں +
 ۲ - حاضری کس طرح شمار ہوگی - ہر ایک وقتِ تعلیم کے لئے اتنی ہی حاضریاں شمار کی جائیں گی۔ جتنے طلبہ حاضری پکارتے کے وقت واقعی حاضر ہوں۔ اور وقتِ تعلیم میں برابر تعلیم پاتے رہے ہوں۔ یا کسی پبلک امتحان میں شامل رہے ہوں۔ یا امتحان مڈل یا انٹرنس کی تیاری کے لئے رخصت ہو جائیں۔ جو دس دن سے زیادہ نہ ہو۔ یا کھیلوں کے لئے رخصت ہو جائیں۔ بشرطیکہ یہ رخصت سال بھر میں دس روز سے زیادہ

نہ ہو۔ اور مہتمم یا ہیڈ ماسٹر اس کی باضابطہ تصدیق کریں۔ (ض۔ ت۔ ۳۴۵) +

۱۔ روزانہ اوسط حاضری نکالنے کا طریق۔ اگر کسی مدرسے یا مدرسے کے حصے کی روزانہ اوسط حاضری نکالنی ہو۔ تو مدرسہ یا حصہ مذکور کی اس عرصے کی روزانہ حاضریوں کو جمع کر کے تعلیم کے وقتوں کی تعداد پر تقسیم کیا جائے۔ خارج قسمت روزانہ اوسط حاضری ہوگی۔ (ض۔ ت۔ ۳۵۵) +

۲۔ بلا رخصت غیر حاضری کا جرمانہ۔ جو طالب علم بلا رخصت غیر حاضر ہو۔ وہ جرمانہ کا مستوجب ہوگا۔ جس کی مقدار غیر حاضری کے ہر ایک سالم دن یا دن کے حصے کے لئے ایک آنے سے زیادہ نہ ہوگی۔ جو لڑکا بے اجازت متواتر چھ دن غیر حاضر رہیگا۔ اُس کا نام رجسٹر سے خارج کیا جائیگا۔ (ض۔ ت۔ ۳۶۵) +

۳۔ فیس کی شرحیں۔ (۱) لڑکوں کے ورنیکل بورڈ پرائمری سکولوں میں معمولی طور پر مندرجہ ذیل مابعدہ شرحوں کے مطابق فیس لی جائیگی :- پہلی جماعت - دوسری جماعت - تیسری جماعت - چوتھی جماعت -

۱۲

۱۳

۱۴

۱۵

پانچویں جماعت (ض۔ ت۔ ۱۰۸) +

نوٹ (۱) ورنیکل اور اینگلو ورنیکل دونوں قسم کے مدارس میں فیس پورے بارہ مہینوں کے لئے لی جائیگی۔ اور معمولی طور پر یکم اپریل

سے واجب الادا ہوگی۔ (ض۔ ت۔ ۱۰۹) +

(ب) جو طالب علم گورنمنٹ کے یا کسی لوکل باڈی کے ایک سکول سے براہ راست گورنمنٹ کے یا اسی لوکل باڈی کے دوسرے سکول میں داخل ہو۔ اُس سے دوسری دفعہ اسی چھینے کی تعلیمی فیس

تس لی جائیگی (ض۔ ت۔ ۱۱۲) +

(۲) امدادی مدارس کے لئے فیس کی شرح سیکاری اور بورڈ سکولوں

کی نسبت ۷۵ فیصدی سے کم نہ ہوگی۔ (ض۔ ت۔ ۱۱۱) +

ط۔ فیس کا ادا کرنا۔ مدرسے کی کل فیس جس چھینے کے لئے واجب الادا

ہو۔ اُس کی پانچویں تاریخ تک ادا ہو جانی ضرور ہے۔ پانچویں تاریخ کے بعد جتنے دن تک فیس ادا نہ کی جائے۔ ہیڈ ماسٹر اگر چاہے۔ تو ایک پیسہ سے لے کر دو آنے یومیہ تک جرمانہ کر سکتا ہے۔ اور اگر فیس مع ایسے جرمانے کے تمام و کمال پندرھویں تاریخ تک ادا نہ ہو۔ تو طالب علم کا نام رجسٹر سے خارج کر دیا جائے۔ اور جب تک کل واجب الادا فیس اور جرمانہ وصول نہ ہو۔ اُس کو پھر داخل نہ کیا جائے۔
(صن۔ ت۔ ۷۲۶) +

جی۔ داخلہ کی فیس۔ پرائمری سکولوں یا حصوں میں داخل ہونے کے لئے کوئی فیس داخلہ نہیں لی جائیگی۔ (صن۔ ت۔ ۱۱۲) +
ک۔ فیس کی معافی۔

۱۔ کاشتکاروں اور گاؤں کے کینوں کے لڑکے کل پرائمری جماعتوں میں ادائے فیس تعلیمی سے مستثنیٰ ہوں گے۔ مگر اینگلو ورنیکلر سکولوں کی ایہ پرائمری جماعتوں میں اُن سے نصف فیس لی جائیگی +

۲۔ ایسے والدین کے بچے جو فیس دینے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ ورنیکلر سکولوں میں کل تعداد طلباء مندرجہ رجسٹر کی پچیس فی صدی تک معاف کئے جاسکتے ہیں۔ اور مدرسوں کے اینگلو ورنیکلر حصوں میں دس فی صدی تک +

۳۔ ایسے معلموں کے بچے جو مسلمہ مدارس میں ملازم ہوں۔ اور تیس روپے ماہوار سے زیادہ تنخواہ نہ پاتے ہوں۔ ورنیکلر سکولوں اور حصوں میں ادائے فیس سے مستثنیٰ سمجھے جائیں گے۔
نوٹ۔ (۱) صاحب ڈپٹی کمشنر مشورہ صاحب انسپکٹر قرار دیئے۔ کہ

ہر ایک ضلع میں کون کون سے لوگ کاشتکار اور کھیتا ہیں۔ اس دفعہ میں فقط کاشتکار سے حسب ذیل مراد ہے۔ (۱) کوئی مالک یا مزارع جو بذات خود زمین کاشت کرتا ہو۔ نہ کہ صرف مزارعوں۔ کارندوں اور لاکروں کی وساطت سے۔ (۲) زراعتی مزدور۔ (۳) وہ فوجی سپاہی یا آور ویسے ہی سرکاری ملازم جو عموماً کاشتکاروں کے

فرتے ہیں سے ہوں۔ اور جو گھر میں رہنے کی صورت میں خود کاشت کے کام میں مصروف ہوتے ہوں۔ (د-ت)۔

د-۱۱۳ +

نوٹ:- (۲) بڑے بڑے بوجھ مفلسی معاف ہوں۔ اُن کا قائل ہونا ضروری ہے۔ اور خفقت یا حاضری میں بے قاعدگی کی صورت میں یہ رعایت چھین لی جاتی ہے۔ (نوٹ-د-ت-۱۱۷) +

ل۔ مدارس دستکاری میں فیس۔ دستکار قوموں کے بچے مدارس دستکاری میں بلا فیس داخل کئے جائیں گے۔ دیگر طلبہ وہ شرح فیس ادا کریں گے۔ جو ورثیکر مدارس کے لئے مقرر کی گئی ہے۔ بشرطیکہ اُن مدارس میں انگریزی نہ پڑھائی جاتی ہو +

م۔ بھائیوں کے لئے رعایت۔ جب دو یا زیادہ بھائی ایک ہی سکول میں تعلیم پاتے ہوں۔ تو سب سے اعلیٰ جماعت میں جو بھائی پڑھتا ہے۔ اُس سے پوری فیس لی جائیگی۔ باقیوں سے نصف سے زیادہ فیس نہیں لی جائیگی۔ (د-ت-۱۱۶) +

نوٹ:- (۱) یہ رعایت فیس کے ہر ایک درجہ اور تمام قسموں کے سکولوں کے لئے ہے۔ اور اس کی وجہ سے فیس سے معاف طلباء کی معمولی تعداد پر کچھ اثر نہ پڑیگا +

(ب) یہ رعایت اُن رشتہ داروں اور دوستوں کو نہیں دی جائیگی۔ جن کے تمام اخراجات ایک ہی ولی برداشت کرتا ہو +

(ج) یہ رعایت اُن بھائیوں کو بھی دی جاسکتی ہے۔ جو سکول کی کسی شاخ میں تعلیم پاتے ہوں۔ بشرطیکہ بڑا سکول اور شاخیں ایک ہی شہر میں ہوں +

ن۔ لوکل باڈیاں شرح میں کمی بیشی کر سکتی ہیں۔ گورنمنٹ کی منظوری سے لوکل باڈیاں بعض مدرسوں یا خاص قسم کے مدرسوں یا طلبہ کے لئے فیس کی وہ شرح اور فیس سے معاف طلباء کی وہ فی صدی جو ضابطہ تعلیم پنجاب میں مقرر کی گئی ہے۔ بدلنے کی مجاز نہ ہونگی۔ (د-ت-۱۱۴) +

س۔ بعض صورتوں میں فیس نہیں لی جائیگی۔ کسی طالب علم سے اُس مہینے

کی تعلیمی فیس نہیں لی جائیگی۔ جس میں وہ برابر ہمینہ بھر بیماری کی رخصت پر رہا ہو۔ اگر آدھا ہمینہ گزرنے کے بعد کوئی مدرسہ پھر کھلے یا نئی جماعت بنے۔ تو نئے طالب علم اس ہمینے کی صرف نصف تعلیمی فیس ادا کرینگے۔ (د-ت۔ ۱۱۸) ع۔ رعایتوں کی تقسیم۔ مفلسی کی وجہ سے بلا فیس طلبا کو داخل کرتے وقت لازم ہے۔ کہ گورنمنٹ۔ بورڈ اور امدادی مدرسوں کے افسر ایسے مسلمان طلبا کے لئے جن کے والدین مفلس ہوں۔ معافیوں کی آدھی تعداد مخصوص کر دیں۔ اور باقی نصف تعداد ہر صورت میں ایسے ہندو۔ سکھ یا دیگر طلبا کو دی جائیگی۔ جن کے والدین مفلس ہوں۔ بدین شرط کہ اگر غریب ہندو۔ سکھ یا اور لڑکے بلا فیس کے طلبا کی نصف تعداد کو پورا نہ کر سکیں۔ تو دو ماہ کے انتظار کے بعد اس باقی ماندہ تعداد پر بھی غریب مسلمانوں کے لڑکوں کو حق ہوگا۔ اور ایسا ہی بالعکس یہ بھی شرط ہے۔ کہ یہ دفعہ ان سکولوں پر جو بالخصوص ہندوؤں۔ سکھوں یا مسلمانوں کے لئے قائم ہوئے ہوں۔ غائد نہ ہوگی۔ (د-ت۔ ۱۲۰) +

دوم۔ رجسٹر اشیائے مدرسہ۔

رجسٹر سے مال کا خارج ہونا۔ اشیائے مدرسہ کے رجسٹر سے کوئی چیز خارج نہیں کی جاسکتی۔ جب تک کہ کوئی ایسا ذمہ دار شخص جس کو منتظم باڈی نے اسی کام کے لئے مقرر کیا ہو۔ اس چیز کو نکلتی قرار نہ دے۔ جو چیزیں نکلتی قرار دی جائیں۔ ان کو نیلام کر کے قیمت منتظم باڈی کے نام جمع کرانی چاہئے +

(۴) رجسٹروں کے متعلق عام ہدایتیں۔

(۱) رجسٹروں کی خانہ پُری کا عین وقت پر ہونا ضروری ہے مفصلہ ذیل قسم کے نقص اگر مدرس کی بددیانتی کی دلیل نہیں۔ تو بے پروائی کی تو ضرور ہیں :-

۱۔ رجسٹر حاضری میں کئی دنوں کی حاضری کا ایک ہی دن درج کر دینا۔ اور حاضری پکارتے وقت خالی چھوڑ دینا۔ اور

بعد میں اُنہیں پُر کرنا:

۲۔ رجسٹر داخل خارج میں خارج شدہ طلبہ کے متعلقہ ضروری

اندر ارج خارج ہونے کی تاریخ کے بعد کرنا:

۳۔ کسی نئی چیز کے مدرسے میں آتے ہی رجسٹر اشیا میں اُس کے متعلق خانہ پُری نہ کرنا۔ وغیرہ وغیرہ:

ب۔ رجسٹروں کا صاف ستھرا رہنا ضروری ہے:

ج۔ کوئی اندراج مشکوک نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کہیں سہو سے غلط لفظ یا ہندسہ لکھا جائے۔ تو سرخ روشنائی سے قلمزن کرو۔

اور اُس کے اوپر سرخی ہی سے صحیح لفظ یا ہندسہ درج کر دو۔ اور سند کے لئے سرخی سے مختصر دستخط بھی کر دو:

د۔ اگر کوئی طالب علم ایک دفعہ خارج ہو کر پھر داخل ہو۔ تو اُس کے لئے نمبر سلسلہ کے نیچے پُرانا نمبر سلسلہ لکھ دینا چاہئے۔ اسی طرح رجسٹر حاضری میں بھی اُس کا نمبر سلسلہ

کمرہ ہی کی صورت میں لکھنا چاہئے۔ غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے یہ احتیاط ضروری ہے۔ اس قاعدے کے مطابق دو دفعہ

خارج ہو کر تیسری دفعہ داخل ہونے والے طالب علم کے نمبر سلسلہ کے نیچے دو پرانے نمبر درج کر دینے چاہئیں۔ اور

چوتھی بار داخل ہونے والے طالب علم کے نمبر کے نیچے تین پرانے نمبر۔ علیٰ ہذا القیاس:

۵۔ مدرسوں کے باہنی قواعد

۱۔ ماہِ بینی قواعد۔ کوئی طالب کسی اور مدرسے کا عام انتظام:

کیا جائیگا۔ جب تک کہ وہ اپنے باپ یا ولی کی دستخطی درخواست (دیکھو ضمیمہ نمبر ۱۔ حصہ دوم۔ ضابطہ تعلیم پنجاب) پیش نہ کرے۔

کوئی طالب علم ایک مسلمہ مدرسہ چھوڑ کر دوسرے میں داخل نہیں کیا جائیگا۔ جب تک کہ وہ اپنے سابقہ مدرسے سے ٹرانسفر (مدرسہ بدلنے کا) سرٹیفکیٹ حاصل نہ کر لے۔

اور نہ اُسے اپنے سابقہ مدرسے کی جماعت سے کسی اعلیٰ جماعت میں ترقی دی جائیگی۔ تا وقتیکہ وہ جماعت چڑھانے کا

مسلمہ امتحان پاس نہ کرے +

نوٹ - داخلے کے لئے درخواستیں اور طلباء کے ٹرانسفر

سرٹیفکیٹ ایک فائل میں لگا کر رکھنے چاہئیں۔ (ض۔ ت۔ ۲۲۹)

ٹرانسفر سرٹیفکیٹ۔ ٹرانسفر سرٹیفکیٹ حسب نمونہ مندرجہ ضمیمہ نمبر ۲ حصہ دوم مضامین تعلیم پنجاب۔ والد یا ولی کی درخواست پر ایسے نیک چلن طلباء کو دئے جائیں گے۔ جنہیں مدرسے سے اٹھا لینا مطلوب ہو۔ بشرطیکہ طالب علم تمام فیس و جرمانہ اور مدرسے کی دیگر واجب الادا رقوم دے چکا ہو۔ اور ٹرانسفر سرٹیفکیٹ کے لئے درخواست کرنے سے پیشتر ہی بلا رخصت غیر حاضر نہ رہا ہو + صاحب انسکٹر کی منظوری حاصل کئے بغیر سال تعلیمی کے پچھلے سیشن کے بعد کسی کو ایک مسلمہ مدرسہ چھوڑ کر اسی شہر کے کسی دوسرے مسلمہ مدرسے میں جانے کی اجازت نہیں ہے + (ض۔ ت۔ ۲۳۰ د +)

ٹرانسفر سرٹیفکیٹ کے لئے درخواست۔ لازم ہے۔ کہ ٹرانسفر سرٹیفکیٹ کے لئے طالب علم کا باپ یا ولی تحریری درخواست کرے۔ اور اگر سرٹیفکیٹ دینے سے انکار کیا جائے۔ تو ایسے انکار کی وجہ درخواست پر لکھ دینی چاہئے + اگر مدرسے کی واجب الادا رقوم کی وجہ سے سرٹیفکیٹ نہ دیا جائے۔ تو مختلف رقوم کی تفصیل اور وہ حالات جن کے باعث اور وہ تاریخیں جب یہ بقایا طالب علم کے ذمے چڑھا ہو۔ اُس کے والد یا ولی کے نام کی انکاری چٹھی میں درج کر دینی چاہئیں +

نوٹ - اگر نام خارج ہونے کی تاریخ سے ایک سیشن کے اندر

اندر درخواست کر دی جائے۔ تو ٹرانسفر سرٹیفکیٹ کے لئے کوئی

فیس نہیں لی جائیگی۔ اس عرصے کے گزرنے کے بعد سرٹیفکیٹ

کے لئے یا ہر حالت میں سرٹیفکیٹ کے منتہی کے لئے آٹھ آنے

فیس لی جائیگی۔ (ض۔ ت۔ ۲۳۱ د +)

سرٹیفکیٹ کے بغیر داخلہ۔ جب ایسی وجہ پر سرٹیفکیٹ کے دینے سے

انکار کیا گیا ہو۔ جو ناکافی معلوم ہوں۔ تو جائز ہے۔ کہ طالب علم کو صاحب انپکٹر کی سفارش پر کسی مدرسے میں داخل کر لیا جائے۔

نوٹ۔ صاحبان انپکٹر کو جو اختیار اس دفعہ کے بموجب دیا گیا ہے۔ وہی ڈسٹرکٹ انپکٹروں کو اُن ورثیکل سکولوں کی نسبت حاصل ہوگا۔ جو اُن کے زیرِ معاینہ ہوں۔ (دفعہ ۷۳۲)۔
ٹرانسفر (مدرسہ بدلنے کے) سرٹیفکیٹ کا نمونہ

اس کے دوپرت جاری کئے جائیں گے۔ سکول _____ ضلع _____

ٹرانسفر (مدرسہ بدلنے کا) سرٹیفکیٹ

طالب علم کا نام _____ تاریخ پیدائش _____
نمبر رجسٹر داخلہ _____
تصدیق کیا جاتا ہے۔ کہ _____ ولد _____ نے جو اس مدرسے میں تاریخ _____ تک پڑھتا رہا ہے۔ مدرسے کی کل رہیں جو اس کے ذمے واجب تھیں ادا کر دی ہیں۔ اور اسے مندرجہ بالا تاریخ کو اپنا نام خارج کرائے کی اجازت دی گئی ہے۔ وہ جماعت _____ حصہ _____ میں پڑھتا تھا۔ اور جماعت میں ترقی پانے کے امتحان میں _____ ہوا ہے۔

تصدیق کیا جاتا ہے۔ کہ مندرجہ ذیل اندراجات اس مدرسے کے رجسٹروں اور سرٹیفکیٹوں کے بموجب صحیح ہیں۔ جو اس نے ان مدارس سے لاکر پیش کئے۔ جہاں وہ سال مدرسہ میں پڑھتا تھا۔

نمبر	مدرسہ	داخل ہونے کی تاریخ	خارج ہونے کی تاریخ	موجودہ سال مدرسہ میں حاضر کیا گیا	حاضر کیا گیا سال مدرسہ میں	حاضر کیا گیا سال مدرسہ میں	رخصت جس سال
۱	مدرسہ پڑا						رخصت جس سال
۲							رخصت جس سال
۳							رخصت جس سال
۴							رخصت جس سال
	میزان						

تاریخ اجراء _____
قسم سکالر شپ _____
کس سال عطا ہوئی _____
کون دیتا ہے _____
صرف سکالر شپ پانے والوں کی صورت میں
سکالر شپ کی مقدار _____
کس تاریخ تک برآمد کرائی گئی _____
رخصت جو ہر ایک مدرسہ میں سے چکا ہے _____

۲ _____
۳ _____
۴ _____

ہیڈ ماسٹر _____

ب۔ عام انتظام کے متعلق قواعد۔

مذہبی تعلیم۔ گورنمنٹ یا بورڈ سکولوں میں مذہبی تعلیم نہیں دی جائیگی۔ مگر خارج از وقت مدرسہ اور جب بھی صرف متعلقہ طلباء کے والدین کی صریح درخواست پر کسی گورنمنٹ یا بورڈ سکول کے کسی مدرس سے اُس کی مرضی کے بغیر ایسی تعلیم دینے کا کام نہیں لیا جائیگا۔ اور محاصل عامہ سے مذہبی تعلیم کا کوئی خرچ نہیں ادا کیا جائیگا۔ (د-ت-د-ہ) خوشخواں طلبہ کا داخل کرنا۔ کسی گورنمنٹ۔ بورڈ یا ایسے امدادی مدرسے میں جس کا معاہدہ ہوتا ہو۔ کوئی خوش خواں طالب علم داخل نہ کیا جائیگا۔

نوٹ۔ خوش خواں طالب علم سے ایسا طالب علم مراد ہے۔

جو مقررہ نصاب کا صرف ایک حصہ ہی پڑھے۔

زبان اور حروف تہجی۔ جو دیسی زبان کسی بورڈ سکول میں پڑھائی جاتی ہے۔ اور جو حروف تہجی استعمال کیے جاتے ہیں۔ وہ صاحب ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم کی منظوری کے بغیر بدلے نہیں جائیگے۔ اور نہ ایسی منظوری کے بغیر کسی اور دیسی زبان کی تعلیم کے لئے جماعتیں ایڑا کی جائیگی۔ لیکن جن مقامات میں پنجابی کی تعلیم کا شوق ہے۔ وہاں کی لوکل باڈیوں کو اختیار ہے۔ کہ گورنمنٹ میں تعلیم دینے کے لئے شاخ مدارس یا جماعتیں قائم کریں۔

ڈاک خانے کا کام۔ متعلقہ لوکل باڈی کی منظوری سے بورڈ ورنیکلر سکولوں کے مدرسوں کو ڈاک خانے کا کام کرنے کی اجازت ہے۔ یہی شرط کہ یہ زائد کام اُن کے تعلیمی قوانین میں خلل نہ لائے ہو۔ (د-ت-د-ہ) (۲۱۷)

اس دفعہ کے بموجب ڈاک خانے کا کام سرانجام دینے میں ذیل کی باتوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے:-

۱۔ ڈاک خانے کا کوئی کام مدرسے کے وقت میں نہیں کرنا ہوگا۔ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر ڈاک کے کام کا وقت مقرر کر دیگے۔ اگر

ڈاک مدرسے کے وقت میں پہنچتی ہو۔ تو جب تک مدرسے کا وقت نہ گزر جائے۔ اُسے ہرگز نہیں کھولنا چاہئے۔ اور اگر ڈاک مدرسے کے وقت میں روانہ کرنی ہو۔ تو مدرسے کے کھلنے سے پہلے بند کر کے تیار رکھنی چاہئے۔ اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے۔ کہ وقت مدرسہ میں ڈاک خانے کے متعلق کوئی کام نہ کیا جائے۔

۳۔ مدرسوں کا مقرر اور درخواست کرنا محض لوکل باڈی کے اختیاء میں ہوگا۔ اور محض مدرسے کی بہتری کے لحاظ سے عمل میں آئےگا۔ اس امر کا بالکل لحاظ نہ ہوگا۔ کہ وہ ڈاک کے فرائض ادا کرنے کے قابل ہیں یا نہیں۔

۴۔ جو مدرس ڈاک کا کام کر رہے ہیں۔ انہیں چاہئے۔ کہ جب رخصت کی درخواست کریں۔ تو حکام ڈاک کو اس امر کی اطلاع دیں۔ اور یہ بھی تحریر کریں۔ کہ اپنی غیر حاضری میں ڈاک کی کارروائی کا کیا بندوبست بخوینہ کرتے ہیں۔

۵۔ جو مدرس پرائیج پوسٹماسٹر مقرر ہونگے۔ ان کو اختیار دیا جائیگا۔ کہ تقسیم ڈاک کا جو بندوبست چاہیں۔ خود کر لیں۔ ان کا خود جاکر ڈاک تقسیم کرنا ضروری نہیں۔

مدرسے کا وقت۔ متعلقہ لوکل باڈیاں اور مدرسوں کے مہتمم یا گورنمنٹ سکولوں کی صورت میں صاحب انسپکٹر قسمت موسم۔ مقام یا قسم طلباء کے لحاظ سے مدارس کے کھلنے اور بند ہونے کا وقت معین کریں گے۔ بشرطیکہ ڈرل اور تفریح کا وقت نکال کر تعلیم کا کل عرصہ ہفتہ بھر میں مندرجہ ذیل حدود سے تجاوز نہ کرے۔۔

پہلی جماعت ۱۸ گھنٹے

دوسری اور تیسری جماعتیں ۲۰

چوتھی اور پانچویں جماعتیں ۲۵

ہر ہفتے میں آدھے دن کی ایک تعطیل لازمی ہوگی۔

نوٹ۔ جس تناسب سے ہر ایک مضمون کو وقت دیا جاسکتا

ہے۔ وہ سررشتے کے منظور کردہ نصاب تعلیم (ضمیمہ ۱۱)

میں درج ہے۔ (دض۔ ت۔ ۲۱۹۵) *

کھیل اور ورزش۔ پڑھائی کے گھنٹوں کے علاوہ لڑکوں کے مدرسے میں کھیل اور ورزش کے لئے بھی خاص وقت مقرر ہونا ضروری ہے۔

فرائض خارج از مدرسہ۔ ہر ایک مدرسے کے تمام عملے کا فرض ہے۔ کہ طلباء کی جسمانی ورزش اور کمرہ جماعت کے باہر ان کے عام چال چلن کے بارے میں دلچسپی ظاہر کریں۔ (دض۔ ت۔ ۲۱۵۵) *
جماعتوں کا آنا جانا۔ ہیڈ ماسٹر کو چاہئے۔ کہ ورزش کی نگرانی اور ہر ایک جماعت کو تعلیم کی جگہ تک باقاعدہ لے جانے کا کام اپنے کسی نائب کے سپرد کرے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے۔ کہ جماعتیں ایک کمرے سے دوسرے کمرے تک ٹھیک ٹھیک فوجی طریق سے جائیں۔

جماعت کے مدرسوں کو رخصت دینے کا اختیار۔ جس مدرس کے پاس کوئی جماعت ہو۔ وہ اس جماعت کے کسی طالب علم کو بخوٹی دیر کے لئے باہر جانے کی اجازت دے سکتا ہے۔ مگر اور کسی قسم کی چھٹی ہیڈ ماسٹر کے سوا اور کوئی مدرس نہیں دے سکتا *
مدرسوں کی حاضری۔ مدرسوں کو مدرسہ کھلنے سے کم سے کم پانچ منٹ پہلے حاضر ہونا چاہئے۔ تاکہ اپنی جماعتوں کے بابت ترتیب جمع ہونے کا انتظام کر سکیں۔ (نوٹ۔ ض۔ ت۔ ۲۱۳۵)

نائب مدرس کا بلا اجازت مدرسہ چھوڑنا۔ ماتحت مدرس مدرسے کے وقت میں ہیڈ ماسٹر کی اجازت کے بغیر مدرسے سے باہر نہیں جاسکتے۔ (دض۔ ت۔ ۲۱۳۵) *

موسمی تعطیلیں۔ بورڈ پرائمری مدارس میں عام طور پر دو موسمی تعطیلیں ہونی چاہئیں۔ جن کا مجموعہ چھ ہفتے سے نہ بڑھے۔ ان تعطیلات کی ٹھیک تاریخ وغیرہ کا فیصلہ متعلقہ لوکل باڈیاں کریں گی۔ (دض۔ ت۔ ۲۱۳۶) *
متفرق تعطیلیں۔ اقواروں کے مساوا متفرق تعطیلیوں کی تعداد

سال بھر میں اڑتیس دن سے نہیں بڑھنی چاہئے۔ ان تعطیلوں کی فہرست ضابطے کی دفعہ ۲۳۷ میں درج ہے۔

نوٹ۔ جائز ہے۔ کہ لڑکوں کے مدرسوں میں ہر مہینے کے اخیر شنبہ کو سکول کے کھیلوں کے لئے یا جہاں انجمن معلمین کے جلسے ہوتے ہوں۔ وہاں مدرسوں کو ان میں شامل ہونے کا موقع دینے کے لئے تعطیل کی جائے۔

بدنی سزا۔ لڑکوں کے گورنمنٹ اور بورڈ سکولوں کے ہیڈ ماسٹروں کو اجازت ہے۔ کہ سخت بد چلنی کی صورت میں بدنی سزا دیں۔ ہر ایک ایسا واقعہ آرڈر بک میں درج کرنا چاہئے۔ اور حکم کی ایک نقل سزا یافتہ لڑکے کے باپ یا ولی کے پاس بھیجنی چاہئے۔ ماتحت معلموں کو بدنی سزا دینے کی سخت ممانعت ہے۔

نوٹ۔ گورنمنٹ اور بورڈ سکولوں میں صرف اتنی بدنی سزا کی اجازت ہے۔ کہ پتھیلی پر بید لگائے جائیں۔ (دھن۔

ت۔ د۔ ۲۱۰)۔

اخراج۔ کسی طالب علم کو مدرسے سے نکال دینے کے لئے جملہ حالات میں منظمہ کمیٹی کی یا گورنمنٹ سکولوں کی صورت میں صاحب انیٹر مدارس کی منظوری ضروری ہے۔ ایسے اخراج کی نسبت ہر صورت میں صاحب انیٹر کی خدمت میں اطلاع دینی لازمی ہے۔ (دھن۔ ت۔ د۔ ۲۱۱)۔

تخفیف سزائیں۔ تا فرامانی۔ سبق یاد نہ کرنے وغیرہ چھوٹے چھوٹے قصودوں کی صورت میں ماتحت مدرس طلبہ کو سزا کے طور پر خود کوئی زائد کام دے سکتے ہیں۔ اور جماعت کے کمرے میں کھڑا کر سکتے ہیں۔ مگر وقت مدرسہ کے بعد ٹھیرانے کے لئے ہیڈ ماسٹر کی منظوری درکار ہوگی۔ اور ہیڈ ماسٹر کو چاہئے۔ کہ ایسے لڑکے کی نگرانی کے لئے کسی مدرس کو نامزد کر دے۔ کسی کو ایک گھنٹہ سے زیادہ وقت مدرسہ کے بعد نہیں ٹھیرانا چاہئے۔ (دھن۔ ت۔ د۔ ۲۱۲)۔

مانیٹر۔ ہیڈ ماسٹر کو چاہئے۔ کہ ہر جماعت میں کسی خاص طالب علم کو بے اجرت مانیٹری کے لئے منتخب کرے۔ مانیٹر کا فرض ہوگا۔ کہ

جب جماعت ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جائے۔ تو طلبا کو ترتیب کے ساتھ لے جائے۔ اور حاضری کے وقتوں کے درمیان میں جو لڑکا غیر حاضر ہو۔ اُس کی رپورٹ کرے۔ نیز جب چند منٹ کے لئے مدرس کمرے سے باہر جائے۔ تو جماعت میں انتظام رکھے۔ (ض۔ ت۔ ۲۲۷۵) ÷

صفائی کی تاکید۔ ہر مدرسے میں اس بات کی تاکید لازم ہے۔ کہ طلبا کے جسم اور کپڑے صاف رہیں۔ جو طالب علم ایسی حالت میں آئے۔ کہ جماعت میں بیٹھانے کے لائق نہ ہو۔ تو اُسے اُس وقت تعلیم کے لئے مدرسے سے نکال دیا جائے۔ اور بلا رخصت غیر حاضر سمجھا جائے۔ (ض۔ ت۔ ۲۲۷۱) ÷

تمباکو و مخمضیات۔ طلبا کو تمباکو اور مخمضیات کے استعمال کرنے کی سخت ممانعت ہے ÷

نوٹ۔ معلموں کو خاص طور پر اس بارے میں کوشش کرنی چاہئے۔ کہ کوئی شخص سکول کے لڑکوں کے ہاتھ سگریٹ نہ بیچے۔ (ض۔ ت۔ ۲۲۷۲) ÷

استادوں کو شاگردوں سے بین دین رکھنے کی ممانعت۔ معلموں کو شاگردوں سے قرض لینے یا بیچ کی حیثیت میں اُن سے کوئی مالی معاملہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ (ض۔ ت۔ ۲۱۷۵) ÷

ہیڈ ماسٹروں کو ماتحتوں سے لین دین رکھنے کی ممانعت۔ ہیڈ ماسٹروں کو لازم ہے کہ نہ اپنے ماتحتوں سے روپیہ قرض لیں۔ اور نہ اُن کو دیں ÷

فیس کا جمع کرنا۔ جس مہینے کے لئے فیس واجب الادا ہو۔ اس کی بین تاریخ تک منتظم باڈی کے نام جمع کرا دینی چاہئے۔ بشرطیکہ منتظم باڈی نے فیس کے جمع ہونے کا کوئی اور انتظام نہ کر رکھا ہو ÷

مدرسے کے مال کا نقصان۔ اگر کوئی طالب علم مدرسے کی کسی چیز کو غفلت سے نقصان پہنچائے۔ یا ضائع کر دے۔ تو اُسے نقصان پورا کرنا پڑے گا۔ یا اس کی بجائے نئی چیز لا دینی پڑے گی ÷

ماتحت مدرسوں کو عام نگرانی میں مدد دینے کی ہدایت۔ ماتحت مدرسوں کا قرض ہے۔ کہ مدرسے کے وقت امدد نیز خارج وقت میں ہیڈ ماسٹر کو اس

کے تمام منصبی فرائض ادا کرنے میں مدد دیں۔ لیکن اس بات کی احتیاط واجب ہے۔ کہ ہر مدرس کو کام حصّہ رسدی کے مطابق ملے +

ماتحت مدرّسوں کو براہ راست خط و کتابت کرنے کی ممانعت۔ بورڈ سکول کے ماتحت مدرّسوں کو چاہئے۔ کہ براہ راست لوکل باڈی کے پاس کوئی درخواست نہ بھیجیں +

عمرے بارے میں غلط بیانی۔ کسی پبلک امتحان کے امیدوار اگر کسی طرح سے اپنی عمر غلط بتائیگے۔ تو وہ اپنے سرٹیفیکیٹوں کی ضیطی یا منسوخی کے یا مدرسے ہی سے نکال دئے جانے کے مستوجب ہونگے +

نوٹ۔ طلباء کی جو عمر بتائی جائے۔ مدرسوں کو اُس کی خوب چھان بین کہ یعنی چاہئے۔ اور عمر کی نسبت کوئی درخواست بختہ شہادت کے بغیر ہرگز تسلیم نہیں کرنی چاہئے۔

(ض۔ ت۔ د۔ ۲۳۷) +

پرائیویٹ تعلیم۔ گورنمنٹ اور بورڈ سکولوں کے مدرسوں کو علی الترتیب صاحب انسپکٹر اور لوکل باڈی کی منظوری کے بغیر پرائیویٹ طور پر تعلیم دینے کی اجازت نہیں ہے۔ اور جب تک اس امر کا ثبوت نہ ہو۔ کہ ایسی تعلیم سے اُن کے معمولی فرائض میں کسی قسم کا ہرج نہ ہوگا۔ یہ منظوری نہیں دینی چاہئے + (ض۔ ت۔ د۔ ۲۱۶)

۴

خلاصہ

۱۔ نظم و نسق مدرسہ میں پانچ امور شامل ہیں۔

۱۔ مکان و سامان مدرسہ +

۲۔ جماعت بندی +

۳۔ تقسیم اوقات +

۴۔ مدرسے کے رجسٹر +

۵۔ مدرسوں کے مابینی قواعد اور مدرسے کا عام انتظام +

۲۔ مکان مدرسہ حفظ صحت کے واسطے کسی عمدہ اور معقول جگہ پر واقع ہونا چاہئے۔ جتنے طلباء کی اُمید کی جائے۔ اُن کے لائق اُس میں کافی گنجائش ہونی چاہئے۔ حتیٰ الامکان پکا بنویا جائے۔ اور تمام سامان ضروری سے آراستہ و پیراستہ ہو +

۳۔ جماعت بندی۔ ہم سبق طلباء کے مجموعوں کو جماعتیں کہتے ہیں۔ اور اُن کے متعلق تمام انتظام کو جماعت بندی +

۱۔ عمدہ جماعت بندی سے بچوں کے اوقات معلوم ہو جاتے ہیں۔ سب مشغول رہتے ہیں۔ اور ضبط قائم رکھنے میں مدد ملتی ہے +
۲۔ جماعتوں کی تعداد محتموں اور متعالموں کی تعداد کے موافق ہونا کرتی ہے +

۳۔ طلباء کی جماعت بندی اُن کی استعداد اور لیاقت کے لحاظ سے کرنی چاہئے۔ بعض اوقات عمر کا بھی خیال کرنا ضروری ہوتا ہے۔ (دیکھو قوانین ضابطہ جو اوپر مذکور ہیں) +

۴۔ نقشہ انضباط اوقات بنانے سے یہ فائدہ ہوتا ہے۔ کہ تمام مضامین پر مناسب توجہ دی جاتی ہے۔ مضامین مناسب طور پر یکے بعد دیگرے پڑھائے جاتے ہیں۔ اور مدرسے کا تمام کام ایک خاص ترتیب سے باقاعدہ طور پر ہوئے جاتا ہے +
یہ نقشہ تیار کرتے وقت مدرس کو مفصلہ ذیل امور مد نظر رکھنے چاہئیں :-

۱۔ ہر ایک مضمون شامل کر لیا جائے +
۲۔ شکل مضامین شروع وقت میں پڑھائے جائیں۔ اور آسان بعد میں +

۳۔ متواتر مضامین میں مختلف قوائے ذہنی کا کام پڑے +
۴۔ ایک جماعت کے کام سے دوسری جماعت کا ہرج نہ ہو +
۵۔ تمام طلباء برابر مشغول رہیں +

۶۔ سبق اتنی دیر تک جاری رہے۔ کہ توجہ برابر قائم رہ سکے +
۷۔ رجسٹروں سے مدارس کی ترقی یا تنزل کا ٹھیک حال معلوم ہو جاتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے۔ کہ ہر ایک لڑکا کتنی ترقی

کرتا ہے۔ جب افسران اُس صوبے کی تعلیم کا اندازہ لگاتے ہیں۔ تو رجسٹروں سے بہت مفید اور کار آمد واقعات دریافت ہو سکتے ہیں۔ رجسٹروں کے متعلق قوانین ضابطہ کی پوری پابندی کرنی چاہئے۔ لاگ ٹیک یا راسے کی کتاب کے علاوہ ورٹیکل پبلک اسکولوں میں رجسٹر حاضری۔ رجسٹر داخلہ خارج۔ اور رجسٹر اشیاے مدرسہ کا رکھنا لازمی ہے۔

۴۔ مدرسوں کے مابین قواعد۔ دیکھو صفحہ (۳۸ و ۳۹) ÷
۵۔ عام انتظام مدرسہ میں مدرس کو مفصلہ ذیل امور کے متعلق قوانین ضابطہ مد نظر رکھنے چاہئیں :-

- ۱۔ مذہبی تعلیم ÷
- ۲۔ خوشنواں طلباء کا داخل کرنا ÷
- ۳۔ زبان جس میں تعلیم دی جائے ÷
- ۴۔ ٹیاک خانے کا کام ÷
- ۵۔ پڑھائی کے گھنٹے ÷
- ۶۔ کھیل اور جسمانی ورزش ÷
- ۷۔ رخصت دینا ÷
- ۸۔ مدرسوں کی حاضری ÷
- ۹۔ تعطیلات ÷
- ۱۰۔ بدنی سزا۔ اخراج۔ خفیف سزائیں ÷
- ۱۱۔ فرائض مانیٹراں ÷
- ۱۲۔ صفائی ÷
- ۱۳۔ تباکو و منشیات ÷
- ۱۴۔ استادوں اور شاگردوں کا تعلق ÷
- ۱۵۔ ہیڈ ماسٹر و دیگر معلمین کا تعلق ÷
- ۱۶۔ فیس کا جمع کرنا ÷
- ۱۷۔ نائب مدرسوں کے فرائض ÷
- ۱۸۔ قوانین متعلقہ عمر ÷
- ۱۹۔ پمائیٹیوٹ تعلیم ÷

تیسری فصل

ضبط مدرسہ (DISCIPLINE)

۱۔ اس سے کیا مراد ہے؟ (اگر کسی ملک یا ریاست کے لوگ کسی قاعدے یا قانون کے پابند نہ ہوں۔ اور اُن کی بیجا خواہشوں اور نفسانی جذباتوں کے روکنے کا کوئی سامان موجود نہ ہو۔ اور وہاں جس کی لالچی اُسی کی بھینس کی سی بے انتظامی پھیل رہی ہو۔ تو امن اور خوشحالی کی بجائے ہر طرح کی خرابیاں پیدا ہو جائیں گی۔ ایسی صورت میں یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ ملک میں بے ضابطگی کا سکہ جاری ہے۔ جس طرح بے ضابطگی ملک اور ریاست کے لئے زہر قاتل ہے۔ اُسی طرح مدرسے کے کام کے لئے بھی سخت مضر ہے۔ اگر کسی مدرسے کے طلباء میں سے ہر ایک خستہ رہے ہمارے ہو۔ جو جی میں آئے۔ کرنے کو تیار ہو۔ نہ کسی قاعدے کا اور نہ کسی ہدایت کا تابعدار ہو۔ نہ وقت کا پابند۔ نہ سبق کا طلبگار ہو۔ جماعتوں کی نشست برخاست میں بے ترتیبی اور بے پروائی نمودار ہو۔ نہ استاد کو رعب سے اور نہ شاگردوں کو اشتیاق سے سروکار ہو۔ قصہ کوتاہ اگر مدرسے میں ہر طرح کی بے انتظامی۔ بے توجہی۔ کم شوقی۔ خود سری اور خود روئی کا اختیار و اقتدار ہو۔ تو عجب نہیں۔ کہ مدرسے کی تعلیم بے اثر اور تا پائدار ہو۔ اور مدرسے (کو کیسا ہی فاضل کیوں نہ ہو) ذلیل و خوار ہو۔ ایسی حالت میں بھی نہیں کہ تعلیم کے کام میں ہرج ہوگا۔ بلکہ طلباء کی طبیعتوں میں ہمیشہ کے لئے بُری عادتوں کی جڑ قائم ہو جائے گی۔ اور وہ بڑے ہو کر اپنے لئے اور اپنے ملک کے لئے مفید ہونے کی بجائے وکھ اور معصیت کا موجب بنیں گے ضبط کے نہ ہونے سے استاد کی طبیعت پر بھی بُرا اثر پڑتا ہے۔ اُسے ضرورت سے زیادہ بولنا پڑتا ہے۔ اور بار بار فحشی اور غضب سے کام لینا پڑتا ہے۔

پس مدرسے کی بہتری کے لئے ضروری ہے۔ کہ مدرسے کے ہر کام کے لئے قاعدہ مقرر ہو اور نیچے صدق دلی سے اس قاعدہ کے پابند ہوں۔ اسی باقاعدگی کا نام ضبط ہے +

اچھے ضبط والے مدرسے میں تعلیم کے وقت بیہودہ شور و غل مطلق نہیں ہوگا۔ ہر جماعت اپنی مقررہ جگہ پر بیٹھی یا کھڑی رہیگی۔ اور ہر بچہ پورے شوق سے اپنے تعینی کام میں محو ہوگا۔ جماعتیں ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جاتے وقت ترتیب اور صفائی کے ساتھ چلیں گی۔ اُستاد کی ہر ہدایت کی پیروی بلا توقف ہوتی رہیگی۔ الغرض کیا اُستاد اور کیا شاگرد سب اپنا اپنا کام پوری توجہ اور تن دہی سے عین دقت پر شعور اور سنیقے کے ساتھ مقررہ قواعد کے مطابق کر رہے ہوں گے۔ اور یہ سب کچھ ظاہر داری یا کسی خارجی خوف کا نتیجہ نہ ہوگا۔ بلکہ دلی شوق اور اخلاقی عادتوں کا +

۲۔ عمدہ ضبط کے موٹے موٹے خواص + یہ دو طرح کے ہیں۔

اول بلحاظ طلبا۔ دوم بلحاظ مدرس +

قسم اول۔ بلحاظ طلبا۔

۱۔ ترتیب۔ اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ جماعتیں آراستہ و پیراستہ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں۔ اور بچوں کی ہر بات اور ہر کام سے انتظام ٹیکے۔ ان کی حرکات و سکنات میں کسی طرح کی گڑ بڑ یا بیہودگی نہ ہو۔ نشست برخاست۔ بول چال۔ نوشت و خواند وغیرہ کسی کام میں بے انتظامی اور بھدے پن کا نام تک نہ ہو +

ب۔ توجہ۔ ممکن ہے۔ کہ کسی مدرسے میں طلبا ترتیب وار بیٹھے ہوں اور بظاہر اُستاد کی طرف دیکھ رہے ہوں۔ لیکن اُن کا دل سبق میں نہ ہو۔ کوئی اپنے کسی رشتہ دار کا خیال کر رہا ہو۔ اور کوئی اپنے دل ہی دل میں شام کی سیر کی تیاریاں کر رہا ہو۔ پس عمدہ ضبط کا ایک ضروری خاصہ یہ بھی ہے۔ کہ نیچے تعلیم کے کام میں پوری توجہ کر رہے ہوں +

ہم دوسرے باب میں بتائیں گے۔ کہ مدرس کس طرح طلبہ کو سبق کی طرف متوجہ رکھ سکتا ہے۔ اور کیونکر اُن کی توجہ کی نیک عادت کو بڑھا سکتا ہے۔ (دیکھو دوسرا باب۔ بیان توجہ)۔

ج۔ شوقیہ محنت۔ اچھے ضبط کی ایک بڑی علامت طلبہ کا محنتی ہونا ہے۔ اگر مدرس طلبہ میں یہ وصف پیدا نہ کر سکے۔ تو پھر مدرسے کا خدا ہی حافظ ہے۔ اگر طالب علم محنتی بھی ہو۔ اور ذہین بھی۔ تو تو سونا اور سہاگہ۔ لیکن محنتی ہونے کے بغیر ذہین ہونا کسی کام کا نہیں۔ ایسے ذہین طلبہ سے اُن کے ساتھ کے غبی لیکن محنتی بچوں کا آگے بڑھ جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں۔

محنت سے یہاں یہ مراد نہیں ہے۔ کہ دو دن خوب جوش کے ساتھ کام میں مصروف رہے۔ اور پھر چار دن تک سست پڑے۔ ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہے۔ کہ طلبہ کی طبیعتوں میں لگا تار محنت کرنے کا شوق پیدا ہو جائے۔ محنت کی عادت کی بنیاد کام کی مشق ہے۔ پس جہاں تک ہو سکے بچوں کو کام میں لگائے رکھو۔ لیکن ساتھ ہی اس بات کا بھی خیال رکھو۔ کہ طلبہ کسی کام کو بیگوار سمجھ کر نہ کریں۔ ورنہ ان کے دل میں شوق کی بجائے کام سے نفرت پیدا ہو جائیگی۔

د۔ فرمانبرداری۔ اچھے ضبط کے لئے صرف یہی کافی نہیں۔ کہ بچے اُستاد کا حکم مانیں۔ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ حکم کی تعمیل میں نہ چون چرا ہو۔ نہ توقف۔ بلکہ اُستاد کی ہر ہدایت کی پیروی رضا و رغبت سے ہوتی رہے۔ طلبہ اُستاد کے ارشاد کے لئے دل و جان سے منتظر رہیں اور حکم ملتے ہی خوشی اور فخر کے ساتھ تعمیل کرنے لگ جائیں۔ جسمانی ورزش اور ڈرل اس قسم کی عادت پیدا کرنے میں بہت مدد دیں۔ ذیل کی ہدایتیں بھی مفید ثابت ہوئی۔۔۔

۱۔ سوچے سمجھے بغیر کبھی کوئی حکم نہ دو۔ اور کوئی قاعدہ جاری نہ کرو۔ لیکن جب کافی غور و خوض کے بعد کوئی حکم دے دو۔ تو یہ بھی دیکھ لو۔ کہ اس کی تعمیل ہوئی ہے یا نہیں۔

جب تک تعمیل نہ کرا لو۔ صبر نہ کرو۔ اور اسی طرح جب کوئی نیا قاعدہ جاری کرو۔ تو نہ خود اُس کے برخلاف چلو۔ اور نہ طلباء ہی کو چلنے دو۔

۲۔ مدرسے کے بڑے بڑے قواعد کو خوش خط نکھ کر جماعتوں کے کمروں میں لٹکا رکھو۔ ان قواعد کی زبان سیدھی سادی اور غیر مبہم ہونی چاہئے۔ اور سخت ضرورت کے بغیر ان میں کسی طرح کا رد و بدل نہیں ہوتا چاہئے۔ چھوٹی جماعتیں ان کو دیکھتے ہوئے قاعدوں سے براہ راست فائدہ نہیں اٹھا سکیں گی۔ پس ان جماعتوں کے مدرس ان قواعد کی تعمیل کے لئے ذمہ دار سمجھے جائیں گے۔

۳۔ جس قاعدے کی تم تعمیل نہیں کرا سکتے۔ وہ جاری ہی نہ کرو۔ ورنہ فرمانبرداری کی بجائے بچوں کی خلاف ورزی کی عادت ترقی پائیگی۔

۴۔ بعض مدرس حکم دینے کے ساتھ ہی اس قسم کی دھمکی بھی دیا کرتے ہیں۔ کہ جو بچے اس حکم کی تعمیل نہیں کریں گے۔ اُسے سزا دی جائیگی۔ گویا پہلے ہی سے یہ فرض کر لیا جاتا ہے۔ کہ بچے حکم عدولی کریں گے۔ بجائے اس کے مدرس کو ہمیشہ یہ فرض کرنا چاہئے۔ کہ بچے اس کے حکم کی تعمیل کے لئے دل و جان سے تیار ہوں گے۔ اس طرح کے بھروسے کا اثر بڑے بچوں پر بھی اچھا ہوگا۔ برخلاف اس کے بے اعتباری اور بے موقع خفگی تک دل بچوں کو بھی بُرا بننے کی ترغیب دیگی۔

۵۔ حکم کے الفاظ مستقل مزاجی سے بولو۔ اور خیال رکھو۔ کہ تمہاری آواز سے گھبراہٹ یا شک شبہ ظاہر نہ ہو۔ اس سے یہ مطلب نہیں۔ کہ حکم دیتے وقت چلاؤ۔ یا ایک ہی حکم کو بار بار کہے جاؤ۔ طلباء کی فرمانبرداری مدرس کی بلند آوازی اور حکم کے تواتر و تکرار پر موقوف نہیں ہوتی۔ بلکہ بچوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے۔ کہ حکم دینے والا ارادے کا پکا ہے۔ اور حکم کی تعمیل کے بغیر چٹکارا نہیں ہوگا۔ فہم اور

مضبوط ارادے والا مدرس صرف آنکھ یا ہاتھ کے اشارے سے حکم کی تعمیل کرا سکتا ہے۔

۶۔ تعلیم کے معمولی کاموں کے لئے ڈس کی طرح اشارے مقرر ہونے چاہئیں۔ ان سے جہاں ایک طرف حکم کی تعمیل بلا توقف ہوتی رہتی ہے۔ ساتھ ہی بیہودہ شور و غل بھی نہیں ہونے پاتا۔

مثال۔ کسی جماعت کو حسب کا ایک سوال دیا گیا ہے۔ جماعت کے اکثر بچے سوال نکال چکے ہیں۔ مدرس ان کے ص کی ہر تال کرنا چاہتا ہے۔ پس وہ یہ حکم دیتا ہے۔ کہ ”جس جس لڑکے نے سوال حل کر لیا ہے۔ وہ سلیٹ ہاتھ میں لے کر کھڑا ہو جائے“ بجائے اس کے اس کام کے لئے صرف ”سلیٹ“ یا ”سیٹھیں“ وغیرہ ایک ہی لفظ کا اشارہ کافی ہے۔

۷۔ طلباء کے حاضری کے وقت کھڑے ہونے تفریح کے وقت باہر جانے اور باہر سے اندر آنے۔ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں جانے۔ چھٹی کے وقت مدرس سے نکلنے وغیرہ معمولی حرکات کے لئے خاص اور محدود قواعد مقرر کر لو۔ اور خیال رکھو۔ کہ یہ سب کام بعینہ ان قواعد کے مطابق ہونے رہیں۔

۸۔ بچے دیر تک بیکار نہیں رہ سکتے۔ پس یاد رکھو۔ کہ اگر تم انہیں کام میں نہیں لگائے رکھو گے۔ اور سبق کو دلچسپ بنا کر ان کی توجہ کو قائم نہیں رکھو گے۔ تو وہ بے شغلی کی حالت میں اپنے لئے کوئی نہ کوئی شغل خود ڈھونڈ لینگے۔ اور باوجود تمہاری زبانی ہدایتوں کے بے ترتیبی ظہور میں آئیں گے۔

۹۔ نیک عادتیں۔ اچھے ضبط کی عورت میں باقاعدگی۔ توجہ۔ فرمانبرداری محنت وغیرہ اوصاف صرف تعلیم ہی کے وقت ظاہر نہیں ہونگے۔ بلکہ طلباء کی فطرت کا حصہ بن جائیں گے۔ اور مدرسہ چھوڑنے کے بعد بھی ان کی طبیعتوں میں قائم رہیں گے۔

قسم دوم۔ بلحاظ مدرس -

۱۔ ضبط میں یکسانیت ہونی چاہئے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ ایک دن قواعد کی پابندی میں ضرورت سے زیادہ سختی کی جائے۔ اور دوسرے دن انتظام کی لگام کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا جائے۔

ب۔ ضبط تو فی قدرت کے مطابق ہونا چاہئے۔ اگر مدرس بچوں کی فطرت کے خلاف چل کر ضبط قائم کرنے کی کوشش کرے گا۔ تو یہی نہیں۔ کہ اس کی کوشش رائیگاں جائیگی۔ بلکہ بچوں کی طبیعتوں پر بھی بہت بُرا اثر پڑے گا۔

مثال۔ بچے طبعاً کسی نہ کسی کام میں لگے رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور بے شغل نہیں رہ سکتے۔ اگر مدرس دھمکی اور نفی سے طلباء کو دیر تک۔ چپ چاپ رکھنے کی کوشش کرے۔ لیکن انہیں کسی کام میں مشغول نہ کرے۔ تو اُس کا یہ عمل قدرت کے نشا کے برخلاف ہوگا۔

ج۔ ضبط کے قائم کرنے میں مدرس کی کوئی خاص حد و جہد نمایاں نہ ہونی چاہئے۔ اگر سبق کے اثنائے میں تھوڑی تھوڑی دیر سے بعد مدرس کو کسی بچے سے یہ کہنا پڑے۔ کہ ”سیدھا بیٹھ“ اور کسی سے یہ۔ کہ ”میری طرف دیکھ“۔ تو سمجھنا چاہئے۔ کہ مدرس کا ضبط درست نہیں ہے۔ اور مدرس ضبط قائم رکھنے کے لائق نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو۔ ضبط قائم کرنے کے لئے مدرس کو ایسے وسائل اختیار نہ کرنے چاہئیں۔ جن پر دیکھنے والے کی نگاہ خواہ مخواہ پڑے۔ انتہائی حق اخفا کے فی ہے۔

د۔ ضبط کی بنیاد صبر پر ہونی چاہئے۔ نہ کہ تہرہ پر۔ گو بعض صورتوں میں مدرس کو سختی سے کام لینا پڑتا ہے۔ عام طور پر یاد رکھنا چاہئے۔ کہ خوف کی نسبت محبت کی تاثیر بہت گہری اور پائدار ہوتا کرتی ہے۔ اگر بچوں کو یقین ہو جائے۔ کہ مدرس دل سے ہماری بہتری چاہتا ہے۔ اور ہمارا سچا ہمدرد ہے۔ تو سخت سے سخت حکم کی تعمیل میں بھی بے جا تکلیف محسوس نہیں کریں گے۔

بلکہ اپنے مہربان استاد کی دلی خواہش کا پہلے سے اندازہ لگا کر حکم کے اظہار تک کی ضرورت نہ پڑنے دیئے۔

۴۔ ضبط انصاف پر مبنی ہونا چاہئے۔ بعض بچوں کو سر چڑھا لینا اور بعض کو خواہ مخواہ دھنکار تے رہنا۔ ایک خاص قصور کے لئے آج تنبیہ تک بھی نہ کرنا اور کل اسی قصور کے لئے سخت سزا دینا بے انصافی کی عام مثالیں ہیں۔

پوری پوری تحقیقات کئے بغیر کسی معاملے کی نسبت نتیجہ نکالنا۔ سزا دیتے وقت عقل کی بجائے جوش اور غضب سے کام لینا۔ غبی طلباء سے بھی ذہین طلباء جیسی توقع رکھنا مدرس کے لئے بہت بُری عادتیں ہیں۔ ان عادتوں والے مدرس کا منصف ہونا ناممکن ہے۔

۵۔ ضبط کے متعلق محرکات۔ انسان کے ہر کام کی تہ میں کوئی نہ کوئی دلی خواہش ہوتا کرتی ہے۔ اسی قسم کی خواہش یا نیت سے ہر فرد بشر کسی کام کے کرنے کی تحریک حاصل کرتا ہے۔ اس خیال سے ایسی خواہش یا نیت کو محرک کہتے ہیں۔

ضبط کے قائم کرنے میں مدرس کو بچوں کے طبعی محرکات سے بہت کچھ کام لینا پڑتا ہے۔ چنانچہ کمری صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ”ضبط سے مراد ان محرکات کا استعمال ہے۔ جو بچوں کو محنتی اور نیک چلن بننے کی طرف راغب کرتے ہیں“۔

اس طرح کے بڑے بڑے محرکات یہ ہیں :-

۱۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کا طبعی میلان۔

۲۔ عجوبہ پسندی یا علم کا شوق۔

۳۔ مثال کی تقلید۔

۴۔ ہم جماعت یا ہم مکتب طلباء کی رائے کا خیال۔

۵۔ بڑے چلنے کا شوق یا رشک۔

۶۔ انعام کی ہوس۔

۷۔ سزا کا خوف۔

۸۔ دیکھو دوسرا باب۔ محرکات کا بیان۔

ذیل میں ان محرکات کی نسبت چند ضروری باتیں درج کی جاتی ہیں :-

۱۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کا طبعی میدان۔ بچے تھوڑی دیر تک بھی بے حس و حرکت نہیں رہ سکتے۔ وہ اپنے مختلف قواعد متواتر کام لیتے رہتے ہیں۔ بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ان کی مختلف جسمانی اور ذہنی قوتیں انہیں لگاتار کام میں لگائے رکھتی ہیں۔ یہ قدرتی میدان بے معنی نہیں۔ بچے کی فطرت کی تکمیل اسی طبعی خاصہ پر منحصر ہے۔ ورزش کے بغیر انسان کی کوئی قوت نشو و نما نہیں پاسکتی۔ اگر بچہ چمپ چاپ آلتی پالتی مارے بیٹھا رہے۔ اور اُسے ہاتھ پاؤں ہلانے۔ حواس سے کام لینے۔ ہنسنے بولنے وغیرہ کا کوئی موقع نہ دیا جائے۔ تو اُس کی جسمانی اور ذہنی تباہی میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ پس یاد رکھو۔ کہ بچے کا کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کا طبعی میدان تعلیم و تربیت کے کام کے لئے مضر نہیں۔ بلکہ نہایت ضروری اور مفید ہے۔ مدرس کو اس میدان سے فائدہ اُٹھانا چاہئے۔ اگر مدرس بچوں کی اس طبعی خواہش کی سبوری کا سامان مہیا نہیں کریگا۔ تو بچے خود اپنی اپنی مرضی کے مطابق کچھ نہ کچھ سامان ڈھونڈ لینگے۔ اور مدرس کے ضبط میں فتور ڈالینگے۔ یہی کافی نہیں۔ کہ مدرس طلباء کو بیکار نہ چھوڑے۔ بلکہ یہ بھی ضروری ہے۔ کہ بچوں کو ایسا کام دیا جائے۔ جس میں اُن کی طبیعت رگ سستے۔ جس طرح جسم کے لئے خوراک کا مزیدار اور خوشگوار ہونا لازمی ہے۔ اسی طرح ذہن کے لئے مدرس کی تعلیم کا دلچسپ اور دلکش ہونا ضروریات سے ہے۔ اگر مدرس کا سبق بچوں کے لئے مرغوب نہ ہوگا۔ تو وہ متوجہ نہیں رہ سکیں گے۔ اور بے ضبطی ظہور میں آئیں گی۔

۲۔ انجیوہ پسندی یا علم کا شوق۔ بچوں میں عجب پرستی کا جذبہ بہت زبردست ہوتا ہے۔ ہر نئی چیز کو بغور دیکھنا اور اس کے متعلق طرح طرح کی باتیں پوچھنا بچپن کا خاص خاصہ ہے۔ یہی قدرتی خواہش بچے کو نئے کھلونے کو توڑ کر اس کے اندر کا حال

معلوم کرنے - آئینے پر ہاتھ مارنے اور گھنٹوں تک چاند ستاروں کو دیکھتے رہنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اگر والدین اور اُستاد بچوں کی اس خواہش کو روکنے کی بجائے شروع سے ہی اس کے لئے مناسب خوراک بہم پہنچاتے رہیں - تو ترقی پاتے پاتے یہی خواہش علم کے پیار کا درجہ حاصل کر لگی ۛ

کیا تو تعلیم کے کام کے لئے اور کیا ضبط مدرسہ کے لئے یہ محرک نہایت ہی مفید ثابت ہو سکتا ہے - اور اگر مدرس اس محرک کا استعمال نہیں کریگا - اور اپنے مقصد کے سرانجام کے لئے اس سے فائدہ نہیں اٹھائیگا - تو یہی محرک سبق کے اشنا میں بچوں کی توجہ کو پخت کی کڑیوں یا کھڑکی کے باہر کی چیزوں کی طرف لے جائیگا - برخلاف اس کے اگر مدرس نئی چیزیں نئی تصویریں اور نئے نمونے دکھا کر - نئی کہانیاں اور نئے قصے سنا کر - نئی مٹی باتوں سے دل بُھا کر - سبق کے ہر ایک حصے کو نئے پیرائے اور عجیب طریقے سے جماعت کے سامنے لا کر نئی اشیا اور نئے مقامات کا مشاہدہ کرا کر اور بچوں کے تمام معقول سوالات اور اعتراضات کا کافی و شافی جواب خود دیکر یا دوسرے بچوں سے دلو کر اس زبردست محرک کی مناسب تربیت کرتا رہیگا - تو ضبط کے قائم کرنے کے لئے اور تعلیم کے مقصد کے حصول کے لئے باقی محرکات کے استعمال کی چند ضرورت نہیں پڑیگی - بڑھ چلنے کا شوق - تعریف اور انعام کی ہوس - سزا کا خوف وغیرہ اکثر دوسرے محرکات اس محرک کے مقابلے میں نیچے درجے کے محرک ہیں ۛ

(۴) مثال کی تقلید - صحبت کا اثر یوں تو ہر عمر کے انسان پر کچھ نہ کچھ ہو ہی جاتا ہے - لیکن بچے اس کی تاثیر سے بہت جلد متاثر ہوتے ہیں - اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ جو کچھ دوسروں کو کرتے دیکھتے ہیں - جھٹ اُس کی نقل کرنے لگ جاتے ہیں - پس طلباء پر مدرس کی مثال کا اثر پڑنا لازمی ہے - مدرس چاہے - تو قدرت کے اس قانون سے بہت بڑی مدد حاصل

کر سکتا ہے۔ ضبط کا مدعا طلبا کو باقاعدگی۔ محنت وغیرہ نیک عادتوں کا عادی کرنا ہے۔ مدرس کو خود ان نیک عادتوں کا نمونہ بننا چاہئے۔ مدرس کی ذاتی امثال کا اس کی زبانی ہدایت کی نسبت زیادہ اثر ہوگا۔

۴۔ ہم جماعت یا ہم مکتب طلبا کی رائے کا خیال۔ جس طرح بڑی عمر کا آدمی ہر بات میں اپنے پڑوسیوں اور برادری کے لوگوں کی رائے کا خیال کرتا ہے۔ اور ان کی رائے کے خلاف چلنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مدرس کے طلبا کی عام رائے بھی ہر طالب علم پر ایک خاص اثر رکھتی ہے۔ مدرس کو اس قدر اصول سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اپنی مثال و مقال سے طلبا کی رائے ایسی بنا دو۔ کہ وہ نیک کاموں اور نیک عادتوں کو پسند کرنے لگیں۔ اور بد خیالی و بد اعمالی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ بڑی عادتوں والے نئے طلبا بھی باقی طلبا کی رائے کے خوف سے سدھر جائیں گے۔

۵۔ بڑھ چلنے کا شوق۔ طلبا کے بڑھ چلنے کی خواہش کو ہمیشہ اُکساتے رہو۔ روزمرہ کام کی پڑتال اور ہفتہ وار امتحانات اس مطلب کے لئے بہت مفید ثابت ہونگے۔ کبھی کبھی جماعت کے آدھے طلبا کا باقی نصف سے سوال و جواب کے ذریعے مقابلہ کرانا بہت مفید ہوگا۔

جو طلبا کام کے پھر ہوتے ہیں۔ رشک انہیں بھی تعلیم کا شائق بنا دیا کرتا ہے۔ اور چونکہ تعلیم کے شائق ہونے کی وجہ سے یہ ہمہ تن تعلیم کے کام میں مصروف رہتے ہیں۔ انہیں تسکوت وغیرہ کا خیال تک نہیں آتا۔ نیز طلبا کے بڑھ چلنے کا جذبہ انہیں نیک چلتی میں بھی بڑھ کر رہنے کی ترغیب دیتا۔ اور اس طرح ضبط کے قواعد کی پابندی خود بخود ہونے لگتی۔

مدرس کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ کہیں طلبہ کے رشک کا جذبہ اعتدال کی حد سے گزر کر حسد کی صورت نہ اختیار کر لے۔

۴۔ انعام کی ہوس۔ مدرس کا کام یہ ہے۔ کہ طلبہ کی طبیعتوں میں فرض کے ادا کرنے کا سچا پیار پیدا کرے۔ تاکہ وہ اپنی تعلیم کے کام کو اور مدرسے کے قواعد کی تعمیل کو صرف اس خیال سے پورا کرنے کی کوشش کریں۔ کہ فرض کا پورا کرنا انسانیت اور فرض کے پورا کرنے سے قاصر رہنا رذالت ہے۔ لیکن چھوٹے بچوں کی طبیعت میں فرض کی نسبت ایسا اونچا خیال خود بخود نہیں ہوتا کرتا۔ فرض کے پیار کی نیک عادت پیدا کرنے کے لئے برسوں کی محنت درکار ہوگی۔ پس شروع شروع میں فرض کے پورا کرنے کے لئے کسی کثیف محرک کے استعمال کی ضرورت ہے۔ تعریف یا کسی قابل قدر چیز کے حصول کی خواہش اسی قسم کا ایک محرک ہے۔ پس گاہ بہ گاہ اس محرک سے بھی کام لے سکتے ہیں۔ زبانی تعریف تھوڑی تعریف یا سند۔ جماعت میں لیاقت کے لحاظ سے جگہ بدلنا۔ رجسٹر میں ناموں کا لیاقت کی ترتیب سے لکھنا۔ کتابیں۔ قلمیں۔ چاقو۔ قلمدان وغیرہ کا۔ آمد اشیا کا لیاقت یا اخلاق کے مطابق دینا۔ اسی بنا پر بعض کو عطا کرنا یا وظائف کا مقرر کرنا۔ اس محرک کے استعمال کے مروجہ وسائل ہیں۔ ان سب کا حسب موقع اعتدال کے ساتھ استعمال ہونا مناسب ہے۔ انعامات کا اثر صرف طلبہ ہی پر نہیں ہوتا۔ بلکہ اُن کے والدین بھی اس وجہ سے اُن کی تعلیم میں خواہ مخواہ لگاؤ محسوس کرنے لگتے ہیں +

انعام دینے میں ذہنی قابلیت کی نسبت محنت اور جانفشانی کا زیادہ خیال ہونا چاہئے +

۵۔ سزا کا خوف۔ بچوں کی عادات کی درستگی کے لئے سزا کا استعمال بھی کبھی نہ کبھی کرنا ہی پڑتا ہے۔ لیکن سزا سے صرف بدنی سزا ہی مراد نہیں + یہ بھی یاد رکھو۔ کہ سزا خوراک نہیں۔ بلکہ دوا ہے۔ اس لئے اس کے استعمال میں پرلے درجے کی احتیاط کی ضرورت ہے۔ اور اس کا استعمال صرف ایسے موقعوں پر ہونا چاہئے۔ جب کہ سزا کے بغیر کام نہ چلے۔ سزا کی

مقدار ضرورت سے زیادہ ہرگز نہیں ہونی چاہئے *
سزا دینے سے بڑی غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ قدرت کے قاعدے
کے مطابق خطا کے فعل کے ساتھ تکلیف کے خیال کو ہیوستہ
کر دیا جائے۔ تاکہ خطا کار کی اصلاح ہو اور دوسروں کو
عبرت ہو *
سزا کی مروجہ قسمیں۔

۱۔ گھر کے لئے لکھنے پڑھنے وغیرہ کا کام دینا۔ اس قسم کی سزا بظاہر
اس خیال سے مفید معلوم ہوتی ہے کہ دوا کی دوا اور حلوسے
کا حلوا۔ یعنی ایک تو وہ بد عادت جس کے عوض میں یہ سزا
دی جائیگی۔ سدھریگی۔ اور ساتھ ہی تعلیم کا کچھ کام بھی ہو جائیگا۔
لیکن سزا کے اس طریق میں بڑا نقص یہ ہے۔ کہ بچے تعلیم
کے کام کو سزا کی چیز سمجھ کر اس سے نفرت کرنے لگیں گے۔
پس جہاں تک ہو سکے۔ اس قسم کی سزا کے استعمال سے
پرہیز واجب ہے *

۲۔ مدرسے کے وقت تک بعد کسی مقررہ عرصے کے لئے مدرسے میں ٹھیلے رکھنا۔
جو بچے مدرسے میں دیر کر کے آئیں۔ ان کے لئے یہ سزا بہت
مناسب معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جس قسم کی خطا ہے۔ اسی
طرح کی سزا ہے۔ یعنی جو بچے دیر کر کے مدرسے میں آئیں۔
وہ دیر ہی کر کے گھر واپس جائیں۔ لیکن ہیڈ ماسٹر کی منظوری
کے بغیر ضابطہ تعلیم اس سزا کی اجازت نہیں دیتا۔ اور نہ
یہ سزا ایک گھنٹہ سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ (من۔ ص۔ ۲۱۲) *
اس سزا کے دیتے وقت یہ بھی دیکھ لینا چاہئے۔ کہ قیدی
طالب علم کی نگرانی کا مناسب انتظام ہو۔ اور اس کی
صحت میں فرق آنے کا اندیشہ نہ ہو۔ نیز والدین کو اطلاع
دینا بھی مناسب ہے۔ تاکہ وہ اپنے بچے کی تلاش میں
مارے مارے نہ پھریں *

۳۔ ناست اور توہین۔ یہ بھی سزا میں ہی شامل ہیں۔ ان کا
استعمال خفیف خطاؤں کا کافی علاج ہے۔ لیکن کسی بچے

کو کبھی ضرورت سے زیادہ شرمندہ نہ کرنا چاہئے۔ اور نہ گالی وغیرہ بیچ قسم کی توہین سے کام لیا جائے۔ اگر مدرس شروع سے خیال رکھے۔ تو صرف چہرے پر غلطی کا اظہار کر کے طلبہ کی درستی کر سکتا ہے۔ بچوں کو خفیہ باتوں پر بار بار سخت سست کہتے رہنا اپنی عادت کو بگاڑنا اور بچوں کو ڈھیٹ بنانا ہے۔

د۔ جرمانہ۔ ضابطہ تعلیم کی دفعات ۲۲۲ و ۲۲۶ کے مطابق غیر حاضری یا رخصت اور فیس کے وقت پر ادا نہ کرنے کے تصور کے عوض میں یہ سزا ہونی چاہئے۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ چھوٹے بچوں پر جرمانہ کرنا ان کے والدین پر جرمانہ کرنا ہے۔ تاہم چونکہ فیس کا وقت بہر ادا نہ کرتا وغیرہ خطائیں حقیقت میں والدین ہی کی خطائیں ہیں۔ ایسی صورت میں جرمانے کا استعمال کچھ بہت نامناسب نہیں۔

جرمانہ اس قسم کی سزاؤں میں سے ہے۔ کہ جن کا منوع کر دینا ممکن ہے۔ پس اگر جرمانہ کر کے پھر معاف کرنے کی ضرورت پڑتی ہو۔ تو بہتر ہے۔ کہ پہلے ہی جرمانہ نہ کرو۔ اس سے یہ مطلب نہیں۔ کہ اگر بے انصافی اور غلطی سے جرمانہ ہو جائے۔ تو اپنی غلطی پر قائم رہو۔

۴۔ بدنی سزا۔ ضابطہ تعلیم کی رو سے صرف ہیڈ ماسٹر کو اس سزا کے استعمال کی اجازت ہے۔ (ض۔ ت۔ ۲۱۰، ۲۵)۔ لیکن ہیڈ ماسٹر کو بھی اس سزا کو کوئی معمولی بات نہ سمجھنا چاہئے۔ یہ سزا محض حیوانی اور ناشائستہ قسم کی سزا ہے۔ اور اسی قسم کے سخت قابل اعتراض جذبات کے روکنے میں کام آتی چاہئے۔ یعنی بُری قسم کی بد اخلاقی اور وحشاء شرارت کے عوض میں اس سزا کا استعمال جائز ہے۔ مدرس چاہے۔ تو اپنے مدرسے کا ایسا انتظام رکھ سکتا ہے۔ کہ اسے اس بُری قسم کی سزا کے دینے کی شاد و

ناد۔ ہی ضرورت پڑے۔
اکثر بچے ایسے نرم دل اور نیک طبیعت ہوتے ہیں۔ کہ ان کی طرف ذرا آنکھیں نکال کر دیکھنا ہی انہیں گھنٹہ بھر تک ڈلاتا ہے۔ ایسے بچوں کو ذرا سی بات پر زرد و کوب کرنے لگ جاتا پر سنے درجے کی سخت غلطی ہے۔ مدرس کی اس قسم کی بیہودہ اور گناہ آلودہ مار پیٹ معصوم بچوں کے دلوں کو ہتھڑ کر دیتی ہے۔

بدنی سزا کا استعمال اگر مجبوراً کرنا ہی پڑے۔ تو خطا کار کی صحت کا خیال کر لیا جائے۔ یعنی بیماری کی صورت میں تو سزا دی ہی نہ جائے۔ اور اگر طالب علم صحیح و سالم ہو۔ تو ایسی یا اس قدر سزا نہ دی جائے۔ جس سے بیمار ہو جائے۔ مدرس کو بدنی سزا دیتے وقت اپنی طبیعت کو قابو میں رکھنا چاہئے۔ غضب اور جوش انصاف کے دشمن ہیں۔ بچے کے جسم کا جو حصہ سامنے آ جائے۔ اسی پر چوٹ لگا دینا اور رول سلپٹ تختی وغیرہ جو چیز ہاتھ میں آ جائے۔ اسی کو سزا کا اوزار بنا لینا۔ خونخوار درندوں کے کلم ہیں۔ نہ کہ شریف معنوں کے۔ کان کھینچنا۔ منہ پر تھپڑ لگانا دھوپ میں کھڑا کرنا۔ ننگے چڑھانا وغیرہ سزائیں اب جیل خانوں سے بھی مسدود ہو چکی ہیں۔ پس جو مدرس اس قسم کی سزاؤں کی مدد کا محتاج ہے۔ اس کا مدرسہ جیل خانے سے بھی کم حیثیت کی جگہ ہے۔

دوسرے سے خارج کرنا۔ منابطہ تعلیم کی دفعہ ۲۱۱ کے مطابق مدرس اپنے اختیار سے کسی طالب علم کا نام سزا کے طور پر مدرسے کے رجسٹر سے خارج نہیں کر سکتا۔ ہاں بشرط ضرورت حکام بالا کی خدمت میں رپورٹ بھیج سکتا ہے۔ لیکن یہ رپورٹ بھی صرف نہایت ہی سخت ضروری صورت میں بھیجنی چاہئے۔

مذکورہ بالا ہدایتوں کے علاوہ سزائے بارے میں مفصلہ

ذیل باتوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے :

۱۔ سزا قصور کے مطابق ہونی چاہئے۔ ہر قصور کے لئے ایک ہی سزا دی جائے۔ بلکہ اگر قصور سنگین ہو۔ تو سزا سخت۔ اور اگر قصور خفیف ہو۔ تو سزا بھی اُسی قدر۔ ہلکی ہونی چاہئے۔
 ۲۔ قصور وار بچے کی شخصیت کا بھی خیال رکھو۔ ہر ایک بچے کے لئے کسی خاص قصور کے عوض میں ایک ہی سزا کا ہونا لازمی نہیں۔ قصور کی مقدار کے علاوہ بچے کی طبیعت اور حیثیت کا بھی خیال ضرور ہونا چاہئے۔ گھر کی بُری تربیت کی وجہ سے بعض بچے ایسے سنگ دل اور ڈھیٹ ہو جاتے ہیں۔ کہ زبانی دھمکی کا اُن پر مطلق اثر نہیں ہوتا۔ پس اس قسم کے بچوں کے لئے سزا اس قدر سخت ہونی چاہئے۔ کہ جو ان کے لئے مؤثر ہو۔ اور جس سے ان کی اصلاح ہو سکے۔ برخلاف اس کے نرم دل اور بھولے بچائے بچوں کے لئے اکثر سمورتوں میں چشم خانے ہی کافی ہوتی ہے۔
 حیثیت کے لفظ سے یہاں یہ مطلب ہے۔ کہ قصور وار

کی عمر۔ سمجھ و خیرہ کا خیال لکھا جائے۔
 ۳۔ اگر قصور کی وجہ سے قصور وار کو کسی قسم کا مالی فائدہ پہنچا ہو۔ تو سزا کی وجہ سے اُسے جو نقصان برداشت کرنا پڑے۔ وہ فائدے سے کم نہ ہو۔
 ۴۔ سزا دیتے وقت مدرس کو سنجیدہ چہرہ بنانا چاہئے۔ ہنسی تمسخر سے جو سزا دی جاتی ہے۔ وہ سزا ہی نہیں۔

۵۔ مدرس سزا دیتے وقت جوش میں آکر بے خود نہ ہو جائے۔ ورنہ وہ انصاف کی حد سے گزر جائیگا۔ سزا دینے سے پہلے سوچ سمجھ سے کام لینا ضروری ہے۔ مدرس سزا بدلہ نکالنے کے لئے نہیں دیتا۔ اور نہ ہی کسی ذاتی عداوت کی وجہ سے۔ اس کا اصلی مقصد خطہ کار کی اصلاح ہے۔ اور یہ اصلاح کوئی اُٹکل کچھ کام نہیں۔ اس کے

لئے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ لیکن غور و فکر کے یہ معنی بھی نہیں۔ کہ سزا دینے میں ضرورت سے زیادہ توقف کیا جائے۔

۷۔ سزا ملنے سے پہلے قصور وار بچے کو بخوبی معلوم ہو جانا چاہئے۔ کہ میرا کیا قصور ہے۔ بخبری میں سزا دینا سزا کے اغراض سے بے خبری ظاہر کرنا ہے۔

۸۔ سزا دینے وقت مدرس کو مستقل مزاج اور بے دھڑک رہنا چاہئے۔

۹۔ اتفاقیہ قصور اور قصور بالعادة میں تمیز کرنی چاہئے۔ اتفاقیہ قصور کی صورت میں کسی ایسی سختی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن بد عادت کا بلوری طرح سے تدارک کرنا پڑیگا۔

۱۰۔ اگر قصور خاص طلبہ کا ہو۔ تو کل جماعت کے ساتھ بدسلوکی نہ کی جائے۔ بلکہ خاص قصور وار طلبہ کو جدا کرنا چاہئے۔ اور انہیں کو سزا دینی چاہئے۔

جس مدرس کو انتظام قائم رکھنے کے لئے بہت زیادہ سزا کے استعمال کی ضرورت پڑے۔ اسے سمجھنا چاہئے۔ کہ میرے اپنے طرز انتظام میں کوئی نقص ہے۔ اور اس نقص کا پتہ نکال کر اس کے رفع کرنے کی تدبیر سوچنی چاہئے۔

خلاصہ

۱۔ مدرسے کا تمام کام خفی و خش اسلوبی کے ساتھ انجام دینے کے لئے مدرس کو لازمی ہے۔ کہ اپنا اختیار جائے۔ ترتیب اور توجہ قائم رکھے۔ طلبہ کو محنتی بنائے۔ اُن کی نیک عادت کو بڑھائے۔ اور اُن کی اغلاط کی صحت کرے۔ ان معاصد کو پورا کرنے کے لئے جتنے وسائل مدرس استعمال کرتا ہے۔ وہ سب ضبط میں شامل ہوتے۔

ہیں +

۳۔ ترتیب - توجہ - شوقیتہ محنت - فرما ہزارہی اور نیک عادات -

یہ سب عمدہ ضبط سے پیٹا ہوتی ہیں +

۴۔ عمدہ ضبط ہمیشہ یکساں اور توازن قدرت کے موافق ہوتا

کرتا ہے۔ اس کے قائم رکھنے میں ہمیں کو کوئی خاص

جدوجہد نہیں کرنی پڑتی - اور اس کی بنا محبت اور

انصاف پر ہوتی ہے +

۵۔ ضبط قائم رکھنے کے نئے مختلف ذریعہ و محرکات سے کام

لینا چاہئے :-

۱۔ کچھ نہ کچھ کرتے رہنے کا طبعی میلان بیان

کم ہو۔ اور ملحق زیادہ +

۲۔ علم کا پیار - "سابق میں طلبا کا شوق پیدا کرو +

۳۔ تقلید - "خود عمدہ نمونہ بنو +

۴۔ ہم جماعت یا ہم مدرسہ طلبا کی رائے

کا خیال - "مکوشش کی تقریب کرو۔ نہ کہ بیادیت کی۔ اور ہر

ایک طالب علم کا چال چلن نیک ہونے کی امید رکھو +

۵۔ بڑھ چلنے کا شوق - "درسے کا کام طلبا کی یاد

کے موافق ہو +

۶۔ انعام کی ہوس - "مختلف قسم کے انعامات دے کر

طلبا کا شوق زیادہ کرو +

۷۔ سزا کا خوف - "سزا سے خطاکار کی اصلاح ہوتی

ہے - اور دوسروں کو عبرت +

دوسرا باب

اصول تربیت

پہلا حصہ - تربیت جسمانی

۱۔ تربیت جسمانی سے استاد کا تعلق +
 تہذیب میں ہم بیان کر آئے ہیں کہ ایک لائق اور تجربہ کار باغبان بڑی احتیاط کے ساتھ نئے نئے پودوں کی پرورش کرتا ہے۔ انہیں سردی - گرمی اور باد و باران کے صدیوں سے بچاتا ہے۔ اور ان کے مزاج کے موافق انہیں غذا بہم پہنچاتا ہے۔ ایک انارٹی اور نا تجربہ کار شخص بھی اپنی کچی پتی واقفیت سے چھوٹے موٹے پودے لگا سکتا ہے۔ مگر اُسے وہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی۔ جو ایک لائق اور فنِ زراعت کے ماہر باغبان کو ہوتی ہے۔ پودوں کے لگانے اور ان کی پرورش کرنے کے لئے کاشت کے عمدہ طریقوں کا جانا ہی کافی نہیں۔ بلکہ زمین کی ماہیت یعنی مٹی کے اجزاء - اُس کے مختلف اقسام اور ہر ایک قسم کے خواص وغیرہ کا جاننا بھی ضروری ہے۔ بچوں کی تربیت کا بھی بعینہ یہی حال ہے۔ وہ بھی مٹی کے پودوں کے ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کی تربیت بھی ایسے لائق اور تجربہ کار استادوں کے سپرد ہونی چاہئے۔ جو نہ صرف مختلف مضامین کے

بڑھانے کے عمدہ ڈھنگوں بلکہ جسم اور نفس دونوں کے نشو و نما پانے کے قدرتی اصولوں سے بھی واقف ہوں۔ بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ مدرسے کا کام صرف طلبہ کے نفس کی تربیت کرنا ہے۔ ذیل کی وجوہات پر غور کرنے سے تمہیں صاف معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔

۱۔ جسم۔ بھی نفس کی طرح انسان کو عطا ہوا ہے۔ اس لئے ان دونوں کی مناسب تربیت کرنا ضروری ہے۔ کمال انسانی کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو قابلیتیں اور قوتیں بچے میں موجود ہیں۔ اُن سب کو باقاعدہ طور پر ترقی دے کر مستحکم کیا جائے۔

ب۔ نفس صحیح جسم صحیح میں ہوتا ہے۔ عقل اور اخلاق کی تربیت اُسی صورت میں ہو سکتی ہے۔ جبکہ بدن صحت کی حالت میں ہو۔

اوپر کے بیان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ عمدہ تربیت میں عقل و جسمانی۔ عقلی اور اخلاقی کا۔ اور اگر تربیت عقل اور اخلاق کو ہی مگر نظر رکھا جائے۔ تو بھی مدرس تربیت جسمانی سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اس صورت میں بھی اس کا کم از کم یہ فرض ہے۔ کہ ایسے وسائل بہم پہنچائے۔ جن سے طلبہ کی صحت بنی رہے۔ اور وہ تربیت عقل و اخلاق کے لائق ہو جائیں۔

۲۔ تربیت جسمانی کا مدعا۔ تربیت عقل و اخلاق پر ہم آگے چل کر بحث کریں گے۔ تربیت جسمانی کے یہ معنی ہیں۔ کہ انسان کے اعضا و قوایے جسمانی کو اُن کے معمولی کام اور خدمات ادا کرنے کے لائق بنا دیا جائے۔ اس قسم کی تربیت کا مدعا جسم کی نشو و نما کو زیادہ مکمل کرنا۔ زوال کی رفتار کو گھٹانا۔ زندگی کو زیادہ تقویت بخشنا اور عمر کو بڑھانا ہے۔ جیسا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ تربیت جسمانی سے استاد کا یہ تعلق ہے۔ کہ وہ کم از کم ایسے وسائل بہم پہنچائے۔ جن سے طلبہ کی صحت بنی رہے۔ ان وسائل کے بہم پہنچانے کے لئے اسے

تیل کی باتیں جانتی چاہئیں :-
۱۔ صحت کی عام شرائط :-

- ۱۔ صاف ہوا +
- ۲۔ خالص پانی کی کافی مقدار +
- ۳۔ صحت بخش غذا کی کافی مقدار +
- ۴۔ صفائی +
- ۵۔ مناسب لباس +
- ۶۔ مناسب ورزش اور تفریح +

ب۔ جسم کی ترکیب :- اُس کی پرورش کا حال - دورانِ خون - رگ پٹھوں کی کیفیت - دماغ کا حال - جو حرکات ذہنی کا آہ ہے +
اب ہم صحت کی شرائط میں سے ہر ایک کا مختصر طور پر بیان کرتے ہیں - جسم کی ترکیب اور اُس کی پرورش کا حال کسی قدر تفصیل کے ساتھ جناب ڈبلیو بل صاحب بہادر سابق ڈائریکٹر سررشتہ تعلیم پنجاب کی کتاب ”ورزش جسمانی - اُس کے اغراض اور وسائل“ میں درج ہے - اس لئے اُس کا مہربان مناسب نہیں +

صاف ہوا - زندگی کے واسطے سب سے ضروری چیز ہے - پیدا ہوتے ہی بچہ سانس لینے لگتا ہے - اور بیمار اور مجروح بھی آخر دم تک سانس لیتا ہے - صاف ہوا سانس کے لینے اور چارج کوئلہ وغیرہ کے جلنے سے خراب ہو جاتی ہے - اس سے دم گھٹتا ہے - اور زندگی کے لئے زہر کا اثر رکھتی ہے - پس مکانِ مدرسہ کی تعمیر میں اس امر کی احتیاط رکھنی ضروری ہے - کہ

۱۔ وہ شہر کے باہر کسی اونچی جگہ پر ہو +

ب۔ ہوا کی آمد و رفت کا معقول انتظام ہو - دروازے اور درجے اتنے اور اس طرح کے ہوں - کہ تنفس سے گھڑی ہوئی ہوا آسانی سے خارج ہوتی رہے - اور صاف ہوا کی کافی مقدار اندر آتی رہے - ضابطہ تعلیم پنجاب کی دفعہ ۱۹۹ کے مطابق جماعتوں کے کمرے ایسے ہونے چاہئیں - کہ ہر ایک طالب علم کے لئے

کم از کم بارہ مرتبہ فط جگہ ہو +
خالص پانی۔ صحت کے واسطے صاف ہوا کی طرح نہایت
 ضروری ہے۔ خالص پانی وہ ہے۔ جس میں میل اور کثافت نہ ہو۔
 نہ اس سے بدبو آتی ہو۔ اور نہ بد ذائقہ ہو۔ جوہڑوں اور تالابوں
 کا بند پانی جس میں گاؤں کے لوگ نہاتے ہیں۔ میلے کچیلے کپڑے
 دھوئے ہیں۔ اور مویشی آن کر پیتے ہیں۔ ہرگز پینے کے لائق نہیں۔
 ضابطہ تعلیم پنجاب کی دفعہ ۱۹۹ کے مطابق مدرسے کے لئے جگہ
 تجویز کرنے میں اس امر کی احتیاط بہت ضروری ہے۔ کہ وہ
 صحت کے لئے اچھی ہو۔ اور اُس کے آس پاس غلاظت اور
 بند پانی کے ڈبرے نہ ہوں +

صحت بخش غذا۔ اس سے گوشت۔ ہڈیاں۔ خون وغیرہ بنتے
 ہیں۔ غذا سادہ اور صحت بخش ہونی چاہئے۔ اس میں زیادہ
 گھی اور شحماس کا ہونا اچھا نہیں۔ جوان آدمی کو تین دفعہ
 کھانا کھانا چاہئے۔ لیکن بچوں کو کئی مرتبہ تھوڑی تھوڑی غذا
 دینی مناسب ہے +

صفائی۔ صحت کے لئے نہایت ضروری ہے۔ عقلی اور اخلاقی
 تربیت پر بھی اس کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ غلیظ طبیعت عموماً مائل
 بجرم ہوتی ہے۔ اعلیٰ معنوں میں صفائی سے پاکدامنی اور عادات
 کی درستی مراد ہے۔ صفائی ہماری آسائش اور خوشی کا باعث
 ہوتی ہے۔ اور اس سے مذاق بھی ترقی پاتا ہے +

(۱) شروع ہی سے بچوں میں ایسی عادتیں ڈالو۔ کہ وہ بال۔ بدن۔
 کپڑے۔ کتابیں وغیرہ سب صاف رکھیں۔ روزمرہ نہائیں۔ مدرسے
 کے مکان کے اندر نہ تھوکیں۔ نہ ناک صاف کریں۔ اور جن
 باتوں سے غلاظت ٹپکے۔ اُن سے پرہیز کریں +

(۲) مکان مدرسہ کو بھی صاف ستھرا رکھو۔ سامان مدرسہ کو بھی
 اس ترتیب سے لگاؤ۔ کہ اچھا معلوم ہو +

(۳) تمہارا اپنا لباس بھی صاف ستھرا ہو +

(۴) جو طالب علم ایسی حالت میں آئے۔ کہ جماعت میں بیٹھنے

کے لائق نہ ہو۔ اُسے گھر بھیج دو۔ اور کہو۔ کہ صاف کپڑے پہن کر آئے۔ حسب ضرورت تنبیہ اور دیگر مناسب سزا سے کام لو +

لباس۔ کپڑے ایسے ہونے چاہئیں۔ کہ نہ گرمی میں طبیعت کو گراں معلوم ہوں۔ نہ جاڑے میں سردی لگے۔ ڈھیلے ڈھالے اور ہلکے رنگ کے ہوں۔ اُنہیں ہمیشہ صاف ستھرا رکھنا چاہئے۔ جو کپڑے دن میں پہنے جائیں۔ اُنہیں رات کو اُتار دینا چاہئے۔ اور اُن کی جگہ حسب ضرورت اور پُرا نے کپڑے پہنتے چاہئیں +

ورزش کے فائدے۔ کھلی ہوا میں ورزش کرنے سے طبیعت کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ پھیپھڑوں کا عمل اور دورانِ خون اچھی طرح ہوتا ہے۔ رگ پٹھے مضبوط ہوتے ہیں۔ کھانا خوب ہضم ہوتا ہے۔ صحت قائم رہتی ہے۔ بدن خوبصورت نکل آتا ہے۔ اور اس میں طاقت۔ چستی اور طاری آتی ہے۔ اس کے علاوہ دل جل کر کھیلنے سے طلبہ میں محبت اور ہمدردی بڑھتی ہے +

ورزش اور دبسی کھیل۔ ان کا ذکر تفصیل کے ساتھ اس مضمون کی درسی کتابوں میں درج ہے۔ اِس لئے اُن کا دُہرنا مناسب نہیں۔ اب ہم تمہیں چند عام باتیں بتاتے ہیں۔ جن کا بچوں کی تربیت جسمانی میں خیال رکھنا ضروری ہے :-

(۱) اپنے شاگردوں کو اس بات کی ترغیب دلاؤ۔ کہ وہ ہمیشہ جسمانی ورزشوں اور کھیلوں میں شریک ہوں +

(۲) اس مطلب کے لئے مناسب کھیل کا میدان مہیا کرنا

ضروری ہے۔ جسے اوسع یہ زمین در سے کے قریب ہونی

چاہئے۔ اس کے ایک کونے میں اکھاڑہ ہو۔ اور دیگر

آلات ورزش مثلاً پیڑل بارز (Parallel bars)۔ باری نزل بار

(Horizontal bar) وغیرہ جو مہیا ہو سکیں۔ وہیں نصب

- کرانے چاہئیں +
- (۳) ورزش کے وقت قوی اور کمزور طلبہ میں امتیاز رکھو۔ اور ہر ایک طالب علم سے اُس کی طاقت جسمانی کے موافق ورزش کراؤ +
- (۴) وقتاً فوقتاً مدرسے کے خالی گھنٹوں میں یا سکول کے وقت کے بعد طلبہ کی ورزشوں اور اُن کے کھیلوں کو دیکھا کرو۔ اور ترغیب دلا کر اُن کی بہت بڑھاؤ +

خلاصہ

- ۱۔ تربیت جسمانی میں بدن کی پرورش اور تمام قوے جسمانی کا پوری طرح نشو و نما پانا شامل ہے +
- ۲۔ مدرس کا فرض ہے کہ ایسے وسائل بہم پہنچائے۔ جن سے طلبہ کی صحت قائم رہے۔ اور وہ عقلی اور اخلاقی تربیت میں خاطر خواہ ترقی کرنے کے لائق ہوں +
- ۳۔ تربیت جسمانی کا مدعا یہ ہے کہ جسم کو نشو و نما کو زیادہ مکمل کر کے بزدلی کی رفتار کو گھٹایا جائے اور زندگی کو تقویت بخشنے کے لئے عمر کو بڑھایا جائے +
- ۴۔ صحت کا دار و مدار منصفہ ذیل شرائط پر ہے :-
- (۱) پاک صاف ہوا + (۲) خاص پانی +
- (۳) صحت بخش غذا + (۴) صفائی +
- (۵) مناسب لباس + (۶) کافی ورزش و تفریح +
- ۵۔ مدرس کو مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھنا چاہئے :-
- (۱) طلبہ صاف ستھرے ہو کر مدرسے میں آئیں +
- (۲) کمروں میں ہوا کی آمد و رفت مناسب طور پر جاری رہے +
- (۳) طلبہ دیر تک ایک ہی طرز نشست سے نہ بیٹھے رہیں +
- (۴) ورزش جسمانی احتیاط کے ساتھ برابر ہوتی رہے +
- (۵) طلبہ کھیلوں میں برابر شریک ہٹا کریں +

دوسرا حصہ - تربیت نفس

(MENTAL TRAINING)

تمہید

”سب کو معلوم ہے کہ معلم طلباء کے نفس (Mind) کی تربیت کرنے کا بیڑا اٹھاتے ہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ وہ شروع ہی سے نفس کے ابتدا میں ترقی کرنے اور نشو و نما پانے سے واقف ہوں۔ تاکہ جو موقع انہیں تربیت ذہنی کے لئے دستیاب ہو سکیں۔ ان سے وہ پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ تربیت ذہنی جیسے دقیق مضمون کا علمی اصولوں کے مطابق اور ساتھ ہی معقول و عام فہم طرز پر بیان کرنا ذرا کام رکھتا ہے۔ لیکن جس طرز پر ہم اس مضمون کو ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ طریقہ کسی قدر علمی اصولوں کے مطابق نہیں۔ تاہم یہ اُمید کی جاتی ہے کہ جو کمی بدیں لحاظ پائی جاتی ہے۔ اُس کا عوض ایک اور طرح پر بہت اچھی طرح مل جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ جن اشخاص کو علوم ذہنی میں واقفیت پیدا کرنے کا پہلے کبھی موقع نہیں ملا ہے۔ انہیں یہاں اس مضمون کے بخوبی اور صاف طور پر سمجھنے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔“

(ایڈیٹر)

پہلی فصل

نفس (MIND) کی ابتدائی حالتیں - تعلیم - تاثر - ارادت

(COGNITION, FEELING, WILL)

تعلیم - تاثر - ارادت۔ ہم روزمرہ کے مشاہدے سے یہ معلوم کرتے

ہیں۔ کہ ہر فرج بشر خواہ بچہ ہو خواہ بوڑھا۔ اُس کی حالت یکساں نہیں رہتی۔ کبھی وہ خوش و محرم نظر آتا ہے۔ کبھی چہرے پر اُداسی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ کبھی دل میں کئی کئی تجویزیں کرتا ہے۔ اور منصوبے باندھتا ہے۔ اور مدعا کو پیش نظر رکھ کر اُس کی طرف چلتا ہے۔ اور اُس کے پورا کرنے کے وسائل بہم پہنچاتا ہے۔ دل میں کامیابی کی اُمنگیں اُٹھتی ہیں۔ خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ کبھی ہمت ناز کر بیٹھ جاتا ہے۔ اور نا اُمیدی اور یاس کا عالم اُس پر طاری ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح انسان سینکڑوں قسم کے کام کرتا ہے۔ بچے کا بھی یہی حال ہے۔ کبھی کھیلتا ہے۔ کبھی آرام سے چُپ چاپ بیٹھ جاتا ہے۔ کبھی ہنسنا ہے۔ کبھی رونا ہے۔ یہ سب نفس (Mind) کے کام ہیں۔ اگر ہم ذرا زیادہ غور کریں۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ ہر ایک کام میں نفس تین ابتدائی حالتوں میں عمل کرتا ہے۔ ان ابتدائی حالتوں کے سمجھنے اور ذہن نشین کرنے کے لئے ایک سیدھی سادی مثال دیتے ہیں۔ دیکھو جب ایک چھوٹے بچے کے سامنے کوئی دیکش شے مثلاً نارنگی لاتے ہیں۔ تو اُس کے چہرے سے تبسم کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ اور وہ نارنگی لینے کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ اس مثال سے ظاہر ہے۔ کہ تبسم کرنے اور خوشی کے مارے ہاتھ پھیلانے سے پہلے نارنگی کا دیکھنا ضروری ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ نارنگی کے دیکھنے کی وجہ سے بچہ تبسم کرتا ہے۔ خوشی کے مارے ہاتھ پاؤں نچاتا ہے۔ تبسم کرنے اور ہاتھ پاؤں نچانے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ بچہ نارنگی کے لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اب ہم ایک اور مثال لیتے ہیں۔ کوئی بچہ کھیل کے میدان میں گر پڑا ہے۔ اور اُس کے سخت چوٹ لگی ہے۔ مجھے اس پر سخت افسوس ہوا۔ اب نرم دیکھ کر میرے دل میں اس کے باندھنے کا خیال آتا ہے۔ اُسے فوراً باندھ دیتا ہوں۔ مندرجہ بالا مثالوں سے ظاہر ہے۔ کہ نفس کا اظہار تین ابتدائی حالتوں میں ہوتا ہے۔ اور وہ ابتدائی حالتیں یہ ہیں :-

(۱) تعلّم (Cognition)۔ نفس کی وہ طاقت جس کے ذریعے نفس

جانتا ہے۔ معلوم کرتا ہے۔ یا واقفیت حاصل کرتا ہے۔
(۲) تاثر (Feeling)۔ نفس کی وہ طاقت جس کے ذریعے سرخ و
راحت۔ تکلیف یا خوشی۔ یا اسی قسم کی اور کیفیات نفس
پر طامی ہوتی ہیں۔

(۳) ارادت (Will) نفس کی وہ طاقت جس کے ذریعے نفس کسی
خاص خواہش کو پورا کرنے کے لئے منتخب کرتا ہے۔ اور
تمام خواہے ذہنی و جسمانی پر غلبہ پا کر امن کا باوی بنتا
ہے۔ تاکہ مقصد مطلوب حاصل ہو جائے۔

یہ تینوں حالتیں ملی جلی ہوتی ہیں۔ ماں اتنا کہہ سکتے ہیں۔
کہ بعض وقت تعلیم کا غلبہ ہوتا ہے۔ اور بعض وقت تاثر یا
ارادت کا۔ مثلاً اوپر کی دو مثالوں میں گو تعلیم اور تاثر اور
ارادت تینوں حالتیں موجود ہیں۔ مگر تعلیم کی نسبت تاثر اور ارادت
زیادہ غالب ہیں۔ اسی طرح جب انسان عقیقے کی حالت میں
ہوتا ہے۔ یا خوشی سے پھولا نہیں سماتا۔ تو تاثر زیادہ غالب
ہوتا ہے۔ اور جو طالب علم اپنے مطالعہ میں مستغرق ہے۔
مثلاً وہ حساب کے سوال یا اشباتی ہندسہ کے نتائج حل کر رہا
ہے۔ اس صورت میں تاثر اور ارادت کی نسبت تعلیم غالب
ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ درس جسے ضبط کی پابندی کا
اگلے درجے کا خیال ہے۔ ہر وقت اس کوشش میں رہتا
ہے۔ کہ میرے حکم کی تعمیل ہو۔ اور ذرا بھی بے قاعدگی
ظہور میں نہ آئے۔ اس حالت میں تعلیم اور تاثر کی نسبت
ارادت کا غالب ہونا صاف ظاہر ہے۔ جیسا اوپر بیان ہو چکا
ہے۔ نفس کی یہ ابتدائی حالتیں اس کے ہر عمل میں ملی
جلی پائی جاتی ہیں۔ انہیں ہرگز الگ نہیں کر سکتے۔ نفس
کلی کوئی عمل ایسا نہیں۔ جس میں صرف تعلیم ہی ہو۔ اور
تاثر اور ارادت مطلق نہ ہوں۔ یا برعکس اس کے تاثر ہو۔
اور تعلیم اور ارادت بالکل نہ ہوں۔ ان تینوں حالتوں کو
علحدہ علیحدہ ذہن میں اس طرح سے خیال کر سکتے ہیں۔

جیسا کہ کسی چیز کے رنگ کو یا اُس کے وزن کو یا اُس کی شکل کو اُس چیز سے علیحدہ خیال میں لا سکتے ہیں ۔

۲۔ تعلّم - تاثر اور ارادت

کا باہمی فرق اور تعلق :

ان تینوں حالتوں میں فرق یہ ہے - کہ تینوں اپنی ماہیت اور معنوں کے لحاظ سے تو الگ الگ ہیں - مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا - کہ تعلّم و تاثر و ارادت یا اُن میں سے کوئی سے دو ایک ہی وقت میں اذراط کی حالت میں ہوں - اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں - اس کے ظاہر ہے - کہ یہ تین ابتدائی حالتیں گو ماہیت کے لحاظ سے ایک دوسرے کے متضاد ہیں - مگر نفس کے ہر عمل میں تینوں کم و بیش مقدار میں ملی جلی پائی جاتی ہیں - مثلاً ایک گیند لے کر ایک چھوٹے بچے کو اُس کا مشاہدہ کرایا جائے - تو بچہ رنگ دیکھتے ہی فریفتہ ہو جاتا ہے - اور جب تک یہ اثر رہتا ہے - جس سے کہ اُس کی طبیعت اُس چیز کی طرف گئی ہوئی ہوتی ہے - اُس وقت تک بچہ اُس چیز کی طرف توجہ دیتا ہے - مدرس یہ مناسب موقع پا کر طالب علم کی توجہ مشاہدہ کو گیند کی شکل و صورت اور خاصیتوں کی طرف رجوع کرتا ہے - اس مثال سے صاف ظاہر ہے - کہ اس حالت میں بچے کی طرف سے تو کوشش ارادی بہت ہی کم ہے - مگر تاثر کو خاصی تحریک ہو گئی ہے - اور اسی وجہ سے تاثر ہی قوت ارادت کے لئے ضروری تحریک ہے - اور یہ دونوں صورتیں یعنی تاثر اور ارادت عقلی نتائج کی تحصیل کے لئے ضروری ہیں - ایک اور مثال لیتے ہیں - کوئی نوجوان شخص ایک غزل کے حفظ یاد کرنے میں مصروف ہے - جبکہ وہ اول بار اُن اشعار کے عمدہ اور پاکیزہ خیالات کو سمجھتا ہے - تو اُس کے دل میں کسی قدر خوشی پیدا ہوتی ہے - مگر اشعار کو حفظ یاد کرنے کی غرض سے بار بار پڑھتے پڑھتے یہ خوشی جلدی ہی کم ہو جاتی ہے - اور چونکہ یہ اشعار یاد کرنے ضروری ہیں - اور مدرس کی بار بار تاکید ہے - اس لئے طالب علم

کو اپنے کام میں متواتر مشغول رکھنے کے لئے کافی تحریک ہوتی ہے۔ پس اس حالت میں تاثر کا اتنا زور نہیں ہوتا۔ جتنا کہ ارادت کا ہوتا ہے۔ ان دونو مثالوں میں جو ذہنی عمل کی صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ اُن سے مدرس کو کئی مفید مطلب نتائج ہاتھ لگ سکتے ہیں۔ مثلاً اُسے جاننا چاہئے۔ کہ بچہ جس قدر چھوٹا ہوتا ہے۔ اُس میں اُسی قدر قوت ارادت کم ہوتی ہے۔ اور تاثر زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے توجہ قائم کرنے کی غرض سے تاثر سے زیادہ کام لینا چاہئے۔ یعنی سبق کے متعلق نئی نئی چیزیں اور خوشنما تصویروں دکھانی چاہئیں۔ اور اس طرح سبق کو دلچسپ بنا کر بچے کی قوت ارادت کو تحریک دینی چاہئے۔ تاکہ وہ خود اپنی کوشش اور ارادے سے علم حاصل کرنے کی طرف مائل ہو۔ برعکس اس کے بچوں میں جس قدر قوت ارادت بڑھتی جائے۔ اُسی قدر کم دلکش مضامین سکھا سکتے ہیں۔ اور طالب علم کو خود کام کرنے کے لئے دے سکتے ہیں۔ تاکہ وہ رفتہ رفتہ مدرسے کی تعلیم کا زمانہ ختم ہونے کے بعد خود کوشش کرنے کے قابل ہو جائے۔ اور بہت کچھ واقفیت حاصل کر سکے۔

خلاصہ

۱۔ نفس ہمارے اندر وہ جوہر یا قوت ہے۔ جو معلوم کرتی ہے۔

عسوس کرتی ہے۔ اور خواہش یا ارادہ کرتی ہے۔

۲۔ نفس کے لئے مختلف الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ مثلاً

روح۔ آتما۔ ذات۔

۳۔ ہر ایک ذہنی فعل۔ مثلاً کچھ مہنتا۔ تین طرح پر خیال کیا

جا سکتا ہے۔

(۱) ایسا کام جس کے ذریعے ہم علم حاصل کرتے ہیں۔

(۲) ایسا کام جس سے ہمیں رنج و راحت پہنچے۔

(۳) ایسا کام جس میں ہم کچھ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

- مثلاً لکچر کی طرف دھیان کرنا +
- ۴۔ پس تین ذہنی حالتیں پیدا کرتی ہیں۔ یعنی تعلّم۔ تاثر۔ ارادت +
- ۱۔ تعلّم۔ ہر ایک ذہنی عمل جو تحصیل یا زیادتی علم سے تعلق رکھتا ہے +
- ۲۔ تاثر۔ ذہنی عمل کی وہ حالت جو ہمارے رنج و راحت سے متعلق ہوتی ہے +
- ۳۔ ارادت۔ ذہنی عمل کی وہ حالت جو ہمارے افعال کا بلا توسط سبب ہوتی ہے +
- ۵۔ یہ تینوں یعنی تعلّم۔ تاثر اور ارادت نفس کے مختلف حصّے نہیں ہوتے۔ بلکہ ایک ہی نفس کے ذہنی عمل کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں۔ نفس کی تجزی نہیں ہو سکتی۔ وہ واحد ہوتا ہے +

دوسری فصل

(۱) نفس کی تربیت کے اسباب

(FACTORS OF MENTAL TRAINING)

اورب) اُس کی دو بڑی قسمیں

- ۱۔ تربیت کے اسباب + یہ تو تم جانتے ہو۔ کہ جسم کے ساتھ ہر ایک بچے میں تعلّم۔ تاثر اور ارادت کے ابتدائی حالات کم و بیش مقدار میں موجود ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کسی خاص خاندان کے ایک بچے کی حالت پر غور کیا جائے۔ اور کسی اور خاندان کے ہم عمر بچے کے ساتھ اُس کا مقابلہ کیا جائے۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ان دونوں خاندانوں کے بچوں کے مزاج کی

طبعی حالت میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ تم جانتے ہو۔ اس اختلاف کی کیا وجہ ہے۔ دونو بچوں کی عمر یکساں ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک کا مزاج دھیما۔ بردبار اور متحمل ہے۔ اور دوسرا فندی اور چڑچڑا ہے۔ ایک کی طبیعت میں گاہلی اور سستی ہے۔ اور دوسرے کی طبیعت میں تیزی اور طراری ہے۔ یا بعض حالتوں میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایک بچہ بالکل غبی اور کند ذہن ہے۔ اور دوسرا ذکی اور تیز فہم ہے۔ بڑے بچوں کی حالت میں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس قسم کے خصائل گھریا ہوسے کی تربیت کا نتیجہ ہیں۔ مگر چھوٹے بچوں کی حالت میں یہ خصائل تعلیم و تربیت کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔ حقیقت یوں ہے۔ کہ ہر ایک بچہ خواہ امیر کا ہو۔ خواہ غریب کا۔ اپنے والدین سے چند خواص لے کر پیدا ہوتا ہے۔ یہ خواص آکنسانی نہیں۔ بلکہ جہتی ہوتے ہیں۔ اور اُس کی طبیعت کا جزو ہوتے ہیں۔ اصل میں دیکھا جائے۔ تو ایک ایسے اچھے خاندان میں پیدا ہونا۔ جس کے آدمی بڑے عاقل و دانا اور تندرست ہوں۔ ایک نہایت قابل و قدر امر ہے۔ کیونکہ جو کچھ بچے آئندہ ہو سکتے ہیں۔ وہ زیادہ تر اُن کے موروثی میٹانوں پر منحصر ہوتا ہے۔ اور خود بچوں میں اپنے والدین اور دادا و نانا کی مانند ہونے کا میلان پایا جاتا ہے۔ دیکھو کسان کے بچے میں کسان والی باتیں ہی پاؤ گے۔ اور کسی سپاہی کے بچے میں سپاہیانہ خصوصیتیں ظاہر ہوں گی۔ مثل مشہور ہے :-
ماں پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا

بالفرض تیس سال بعد اگر انہیں دونو بچوں کی حالت کا پھر مقابلہ کر سکیں۔ تو ہم دیکھیں گے۔ کہ ایک تو اُن میں سے فوج کا سپاہی ہے۔ دوسرا طالب علم۔ فوجی آدمی تو چست و چالاک۔ بیباک اور آزاد منش ہے۔ اور طالب علم سست۔ بزدل اور خلوت پسند ہے۔ بچپن کی حالت میں تو اُن میں اس قدر بڑا اختلاف نہ تھا۔ پھر کیا وجہ۔ کہ اب دونو ایک دوسرے کے

بالکل متضاد ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ دونوں نے مختلف قسم کی زندگی بسر کی ہے۔ مختلف قسم کے نظارے اور کیفیتیں دیکھی ہیں۔ مختلف قسم کے لوگوں سے ان کا میل جول رہا ہے۔ غرضیکہ اُن کی تربیت مختلف طریقوں سے ہوئی ہے۔ حقیقت یوں ہے۔ کہ چاروں طرف کے اسباب ہماری تربیت کر رہے ہیں۔ بچے جس قسم کا لباس پہنتا ہے۔ جس قسم کی غذا کھاتا ہے۔ جس قسم کے لوگوں سے اُس کا میل جول رہتا ہے۔ جس قسم کی آپ و ہوا میں رہتا ہے۔ جس قسم کی کتابیں پڑھتا ہے۔ اُس کی تربیت بھی ویسی ہی ہوتی ہے۔ تربیت کے مختلف اسباب جن کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ ذیل کی دو بڑی قسموں میں منقسم ہو سکتے ہیں :-

قدرت (Nature) اور تعلیم (Education)۔ تعلیم میں وہ تمام جسمانی۔ ذہنی و اخلاقی وسائل شامل ہوتے ہیں۔ جن میں بچے رہتا سہتا اور چلتا بکھرتا ہے۔ یعنی وہ تمام اثر جو خواہ مخواہ ہوں۔ خواہ مطاع سے تعلق رکھتے ہوں۔ اور خواہ اخلاقی ہوں اُس پر ڈالے جاتے ہیں۔ بچے کی نشو و نما میں قدرت اور تعلیم دونوں اپنا اپنا کام کرتی ہیں۔ بچے کی تمام ممکنات کا دار و مدار قدرت پر ہوتا ہے۔ اور اُن ممکنات کا وجود میں لانا تعلیم کا کام ہے۔ بچے کی اعلیٰ سے اعلیٰ ممکنات اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہیں۔ جبکہ انہیں وجود میں لانے کے لئے بچے کو مناسب طور پر تعلیم دی جائے۔

۲۔ نفس کی تربیت۔
نفس کی تین ابتدائی حالتوں یعنی تعلیم۔ کی دو بڑی قسمیں :-
ہم ان ابتدائی حالتوں میں سے پہلے تعلیم کو لینگے۔ اور اس کی قسموں کا ذکر کریں گے۔ یعنی یہ بتائیں گے۔ کہ نفس کے کون کون سے عمل تعلیم میں داخل ہیں۔ اور ان عملوں کے مطابق ذہن کی کون سی بڑی بڑی قوتیں ہیں۔ ان قوا کی

تربیت سے عقلی تربیت مراد ہے۔ قواعد عقلیہ کی تربیت کے بعد ہم اخلاقی تربیت کو پیش کرتے ہیں۔ اور یہ بیان کریں گے۔ کہ اس قسم کی تربیت سے کیا مراد ہے۔ اس کی انسان کے لئے کبوں ضرورت ہے۔ اور عقلی اور جسمانی تربیت سے اس کا کیا تعلق ہے۔ کون کون سے بڑے بڑے تاثرات اور محرکات ہیں۔ جن پر اخلاقی تربیت کا وار و مدار ہے۔ اور بچوں میں ان تاثرات اور محرکات کے ترقی دینے کا کیا طریق ہے۔ بعد میں ہم نیک خصائل کا بیان کریں گے۔ جن کا طلباء میں قائم کرنا اور ان کی عادت ڈالنا از بس ضروری اور مفید ہے۔ اور یہ بھی بتائیں گے۔ کہ ہر ایک نیک خصلت کس طرح پیدا کر سکتے ہیں +

خلاصہ

- ۱۔ بچے بڑے ہو کر جو کچھ ہو سکتے ہیں۔ اس کا انحصار قدرت یا یوں کہو۔ کہ وراثت کے اثر پر ہوتا ہے +
- ۲۔ مگر جو کچھ وہ درحقیقت ہوتے ہیں۔ وہ زیادہ تر تعلیم پر منحصر ہوتا ہے +
- ۳۔ پس قدرت یا وراثت اور تعلیم دو بڑے اسباب تربیت نفس کے ہیں +
- ۴۔ تعلیم کے عملوں کے مطابق ذہن کی کئی بڑی بڑی قوتیں ہیں۔ ان قواعد کی تربیت کو عقلی تربیت کہتے ہیں +
- ۵۔ تاثرات اور محرکات کو ترقی دینا اور نیک عادات کا پیدا کرنا اخلاقی تربیت میں شامل ہے +
- ۶۔ پس تربیت نفس دو قسم کی ہے۔ تربیت عقلی و تربیت اخلاقی +

تیسرا حصہ - تربیت عقلی

INTELLECTUAL TRAINING.

پہلی فصل

تربیت عقلی کے اغراض - اور
اُس کا جسمانی تربیت سے تعلق

(OBJECTS OF INTELLECTUAL TRAINING AND
ITS RELATION TO PHYSICAL TRAINING.)

۱۔ تربیت عقلی کے اغراض + ہم ابھی سرسری طور پر ذکر کر آئے ہیں۔ کہ عقلی تربیت سے کیا مراد ہے۔ اب ہم اس بات کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ اور یہ بتاتے ہیں۔ کہ اس قسم کی تربیت کا کیا مُدعا ہے۔ اور جسمانی تربیت سے اُس کا کیا تعلق ہے +

مُدعا۔ مدرسے کی تمام تعلیم کا انحصار عقلی تربیت پر ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے کاروبار دنیوی میں کیا اور اخلاق میں کیا سب جگہ عقل ہی سے کام پڑتا ہے۔ عقلی تربیت سے یہ مراد ہے۔ کہ جملہ قوائے عقلیہ یعنی (Memory) - متخیلہ (Imagination) وغیرہ جن کا آگے ذکر آئیگا۔ ان کو باقاعدہ طور پر اس طرح سدھایا

جائے۔ کہ ہر ایک تہمت اپنا اپنا عمل عمدہ طور سے کر سکے۔ اس قسم کی تربیت کا یہ مدعا ہے۔ کہ بچوں میں اشیا کے دیکھنے بھانسنے کی عادت مضبوط ہو جائے۔ اور وہ مشاہدہ کردہ واقعات پر غور و غوض کریں۔ اور اپنی سمجھ کے مطابق اُن سے نتیجے نکالیں۔ اور اُن میں سوچنے سمجھنے کی عادت اس قدر مستحکم ہو جائے۔ کہ نہ صرف تعلیم کے کام کو ہی شوق اور توجہ سے کریں۔ بلکہ مدرسہ چھوڑنے کے بعد بھی جس کام میں پڑیں۔ اور جس پیشے میں داخل ہوں۔ اُس میں اور عموماً زندگی کے تمام فرائض میں سوچ سمجھ سے کام لیں۔ اور اُن کو ہوشیار سی اور توجہ سے سرانجام دیں۔

۲۔ عقلی تربیت کا جسمانی تربیت نفس اور جسم کا تعلق تم جانتے ہی ہو۔ جسمانی اور عقلی تربیت میں بھی یہی تعلق ہے۔

یعنی عقلی تربیت ٹھیک طور پر نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ جسم صحت کی حالت میں نہ ہو۔ بیمار یا کمزور آدمی قوائے عقلیہ سے جم کر کام نہیں لے سکتا۔ اور اگر لے بھی۔ تو مضر نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ برعکس اس کے نفس پر جب کسی قسم کی اداسی بچھائی ہوتی ہے۔ تو اُس کا اثر جسم پر بھی ضرور ہوتا ہے۔ پس جسمانی اور عقلی تربیت ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ بچوں کی موجودہ تعلیم میں بڑا بھاری نقص یہ ہے۔ کہ مدرس اُن کی جسمانی تربیت کا بہت کم خیال کرتے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اس کی وجہ کسی قدر مضامین کی بھرمار بھی ہے۔ مگر اس کے علاوہ ایک اور بڑا سبب یہ بھی ہے۔ کہ مدرس بلوری طرح طریقہ تعلیم سے واقف نہیں ہوتے۔ یا جن اصولوں کو وہ جانتے ہیں۔ اُن سے پہلو تھی کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ غلط سلط طریقوں سے تعلیم دیکر بچوں کے قوائے عقلیہ پر بیجا زور ڈالا جاتا ہے۔ اور اُن سے ہر قسم کا علم خواہ فہم سے متعلق ہو۔ خواہ حافظے سے۔ زبانی رٹوایا اور یاد کرایا جاتا ہے۔ اور گھر کے واسطے اس قدر کام دیا جاتا ہے۔ کہ بچے بیچارے مدرس کے خوف کے مارے رات دن اسی میں لگے رہتے ہیں۔ اور کھیلنے کودنے کو انہیں کوئی وقت نہیں ملتا۔

خلاصہ

۱۔ تربیت عقلی کا یہ مدعا ہے کہ طلبہ کے چند قوائے عقلیہ یعنی مدرکہ۔ حافظہ۔ تخیل وغیرہ باقاعدہ طور پر ترقی پائیں اور وہ تمام کائنات زندگی میں سوچ سمجھ کر اُن قوا کا استعمال کر سکیں +

۲۔ قوائے عقلیہ کی ترقی زیادہ تر جسم کی مناسب نشوونما پر منحصر ہوتی ہے۔ اور انسان کی یہودی و سود مشدی کا دار و مدار اُس کی صحت جسمانی اور قوائے جسمانی کے بدوری طرح نشوونما پانے پر ہوتا ہے +

۳۔ بچوں کی تربیت اس طرح کرنی چاہئے کہ وہ کارنامے زندگی میں نہ فقط اپنی عقل کا مناسب اور ٹھیک استعمال کر سکیں۔ بلکہ اُن کا جسم بھی اُن امور کو محنت و جفاکشی کے ساتھ انجام دینے کے لئے تیار ہو جائے +

دوسری فصل

قوائے عقلیہ کے اقسام اور اُن کی ترتیب

(CLASSIFICATION OF INTELLECTUAL POWERS
AND THEIR ORDER OF DEVELOPMENT.)

۱۔ قوائے عقلیہ + ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ذہنی عملوں کی تقسیم تین طرح پر ہو سکتی ہے۔ یعنی تعلیم۔ تاثر اور ارادت۔ اور یہ بھی معلوم کر چکے ہیں کہ ہر ایک ذہنی عمل میں یہ تینوں ابتدائی حالتیں ضرور ہوتی ہیں۔ گو بعض عملوں میں تعلیم زیادہ ہوتا ہے۔ اور بعض میں تاثر۔ اور بعض میں ارادت کا غلبہ ہوتا ہے۔ عموماً مدرسے کے ہر کام میں اور خاص کر زبانی تعلیم میں تعلیم سے زیادہ تر کام لیا جاتا ہے۔ اس لئے ہم پہلے اس کی تجزیہ کریں گے۔ اور اس کی قسبیں بنائیں گے +

تم جانتے ہو۔ کہ بچوں میں دیکھنے بھالنے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ خوبصورت کھلونوں اور تصویروں کو کیسے شوق اور محبت سے لپٹتے ہیں۔ میٹھی اور لذیذ چیزوں کو کیسی چاہ سے کھاتے ہیں۔ پیاری ماں کی میٹھی میٹھی لوری کو کس مزے سے جی لگا کر سنتے ہیں۔ جوان آدمی بھی مختلف طریقوں سے اپنی واقفیت بڑھاتا ہے۔ وہ بھی چیزوں کو دیکھتا، کھالتا ہے۔ اور اُن کا غور سے مشاہدہ کرتا ہے۔ بہت سی چیزیں اُس کی دیکھی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور اُن کی صورت و شکل کا نقشہ اُس کے ذہن میں موجود ہوتا ہے۔ اور ضرورت کے وقت اُن سے کام لیتا ہے۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں۔ جن کو اُس نے خود تو نہیں دیکھا۔ لیکن اُن کا حال لوگوں کی زبانی سنا ہے۔ یا کتابوں میں پڑھا ہے۔ اور اس طرح اُن کا نقشہ اپنے ذہن میں جماتا ہے۔ مثلاً کدو پھینتر کی لڑائی اور جنگ ٹرمینوال کے واقعات گو اُس نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھے۔ مگر کتابوں اور اخباروں کے ذریعے وہ ان دونوں کا نقشہ چھوہو اپنے دل میں کھینچ سکتا ہے۔ اس طرح مختلف قسم کی واقفیت کو اپنے ذہن میں جمع کر کے اُس سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ زندگی کے لئے مفید مطلب نتائج نکالتا ہے۔ اپنی سابقہ غلطیوں کی اصلاح کرتا ہے۔ اور عقل اور دلیل کی بدولت ہمیشہ ترقی کرتا رہتا ہے۔ اس بیان سے ظاہر ہے۔ کہ یہ سب نفس کے مختلف کام ہیں۔ اب ہم تمہیں یہ بتاتے ہیں۔ کہ یہ مختلف کام تعلیم کی مختلف قسمیں ہیں۔ اس سے یہ نہ سمجھنا کہ ان ذہنی عملوں میں تاثر اور ارادت دونوں بالکل نہیں پائے جاتے۔ یہ ہرگز نہیں۔ ہمارے کہنے کا فضا یہ ہے۔ کہ ان ذہنی عملوں میں تعلیم غالب ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے ان کو تعلیم کے مختلف عملوں یا قسموں سے نامزد کرتے ہیں۔ اس غرض سے کہ تعلیم کی قسمیں آسانی سے تمہاری سمجھ میں آجائیں۔ ہم ایک اور سیدھی سادی مثال لیتے ہیں * اگر کوئی چیز مثلاً نارنگی بچوں کے سامنے لائی جائے۔ تو وہ فوراً اس کے قدر، شکل اور رنگ کا مشاہدہ کر کے اُس کا کچھ نہ کچھ حال بتا سکیں گے۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ واقفیت اُن کو حواس (Senses) کے ذریعے حاصل ہوئی ہے۔ اس قسم کی واقفیت کو حواس کی واقفیت کہیں گے۔ اور تعلیم کے

اس عمل کو رادراک (Perceiving) کہتے ہیں۔ ذہن کی جس قوت کے ذریعے یہ عمل ہوتا ہے۔ اُسے قوتِ مُدَرکہ (Perception) کہتے ہیں۔

اب اگر دوسرے دن بچوں سے نازنگی کی نسبت پوچھا جائے۔ تو وہ فوراً اُس کی بڑی بڑی خاصیتیں دہرا دیں گے۔ اس وقت گو نازنگی موجود نہیں ہے۔ مگر اس کا نقشہ یا تصویر ان کے ذہن میں موجود ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ نقشہ یا تصویر اصل چیز یعنی نازنگی کے شاہدے ہی سے ذہن میں بنی ہے۔ اور قائم رہنے کی وجہ سے ذہن کے سامنے لاکر اس کی مختلف خاصیتیں دہرائی گئی ہیں۔ یہ دونو کام تعلیم کے ہیں۔ یعنی واقفیت حاصل شدہ کو ذہن میں قائم رکھنا۔ اور ہر وقت ضرورت ذہن کے سامنے پیش کرنا۔ پہلے عمل کو تحفظ (Retention) اور دوسرے کو استحضار (Reproduction) کہتے ہیں۔ اور ذہن کی جس قوت کے ذریعے یہ دونو عمل وقوع میں آتے ہیں۔ اُسے قوتِ حافظہ (Memory) کہتے ہیں۔ بالفرض اگر دوسرے روز بچوں کو خرگوزے پر سبق پڑھانا ہو۔ اور اصلی چیز یا اُس کی تصویر موجود نہ ہو۔ اور نہ طلبہ اُس کی شکل و صورت سے واقف ہوں۔ تو مدرس اُن کی پچھلی واقفیت کو کام میں لاکر یعنی نازنگی کا خیال دلا کر اس کے ذریعے خرگوزے کی شکل و صورت کا نقشہ ان کے دلوں میں باندھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ بچے نازنگی کی تصویر کو اپنے ذہن کے سامنے لاکر اس تصویر کے رنگ اور قد کو مدرس کی ہدایت کے بموجب گھٹا بڑھا کر خرگوزے کی شکل میں منتقل کر لیں گے۔ ذہن کا یہ عمل بھی تعلیم کا عمل ہے۔ اور اس کو تخیل (Imagining) کہتے ہیں۔ اور ذہن کی جس قوت کے ذریعے یہ عمل ہوتا ہے۔ اُسے قوتِ متخیلہ (Imagination) کہتے ہیں۔

اب بچوں کو نازنگی اور خرگوزے کی واقفیت ہو گئی ہے۔ جب سبھی اس قسم کے بچلوں کو دیکھیں گے۔ جھٹ پہچان لیں گے۔ اور اس قسم کے مختلف بچلوں کے شاہدے سے ان کے ذہن میں

خاص نازنگی یا خاص خرموزے کا خیال نہیں رہیگا۔ بلکہ نازنگی اور خرموزے کے بہکلوں کا عام خیال اُن کے ذہن میں قائم ہو جائیگا۔ یا یوں کہو۔ کہ قوتِ مدرکہ۔ حافظہ اور تشخیص کے ذریعے واقفیت کا جو ذخیرہ ذہن میں قائم ہوتا ہے۔ نفس اس علم یا واقفیت کا باہم مقابلہ کرتا ہے۔ مختلف چیزوں میں فرق یا مشابہت دریافت کرتا ہے۔ اور اُن کی جماعت بندی کر کے نوعیں بناتا ہے۔ اور اس طرح اشیا کے خیالات عامہ پیدا کرتا ہے۔ تعلیم کے اس عمل کو تصورِ بولتے ہیں۔ اور ذہن کی جس قوت کے ذریعے یہ عمل ہوتا ہے۔ اُسے قوتِ منصوّرہ (Conception) کہتے ہیں۔ اس سے آگے چل کر اعلا درجے کی قوتوں کے عمل ظہور میں آتے ہیں۔ جنہیں فیصلہ (Judgment) اور دلیل (Reasoning) کہتے ہیں۔ ان عملوں اور ان کے متعلق ذہن کی قوتوں کی تشریح مناسب موقعوں پر تفصیل کے ساتھ کی جائیگی۔ مدرکہ۔ حافظہ۔ تشخیص۔ تصوّر وغیرہ جن قوتوں کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ انہیں قوائے عقلیہ کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ اور ان قوا کی تربیت کو تربیتِ عقلی کہتے ہیں +

۶۔ قوائے عقلیہ کی ترتیب +

نفس کی تین ابتدائی حالتوں میں تعلیم حاکم اور ارادت کا حال نہیں پہلے بتا چکے ہیں۔ نفس کے ہر عمل میں یہ تینوں حالتیں کم و بیش مقدار میں مل جاتی ہیں۔ تعلیم کے اقسام یعنی مدرکہ۔ حافظہ۔ تشخیص وغیرہ کا بھی یہی حال ہے۔ یعنی جب کوئی عقلی عمل ہوتا ہے۔ تو کل نفس اس میں مصروف ہوتا ہے۔ یا یہ کہو۔ کہ نفس کے ہر عمل میں تقریباً سب قوتوں کے عمل کا کھوج لگا سکتے ہیں۔ مثلاً قوتِ مدرکہ کی ہی مثال لیجئے۔ مجھے گر جا کے گھنٹے کی آواز آتی ہے۔ یہ عمل ادراک کا ہے۔ مگر اس بیان سے مفہوم ہے۔ کہ میرے نفس کو گر جا کے گھنٹے کی آواز کا پہلے ہی سے علم ہے۔ اسی وجہ سے اُس آواز اور موجودہ آواز میں مطابقت معلوم کر کے میں یہ رائے لگا سکتا ہوں۔ کہ یہ گر جا کے گھنٹے کی آواز ہے۔ مطابقت کے عمل کے لئے مقابلہ کا ہونا ضروری ہے۔ اور سابقہ

آواز کے یاد رکھنے کے لئے حافظے کا عمل بھی ظاہر ہے۔ دونو آوازوں میں مطابقت کا قوت لگانے کے لئے فیصلے کا ہونا بھی ضروری ہے۔ اسی طرح قوت متخیلہ۔ حافظہ۔ متصورہ۔ فیصلہ و استدلال ہر ایک قوت سے عمل میں باقی قوتوں کے عمل کا کم و بیش کھوج لگا سکتے ہیں۔ اور چونکہ یہ قوتیں نفس کے ہر عمل میں ملی جلی ہوتی ہیں۔ اس لئے ہم انہیں کوئی خاص ترتیب نہیں دے سکتے۔ لیکن عام طور پر جیسا کہ تجربے سے معلوم ہوتا ہے۔ اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ شروع میں قوت مدبرکہ دیگر قوا کی نسبت زور پر ہوتی ہے۔ حافظہ بھی چھوٹی ہی عمر سے کام دینے لگتا ہے۔ حافظے کے بعد قوت متخیلہ زور پر ہوتی ہے۔ اس کے بعد نفس اپنی واقفیت کا مقابلہ کر کے اُس کی نوعیں بناتا ہے۔ اور اس طرح خیالات عامہ (General notions) پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی قوت متصورہ کا زور ہوتا ہے۔ اور سب سے پیچھے عقل اور استدلال کی قوتیں عرق پکڑتی ہیں۔ پس ان قوتوں کی یہی ترتیب ہے۔ اور اسی ترتیب کے موافق مدرس کو ان کی ترقی کا خیال رکھنا چاہئے۔

خلاصہ

- ۱۔ قوائے عقلیہ مفصلہ ذیل میں :-
- مدبرکہ۔ حافظہ۔ متخیلہ۔ متصورہ۔ عقل یا فیصلہ۔ استدلال۔
- ۲۔ با اوقات تو یہ قوائے چھ پائے جلتے ہیں مگر جو ترتیب اوپر دکھائی گئی ہے۔ عموماً۔ ہی ان کی ترتیب خیال کی جاتی ہے۔ اور اسی ترتیب کے موافق ان کی تربیت کا خیال رکھنا چاہئے۔

تیسری فصل

حواس کے ذریعے علم حاصل کرنا

۱۔ تحس + (Sensation)
اگر تحس یعنی عقلی عمل کی اُس سیدھی سادی حالت کی مثالیں ڈھونڈنا چاہتے ہو۔ جو سب سے پہلے ظہور میں آتی ہے۔ تو نیچے کی وہ ابتدائی حالت یعنی چاہئے۔ جبکہ وہ پیدا ہی ہوتا ہے۔ پیدائش کے چند ہی روز بعد نیچے کے سامنے ایک چراغ کمرے میں لاؤ۔ بجتے فوراً ایسی علامات ظاہر کرتا ہے۔ جن سے یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ جو تبدیلی وہ محسوس کرتا ہے۔ اُس سے وہ آشنا ہوتا ہے۔ یعنی وہ اپنی آنکھیں ادھر ادھر کرتا ہے۔ اور ہاتھ پاؤں بھی چلانے لگتا ہے۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کچھ عرصے تک بجتے اپنی آنکھیں روشنی پر نہیں ٹھہرا سکتا۔ اور اگر تم روشنی کو کمرے میں ادھر ادھر لے جاؤ۔ تو نہ اُس کے نیچے نیچے اُنہیں ہیر پھیر سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ بجتے اندھیرے سے روشنی کی تبدیلی ہی سے صرف آگاہ ہوتا ہے۔ لیکن اس تبدیلی کو اس پاس کی کسی تبدیلی سے منسوب نہیں کر سکتا۔ یعنی چراغ کے کمرے میں لانے سے۔ یہ حالت جبکہ بجتے کسی تبدیلی محسوس شدہ سے صرف آشنا ہوتا ہے۔ اعمال عقلیہ کا آغاز ہوتی ہے۔ عقل کی اس ابتدائی حالت کو تحس کہتے ہیں۔

۲۔ ادراک +
بجتے اپنے عقلیہ اعمال میں بہت جلد ترقی کرنے لگتا ہے۔ یعنی تبدیلی محسوس شدہ کے صرف پہچاننے کی حالت سے گزر کر اُس حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ جبکہ وہ اُس تبدیلی کو اصلی شے سے منسوب کر سکتا ہے۔ یعنی جب تم کمرے میں چراغ لے جاتے

ہو۔ تو روشنی دیکھ کر بچے کے چہرے سے خوشی کے آثار ہی نمایاں نہیں ہوتے۔ بلکہ رفتہ رفتہ اُس کی آنکھیں چراغ پر ٹکے لگتی ہیں۔ اور چراغ کو ادھر ادھر لے جانے پر بچے کی آنکھیں بھی چراغ کے پیچھے پیچھے مڑتی ہیں۔ اس تختس کو بیرونی شے سے منسوب کرنا فقط ذہن ہی کا کام ہے۔ کیونکہ عقل کی ابتدائی حالت میں بھی بچے پر یہ تختس ہوتا تھا۔ مگر اور کچھ نہیں۔ لیکن اب باوجودیکہ وہی خارجی شے ہے اور وہی اندری یعنی عضو یا آلہ احساس (Sense organ) اور وہی تختس۔ مگر تاہم ذہنی عمل میں کچھ زیادتی ہے۔ یعنی تختس کو خارجی شے سے منسوب کرنے کی طاقت۔ تختس کو اس طرح کسی خارجی شے سے منسوب کرنے کو ادراک (Perceiving) کہتے ہیں۔

تختس و ادراک کے باہمی تعلق کو ایک بڑے لائق مصنف نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ”تختسات اُن حروف تہجی کی مانند ہیں۔ جن سے ہم اشیائے خارجی کے بچے کرتے ہیں۔ اُن اشیاء کو بخوبی سمجھنے کے لئے ہمیں ان حروف کو یکجا فراہم کرنا چاہئے جیسا کہ ہم الفاظ کی حالت میں کرتے ہیں۔ مثلاً سبب یا نازگی کے سمجھنے میں قوائے باصرہ۔ لامسہ اور ذائقہ کے مختلف تختسات کو ایک جگہ جمع کرنا پڑتا ہے۔ یہ خود نفس ہی کا کام ہوتا ہے۔ اور ادراک کہلاتا ہے۔ اور اس عمل کے نتیجے یعنی کسی شے کے صاف تصور کو درک (Percept) کہتے ہیں۔ پس ادراک وہ ذہنی عمل ہے۔ جسے علم حاصل کرنے کی غرض سے تختسات کے تعلق کام میں لاتے ہیں۔“

۳۔ حواس +
(Senses)

حواس کے ذریعے جو علم حاصل ہوتا ہے۔ اُس پر غور کرنے اور اُسے ترتیب دینے سے پہلے ہم مختصر طور پر اندریوں یعنی آلات احساس کا شمار اور جماعت بندی کر بیٹھے۔ ہر ایک اندری کی ترکیب اور بناوٹ کی تحقیق و تفتیش کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہم صرف اتنا کہ دینا کافی سمجھتے ہیں۔ کہ ہر ایک اندری ایک خاص اور عجیب و غریب طور پر بنی ہے۔

اور اپنے تحسّات مخصوص کو اشیاء خارجی سے اچھی طرح حاصل کرنے کے خوب قابل ہوتی ہے۔ مثلاً:-

- (۱) آنکھ۔ جس پر ایٹھر (Ether) کی تھر تھراہٹ کا اثر ہوتا ہے۔
- (۲) کان۔ جن پر ہوا کی تھر تھراہٹ کا اثر ہوتا ہے۔
- (۳) جلد۔ جو اجسام کے مس کرنے سے مؤثر ہوتی ہے۔

حال کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے۔ کہ اصل میں دس سے بھی زیادہ حواس ہیں۔ لیکن ان میں سے پانچ جیسے نہایت ضروری خیال کئے گئے ہیں۔ اگرچہ اب تک ہم عموماً یہ کہا کرتے تھے۔ کہ حواس پانچ ہیں۔ یعنی باصرہ (Seeing)۔ سامہ (Hearing)۔ لامسہ (Touching)۔ ذائقہ (Tasting)۔ فائہ (Smelling)۔ اور جنہیں حواس خمسہ بھی کہتے ہیں۔

ان میں سے پہلے تین تحصیل علم کے لئے نہایت ہی ضروری ہیں۔ اور اس لئے انہیں حواس عقلیہ (Intellectual Senses) کہتے ہیں۔ ذائقہ اور فائہ زیادہ تر جسمانی راحتوں اور ضرورتوں کے لئے بڑے کارآمد ہوتے ہیں۔ لیکن جو علم ان کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ وہ نہ کچھ بہت زیادہ ہے۔ اور نہ چنداں ضروری۔ ان پانچ بڑے حواس کے علاوہ ایک چھٹی حس بھی نہایت ضروری ہے۔ جسے عموماً عصبی یعنی لگ پٹھوں کی حس (Muscular Sense) کہتے ہیں۔ اس حس کو اس وجہ سے حواس عقلیہ میں شمار کرتے ہیں۔ کہ اس کے ذریعے اشیاء خارجی کے بہت سے طبعی خواص بخوبی اور ٹھیک طور پر معلوم ہو جاتے ہیں۔

۴۔ تربیت حواس +

ہر پہنچنے کے لئے بچوں کی عقل یعنی فیصلے درست ہونے چاہئیں۔ اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ تصورات جن کا مقابلہ کیا جانا ہے۔ صاف اور صحیح ہوں۔ ان کے صاف اور صحیح ہونے کے لئے درکوں کا صاف ہونا ضروری ہے۔ مگر یہ مقصد تحسّات کو ٹھیک طور پر سمجھنے اور تمیز کرنے کے بغیر پورا نہیں ہو سکتا۔ اور تحسّات اُسی وقت ٹھیک طور پر سمجھے اور تمیز کئے جاسکتے ہیں۔ جبکہ حواس کی معقول طور پر تربیت کی جائے۔ اس لئے تربیت حواس نہایت ہی ضروری ہے۔ جو کچھ ہم نے یہاں بتایا ہے۔ وہ اس طرح بھی بیان

کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے سختیات نامکمل ہیں۔ تو ہمارے درک بھی صاف اور صحیح نہ ہونگے۔ جب ان خیالات کو بلا جُلا کر ذہنی تصاویر بنائیں گے۔ تو وہ بھی مدہم اور دھندلی سی ہوں گی۔ اور ان تصورات کا مقابلہ کر کے جن فیصلوں پر ہم پہنچیں گے۔ وہ بھی ضرور بالضرور ناقص ہوں گے۔ اگر تربیتِ حواس کی طرف سے غفلت کی جائیگی۔ تو آئندہ تعلیم بھی ناقص۔ نامکمل اور غیر کافی رہیگی۔ اور اُس وقت اُس کا علاج کرنا ناممکن ہو گا۔

۵۔ تربیتِ حواس کے اصول + حواس خمسہ کی تربیت کی ضرورت تو تم بخوبی سمجھ گئے ہوں گے۔ اب ہم چند اصول بتاتے ہیں۔ جو مدرس کو ان حواس کی تربیت کرنے میں ہر وقت مد نظر رکھنے چاہئیں۔ (۱) ہر ایک جس کی ترقی کا ذریعہ مشق ہے۔ جس طرح ورزش کرنے سے بدن عکھ جاتا ہے۔ اور اُس میں پختی و چالاک آ جاتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک جس سے بار بار کام لینے سے اس میں تیزی اور طراری پیدا ہو جاتی ہے +

(۲) ہر ایک جس سے وہی کام لینا چاہئے۔ جو اُس کے تعلق ہو۔ مثلاً کسی چیز کی سختی یا نرمی۔ صفائی یا کھردراہن تب ہی معلوم ہو سکتا ہے۔ جب اُسے چھوئیں۔ نہ کہ دیکھنے سے۔ مدرس لوگ اکثر اس اصول کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ مثلاً شیشے کے ٹکڑے پر سبق پڑھاتا ہو۔ تو طلباء کے ہاتھوں میں شیشے کا ٹکڑا دینے کے بغیر ہی اُس کی سطح کی صفائی نکھوانے کی کوشش کرتے ہیں +

(۳) اس غرض سے کہ چیزوں کی خاصیتوں کے اثر واضح اور روشن ہوں۔ اور ذہن میں دیر تک قائم رہیں۔ وقت کا مناسب ضروری ہے۔ مدرس کو چاہئے۔ کہ جلدی نہ کرے۔ اور جب تک بچہ کسی چیز کو خود اچھی طرح دیکھ بھال نہ لے۔ آگے نہ چلے۔ چیزیں بچوں کو بار بار دکھائے۔ اور اس طرح سے اثر کو بختہ کرے +

(۴) تعلیم میں تدریج کا خیال رکھا جائے۔ یعنی اشیاء کے موٹے موٹے فرق پہلے نکھولے۔ اور باریک فرق بعد میں۔ مثلاً اگر رنگوں پر سبق

بڑھانا ہو۔ تو پہلے سفید اور سیاہ رنگوں میں طلبہ سے تمیز کرائے۔ اس کے بعد تین ابتدائی رنگ لے۔ یعنی سرخ۔ نیلا اور زرد۔ بعد ازاں دوسرے درجے کے رنگ۔ یعنی تاریخی۔ ارغوانی اور سبز۔ اور آخر میں تیسرے درجے کے رنگ لینے چاہئیں۔ یعنی تاریخی۔ زیتونی اور بادامی +

(۵) جہاں تک ہو سکے۔ مدرس چیزوں کے خواص طلبہ ہی سے نکلوائے اُنہی کے حواس پر زور ڈالے۔ اور خود صرف ہادی اور رہنما بنے۔ یہ اصول مدرس کو ہر وقت پیش نظر رکھنا چاہئے۔ حواس کی تربیت میں مدرس کا بڑا کام یہ ہے۔ کہ طلبہ کے مشاہدے کے لئے مختلف چیزوں کا کافی ذخیرہ بہم پہنچائے۔ جنہیں وہ شوق سے دیکھیں بھالیں۔ سوالوں کے ذریعے ان کی طبیعت کو چیزوں کی طرف رجوع کرے۔ خواص نکلوائے۔ ان کی ہمت بڑھائے۔ اور اس طرح سے چلے۔ کہ جو بات نکلوانی ہو۔ طلبہ اُسی کی طرف دھیان کریں۔ اور اُن کو خود بخود اور خواص دریافت کرنے کا شوق پیدا ہو۔ اور چیزوں کے دیکھنے بھالنے میں جہاں تک ہو سکے۔ مدرس خود بہت کم دخل دے۔ کیونکہ دیکھنا بھالنا بچوں کا کام ہے۔ اور مدرس کا کام صرف چیزیں بہم پہنچانا۔ ہدایت کرنا۔ اور ان کی ہمت بڑھانا ہے +

(۶) ہر ایک سبق میں جتنے حواس سے کام لیا جاسکے۔ لینا چاہئے۔ تاہم کے سبق میں بعض مدرس صرف یہ کرتے ہیں۔ کہ اس کا رنگ دکھا کر اُس کے حاصل کرنے کا حال خود بتا دیتے ہیں۔ اور سبق کو ختم کر دیتے ہیں۔ اس قسم کے سبق میں صرف جس باصرہ کو ہی مشق ہوئی۔ مدرس کو چاہئے۔ کہ نہ صرف تانبے کا ٹکڑا ہر ایک طالب علم کو دکھائے۔ بلکہ ہر ایک طالب علم کو ایک ایک ٹکڑا دے۔ تاکہ وہ اُسے اچھی طرح دیکھیں۔ بھالیں۔ اُس کی سطح پر ہاتھ پھیریں۔ اُسے موڑیں توڑیں۔ زبان پر لگائیں۔ فرش پر گرائیں۔ تاکہ اُن کے مختلف حواس یعنی باصرہ۔ لامسہ۔ سامعہ اور ذائقہ کو مشق ہو +

(۷) اوپر کے اصولوں کو مد نظر رکھ کر چیزوں کے خواص دریافت کرائے چاہئیں۔ اور بعد میں نام بتاتے چاہئیں +

حواس کی تربیت کے لئے

(۶) مدرس کے کام سے تربیت حواس کا تعلق +
(School work and Sense Training)

جو مضامین زیادہ تر مناسب اور مفید تصور کئے جاتے ہیں۔ سدرجہ ذیل ہیں۔ شکل اور رنگ کے سبق۔ بازو پچھڑا اطفال کے تختے اور مشعلے۔ اشیا کے سبق۔ ڈرائنگ۔ لکھنا۔ مدرس کو چاہئے کہ تربیت حواس کے جو اصول اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ الا مضامین کی تعلیم میں انہیں ہر وقت ملحوظ خاطر رکھے۔ چونکہ ان مضامین میں سے ہر ایک کے طریقہ تعلیم کا ذکر تفصیل کے ساتھ مناسب موقع پر کیا جائیگا۔ اس لئے یہاں ان کا ذکر کرنا ضروری معلوم نہیں ہوتا۔

(۴) قوتِ مددک

(Perception)

تحتس اور ادراک (Sensation and Perception) تحتس کی تعریف تمہیں بتا چکے ہیں اب یہ بتائینگے۔

کہ تحتس اور ادراک میں کیا فرق ہے۔ مختلف چیزوں سے اعصاب کے انجماموں پر جو اثر پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اعصاب کے ذریعے جسم کا فاصلہ طے کر کے دماغ تک پہنچتے ہیں۔ جب ہمیں ان اثرات سے آگاہی ہوتی ہے۔ تو ہم میں تحتس پیدا ہوتا ہے۔ تحتس سے ترقی کر کے ذہن یہ عمل کرتا ہے۔ کہ مختلف تحتات کو ان چیزوں سے منسوب کرتا ہے۔ جن سے وہ تحتات پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس طرح سے اس کی واقفیت چیزوں کی نسبت رفتہ رفتہ مکمل ہونے لگتی ہے۔ مثلاً وہ جاننے لگتا ہے۔ کہ یہ روشنی چراغ کی ہے۔ یہ آواز گھنٹے کی ہے۔ یہ گرمی آگ کی ہے۔ یہ بُو پھول کی ہے۔ وغیرہ پس مختلف چیزوں کے اثرات کو ان چیزوں کے ساتھ منسوب کرنے کے فعل کو ادراک کہتے ہیں۔ اور ذہن کی جس قوت سے یہ عمل ہوتا ہے۔ اسے قوتِ مددک کہتے ہیں۔

ادراک تحتات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور ان سے پیدا ہوتا ہے۔ تم جانتے ہو۔ کہ کئی حروف کے ملانے سے ایک لفظ بنتا ہے۔ اسی طرح کئی تحتات کے یکجا کرنے سے ادراک پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً نارنگی کے ادراک میں جس باصرہ۔ لامسہ اور ذائقہ کے مختلف تحتات کو اکٹھا کیا جاتا ہے۔ اور ان سب کو نارنگی سے منسوب کیا جاتا ہے۔ شروع میں چیزوں کی نسبت نیچے کی واقفیت بہت محدود ہوتی ہے۔ یعنی اس کا ادراک سیدھا سادہ ہوتا ہے۔ مثلاً جس چیز کو بچہ دیکھتا

ہے۔ اُسے پکڑ کر منہ میں ڈال لیتا ہے۔ یا زمین پر دے مارتا ہے۔ رفتہ رفتہ چیزوں کو دیکھنے، بھالنے اور چھونے چکھنے سے اُس کی واقفیت بڑھتی جاتی ہے۔ اور اس کا ادراک زیادہ صاف اور مکمل ہوتا جاتا ہے + اب تم جان گئے ہو گے کہ ادراک میں کیا کیا باتیں ہوتی ہیں۔ اول تو یہ ضروری ہے۔ کہ نفس تحتات سے آگاہ ہو۔ دوم ان تحتات کو یکجا جمع کرے۔ اور جس چیز کے یہ تحتات ہوں۔ اُس کے ساتھ انہیں منسوب کرے + کسی چیز سے ایک وقت میں جو تحتات پیدا ہوتے ہیں۔ اُن کے علاوہ ذہن میں اور تحتات بھی موجود ہوتے ہیں۔ جو اُس چیز کا ادراک حاصل کرتے وقت یاد آ جاتے ہیں۔ اور اس ادراک میں مدد دیتے ہیں + بعض بچوں کا ادراک قدرتا تیز ہوتا ہے۔ یہ بہت کچھ بدن کی تندرستی اور نفس کی درستی پر موقوف ہے۔ بعض اوقات خود چیز ہی ایسی ہوتی ہے۔ کہ وہ توجہ کو کھینچ لیتی ہے۔ اور اس دلچسپی کی وجہ سے ادراک بہت جلدی ہو جاتا ہے۔ جس بچے کی توجہ ٹھیک طور پر قائم نہیں ہوتی۔ اُس کو چیزوں کا ادراک بھی ایسا دیا ہی ہوتا ہے۔ جہاں توجہ بالکل نہیں ہے۔ وہاں ادراک کا ہونا بھی ممکن نہیں ہوتا۔

۸۔ ادراک اور مشاہدہ +

(Perception and Observation)

بھالتا اور اپنی واقفیت بڑھاتا رہتا ہے۔ اس دیکھنے بھالنے میں عموماً بھجان بین کی ضرورت نہیں ہوتی صرف سرسری نگاہ سے چیز مطلوبہ کی چند موٹی موٹی خاصیتیں دریافت کی جاتی ہیں۔ اور اسی واقفیت کو کافی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اس طرح سرسری نظر سے کام نہیں چلتا۔ اُس وقت کسی چیز کی نسبت واقفیت بڑھانے کے لئے ہم اُس کے ہر ایک حصے کو غور و خوض سے دیکھتے ہیں۔ اس کے مختلف خواص کا مقابلہ کرتے ہیں۔ تحقیق و تصدیق کے واسطے دیگر تشابہ اور متضاد چیزوں سے بھی مدد لیتے ہیں۔ پس کسی چیز کی نسبت واقفیت بڑھانے کی غرض سے اُس چیز کو باقاعدہ طور پر معائنہ کرنے کے فعل کو مشاہدہ (Observation) کہتے ہیں۔ تم جانتے ہو۔ کہ بچے گھر پر گئے۔ مٹی اور اور ایسے جانوروں کو

روز مرہ دیکھتے رہتے ہیں۔ مگر مدرسے میں جب اُستاد ان جانوروں پر سبق پڑھاتا ہے۔ تو وہ اس سبق کے متعلق زندہ جانور۔ نمونے تصویریں اور اور کئی قسم کا سامان مہیا کرتا ہے۔ اور طلبہ کی عقل پر زور ڈال کر اور اُن کی توجہ کو رجوع کر کے اُن کی واقفیت بڑھانے کی غرض سے ان سب کا بغور مشاہدہ کراتا ہے۔ اور وہ بانیں نکلوانا ہے۔ جو سرسری نگاہ سے معلوم نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً طلبہ مختلف چیزوں کے مشاہدے اور مقابلے سے یہ سمجھ جاتے ہیں۔ کہ پانی کے پاؤں میں نرم گدیاں ہوتی ہیں۔ اور یہ اُسے اپنا فنکار پکڑنے میں مدد دیتی ہیں۔ اور ناخنوں کے لئے میان ہوتے ہیں۔ اسی طرح زبان کا بغور مشاہدہ کرنے سے اس کا کانٹے دار ہونا معلوم کرتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ علمِ طبعیات کے سبقوں میں بھی مدرس چیزوں کی نسبت واقفیت بڑھانے کی غرض سے مختلف سامان بہم پہنچاتا ہے۔ تجربے کرتا ہے۔ اور طلبہ کی قوتِ مشاہدہ سے کام لیتا ہے۔ اور اس طرح چیزوں کے نئے نئے خواص نکلا کر اُن کے ذہن نشین کرتا ہے۔ مثلاً مختلف چیزوں کو حرارت پہنچا کر مشاہدے کے ذریعے یہ عام قانون قائم کیا جاتا ہے۔ کہ اجسام حرارت سے پھیلنے، بڑھنے وغیرہ +

۵۔ قوتِ مدرکہ کی تربیت کا طریقہ +

(Mode of Training Perception)

ہم پہلے کر آئے ہیں۔ اس کے علاوہ تمہیں ان باتوں کا بھی ضرور خیال رکھنا چاہئے :-

(۱) کسی چیز پر سبق پڑھاتے وقت جہاں تک ہو سکے۔ کافی سامان بہم پہنچاؤ۔ کافی سامان کے بغیر چیزوں پر سبق پڑھانا ایسا ہی ہے۔ جیسا لفظی گفتگو کرنا۔ اس سے طلبہ کو چیزوں اور اُن کی خاصیتوں سے ٹھیک ٹھیک واقفیت نہیں ہوتی۔ بلکہ جو کچھ مدرس کہتا جاتا ہے۔ اُسے ڈر کے مارے طوطے کی طرح اذہر کر لیتے ہیں +

(۲) جہاں تک ہو سکے۔ تعلیمِ زبانی ہونی چاہئے۔ اس کے یہ معنی

ہیں۔ کہ چیزیں بچوں کو وہ۔ ا۔ ا۔ ا۔ سے کہہ کر انہیں دیکھیں چکھیں
سونگھیں۔ اور خود اُن کے خواص سے آگاہی حاصل کریں۔ ان کے ہاتھ
میں کتاب ہرگز نہ دو۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ سبق کو بغیر سوچے اور
جیزوں کو بدون دیکھے بھالے کتابی عبارت کو گھوٹ گھاٹ کر یاد
کر لائیں۔

(۳) تعلیم میں ذیل کی ترتیب کو مد نظر رکھو۔ پہلے چیزیں دکھاؤ۔
پھر اُن کی خاصیتوں کا مشاہدہ کرا کر ادراک کو پختہ کرو۔ بعد میں نام
بتاؤ۔

(۴) جو کچھ طلبہ معائنہ کریں۔ اُس کی تصویر کھجواؤ۔ اگر تم کسی شے
اور اُس کے اجزا اور اُس کی صورت شکل اور بناوٹ کا ٹھیک نقشہ
اُن کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہو۔ تو سب سے بہتر طریقہ یہ
ہے۔ کہ خود طلبہ سے اُس کا نمونہ بنواؤ۔ یا اُس کی تصویر کھجواؤ۔
مثلاً اگر کسی درخت کے پتے کی صورت شکل ذہن نشین کرنی ہو۔
تو بچوں سے اُس کی تصویر کھجواؤ۔ کیونکہ اس طرح طلبہ کو
نہایت غور و غوض اور چھان بین کے ساتھ اس پتے کا مشاہدہ
کرتا پڑیگا۔ اگر چند حروف مثلاً ب پ یا س ش ص وغیرہ میں
تمیز کرانی ہو۔ تو اُن سے یہ حروف لکھواؤ۔ اگر کسی دریا کے کنارے
کے شہر یاد کروانے چاہتے ہو۔ تو یہی کافی نہیں ہے۔ کہ انہیں نقشے
پر دکھاؤ۔ یا خود نقشہ کھینچ کر اُن کی ترتیب وغیرہ بتاؤ۔ بلکہ
خود طلبہ سے نقشہ کھجواؤ۔ اور اُس میں وہ شہر ٹھیک طور پر درج کرواؤ۔

خلاصہ

- ۱۔ اشیائے بیرونی سے نون کو تحریک ہوتی ہے۔
- ۲۔ نون کا یہ اثر دماغ تک پہنچتا ہے۔ جس سے شخصیات
پیدا ہوتے ہیں۔

- ۳۔ تبدیلی محسوس کردہ سے آشنا ہونے کو تحسس کہتے ہیں۔
- ۴۔ تحسس کو کبھی خارجی شے سے منسوب کرنا اور اک کہلاتا ہے۔
- ۵۔ عمل ادراک کے نتیجے یعنی کسی شے کے صاف تصور کو درک کہتے ہیں۔

۶۔ جن مختلف راستوں سے علم حاصل کرتے ہیں۔ انہیں حواس کہتے ہیں۔

۷۔ ذہن کی جس قوت کے ذریعے عمل ادراک ہوتا ہے۔ اُسے قوتِ مدد کہتے ہیں۔

۸۔ قوتِ مدد کی تربیت میں چار اصول مد نظر رکھنے چاہئیں۔

(۱) تمام اشیاء ضروری موجود ہوں۔

(۲) تعلیمِ ذہانی ہو۔

(۳) اشیاء دکھا کر طلبہ سے اُن کے خواص نکلاؤ۔

(۴) جو کچھ طلبہ معائنہ کریں۔ اُس کی تصویر کھینچو اور۔

چوتھی فصل

قوتِ حافظہ (MEMORY)

۱۔ قوتِ حافظہ کسے کہتے ہیں۔

حافظہ کی تعریف پہلے ہم مثال کے ذریعے بتا آئے ہیں۔ تم سب جانتے ہو گے۔ کہ حافظہ کیا ہے۔ عام بول چال میں اس لفظ کا اکثر استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے۔ فلاں طالب علم کا حافظہ بڑا تیز ہے جو کچھ یاد کرتا ہے۔ کبھی نہیں بھولتا۔ سچ بولچھو۔ تو تعلیم کا دار و مدار زیادہ تر حافظے پر ہے۔ کیونکہ جو کچھ بچے نے سیکھا ہے۔ اگر اُسے یاد نہ رکھ سکے۔ تو اس کا علم حاصل کرنا بے فائدہ ہے۔ بعض لوگ حافظے اور ذہن میں کچھ تمیز نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک جس بچے کا حافظہ تیز ہوتا ہے۔ وہی ذکی اور ذہین سمجھا جاتا ہے۔ برخلاف اس کے جس کا حافظہ کمزور

ہو۔ وہ غبی اور کند ذہن خیال کیا جاتا ہے۔ اس غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ مدرس لوگ صرف حافظہ کو ترقی دینا تعلیم کا بڑا مزمع سمجھتے ہیں۔ اور اس لئے حافظے ہی کو ٹھوس ٹھوس کر بھر دیتے ہیں۔ اور دیگر قوائے ذہنی کی ترقی کا مطلق خیال نہیں کرتے۔ آؤ اب تمہیں یہ بتائیں۔ کہ حافظہ کیا چیز ہے۔ اس کے کیا کیا کام ہیں۔ قوائے عقلیہ کی ترتیب میں اس کا کیا درجہ ہے۔ اچھے حافظے کے لئے کن کن باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ مدرسے کے کام سے اسے کیا تعلق ہے۔ اور اس کے ترقی دینے کا عمدہ طریق کیا ہے۔

تم میں سے اکثروں نے سوداگروں کی دکانوں پر دیکھا ہوگا۔ کہ سینکڑوں من مال اور قسم قسم کا اسباب اُن میں دھرا رہتا ہے۔ ہر ایک چیز اس ترتیب اور قرینے سے رکھی ہوتی ہے۔ کہ ضرورت کے وقت اسے ڈھونڈنا نہیں پڑتا۔ سب چیزوں پر الگ الگ لیبل لگے ہوتے ہیں۔ لیبل کو جھٹ پڑھا اور چیز کو اٹھا لیا۔ ہمارے حافظے کا بھی یہی حال ہے۔ وہ بھی بمنزلہ ایک تجارتی کوٹھی کے ہے۔ جس کا مالک نفس ہے۔ اور جس کا آرٹیا قوتِ مدرکہ ہے۔ اس آرٹئے کے خادم حواس ہیں۔ جو دن رات مختلف قسم کا اسباب ڈھونڈنے میں لگے رہتے ہیں۔ حقیقت یوں ہے۔ کہ حواس کے ذریعے بیرونی چیزوں کا علم جو نفس کو ہوتا ہے۔ اس کے حاصل کرنے والی قوت کا نام قوتِ مدرکہ ہے۔ قوتِ حافظہ اس حاصل شدہ علم کو بے یقینی ہے۔ حفاظت کے ساتھ جمع رکھتی ہے۔ اور ضرورت کے وقت ذہن کے سامنے پیش کرتی ہے۔

۲۔ شرائط تحفظ واستحضار۔ اوپر کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ حافظے کے عین کام ہیں۔ یعنی واقفیت حاصل شدہ کو لینا۔ اس کا ذہن میں جمع رکھنا یا تحفظ۔ اور بر وقت ضرورت ذہن کے سامنے پیش کر دینا یا استحضار۔ ان تینوں میں سے آخر کے دو کا حافظے سے زیادہ تعلق ہے۔ اب ہم تمہیں چند عام

شرائط بتاتے ہیں۔ جن پر حافظے کے ان دو بڑے عملوں کا دارو مار ہے۔ وہ شرائط یہ ہیں :-

(۱) مضمون سبق میں شوق پیدا کر کے طلبہ کی توجہ کو قائم کرنا چاہئے۔ یہ شوق اس طرح سے پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ جو چیزیں طلبہ کے سامنے پیش کی جائیں۔ ان کا درک واضح اور روشن ہو۔ تم جانتے ہو۔ کہ آنکھوں سے دیکھی بھالی چیزیں سنی سنائی چیزوں کی نسبت بہت جلدی یاد ہو جاتی ہیں۔ اور دیر تک حافظے میں قائم رہتی ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اسی طرح شوق رنگ کی اور بھڑکدار چیزوں کا خیال مدہم رنگ کی اور ماند چیزوں کی نسبت حافظے میں جھٹ پٹ بیٹھ جاتا ہے۔ اور دیر تک قائم رہتا ہے۔ اسی طرح سے اُٹلے تعلیم میں تختہ سیاہ پر چاک سے مدرس کے ہاتھ کی کچھی ہوئی جو شکل خوبصورت۔ واضح اور روشن ہوتی ہے۔ وہ جلدی ذہن نشین ہو جاتی ہے۔ پس مدرس کو چاہئے۔ کہ اُٹلے تعلیم میں ہمیشہ اس اصول کو مَر نظر رکھے۔ مثلاً خفرائے کی تعلیم میں جہاں تک ہو سکے۔ طلبہ کی توجہ مشاہدہ سے کام لے۔ انہیں اس پاس کے قدرتی منظر دکھائے۔ اصطلاحات کے سمجھانے میں حسب ضرورت تصویروں۔ ریت اور مٹی کے نمونوں اور تختہ سیاہ کے خاکوں کا استعمال کرے۔ جو کچھ کتاب میں درج ہے۔ اُسے ترتیب وار نہ گھٹوائے۔ بلکہ قدرتی ترتیب کو مَر نظر رکھے۔ اور طلبہ کو نقشے کا مناسب استعمال بتائے۔ مقامی تشبیہات کا کثرت سے استعمال کرے۔ دیگر مضامین کے سبقوں میں بھی جہاں کہیں کسی جگہ کا بیان آجائے۔ اُسے نقشے پر دکھائے۔ اسی طرح حساب کے سبقوں میں اعداد مطلق کے معنی سمجھانے کے لئے کوڑیوں۔ ریٹھوں۔ تیلیوں اور گولیوں کے چوکھٹوں کا استعمال کرنا چاہئے۔ اور بچوں کو خود گنتے۔ توٹنے اور ماپنے کی اجازت دینی چاہئے۔ کسی قاعدے کا اصول سمجھانے کے لئے اس قسم کی مختصر اور سیدھی سادھی مثالیں لینی چاہئیں۔ جن سے بچوں کو روز مرہ کام پڑتا ہے۔ اسی طرح دنیا کے سبقوں میں بھی جیسا کہ ہم پیچھے بتا چکے ہیں۔ چیزیں بچوں کے سامنے پیش کرنی چاہئیں۔ تاکہ وہ خود انہیں دیکھیں بھالیں۔

علم طبعی کے سبقوں میں بھی جہاں تک ممکن ہو۔ تجربے کرنے میں بچوں سے مدد لینی چاہئے۔ اور تجربوں کا عملی فائدہ مقامی صنعت و حرفت اور روز مرہ کے کاموں سے تعلق دے کر بتانا چاہئے۔

جو وسائل ہم نے اوپر بیان کئے ہیں۔ وہ ایسے ہیں۔ کہ مدرس ان کی مدد سے ادراک کو واضح کر کے طلبہ کی توجہ قائم کر سکتا ہے۔

(۲) تکرار یا اعادہ۔ خیالات کو حافظے میں قائم کرنے کے لئے اعادہ بڑی مدد دیتا ہے۔ تم نے دیکھا ہوگا۔ کہ اگر سبج کو دیوار میں لگا دیا ہو۔ تو ایک ہی ضرب سے ٹکڑ کی ٹکڑ میں نہیں گھس جاتی۔ بلکہ اس پر بار بار چوٹیں لگانی پڑتی ہیں۔ ہر ایک چرٹ سے سبج تھوڑی تھوڑی اندر گھس رہتی ہے۔ یہاں تک کہ خوب مضبوط ہو جاتی ہے۔ بعینہ یہی حال حافظے کا ہے۔ جب کسی خیال کو حافظے میں قائم کرنا ہو۔ تو اس کا بار بار اعادہ کرتے ہیں۔ ہر دفعہ اس کا اثر گہرا ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پھر ہم اسے نہیں بھولتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ جو چیزیں ہمارے دیکھنے بھانے میں آتی رہتی ہیں۔ یا جن شخصوں سے ہمارا ہمیشہ تعلق رہتا ہے۔ وہ ہمیں ہمیشہ یاد رہتے ہیں۔

اعادہ بیشک حافظے کی ترقی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ مگر نہایت افسوس ہے۔ کہ مدرس لوگ عموماً اعادے کے مناسب استعمال سے ناواقف ہیں۔ ہر مضمون کا تعلیم میں اس سے اس کثرت سے کام لیتے ہیں۔ کہ کوئی حد و حساب نہیں۔ مثلاً اشیاء کے سبقوں میں بعض مثل بجائے اس کے کہ چیزیں بچوں کو دکھلا کر اور ان کی خاصیتوں کو ان سے لکھا کر دو چار بار ان کا اعادہ کر دیں۔ وہ سبق کی تمام باتوں کو طوطے کی طرح ان سے زبانی روٹائے چلے جاتے ہیں۔ جتنے کہ یہ باتیں نوک پر زبان ہو جاتی ہیں۔ مگر لڑکوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ان باتوں کو مطلق نہیں سمجھتے۔ پڑھنے کے سبقوں میں بھی ہم دیکھتے ہیں۔

کہ بعض بچوں کو گل کا گل قاعدہ از بر ہوتا ہے۔ مگر جب کسی خاص لفظ یا فقرے کے حصے پر انگلی رکھ کر پوچھا جائے۔ تو کچھ اور ہی بتاتے ہیں۔ اسی طرح صرف و نحو کی تعلیم کا اس سے بھی بُرا حال ہے۔ اس مضمون کی تعلیم میں اعادہ کی ایسی مٹی پلید کی جاتی ہے۔ کہ بچائے بچوں کا خدا ہی حافظ ہے۔ قواعد تو انہیں ساری رواں ہوتی ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے۔ کہ اسم کس بلا کا نام ہے۔ فعل کیا ہے۔ اس میں اور حرف میں کیا تیز ہے۔ اس بُری تعلیم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ حافظے پر مناسب دباؤ اور بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ جن کی وجہ سے یہ جلدی کمزور اور نکمّا ہو جاتا ہے۔ اور دوسری قوانین مناسب مشق کے نہ ہونے کی وجہ سے سُست اور بیچار ہو جاتی ہیں۔ تم یاد رکھو۔ کہ جس طرح معدہ خرداک کو چبا کر نہ کھاتے کی وجہ سے جلدی کمزور اور نکمّا ہو جاتا ہے۔ اور جسم میں صدمات بیماریاں پیدا کرتا ہے۔ اسی طرح سے اگر دیگر قواعد ذہنی کا کام جافطے سے لیا جائیگا۔ تو حافظ جلدی کمزور اور نکمّا ہو جائیگا۔ ذہنی ترقی بند ہو جائیگی۔ اور نفس کے عمل اعتبار کے لائق نہیں رہیں گے۔

اب ہم تمہیں یہ بتاتے ہیں۔ کہ شوق اور اعادہ میں کیا تعلق ہے۔ اور اعادہ کا مناسب استعمال کیا ہے۔ یاد رکھو۔ کہ شوق اور اعادہ میں ایسا ہی تعلق ہوتا ہے۔ جیسا کہ دو معکوس نسبتوں میں۔ معکوس نسبتوں کے معنی تو تم جانتے ہی ہو گے۔ ایسی نسبتوں میں جب ایک جنس کی مقدار بڑھتی ہے۔ تو اسی نسبت سے دوسری جنس کی مقدار گھٹتی ہے۔ مثلاً کام کرنے والے آدمیوں کے زیادہ ہونے سے وقت مطلوبہ کی مقدار گھٹ جاتی ہے۔ اور اسی طرح برعکس اس کے۔ ایسے ہی جس مضمون میں دلچسپی زیادہ ہوتی ہے۔ اُس میں توجّہ خود بخود لگ جاتی ہے اور اس لئے اعادہ کی کم ضرورت پڑتی ہے۔ برعکس اس کے اگر کسی بات۔ واقعہ یا صداقت کا بار بار اعادہ کیا جائے۔ تو رفتہ رفتہ اُس کی دلچسپی کم ہوتی جاتی ہے۔ اور اسی

قدر توجہ کا میلان بھی گھٹ جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی دلکش نظارے کو دیکھیں۔ یا سمندر میں طوفان کے باعث کسی حادثے کا مشاہدہ کریں تو یہ واقعات ایسے ہوتے ہیں۔ کہ ہم ان کو برسوں تک نہیں بھولتے۔ کیونکہ توجہ خود بخود اُن کی طرف کامل طور پر کھینچ جاتی ہے۔ برعکس اس کے ضرب کے پہاڑے۔ زبانی ہجے۔ صرف دُخو کی گردائیں۔ کسی بڑے اعظم کی خلیجیں۔ تاریخ کے سن۔ یہ ایسے مضامین ہیں۔ کہ ان میں اعادہ کی زیادہ تر ضرورت پڑتی ہے۔ کیونکہ سمجھ لینے کے بعد بھی بغیر بار بار دُہرائے یہ حافطے میں قائم نہیں رہ سکتے۔ اوپر کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ جب سبق کا مدعا محض اور مطلب کا ذہن نشین کرانا یعنی نئے خیالات کا ذہن میں بٹھانا ہو۔ تو مدرس کو چاہئے۔ کہ مناسب تمثیلوں اور تشریحوں کا استعمال کرے۔ اور یہ کوشش کرے۔ کہ طلبہ نفس مضمون کو اپنے الفاظ میں ادا کر سکیں۔ نہ کہ کتاب کے الفاظ گھوٹ گھاٹ کر سناویں۔ غرضیکہ جہاں تک ہو سکے۔ طلبہ کی عقل و ذہن کو ترقی دینی چاہئے۔ اور جب سبق کا مدعا کتابی عبارت کو سمجھانا اور اس عبارت کی خوبی۔ سلاست اور اختصار کی وجہ سے اُسے یاد کرانا ہو۔ مثلاً ہندسیہ حدیثیں اور دعوے۔ تو سبق کی باتوں کو سمجھانے کے بعد عبارت کے یاد کرانے کے لئے اعادے سے کام لینا چاہئے۔

(۳) قوانین تسلسل۔ تم نے جریب اور اس کی کرطیوں کو

دیکھا ہوگا۔ کس طرح ایک دوسری سے باہم جڑی ہوتی ہیں۔ جہاں تم نے ایک کرطی کو ہلایا۔ اور ساری کرطیاں ہل گئیں۔ کٹا پکڑ کر کھینچا۔ اور ساری جریب کھینچی چلی آئی۔ دیکھو اگر یہ کرطیاں ایک دوسرے سے جدا ہوتیں۔ تو تمہیں سب کرطیوں کے ہلانے کے لئے ہر کرطی کو جدا جدا ہلانا پڑتا۔ زمین تابہنی ہوتی۔ تو ہر ایک کرطی کو جدا جدا دکھنا پڑتا۔ جس میں نہایت ہی دقت ہوتی۔ اور وقت بھی بہت صرف ہوتا۔ ہمارے نفس کا بھی یہ میلان ہے۔ کہ وہ مختلف خیالات کو حافطے میں الگ الگ نہیں بھرتا۔ بلکہ مختلف طرح سے اُن میں تعلق اور ربط پیدا کر کے اُن کے

سلسلے بنا لیتا ہے۔ اور پھر ذہن میں قائم کرتا ہے۔ پس کسی سلسلے کا جب ایک خیال یاد آ جاتا ہے۔ تو جریب کی کرپلوں کی طرح اس کے متعلق خیال بھی یاد آ جاتا ہے۔ اسی طرح دوسرے کے ساتھ تیسرا اور تیسرے کے ساتھ چوتھا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ غرضیکہ اس سلسلے کے کل خیالات یکے بعد دیگرے ذہن کے سلسلے آ موجود ہوتے ہیں۔ اب تم خیال کر سکتے ہو۔ کہ مختلف خیالات میں اس طرح کے ربط اور تعلق پیدا کرنے سے کس قدر محنت بچ جاتی ہے۔ ہر ایک خیال کو جدا جدا ذہن میں قائم کرنا ہوتا۔ تو اُن کے یاد کرنے اور ذہن کے سامنے پیش کرنے میں کس قدر کوشش کرنی پڑتی۔ ہر ایک بچے کے نفس میں مختلف خیالات کو باہمی ربط دینے کا یہی میلان موجود ہوتا ہے۔ مگر یہ میلان اور قوتوں کی طرح مشق کرانے اور سدھانے سے ترقی پاتا ہے۔ جس بچے نے اس قسم کی تربیت نہ پائی ہو۔ وہ خیالات میں تعلق ٹھیک طور پر نہیں پیدا کر سکتا۔ اور اسی وجہ سے جو کچھ وہ یاد کرتا ہے۔ جلدی بھول جاتا ہے۔ اوپر کے بیان کو ہم ایک سیدھی سادی مثال لیکر تمہارے ذہن نشین کرتے ہیں۔ ایک کسان کی بیوی نے اپنی لونڈی سے کہا۔ کہ تم شہر چاکر کچھ چیزیں لے آؤ۔ تمہارا حافظہ ایسا خراب ہے۔ کہ تم ہمیشہ کچھ نہ کچھ بھول جاتی ہو۔ اب خیال رکھو۔ اور جو کچھ میں کہتی ہوں۔ اُسے غور سے سُنو۔ مجھے کڑھی کے لٹے گھی اور کروندے چاہئیں۔ ہاں بیم صاحبہ۔ گھی اور کروندے۔ پیاز اور جو آتش کے لئے۔ انہیں مت بھولنا۔ ہاں بیم صاحبہ۔ پیاز اور جو۔ میں انہیں نہیں بھولونگی۔ پھر مجھے بھیر کا گوشت۔ چائے اور کافی اور چینی چاہئے۔ اور جب تم گوئن بنانے والی کی دکان کے پاس سے گزر دو۔ تو اسٹر کے لئے چھینٹ۔ کچھ سیاہ دھاگہ اور فیتے کا ایک ٹکڑا لیتی آنا۔ لونڈی۔ ہاں بیم صاحبہ۔ کھکھ چلنے کو تیار تھی۔ کہ بیوی نے پھر آواز دیکر کہا۔ کہ پٹناری کی دکان سے سیاہ کروندوں کے مرچے کا ایک مرتبان بھی لیتی آنا۔ کسان جو چپکا چپکا بغور اس گفتگو کو سُن رہا تھا۔ اُس نے لونڈی

کو ذرا چلنے کے بعد واپس بلایا۔ اور اُس سے پوچھا۔ کہ تو شہر میں کیا کیا لینے جاتی ہے۔ جواب دیا۔ 'مجناب میں یہ چیزیں لینے جاتی ہوں۔ چائے۔ چینی۔ بھیر کا گوشت۔ کافی۔ دیکھوں کچھ اور بھی ہے۔' کسان نے کہا۔ یوں کام نہیں چلیگا۔ تمہیں چیزوں کو مختلف قسموں میں ترتیب دے لینا چاہئے۔ ورنہ وہ تمہیں یاد نہیں رہیں گی۔ دیکھو۔ تمہیں تین باتیں خیال ہیں رکھنی چاہئیں۔ چھوٹی حاضری۔ بڑی حاضری۔ اور گوئن بنائیوالی۔ 'مجناب ہاں' تم چھوٹی حاضری کے لئے کیا کیا لاؤ گی۔ لونڈی نے کہا۔ 'چائے۔ کافی۔ چینی اور مربا۔ یہ چیزیں تمہیں کہاں سے ملیں گی۔' پنساری کی دکان سے۔ بہت اچھا۔ اب یہ بتاؤ۔ کہ بڑی حاضری کے وقت کیا کیا چیزیں دسترخوان پر رکھی جائیں گی۔ 'آتش کے لئے تو مجھے پیاز اور جو لانے ہیں۔ سالن کے لئے بھیر کا گوشت اور کراچی کے لئے مجھے گھی اور کروندے لانے ہیں۔ بہت خوب یہ چیزیں کہاں ملیں گی۔' پیاز تو کچھڑے کی دکان پر ملیں گی۔ بھیر کا گوشت قصاب اور گھی بقال کی دکان پر۔ اور جو اور کروندے پنساری کی دکان پر ملیں گے۔ گوئن بنانے والی سے کیا کیا لانا ہے۔ 'مجناب چھینٹ۔ دھاگہ اور فیتے کا ایک ٹکڑا۔' پس تم اپنے دل میں چھوٹی حاضری۔ بڑی حاضری اور گوئن بنانے والی کا نام یاد رکھنا۔ ان کے متعلق چیزیں تمہیں خود بخود یاد آ جائیں گی۔ اور جس دکان پر جاؤ۔ وہاں چھوٹی حاضری بڑی حاضری اور گوئن بنانے والی کی متعلق چیزوں کو ڈھرا لینا۔ پھر ذرا بھی دقت نہیں رہیگی۔ اور یہ کی مثال سے اب تم سمجھ گئے ہو گے۔ کہ اس قدر چیزوں کا الگ الگ یاد رکھنا نے اوائج لونڈی کے لئے بڑا مشکل کام تھا۔ مگر جب کسان کی ہدایت کے مطابق اُس نے کل چیزوں کو تین گروہوں۔ یعنی چھوٹی حاضری۔ بڑی حاضری اور گوئن بنانے والی میں بانٹ لیا۔ تو ان کا یاد رکھنا آسان ہو گیا۔

تو ان تین تسلسل جن کا ذکر ہم ابھی

کر آئے ہیں۔ تین طرح کے ہیں۔ قانون اتصال

۳۔ قوانین تسلسل +

(Laws of Association)

(Law of Contiguity) - قانون مشابہت (Law of Similarity or Resemblance)

قانون تضاد (Law of Contrast)۔ اب ہم ہر ایک قانون کا مختصر بیان تمثیلوں کے ساتھ کرتے ہیں :-

(۱) قانون اتصال (Law of Contiguity)۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ جب دو یا زیادہ خیالات حافظے میں متواتر ایک دوسرے کے بعد ایک سلسلے کی صورت میں جمع کئے جلتے ہیں۔ تو ایک کے یاد آ جانے سے دوسرا اور دوسرے کے یاد آ جانے سے تیسرا یاد آ جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ یہ اتصال کئی طرح پر ہو سکتا ہے +

(الف) اتصال زمان (Contiguity of Time)۔ یعنی کئی خیالات وقت کے تعلق سے حافظے میں جمع کئے جائیں۔ تو ایک کے یاد آ جانے سے دوسرا بھی یاد آ جاتا ہے۔ مثلاً چار چوکے سولہ سے چار پنجے میں کا خیال آ جاتا ہے۔ اور چار پنجے میں سے چار چھکے چوبیس کا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح حروف تہجی جس ترتیب سے بچے یاد کرتا ہے۔ اسی ترتیب سے جھٹ پٹ سٹناٹا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح مرہٹے کا لفظ یاد آ جانے سے سیوا جی کا نام یاد آ جاتا ہے۔ کیونکہ یہ دونو وقت کے لحاظ سے باہم مربوط ہیں +

(ب) اتصال مکان (Contiguity of Place)۔ یعنی اگر خیالات جگہ کے تعلق سے حافظے میں جمع کئے جائیں۔ تو ایک کے یاد آ جانے سے دوسرا یاد آ جاتا ہے۔ مثلاً عجائب گھر کا نام یاد آ جانے سے وہاں کی چیزوں کا خیال آ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تمہیں اپنے گھر کا خیال آ جائے۔ تو اس پاس کے گھروں کا بھی خیال آ جاتا ہے۔ اسی طرح خیال کرتے کرتے تم بیٹھے بیٹھے نکل پھرتے ہو۔ گلی۔ کوچے بلکہ اپنے کل گھاؤں یا شہر کی سیر کر سکتے ہو +

(ج) اتصال علت و معلول (Contiguity of Cause and Effect)۔ یعنی جب دو خیالات میں اس طرح کا تعلق ہو۔ کہ اُن میں سے ایک علت اور دوسرا معلول ہو۔ تو علت کے

یاد آ جانے سے معلول اور معلول کے یاد آ جانے سے عقلت کا خیال آ جاتا ہے۔ مثلاً ٹوٹے ہوئے جہاز کے دیکھنے سے طوفان کا سماں بندھ جاتا ہے۔ یا طوفان کا خیال یاد آ جانے سے جہاز کی تباہی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کچھ جاتا ہے۔ اسی طرح سرک پر ٹوٹے ہوئے درختوں کو جا بجا دیکھ کر آندھی کا خیال آ جاتا ہے۔ یا برعکس اس کے آندھی کا خیال آ جانے سے درختوں کے ٹوٹنے کا خیال آ جاتا ہے۔

مدرس کو چاہئے کہ ان باتوں کو یاد رکھے۔ اور کبھی فروگزاشت نہ کرے۔ مثلاً گولیوں کے چوکھٹے پر پہاڑے سکھا کر طلبہ سے بار بار کہلاوئے۔ ذہاندانی کے سبقوں میں نئے اور مشکل الفاظ تھیں سیاد پر لکھ کر اُن کے تلفظ کی مشق کرائے۔ اور اس طرح الفاظ کی صوتی اور اُن کے تلفظ میں تعلق پیدا کرے۔ حساب کے سبقوں میں سیدی سادی مثالیں لیکر پہلے اصول قائم کرے۔ اور پھر اُن سے قاعدے نکلاوئے۔ اور اس طرح اصول اور قاعدے میں تعلق پیدا کرے۔ جغرافیہ کے سبقوں میں کسی ملک کے پہاڑوں پر سبق دیتے وقت جو جو دریا اُن سے نکلتے ہیں۔ یا جو معدنیات مثلاً سونا۔ چاندی وغیرہ اُن میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور مقامی صنعت و حرفت کے لحاظ سے اُن کا عملی استعمال وغیرہ۔ ان سب کا ذکر ایک ساتھ کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان سب باتوں میں ایک قسم کا قدرتی تعلق ہے۔

(۲) قانون مشابہت (Law of Resemblance) - اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ جب نفس کے سامنے نئے خیالات پیش آتے ہیں۔ تو اس وقت پڑانے خیالات جو اُن نئے خیالات سے ملتے جلتے ہیں۔ باہمی مشابہت کی وجہ سے خود بخود ذہن میں آ جاتے ہیں۔ مثلاً جب طالب علم بڑا عظیم یورپ میں ملک سپین کا حال پڑھنے لگتا ہے۔ تو اسے ملک عرب کا حال جو وہ بڑا عظیم ایشیا میں پہلے پڑھ چکا ہے۔ یاد آ جاتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ملک صورت و شکل۔ محل وقوع اور سطح کے لحاظ سے باہم متشابه ہیں۔ اسی طرح لٹکا اور سسلی

میں بھی ایک طرح کی مشابہت ہے۔ کیونکہ یہ دونوں جزیرے اپنے اپنے جزیرہ نما کے جنوب میں واقع ہیں۔ اور سیدھی سادی مثال لیجئے۔ کسی بازار یا گلی کوچے میں جاتے وقت بعض اوقات ہماری نظر کسی ایسے شخص پر پڑتی ہے۔ جو صورت و شکل اور خط و خال میں ہمارے کسی دوست سے مشابہت رکھتا ہے۔ پس ایسے شخص کی صورت دیکھنے ہی ہمیں جھٹ اپنے دوست کا خیال آ جاتا ہے۔ لکھنا سکھانے کے بارے میں استاد کو ہدایت ہے۔ کہ حروف تہجی کو موجودہ ترتیب کے مطابق نہ سکھائے۔ بلکہ اُن کے مشابہ حروف کے مختلف گروہ بنائے۔ اور اُن گروہوں کو اس طرح ترتیب دے۔ کہ ہر ایک گروہ کے حروف اپنے ماقبل کے گروہ کے حروف سے بتاؤٹ میں بتدریج مشکل ہوں۔ مشابہ حروف کے گروہ بنانا اسی اصول پر مبنی ہے۔ کیونکہ اس طرح سکھانے میں کسی گروہ کے ایک حرف کا خیال آ جائے سے اس کے متعلقہ حروف کی صورتیں بھی مشابہ ہونے کی وجہ سے جھٹ ذہن کے سامنے آ جاتی ہیں۔ اس ترتیب سے حروف تہجی سکھانے میں ایک اور بھی بڑا فائدہ ہے۔ یہ تو سیدھی سادی بات ہے۔ اور تم خود بھی معلوم کر سکتے ہو۔ کہ **ج چ ح خ** چاروں حروف اکٹھے بہت آسانی سے یاد کیے جاسکتے ہیں۔ کیونکہ جب **ج** سیکھ لیتا ہے۔ تو اس حرف کی مدد سے **چ** کا سیکھنا اُسے آسان ہو جاتا ہے۔ اور اسی طرح **ح** اور **خ** سیکھنے میں اور بھی آسانی ہو جاتی ہے۔

اب تم سمجھ گئے ہو گے۔ کہ حروف تہجی کے سکھانے کا یہ نیا طریقہ کیوں جاری کیا گیا۔ اور یہ طریق نفس کے نشو و نما پانے کے کس اصول پر مبنی ہے۔ حال کے طریقہ تعلیم میں پڑانے طریقہ تعلیم کی نسبت بہت کچھ ترسیم ہو گئی ہے۔ اور ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ جوں جوں ہم پر بچے کے نفس کے بڑھنے اور نشو و نما پانے کا حال کھلتا جاتا ہے۔ اس کے مطابق طریقہ تعلیم میں بھی اصلاحیں ہوتی جاتی ہیں۔ اشیاء کے سبق میں بھی تم نے دیکھا ہو گا۔ کہ بعض مشابہ کے سبق ہیں۔ مثلاً گھوڑا گدھا۔

کتا بتی۔ شیشہ سلیٹ۔ لکڑی کا تختہ اور کاغذ کا تختہ۔ ایسے سبقوں کا انتخاب کرنا بھی اسی اصول کے مطابق ہے۔ ذرا غور کرنے سے ہم پر ان سبقوں کی ترتیب کی خوبی اور بھی زیادہ تر ظاہر ہو جائیگی۔ دیکھو پہلے چیزوں اور جانوروں پر علیحدہ علیحدہ سبق دئے ہیں۔ بعد میں اُن کو ملا کر مقابلے کے سبق بنائے ہیں۔ اس غرض سے کہ بچے پیچھے بیٹھی ہوئی باتوں کو دوبارہ دُہرائیں اور یہ باتیں باہمی مشابہت کی وجہ سے آسانی سے بچے کے ذہن کے سامنے آ جاتی ہیں۔ اور اس طرح سے اُن کا تصور اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔ سچ پوچھو۔ تو یہ اسباقِ مقابلہ ایک قسم کے دُہرائے کے سبق ہیں۔

(۳) قانون تضاد (Law of Contrast)۔ قانونِ مشابہت کی

طرح قانونِ تضاد بھی حافظے کی ترقی کا ایک بڑا ذریعہ ہے۔ خیالات حاصل شدہ کو ذہن کے سامنے پیش کرنے میں خاص کر مفید اور کار آمد ہے۔ پہلے تمہیں یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ کسی چیز کی ضد سے کیا مراد ہے۔ یا دو چیزیں ایک دوسرے کی متضاد کب کہلاتی ہیں۔ یاد رکھو۔ کہ متضاد چیزوں کے لئے مقابلے کا ہونا بڑا ضروری ہے۔ اور دو چیزوں میں مقابلہ اُسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جبکہ اُن میں فرق اور مشابہت دونوں موجود ہوں۔ پس چیزوں میں تضاد ظاہر کرنے کے لئے نہ صرف فرق کا بلکہ مشابہت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ مثلاً ایک نظارے کا دوسرے نظارے سے فرق یا تضاد ظاہر کر سکتے ہیں۔ یا ایک آواز کا دوسری آواز سے۔ یا ایک قسم کی روشنی کا دوسری قسم کی روشنی سے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ لیکن ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک نظارے کا آواز سے یا روشنی کا دھات سے یا صندوق کا کتاب کے الفاظ سے تضاد ظاہر کر سکیں۔ تو ت حافظے کی ترقی کا یہ ایک اصول ہے۔ کہ جب کوئی نیا خیال ذہن کے سامنے آتا ہے۔ تو اُس کا متضاد خیال جو پہلے تجربے میں آچکا ہوتا ہے۔ ساتھ ہی یاد آ جاتا ہے۔ تو ت حافظے کی ترقی کے اس قانون

کو قانون تضداد کہتے ہیں۔ اس قانون کی تشریح کے لئے کئی مثالیں لے سکتے ہیں۔ مثلاً ایک بہت لمبے آدمی کو دیکھ کر ایک بہت چھوٹے آدمی کا خیال آ جاتا ہے۔ مالا بار کے سرسبز اور ہرے بھرے پتھریلے اور دندانہ دار ساحل کا ذکر آنے سے کارو منڈل کے خشک اور بخر۔ پست اور ہموار ساحل کا خیال آ جاتا ہے۔ نئی دنیا کے سلسلہ ہائے کوہ کے شمالاً جنوباً واقع ہونے کے خیال سے پُہرائی دنیا کے سلسلہ ہائے کوہ کے شرقاً غرباً واقع ہونے کا خیال آ جاتا ہے۔ اب ہم قریب حافطے کے دو بڑے کام یعنی واقفیت حاصل شدہ کو حافطے میں قائم کرنے اور بروقت ضرورت ذہن کے سامنے لانے کے متعلق عام شرائط بتا چکے ہیں۔ یاد رکھو کہ یہ باتیں حافطے کی ترقی کے لئے از بس ضروری اور مفید ہیں۔ قوانین تسلسل میں سے قانون مشابہت نہ صرف حافطے کی ترقی میں مفید اور کارآمد ہے۔ بلکہ ہر علم کی تحصیل میں اس سے بڑے بڑے مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اور بہت فائدے پہنچتے ہیں۔

نوٹ۔ قوانین تسلسل کے متعلق مدرس مضمون ذیل امور کی طرف توجہ دلا سکتے ہیں۔

- (۱) علاقہ خیالات کا باعث غالباً یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اور خیال کا اثر دماغ پر ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ رہتا ہے۔
- (۲) ادراک میں علاقہ خیالات شامل ہوتا ہے۔ اگرچہ ہم اس سے آشنا نہیں ہوتے۔

(۳) تضداد (Contrast) سے تصور صاف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے چھوٹے بچوں کو پڑھاتے وقت اس قسم کے تسلسل کا استعمال کرنا چاہئے۔

(۴) قوانین مشابہت اور علت و معلول میں قواسم فیصلہ و استدلال کو کام میں لانا پڑتا ہے۔ یہ قواسم جب تک بچہ نو دس برس کا نہ ہو جائے۔ ترقی نہیں کرتے۔ اس لئے بڑے طلبہ کی صورت میں یہ دونو تسلسل یعنی مشابہت اور علت و معلول استعمال کرنے چاہئیں۔

(۵) بڑی جماعتوں میں مدرس کا مدعا یہ ہونا چاہیے۔ کہ طلبہ اختلاف میں مشابہت دریافت کر سکیں۔ یعنی عام نتائج نکال سکیں۔ اس لئے مشابہت دریافت کرنے کے لئے جس قدر طلبہ کو زیادہ مغز لڑانا پڑیگا۔ اسی قدر یہ مشق تربیت ذہنی کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوگی۔

(۶) جو علاقہ خیالات کسی معقول اصول پر ہوگا۔ اس سے قوت حافظہ کو بڑی مدد پہنچے گی۔ چونکہ واقعات اور خیالات میں قدرتی یا منطقی تعلق اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ واقعات یا خیالات بخوبی سمجھ میں نہ آ جائیں۔ اس لئے مدرس کو احتیاط رکھنی چاہئے۔ کہ جو کچھ وہ بچوں سے یاد کرانا چاہتا ہے۔ اسے پہلے بخوبی واضح کر دے۔ (ایڈیٹر)

۴۔ عمدہ حافظے کے خواص :- اب ہم تمہیں حافظے کا بہت کچھ حال بتا چکے ہیں۔ بھلا تم یہ بھی جانتے ہو۔ کہ عمدہ حافظہ کیسے کہتے ہیں۔ یاد رکھو۔ عمدہ حافظہ وہی ہوتا ہے۔ جس میں یہ چار وصف پائے جائیں :-

(۱) سہولت یا آسانی (Facility)۔ یعنی خیالات سرعت اور آسانی سے حافظے میں جمع ہو سکیں۔

(۲) مضبوطی (Tenacity)۔ یعنی خیالات دیر تک حافظے میں قائم رہیں۔

(۳) طراری (Readiness)۔ یعنی ضرورت کے وقت خیالات جھٹ پٹ ذہن کے سامنے حاضر ہو جائیں۔

(۴) امانت یا ایمانداری (Fidelity)۔ یعنی خیالات جوں کے توں اور بے کم و کاست ذہن کے سامنے آ جائیں۔

پس اسی طالب علم کے حافظے کو اچھا سمجھنا چاہئے۔ جس میں اوپر کے اوصاف پائے جائیں۔ یعنی جو کچھ اسے سکھایا جائے۔ جھٹ سیکھ لے۔ اسے دیر تک یاد رکھے۔ اور امتحان کے وقت جوں کا توں فی الفور سنا دے۔

اب ہم یہ معنوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ کن کن باتوں پر ان

خواص کا انحصار ہوتا ہے :-

(۱) سہولت یعنی آسانی سے علم حاصل کرنا طلبہ کی ذہنی نیاقت - قدرتی قابلیت اور اُن کے استحکام توجہ پر منحصر ہوتا ہے۔ اور استحکام توجہ کا دار و مدار مضمون سبق کی مناسبت اور مدرس کے طرز تعلیم پر ہوتا ہے۔

(۲) مضبوطی پیدا کرنے کے لئے دو باتوں کا ہونا ضروری ہے۔ اول بڑھانے وقت طلبہ کا شوق بڑھانا چاہیے۔ اور دوم جو امور بتاؤ۔ ان کا بار بار اعادہ کرتے جاؤ۔

(۳) طراری کے لئے بھی دو شرائط لازمی ہیں۔ یعنی

اول۔ علاقہ خیالات - خیالات کا یاد آجانا صرف ارادت ہی پر مبنی نہیں ہوتا۔ ارادت فقط مادی بن کر نفس کو اُن خیالات کی طرف لے جاتی ہے۔ جن سے اُس خاص واقعہ یا صداقت کا پتہ لگ سکتا ہے۔ یاد آجانے کی یہ طاقت علاقہ خیالات پر منحصر ہوتی ہے۔ جہاں خیالات جریب کی کڑیوں کی طرح ایک دوسرے سے وابستہ ہوتے ہیں۔ تو ایک خیال کے یاد آنے سے دوسرا بھی یاد آ جاتا ہے۔

دوم۔ اعادہ و امتحان - دُہرانے اور امتحان لینے سے بھی طرارنے حافظہ کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ اس لئے سبق کو اس طرح ترتیب دے لینا چاہیے۔ کہ معلم پچھلے سبق کو دُہرا کر اگلا نیا سبق پڑھائے۔

(۴) امانت یا ایمانداری - حاصل کرنے کے لئے مفصلہ ذیل امور کا خیال رکھنا چاہیے :-

اول۔ اصلی درک کی صفائی - صحت اور اُس کا مکمل ہونا۔ دوم۔ قدرتی قابلیت - کسی کا حافظہ غیر محدود نہیں ہوتا۔ اس لئے اکثر نئے واقعات کو یاد کرنے کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ کہ مجھے واقعات کو بھول جائیں۔

یہ بھی خیال رکھو۔ کہ دو باتوں سے غلطی پیدا ہوا کرتی ہے۔ اول تو پڑھتے وقت توجہ نہ دینے سے۔ اور دوم خود حافظے کے

نا مکمل ہونے سے " (ایڈیٹر)

۵۔ زبان اور علم +

"مدرس کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ زبان کے معنی علم نہیں ہیں۔ اگر طلبہ ٹھیک الفاظ بیان کر سکتے ہیں۔ تو یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے۔ کہ وہ اُن کا ٹھیک مطلب بھی ضرور ہی سمجھتے ہیں۔ اس واسطے مدرس کو اس بات کی برطی احتیاذ رکھنی چاہئے۔ کہ طلبہ الفاظ کو صرف گھوٹ کر ہی ایک خاص ترتیب سے یاد نہ کر لیں + بیشک بعض اوقات حفظ یاد کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مگر حفظ یاد کرنے کے یہ معنی ہیں۔ کہ خیالات اور الفاظ دونو ایک خاص ترتیب سے یاد ہوں۔ صرف الفاظ کو ایک خاص ترتیب سے سمجھے بغیر یاد کرنے کو رُنت یا گھٹنت کہتے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا کیا حفظ یاد کرنا چاہئے +

مندرجہ ذیل باتیں حفظ یاد کرنے کے قابل ہیں :-

(۱) وہ باتیں جو بذات خود تو ضروری نہیں۔ مگر آئندہ ترقی کرنے کے لئے لازمی ہیں۔ مثلاً تواریخ کے بڑے بڑے ضروری سن۔ جغرافیے کے مشہور واقعات۔ بے قاعدہ الفاظ کے بچے۔ اور غیر زبانوں کے الفاظ +

(۲) نظم و نثر کی عبارات۔ جن میں پاکیزہ اور اعلیٰ خیالات چیدہ اور پسندیدہ الفاظ ہیں ادا کئے گئے ہوں۔ علم زبانہ کی دو بڑے اجزا ہیں۔ یعنی خیالات مصنف اور اُن کے ادا کرنے کی صورت یا یہ کہو کہ الفاظ۔ خیالات الفاظ میں موجود ہوتے ہیں۔ جیسے مصور کا تصور تصویر میں۔ یا سنگتراش کا تصور بُت میں۔ اگر خیالات کو اتنی مناسب و موزوں صورت میں ادا کرنے والے الفاظ سے جُدا کر دو گے۔ تو خیالات کی خوبی جاتی رہیگی۔ اس لئے علم زبانہ کی خوب صورتی سمجھنے کے لئے طلبہ کو کافی نظم و نثر یاد کر لینی چاہئے +

(۳) علم ریاضی کے گر۔ مثلاً۔ علم متعارف۔ پہاڑے۔ الجبرا اور علم مثلث کے گر۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ ضروری ہے۔ کہ ان سب کو مقررہ اور مختصر صورت میں یاد رکھا جائے +

(۴) ضروری اصطلاحوں کی تعریفیں۔ ان کے ذریعے ہم اپنی واقفیت کو مختصر طور پر یاد رکھ سکتے ہیں۔ مگر جب تک مطلب بخوبی ذہن نشین نہ ہو جائے۔ صرف تعریفیں یاد نہیں کر لینی چاہئیں * (ایڈیٹر)

۶۔ حافظے کی ترقی :- ”چھوٹے بچوں کو نئی باتیں پسند ہوا کرتی ہیں۔

وہ ایک ہی کام کو کرتے کرتے جلدی تھک جاتے ہیں۔ علیحدہ علیحدہ واقعات کو باسانی یاد کر لیتے ہیں۔ اور اشیا اور اُن کے ناموں کا تعلق فوراً معلوم کر لیتے ہیں۔ مگر بڑے طلبہ کم دلچسپ چیزوں پر بھی اپنی توجہ قائم کر سکتے ہیں۔ واقعات کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور اسباب معلوم کرنا چاہا کرتے ہیں۔ اس لئے چھوٹے بچوں کو پڑھاتے وقت مدرس کو دلچسپ اشیا مہیا کرنی چاہئیں۔ گھنٹے چھوٹے رکھنے چاہئیں۔ علیحدہ علیحدہ واقعات سکھانے چاہئیں۔ اشیا اور اُن کے ناموں کا تعلق بتانا چاہئے۔ اور ایسے مضامین سکھانے چاہئیں۔ جو اعادہ کرنے سے یاد ہو جاتے ہیں۔ مگر بڑے طلبہ کی حالت میں مدرس کو اُن سے واقعات کا مقابلہ کرانا چاہئے۔ اور مشابہت اور علت و معلول کے تعلقات نکالوانے چاہئیں * (ایڈیٹر)

۷۔ حافظے کی تربیت کرنا :- خیالات میں تعلق پیدا کرنے۔ توجہ کے بڑھانے اور قوت متخیلہ کے کام میں لانے سے حافظے کی تربیت ہوتی ہے :-

(الف) خیالات میں تعلق پیدا کرنے کی مشق طلبہ سے کرائی جاوے۔

(۱) واقعات کو قدرتی اور منطقی طرز پر ترتیب دینا چاہئے *

(۲) متشابہ واقعات کے مجموعے بنانے چاہئیں *

(۳) مشابہ کردہ واقعات کو اُن کے اسباب و نتائج سے ملحق

کرنا چاہئے *

(۴) طلبہ کو واقعات کا مقابلہ کر کے اُن میں مشابہت و تضاد

معلوم کرنا چاہئے *

(ب) توجہ کی عادت پیدا کرنی چاہئے۔ جن جن ترکیبوں سے توجہ

قائم ہو سکتی ہے۔ اُن سے محفوظ میں خاص کر مدد ملتی

ہے۔ مثلاً

(۱) ہر ایک ضروری بیان کے بعد ہر ایک درجہ سبق کے ختم ہونے کے بعد۔ اور کل سبق کے اختتام پر نہایت پُھرتی کے ساتھ سوالات کرنا *

(۲) اختتام سبق پر ایک طالب علم کو دیگر طلبہ سے سوالات کرنے کی اجازت دینا *

(۳) اختتام سبق پر طلبہ سے خلاصہ تختہ سیاہ لکھوانا۔ اور اُن سے کہنا کہ گھر پر خلاصہ تختہ سیاہ کی مدد سے تمام سبق کو پورا لکھ لائیں *

(ج) طلبہ سے کہو کہ خیالات کو پھر فراہم کریں۔ اور اس طرح اُن کی قوت تخیل سے کام لو *

تخیل کے لئے طلبہ کو خیالات کا یاد کرنا لازمی ہے۔ جس وقت وہ یاد کرتے ہیں۔ تو اصلی تصور اور بھی زیادہ گہرا ہو جاتا ہے۔ اس طرح تخیل سے تحفظ کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے * ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ حافظہ تین تیشول (ت) پر منحصر ہوتا ہے۔ یعنی

(۱) ترتیب *

(۲) توجہ *

(۳) تعلق *

خلاصہ

۱۔ واقفیت حاصل کردہ کو ذہن میں رکھنے کے عمل کو تحفظ کہتے ہیں *

۲۔ اس واقفیت کو بر وقت ضرورت ذہن کے سامنے پیش کرنے کے عمل کو استحضار کہتے ہیں *

۳۔ ذہن کی جس قوت سے ذریعے یہ دونو عمل ہوتے ہیں۔ اُسے قوت حافظہ کہتے ہیں *

۴۔ حافظے کو قوانین تسلسل سے بڑی مدد ملتی ہے *

- ۵۔ قوانین تسلسل کی تین بڑی قسمیں ہیں۔ (۱) قانون اتصال -
 (۲) قانون مشابہت - (۳) قانون تضاد +
 ۶۔ قانون اتصال بھی تین طرح ہو سکتا ہے۔ یعنی اتصالِ زبان -
 اتصالِ مکان اور اتصالِ علت و معلول +
 ۷۔ عمدہ حافظ کے چار خواص ہیں :-
 (۱) سہولت یا آسانی +
 (۲) مضبوطی یا استحکام +
 (۳) طزاری +
 (۴) امانت +
 ۸۔ قوتِ حافظہ کی تربیت کے لئے تین طریقے نہایت مفید ہیں :-
 (۱) خیالات میں تعلق پیدا کرنا +
 (۲) توجہ بڑھانا +
 (۳) قوتِ متخیلہ کو کام میں لانا +
 ۹۔ حافظہ تین تینوں (ت) پر منحصر ہوتا ہے :-
 (۱) ترتیب +
 (۲) توجہ +
 (۳) تعلق +

پانچویں فصل

قوتِ متخیلہ (IMAGINATION)

۱۔ قوتِ متخیلہ کسے کہتے ہیں + [قوتِ متخیلہ کا عمل مجمل طور پر ہم تمہیں پہلے بتا آئے ہیں۔ تمہیں خربوزے کی مثال یاد ہوگی۔ کہ جس بچے نے خربوزہ نہ دیکھا ہو۔ اُسے ہم خربوزے کا خیال کس طرح دلا سکتے ہیں۔ اسی طرح ایک بچے نے شیر تو نہیں دیکھا ہے۔ مگر بلی اور ایک قد آور کتے کو دیکھا ہے۔ پس ان دونوں جانوروں

کے ذریعے اُسے شیر کا خیال دلا سکتے ہیں۔ شیر شکل و صورت میں بلی سے ملتا ہے۔ لیکن اس کا قد بلی سے بڑا ہوتا ہے۔ اور ایک بڑے قد آور کُتے کے برابر ہوتا ہے۔ پس مدرس کے بیان سے بچہ بلی کی شکل اور ایک بڑے قد کے کتے کے علاوہ علاوہ خیال کو یکجا فراہم کر کے ایک نئی شکل اپنے ذہن میں بناتا ہے۔ یعنی بلی کی شکل کو ذہن میں لا کر اُسے ایک بڑے کتے کے برابر فرض کر لیتا ہے۔ اور اس طرح ایک نئے جانور کا خیال اپنے ذہن میں قائم کر لیتا ہے۔ اسی طرح جب بچہ کہانیاں سنتا ہے۔ یا کتابوں میں کسی میلے۔ لڑائی یا پیروں کے قصے کا جس طرح کا حال پڑھتا ہے۔ ویسی ہی تصویریں ذہن میں بنا لیتا ہے۔ یہ تصویریں بعض اوقات بڑی خوش نما اور دلچسپ ہوتی ہیں۔ انہیں دیکھ کر بچہ بہت خوش ہوتا ہے۔ اور بعض وقت دراؤنی اور بھانک۔ انہیں دیکھ کر اُس پر خوف طاری ہوتا ہے۔ یہ تو سنی سنائی۔ یا پڑھے ہوئے بیان سے تصویریں ذہن میں قائم کی جاتی ہیں۔ بعض اوقات اس قسم کی تصویریں خود گھڑ لی جاتی ہیں۔ دیکھو شاعر لوگ کیسی تشبیہوں اور استعاروں سے کام لیتے ہیں۔ مثلاً وہ اپنے ذہن میں آسمان کی ذہنی تصویر یوں بانٹتے ہیں۔ کہ وہ ایک گنبد نیلگوں ہے۔ اور مختلف ستارے بمنزلہ مٹیوں کے ہیں۔ جو اُس میں جڑے ہوئے ہیں۔ سچ پوچھو۔ تو پیروں کے قصے کیا ہیں۔ کل من گھڑت باتیں ہیں۔ اور قوتِ متخیلہ کے ڈھکوسلے ہیں۔ ذہن کے اس عمل کو جس سے نفس اس قسم کے نئے خیالات قائم کر لیتا ہے۔ متخیل کہتے ہیں۔ اور جس قوت کے ذریعے یہ عمل ہوتا ہے۔ اُسے قوتِ متخیلہ +

۲۔ اقسام + اوپر کے بیان پر غور کرنے سے تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ قوتِ متخیلہ سے ذہن دو طرح کام لیتا ہے۔ (۱) کسی چیز کے بیان پڑھنے یا اُس کا ذکر کسی کی زبانی سنانے سے اُس چیز کی ذہنی تصویر بنانا۔ مثلاً سیمب اور تاریکی سے خربوزے کا اور بلی

اور کہتے سے خیبر کا خیال باندھنا۔ (۲) ذہن رسا اور کامل مشاہیر کی مدد سے اعلیٰ قسم کی علمی تحقیقات۔ ایجادیں اور تالیف و تصنیف کرنا۔ اس لحاظ سے علمِ فلسفہ کے جاننے والوں نے تخیل کی دو قسمیں کی ہیں تخیلِ ترکیبی (Constructive Imagination) اور تخیلِ اختراعی (Creative or Inventive Imagination) تخیلِ ترکیبی کو مدرسے کی تعلیم سے بڑا تعلق ہے۔ کیونکہ طالب علم ذہن کے اسی عمل کے ذریعے نئے الفاظ کے معنی۔ عبارت کا مجموعی مطلب اور جغرافیہ کے سبقوں کی تقریباً کل باتیں سمجھ سکتا ہے۔ اس کا ہم آگے چل کر کسی قدر تفصیل کے ساتھ ذکر کریں گے۔ تخیلِ اختراعی شاعروں۔ اعلیٰ علوم کے جاننے والوں اور فاضلوں کی طبیعتوں میں زور پر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اعلیٰ قسم کی اختراع اور ایجاد کرتے ہیں۔

۲۔ قوتِ متخیلہ اور حافظے کا فرق + قوتِ حافظہ کا کام مختلف خیالات کو جمع رکھنا اور بر وقت ضرورت ذہن کے سامنے پیش کرنا ہے۔ تم مختلف خیالات سے کہیں صرف قوتِ مدد کے حاصل کردہ خیالات نہ سمجھنا۔ بلکہ یہاں خیالات سے کل قوائے عقلیہ کے خیالات مراد ہیں۔ یہی نہیں۔ بلکہ نفس کا ہر طرح کا عمل خواہ تعلیم کی قسم کا ہو۔ خواہ تاثر اور ارادت سے متعلق ہو۔ اس میں داخل ہے۔ جیسا تم پیچھے پڑھ آئے ہو۔ قوتِ حافظہ نفس کے ہر قسم کے خیالات کو جمع رکھنے والی اور بر وقت ضرورت ذہن کے سامنے انہیں پیش کرنے والی قوت ہے۔

قوتِ متخیلہ ان حاضر کردہ خیالات کو لے کر ان میں مناسب تغیر و تبدل کر کے ان سے نئی اور نا معلوم ذہنی تصویریں قائم کرتی ہے۔ یا یوں کہو کہ قوتِ حافظہ پرانی واقعیت بہم پہنچاتی ہے۔ اور پچھلی معلومات کا ذخیرہ اکٹھا کر دیتی ہے۔ اور متخیلہ اس واقعیت کو گھٹا بڑھا کر اور مختلف خیالات کو منتقل کر کے بن دیکھی ہوئی چیزوں اور نظاروں کی تصویریں ذہن میں کھڑی کر لیتی ہے۔ قوتِ حافظہ کو صرف گذشتہ خیالات سے تعلق

ہے۔ اور متخیلہ کو گزشتہ اور آئندہ دونوں سے علاقہ ہے +

۴۔ توت متخیلہ کی تربیت کا طریق + اگر کسی بچے کو رات کے وقت تاریک کمرے میں آبیلا چھوڑ دیا جائے۔ تو اُسے کچھ نظر نہیں آتا۔ مگر پھر بھی خوف کے مارے روتا چلاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ طرح طرح کی ڈراؤنی خیالی صورتیں اس کے ذہن کے سامنے آتی ہیں۔ ان سے اُس پر دہشت چھا جاتی ہے۔ اصل میں یہ شکلیں بچے کی توت متخیلہ کی ہی پیدا کی ہوئی ہوتی ہیں۔ حقیقت یوں ہے۔ کہ بچپن میں بچے کی توت متخیلہ اُس کے قابو میں نہیں ہوتی۔ خود بخود خیالات اُس کے ذہن میں آتے رہتے ہیں۔ وہ انہیں روک نہیں سکتا۔ ان خیالات کے پیدا ہونے کا کوئی عقلی باعث نہیں ہوتا۔ یہ خیالات نہ صرف دہشت اور خوف کا بلکہ خوشی اور فرحت کا بھی ذریعہ ہوتے ہیں۔ مثلاً بچہ اپنے کاٹھ اور مٹی کے کھلونوں اور گڑیوں وغیرہ کو اصلی چیزیں سمجھ کر ان سے دل بہلاتا ہے۔ اور فقے کمانیوں کو سن کر خوش ہوتا ہے۔ یہ سب چیزیں اپنی دلچسپی کی وجہ سے بچے کی توت متخیلہ کو جگاتی ہیں۔ اور اس میں طرح طرح کی خوشی کی ذہنی تصویریں پیدا کرتی ہیں۔ جن سے بچہ بے اختیار خوش ہوتا ہے۔ نا تجربہ کار مدرس کو چاہئے۔ کہ بچوں کی توت متخیلہ کو نا واجبی طور پر نہ روکے۔ بلکہ اس کی مناسب طور سے تربیت کیے۔ توت متخیلہ کی مناسب تربیت سے نہ صرف بچے کی تعلیم پر بلکہ اُس کے اطوار و اخلاق کی تربیت پر بھی بڑا اثر پڑتا ہے۔ مدرس کی تعلیم کے تقویٰ ہر مضمون کے سیکھنے میں اس توت کا عمل ہوتا ہے۔ مثلاً زبان دانی کے سبقوں میں بچہ لب و لہجہ کے ساتھ تب ہی پڑھ سکتا ہے۔ جب وہ مختلف الفاظ کے معنی اور عبارت کا مجموعی مطلب واضح طور پر اپنے ذہن میں بٹھالے۔ اور الفاظ کے معنی اور عبارت کا مجموعی مطلب اُسی وقت بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔ جبکہ طالب علم اپنی توت متخیلہ سے کام لے۔

اور الفاظ کے مطابق خیالات کی صحیح صحیح تصویریں اپنے ذہن میں بنا سکے۔ یاد رکھو۔ ہر ایک نئے لفظ کی جو کسی نئی اور نا معلوم چیز کو تعبیر کرتا ہے۔ تشریح و توضیح کرنے میں مدرس کی یہ کوشش ہونی چاہئے۔ کہ وہ طلبہ کی قوتِ متخیلہ کو جگلاتے تاکہ وہ لفظ کے معنی کا صحیح صحیح خیال اپنے ذہن میں بٹھاسکیں۔ جغرافیے کے سبقوں میں بھی مختلف اصطلاحات۔ مثلاً۔ جھیل۔ جزیرہ۔ پہاڑ۔ دریا۔ میدان۔ جنگل۔ ساحل کے معنی سمجھنے اور اُن نظاروں کا صحیح صحیح خیال ذہن میں بٹھانے کے لئے قوتِ متخیلہ کے عمل کا ہونا ضروری ہے۔ اس مضمون کی تعلیم سے قوتِ متخیلہ کی بہت کچھ تربیت ہو سکتی ہے۔ مدرس ابتدا میں پہلے آس پاس کی چیزوں کا مشاہدہ کراتا ہے۔ پھر اُن کی مدد سے دلچسپ تقریر اور تصویروں وغیرہ کے ذریعے اُن قدرتی نظاروں کا خیال دلاتا ہے۔ جو غیر ملکوں میں موجود ہوں۔ اسی طرح تواریخ۔ علمِ طبعی۔ اور دیگر سبقوں میں بھی اس قوت سے بہت کچھ کام لے سکتے ہیں۔ مگر یہ ضرور یاد رکھو۔ کہ قوتِ متخیلہ کی تربیت مناسب طور پر تب ہی ہو سکتی ہے۔ جبکہ بچے نے قوتِ مدد کے ذریعے بہت کچھ علم کا ذخیرہ حاصل کر لیا ہو۔ اور یہ ذخیرہ قوتِ حافظہ کے ذریعے اس کے ذہن میں موجود ہو۔ جس قدر بچوں کی واقفیت اُن کے آس پاس کی چیزوں کی نسبت زیادہ وسیع۔ صاف اور روشن ہوگی۔ اُسی قدر زیادہ عمدگی اور تیزی کے ساتھ قوتِ متخیلہ اپنا کام کر سکیگی۔ پس مدرس کے لئے ضروری ہے۔ کہ شروع ہی سے بچوں میں چیزوں کو غور سے دیکھنے بھالنے کی عادت ڈالے۔ اُس کا اپنا بیان بھی صاف واضح اور دلچسپ ہو۔ دسی کتابوں میں جو مضامین درج ہوں۔ وہ بچوں کی یاقوت کے مطابق ہوں۔ اُن کی عبارت صاف اور سلیس ہو۔ مناسب موقعوں پر اُن میں تصویریں دی ہوئی ہوں۔ دسی کتابوں کے علاوہ بچوں سے سیر و سفر۔ تواریخی واقعات اور سوانح عمری کی دیگر دلچسپ کتابیں بھی پڑھوانی چاہئیں۔ اس قسم

کے مطالعہ سے بچوں کی قوت متخیلہ بڑھیں گی۔ اور اُن کے اخلاق پر اچھا اثر ہوگا۔ فیکٹوں کو استحکام حاصل ہوگا۔ اُن کے اعتقادات اور عقیدوں میں زور آئیگا۔ مگر اس قسم کی کتابوں کے انتخاب کرنے میں مدرس کو بڑی احتیاط رکھنی چاہئے۔ جس طرح کسی اچھی کتاب کے پڑھنے سے خیالات پر نہیک اثر پڑتا ہے۔ اسی طرح بُری کتابوں کے پڑھنے سے بچے کی طبیعت بگڑ جایا کرتی ہے۔ جن بچوں کو جبری صحبت کی وجہ سے عاشقانہ مضامین اور بُرے فسانوں کے پڑھنے کی چاٹ لگ جاتی ہے۔ وہ مدرسے کی تعلیم کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ اور اُن کا چال چلن جلدی خراب ہو جاتا ہے۔ ایک بات اور یاد رکھو۔ وہ یہ ہے۔ کہ بعض اوقات قوت متخیلہ مناسب احتیاط نہ رکھنے کی وجہ سے زور پکڑ جاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان جہی اور دیوانہ ہو جاتا ہے۔ کسی کام کا ج کا نہیں رہتا۔ یا تعصبات اور توہمات کے پنجے میں گرفتار رہتا ہے۔ جتنی قوتوں کا ہم اُس باب میں ذکر کریں گے۔ ان سب کی ترویج اس طریق پر ہونی چاہئے۔ کہ قوت فیصلہ و استدلال کے مطیع اور تابع رہیں +

نوٹ۔ قوت متخیلہ کی تربیت کا بیان کرتے وقت مدرس کو مفضلہ ذیل امور کی طرف توجہ دلائی چاہئے :-

۱۔ قوائے مشاہدہ کی تربیت کی ضرورت۔ ذہنی تصاویر بنانے کے لئے خیالات کا ہونا لازمی ہے۔ اور خیالات حاصل کرنے کے لئے مشاہدہ کرنا ضروری ہے۔ اس واسطے ابتدائی مصالح کے لئے قوت متخیلہ قوت مشاہدہ پر منحصر ہوتی ہے۔ جو اشیا ہمارے مشاہدے سے گزر چکتی ہیں۔ انہیں کے ذریعے ہم اُن اشیا کا تصور کر سکتے ہیں۔ جو ہم نے نہیں دیکھی ہیں۔ قوت متخیلہ کے ذریعے ہم کوئی شے نیستی سے ہستی میں نہیں لا سکتے +

۲۔ قوت متخیلہ کو تحریک دینے کے لئے نمونوں۔ تصویروں اور زبانی تشریحوں کے فوائد کا مقابلہ +

(و) نمونوں میں قدر اور رنگ کا خیال کرنا پڑتا ہے +

(ب) تصاویر میں قدر۔ جسامت اور بعض اوقات رنگ کا بھی خیال

کرنا پڑتا ہے +

(ج) زبانی تشریحات میں قد-جسامت رنگ اور اُن سب کو فراہم کرنے کا خیال کرنا پڑتا ہے +

۳- عمدہ ذہنی تصاویر کی علامات- ذہنی تصاویر اسی اشیاء کے جوہر اور صحیح ہوتی چاہئیں۔ ان تصاویر کا ہونا ابتدائی خیالات کی صفائی پر منحصر ہوتا ہے۔ اور اُن کی صحت مختلف خیالات کی صداقت اور اُنہیں مناسب قرینے سے یکجا فراہم کرنے پر +

۴- جو ذہنی تصاویر طلبہ بنائیں۔ اُن کی صحت معلوم کرنے کے وسائل۔ طلبہ سے سوالات کرو۔ اور اُن سے کہو۔ کہ جو کچھ تم نے پڑھایا سنا ہے۔ اُسے اپنے الفاظ میں بیان کر جاؤ +

۵- قوتِ تخیلہ سے کام لینے کے نتائج۔ اگر قوتِ تخیلہ سے کام لوگے۔ تو تین بڑے نتیجے پیدا ہونگے۔ یعنی ذہنی تصاویر کا بنانا۔ کھوں وغیرہ کی ایجاد۔ اور مذاقی تاثرات کا بیدار کرنا +

(د) عقلی تخیل کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ اول بیانات کے ذریعہ ذہنی تصاویر بنانا۔ اور دوم بغیر کسی بیرونی امداد کے ذہنی تصاویر بنانا۔ ترقی علوم و علمی معلومات کا باعث یہی ذریعہ ہے +

(ب) کھوں وغیرہ کی ایجاد میں قوتِ تخیلہ کا کام۔ سیدھی سادی کھوں کے ملانے جلانے اور جوڑنے توڑنے ہی کا خیال کرنے سے نئی کلیں ایجاد ہوتی ہیں +

(ج) مذاقی تخیل سے فنون لطیفہ یعنی شاعری۔ موسیقی اور مصوری میں بڑی مدد ملتی ہے + (ایڈیٹر)

خلاصہ

۱- تخیل وہ ذہنی عمل ہے۔ جس کے ذریعے نفس گزشتہ خیالات کو فراہم کر کے اُن سے نئے خیالات قائم کرتا ہے۔ اور جس ذہنی قوت کے ذریعے یہ عمل ہوتا ہے۔ اُسے قوتِ تخیلہ کہتے ہیں +

۲- کسی شے کا ذکر پڑھ کر یا سن کر اُس کی تصویر ذہن میں بنانے

کو تخیل ترکیبی کہتے ہیں۔ مگر مشاہدے کی مدد اور غور و غوض کرنے سے اعلیٰ قسم کی علمی تحقیقات اور مختلف قسم کی ایجادیں کرنے کو تخیل اختراعی کہتے ہیں +

۳۔ ذہن کے مختلف خیالات کو جمع رکھنے اور ہر وقت ضرورت انہیں پیش کرنے والی قوت کو قوتِ حافظہ کہتے ہیں۔ اور ان خیالات کو گھٹا بڑھا کر نئی اور نامعلوم ذہنی تصاویر بنانے والی قوت کو قوتِ متخیلہ کہتے ہیں +

۴۔ قوتِ متخیلہ کی تربیت کرنے کے لئے :-

- (۱) طلبہ کو ٹھیک طور پر مشاہدہ کرنا سکھاؤ +
- (۲) خیالات کو دوبارہ فراہم کرنے کی مشق کراؤ +
- (۳) ذہنی تصاویر بنانے میں نمونوں - تصویروں اور زبانی تشریحوں کا استعمال کرو +

چھٹی فصل

قوتِ متصورہ (CONCEPTION)

۱۔ قوتِ متصورہ سے کیا مراد ہے + [قوتِ مدركہ اور متخیلہ کے ذریعے ہمیں علیحدہ علیحدہ چیزوں کی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ یہ واقفیت جیسا ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ حافظے کے ذریعے ذہن میں جمع رہتی ہے۔ اور ضرورت کے وقت ذہن کے سامنے آ جاتی ہے۔ اگر نفس کو ہر ایک چیز کا علیحدہ علیحدہ علم ہوتا۔ اور ہر چیز کے علم کو ذہن میں رکھنا پڑتا۔ تو تم قیاس کر سکتے ہو۔ کہ نفس کو کس قدر محنت اٹھانی پڑتی۔ اور حافظے پر کس قدر زور پڑتا۔ مثلاً بچے نے جتنے گھوڑے دیکھے ہوں۔ یا جتنے درختوں کا مشاہدہ کیا ہو۔ یا جتنی کتابیں اُس کی نظر سے گزری ہوں۔ اگر ہر ایک گھوڑے۔ ہر ایک درخت اور ہر ایک کتاب کی علیحدہ علیحدہ تصویریں ذہن میں قائم رکھنی پڑتیں۔ تو اس کے

لئے یہ کام کس قدر مشکل ہوتا۔ مگر دنیا میں بچہ اُن کے علاوہ سینکڑوں اور قسم کی چیزیں بھی دیکھتا بھالتا ہے۔ پس ممکن نہیں۔ کہ اس قدر بے شمار چیزوں کی علیحدہ علیحدہ ذہنی تصویریں حافظے میں آسانی کے ساتھ جمع ہو سکیں۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں۔ کہ کس آسان طریقے سے نفس اس قدر بے شمار چیزوں کی واقفیت کو حافظے میں جمع رکھتا ہے۔ فرض کرو۔ کہ سفر میں جاتے ہوئے دور سے کوئی درخت تمہاری نظر پڑتا ہے۔ تم دیکھتے ہی کہ اُٹھتے ہو۔ کہ سامنے درخت نظر آتا ہے۔ نا معلوم کس چیز کا۔ اب ہم تم سے یہ پوچھتے ہیں۔ کہ تم نے درخت کو نزدیک جا کر نہیں دیکھا۔ نہ اس کی شاخوں اور پتوں وغیرہ کا پاس جا کر مشاہدہ کیا ہے۔ پھر یک نخت درخت کس طرح کہ دیا۔ ذرا غور کرو۔ تو اوپر کے سوال کا تم خود جواب دے سکتے ہو۔ بات یوں ہے۔ کہ بچہ جب مختلف قسم کے درخت دیکھتا ہے۔ تو اس کا نفس اس مشاہدے کی مدد سے درخت کا ایک عام خیال قائم کر لیتا ہے۔ اس عام خیال میں وہ خاصیتیں شامل ہوتی ہیں۔ جو کل درختوں میں جو اُس کے مشاہدے سے گزرے ہیں۔ پائی جاتی ہیں۔ مثلاً درخت کی نسبت نیچے کا عام خیال یہ ہوتا ہے۔ کہ درخت کی جڑ۔ اس کا لمبا تنہ اور شاخیں اور پتے ہوتے ہیں۔ اور اور قسم کی چیزوں کی حالت میں بھی نیچے کا نفس یہی عمل کرتا ہے۔ مثلاً کتاب کی حالت میں اُس کا یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ چند ورق مجھڑے ہوتے ہیں۔ اور اُن پر کچھ لکھا ہوا ہوتا ہے۔ اب تم خیال کر سکتے ہو۔ کہ اس طرح کے عمل سے ذہن کو کس قدر آسانی ہوتی ہے۔ دیکھو صرف چند مشترکہ خواص یعنی جڑ۔ تنہ۔ پتے اور شاخوں کے ذریعے دنیا کے کل درختوں کو پہچان سکتے ہیں۔ اور انہیں اور چیزوں میں گڑبڑ نہیں ہونے دیتے۔ اسی طرح ان دو مشترکہ خاصیتوں یعنی جڑے ہوئے ورق اور اُن پر کچھ لکھا ہوا۔ کے ذریعے

کل کتابوں کی شناخت کر سکتے ہیں۔ ذرا اور غور کرنے سے تم پر لفظ درخت اور کتاب کے معنوں کی ماہیت اور بھی کھل جائیگی۔ لفظ درخت ان مشترکہ خاصیتوں کے مجموعے کو ظاہر کرتا ہے۔ جو کل قسم کے درختوں میں پائی جاتی ہیں۔ یا یوں کہو۔ کہ لفظ درخت سے کل درختوں کی جماعت تعبیر ہوتی ہے۔ اسی طرح سے لفظ کتاب کل کتابوں کی جماعت کو تعبیر کرتا ہے۔ اور ان مشترکہ خاصیتوں کے مجموعے کو ظاہر کرتا ہے۔ جو کل کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ہم تمہیں ایک اور مثال دیتے ہیں۔ شاید اس سے ہمارا مطلب تمہارے خوب ذہن نشین ہو جائیگا۔ تم نے صدائیں مختلف قسم کی دیکھی ہوں گی۔ بعض اونچی۔ بعض نیچی۔ بعض چوڑی۔ بعض چھوٹی۔ بعض گول بعض مستطیل بعض مربع۔ بعض چار ٹانگوں والی۔ بعض صرف ایک ٹانگ والی۔ بعض تینچی دار۔ بعض جن کے پائے گول ہوتے ہیں۔ اور بعض جن کے پائے پہلو نما ہوتے ہیں۔ اب ہم تم سے یہ پوچھتے ہیں۔ کہ میز کسے کہتے ہیں۔ شاید تم کہو گے۔ کہ میز مستطیل شکل کی ہوتی ہے۔ جس کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں۔ لیکن تمہارا یہ جواب غلط ہے۔ کیونکہ میز گول بھی ہوتی ہے۔ اور یہ ضرور نہیں۔ کہ اس کی چار ٹانگیں ہوں۔ پھر شاید تم کہو۔ کہ میز گول یا مستطیل شکل کی ہوتی ہے۔ اور اس کی ٹانگیں ہوتی ہیں۔ لیکن یہ جواب بھی غلط ہے۔ کیونکہ یہ ضرور نہیں۔ کہ اس کی شکل مستطیل یا گول ہی ہو۔ مربع بھی ہو سکتی ہے۔ نصف دائرہ بھی ہو سکتی ہے۔ غرضیکہ اسی طرح تم سوچتے چلے جاؤ۔ تو آخر کو ٹھیک جواب یہ ہوگا۔ کہ چوٹی سطح اور ٹانگوں والی چیز کو میز کہتے ہیں۔ اور ٹھیک بھی تو یہی ہے۔ کیونکہ چوٹی سطح اور ٹانگیں دو ہی مشترکہ خواص ہیں۔ جو کل قسم کی میزوں میں پائے جاتے ہیں۔ ان مشترکہ خواص کے دریافت کرنے میں تم نے اور بہت سی خاصیتوں کو چھوڑ دیا ہے۔ مثلاً مستطیل شکل۔ مربع شکل۔ گول شکل۔ چار ٹانگوں والی۔ تینچی دار۔ ایک ٹانگ والی۔ رنگین۔ سادہ۔ اونچی۔ نیچی۔ بادامی رنگ کی۔ سیاہ رنگ کی۔ وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ خاصیتیں ذاتی ہیں۔ یعنی کل میزوں

ہیں نہیں پائی جاتیں۔ ذہن کے اس عمل کو جس سے نفس کسی شے کی جماعت کے افراد کی مشترکہ خاصیتوں کو لے کر اُن سے ایک عام خیال (General notion) قائم کرتا ہے۔ تصوّر (Conceiving) کہتے ہیں۔ اور ذہن کی جس قوت کے ذریعے یہ عمل ہوتا ہے۔ اُسے قوتِ منصوّرہ (Conception) کہتے ہیں۔

اوپر کے بیان سے قوتِ مدرکہ۔ تخیلہ اور منصوّرہ کا باہمی فرق تمہاری سمجھ میں آگیا ہوگا۔ پہلی دو قوتوں اور قوتِ منصوّرہ میں بڑا فرق یہ ہے۔ کہ مدرکہ اور تخیلہ میں ذہن کے عمل علحدہ علحدہ چیزوں کی نسبت ہوتے ہیں۔ اور قوتِ منصوّرہ کے عمل میں نفس علحدہ علحدہ چیزوں کو یکجا فراہم کر کے اُن کی خاصیتوں کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس طرح کے مقابلے سے دن کی عام قسمیں بناتا ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ چیزوں کی نسبت عام خیال قائم کرتا ہے۔ نیچے کے ذہن میں بے شمار طرح طرح کے تصوّرات (Concepts) مسمے ہوتے ہیں۔ زبان کا ہر ایک لفظ جو کوئی عام نام ہٹا کرتا ہے۔ اور جسے قواعد میں اسمِ مکرہ کہتے ہیں۔ فی الحقیقت کسی تصوّر ہی کو ظاہر کیا کرتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک عام نام مثلاً کتا۔ دھات۔ شیشہ۔ چارپائی۔ کرسی۔ دوات۔ آدمی۔ مائع۔ گیس۔ لٹری۔ چاقو۔ گھڑی۔ صندوق وغیرہ اُن مشترکہ خاصیتوں کے مجموعے کو ظاہر کرتا ہے۔ جو اُس کی جماعت کی ہر ایک فرد میں پائی جاتی ہیں۔ خیال رکھو۔ کہ اگر تم طلبہ سے اسمِ مکرہ کے معنی پوچھو گے۔ یا یہ سوال کرو گے۔ کہ فلاں اسمِ مکرہ سے جو اشیا تعبیر ہوتی ہیں۔ اُن میں کیا خاص مشترکہ پائے جاتے ہیں۔ تو یا تو بچے بالکل ہی جواب نہ دے سکیں گے۔ یا اُس قسم کی کسی خاص شے کا نام لے دیں گے۔ یا خاص خواص بیان کر دیں گے۔ یا ایک دو مشہور اور ظاہری خواص مشترکہ بتا دیں گے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اشیا کے عام تصوّر طلبہ کے ذہن میں مبہم۔ مخلوط اور نامکمل ہوتے ہیں۔ پس طلبہ کو صاف اور غیر مبہم اور مکمل تصوّر بنانا سکھانے ہی کی غرض سے ہم قوتِ منصوّرہ کی تربیت کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

۲۔ تصور میں ذہن کو کیا کیا عمل کرنے پڑتے ہیں ؟

”تمہیں معلوم ہے۔ کہ میز کا تصور کس طرح دلاتے ہیں۔ اول ہم طرح طرح کی بہت سی میزوں کا معائنہ کرتے ہیں۔ پھر ہم اُن کا مقابلہ کر کے یہ معلوم کرتے ہیں۔ کہ کن کن باتوں میں وہ ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی ہیں۔ ہم اُن کی صورت شکل۔ ادبچائی۔ رنگ۔ ٹانگوں کی تعداد۔ ٹکڑی یا پتھر وغیرہ کا بالکل خیال نہیں کرتے۔ بلکہ صرف اُنہیں باتوں کو مد نظر رکھتے ہیں۔ جن میں وہ مشابہ ہوتی ہیں۔ یعنی ہر ایک میز کی چپٹی سطح اور سہارے کے لئے اُس کے پائے۔ پھر ہم ان دونوں مشترکہ خواص کو یکجا فراہم کر کے ایک عام تصور پیدا کرتے ہیں۔ یعنی چپٹی سطح جو پاؤں کے سہارے قائم ہو۔ اور آخر میں ہم اُن تمام اشیا کو جن میں یہ دونوں مشترکہ خواص پائے جاتے ہیں۔ ایک خاص نام یعنی میز سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس تصور میں ذہن کو مندرجہ ذیل پانچ عمل کرنے پڑتے ہیں۔“۔ (ایڈیٹر)

(۱) ایک قسم کی مختلف چیزوں کا معائنہ کرنا (Examination)۔ خواہ وہ چیزیں حواس کے سامنے موجود ہوں۔ اور ادراک کا عمل ہو رہا ہو۔ خواہ حافظے کے ذریعے ذہن میں موجود ہوں۔ خواہ دونوں کے ذریعے ہمارے نفس کے سامنے ہوں۔ لیکن یہ ضروری ہے۔ کہ اُن چیزوں کی کافی تعداد ہو۔ ورنہ ممکن ہے۔ کہ نتیجہ نا کمال رہے۔ اور اُس قسم کے کل افراد پر حاوی نہ ہو۔ مثلاً جس بچے نے مستطیل اور مربع شکل کی چار ٹانگوں والی میزوں کے سوا اور کوئی میز نہیں دیکھی۔ اُس کا میز کی نسبت عام خیال یہی ہوگا۔ کہ چوکور تختے اور چار ٹانگوں والی چیز کو میز کہتے ہیں +

نوٹ۔ اس سے ہمارا یہ منشا نہیں ہے۔ کہ ابتدا ہی سے بچے کو چیزوں کی نسبت کمال عام خیال دلایا جائے۔ بلکہ مدتیں کو چاہئے۔ کہ اس بارے میں بچے کی عمر اور استعداد کا خیال رکھے۔ اور یہ مد نظر رکھے۔ کہ بچہ جوں جوں ترقی کرتا جائے۔

- چیزوں کی نسبت اُس کی عام واقفیت وسیع ہوتی جائے۔ اور اُن کی نسبت عام خیال بتدریج مکمل ہوتے جائیں۔
- (۲) چیزوں کا مقابلہ کرنا (Comparison)۔ یعنی فرق اور مشابہت کی باتیں معلوم کرنا۔
- (۳) ذاتی خاصیتوں کو نظر انداز کرنا۔ ذہن کے اس عمل کو تجرید (Abstraction) کہتے ہیں۔
- (۴) عام خاصیتوں پر توجہ کرنا۔ اور اُنہیں ذہن میں یکجا جمع کر کے اُن سے ایک عام خیال قائم کرنا۔ ذہن کے اس عمل کو تعمیم (Generalisation) کہتے ہیں۔
- (۵) اس عام خیال کو مناسب لفظ یا اصطلاح سے تعبیر کرنا (Naming)۔ اور اس کے ذریعے ذہن میں قائم رکھنا۔ تاکہ جب وہ نئے نظر سے غائب ہو۔ تو اُس کا عام خیال نام کے ذریعے نفس میں قائم رہے۔ الفاظ گویا خیالات کے قلعے ہیں۔ اگر الفاظ نہ ہوتے۔ تو ہماری معلومات کا ذخیرہ بہت ہی محدود ہوتا۔

۲۔ قوت متصورہ کی تربیت کا طریق :- چونکہ ہر ایک قوت مشق ہی سے نشو و نما پاتی اور ترقی کرتی ہے۔ اس لئے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ قوت متصورہ کی تربیت بچوں سے اُنہیں مختلف عملوں کی مشق کرانے سے ہو سکتی ہے۔ جن کے ذریعے ہم تصور دلاتے ہیں۔ یعنی مقابلہ۔ تجرید اور تعمیم کی۔ اس قوت کی تربیت میں مندرجہ ذیل باتیں مد نظر رکھنی چاہئیں :-

(۱) اس غرض سے کہ چیزوں کی نسبت ہمارا عام خیال واضح اور روشن ہو۔ ضروری ہے۔ کہ مختلف قسم کی چیزیں بچے کے سامنے پیش کی جائیں۔ اور خود بچوں سے اُن کا مقابلہ اور مشاہدہ کرایا جائے۔ مثلاً جغرافیہ کے سبقوں میں مدرس کو چاہئے۔ کہ مناسب چیزوں۔ نمونوں اور خاکوں سے کام لے۔ اسی طرح اشیا کے کل سبقوں میں عموماً اور اس قسم کے مقابلے کے

سبقوں میں خصوصاً کافی سامان کا ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ پڑھنے اور صرف و نحو کے سبقوں میں کسی لفظ کے معنی کو طلبہ کے ذہن نشین کرنے کے لئے اس لفظ کا دیگر مشتق اور مشابہ الفاظ سے مقابلہ کرانا چاہئے۔ اور توضیح کے طور پر مدرسِ اول خود مثالیں دے۔ اور پھر اس قسم کی مثالیں طلبہ سے پوچھے *

(۲) مختلف خاصیتوں کے نکلوانے کے لئے بچوں کی عقل پر زور ڈالا جائے۔ مدرس صرف ہادی اور رہنما بنے *

(۳) مختلف چیزوں کے مقابلے سے کسی شے کے ذاتی اور مشترک خواص میں خوب تمیز کی جائے۔ اور مشترک خواص کو اچھی طرح ذہن نشین کیا جائے *

(۴) تعلیم ایسی ہو۔ کہ کل افراد پر حاوی ہو *

(۵) ہمیشہ طلبہ سے اُن کے اپنے الفاظ میں تعریفیں نکلوانی چاہئیں۔ اس سے مدرس کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ طلبہ چیزوں کی مشترک اور غیر مشترک خاصیتوں کو کس قدر سمجھ گئے ہیں۔ اگر طلبہ کسی اسمِ نکرہ کی تعریف نہیں کر سکتے۔ تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں۔ کہ اُس شے کا تصور اُن کی سمجھ میں نہیں آیا ہے *

(۶) ”توتِ متصورہ کی ترقی کے لئے مفصلہ ذیل مضامین از بس مفید ہیں :-

(د) پڑھنے کے سبق۔ ان اسباق میں مدرس طلبہ سے ایک ہی قسم کی مختلف اشیاء کے خواص بیان کرائیگا۔ اور اسمائے نکرہ کی تعریفیں پوچھیگا *

(ب) صرف و نحو۔ ان اسباق میں طلبہ الفاظ کا مقابلہ کر کے اور بلحاظ اُن کے عمل کے اُن کے اقسام بنا کر اصطلاحوں کی تعریفیں کریں گے *

(ج) جغرافیہ۔ ان اسباق میں اصطلاحیں بتانے اور تعریفیں نکلوانے

سے پہلے مدرس طلبہ کے سامنے مختلف طبعی نظاروں کے نمونے اور طرح طرح کی اشیا پیش کریگا۔

(د) اسباق الاشیا و علمِ طبعیات۔ اشیا کی نوعیں بنانے اور اُن کی تعریفیں نکلوانے میں مدرس طلبہ کی رہنمائی کریگا۔ یہ کام خود طلبہ کو کرنا چاہئے۔ مدرسوں کے لئے صرف ہدایات دینی اور رہنمائی کرنی کافی ہے۔ اگر طلبہ کا کام مدرس کریئے۔ تو بچائے فائدے کے نقصان ہوگا۔ مدرس کو یہ بات بالخصوص یاد رکھنی چاہئے۔ جبکہ وہ پرائمری کی چوتھی پانچویں جماعتوں کو اسباق الاشیا پڑھاتا ہو۔ (ایڈیٹر)

خلاصہ

۱۔ جس عملِ ذہنی کے ذریعے نفس کسی شے کی جماعت کے افراد کی مشترکہ خاصیتوں کو لیکر ایک عام خیال قائم کرتا ہے۔ اس عمل کو تصور یا تصور کرنا کہتے ہیں۔

۲۔ ذہن کی جس قوت کے ذریعے یہ عمل ہوتا ہے۔ اُسے قوتِ متصورہ کہتے ہیں۔

۳۔ کسی جماعت کے افراد کی مشترکہ خاصیتوں کے مجموعے کو عام خیال یا تصور کہتے ہیں۔

۴۔ تصور میں ذہن کو مفصلہ ذیل عمل کرنے پڑتے ہیں :-

(۱) ایک ہی قسم کی مختلف اشیا کا معائنہ کرنا (Examination) +

(۲) ان اشیا کا مقابلہ کر کے فرق و مشابہت کی باتیں دریافت

کرنا (Comparison) +

(۳) تجرید یعنی ذاتی خواص اشیا کو نظر انداز کرنا (Abstraction) +

(۴) تعمیم یعنی خواص مشترکہ کو یکجا فراہم کر کے اُن سے ایک عام

خیال پیدا کرنا (Generalisation) +

(۵) اس عام خیال کو مناسب لفظ یا اصطلاح سے تعبیر کرنا (Naming) +

۵۔ قوتِ متصورہ کی تربیت طلبہ سے مقابلہ۔ تجرید اور تعمیم کے عملوں

کی مشق کرانے سے ہوتی ہے +

۴۔ قوتِ متصورہ کی تربیت کے لئے مفصلہ ذیل مضامین از بس

مفید ہیں :-

(۱) پڑھنے کے سبق +

(۲) صرف و نحو +

(۳) جغرافیہ +

(۴) اسباقی الاشیا و علمِ طبیعیات +

ساتویں فصل

قوت فیصلہ یا عقل (JUDGMENT)

۱۔ قوتِ فیصلہ کسے کہتے ہیں + قوتِ متصورہ کے بیان میں ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ قوتِ متصورہ اور مدرکہ اور متخیلہ میں بڑا بھاری فرق یہ ہے کہ آخر الذکر قوتوں کی حالت میں ذہن کے عمل علیحدہ علیحدہ چیزوں کی نسبت ہوتے ہیں۔ اور اول الذکر قوت یعنی قوتِ متصورہ میں نفس مختلف چیزوں کو فراہم کر کے اُن کی خاصیتوں کا باہمی مقابلہ کرتا ہے۔ اور اس مقابلے کی وجہ سے اُن کی نوعیں یا قسمیں بناتا ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ چیزوں کی نسبت خیالات عامہ قائم کرتا ہے۔ مختلف قسم کے تصورات یا خیالات عامہ کی مثالیں پہلے دی جا چکی ہیں۔ مثلاً میز۔ کرسی۔ جہاز۔ دریا۔ کواڑ۔ درخت۔ کتاب۔ گول۔ سیاہ۔ چوڑا۔ رنگین۔ اونچا۔ مجلہ۔ صاف۔ ٹھنڈا۔ بُرا۔ بھلا۔ نیک۔ بد وغیرہ یہ سب مختلف قسم کے تصورات ہیں۔ کیونکہ یہ اُن چیزوں کی جماعتوں کے نام ہیں۔ اور اُن سے کوئی خاص چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ برعکس اس کے زید کے کمرے کی میز یا یہ میز۔ دریائے رادی۔ لاہور۔ ہمالیہ۔ سکھ و گھوڑیا وغیرہ یہ خاص چیزوں کے نام ہیں۔ اور قوتِ مدرکہ اور متخیلہ کے نتائج ہیں۔

انہیں تم جداگانہ چیزوں کے مفرد خیالات کہہ سکتے ہو۔ اب تم مفرد خیال اور تصور یا عام خیال میں بھی فرق سمجھ گئے ہوں گے۔ مفرد خیال کسی خاص شے کا ہوتا ہے۔ اور اُس میں اس شے کے کل خواص شامل ہوتے ہیں۔ تصور یا عام خیال کسی شے کی جماعت کا ہوتا ہے۔ اور اس میں وہ مشترکہ خواص شامل ہوتے ہیں۔ جو اُس جماعت کے کل افراد میں پائے جاتے ہیں۔ مختلف چیزوں کی نوعیں بنانے اور اُن کی نسبت عام خیالات یا تصورات قائم کرنے کے بعد نفس یہ ترقی کرتا ہے۔ کہ کوئی سے دو مختلف طرح کے خیالات کو لیتا ہے۔ اور اُن کا باہمی مقابلہ کر کے اُن میں مشابہت یا اختلاف کو دریافت کرتا ہے۔ پھر اس مشابہت یا اختلاف کو جملوں میں ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً یہ برف کا ڈلا ٹھنڈا ہے۔ یہ میز گول نہیں ہے۔ بھالیہ پہاڑ ہے۔ یہ کاغذ سفید ہے۔ یہ سیاہی سُرخ نہیں ہے۔ یہ صحن چوکور ہے۔ وہ پرند اڑتا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مختلف خیالات میں مشابہت یا اختلاف ظاہر کرنے کے ذہن کے اس عمل کو فیصلہ کہتے ہیں۔ اور ذہن کی جس قوت کے ذریعے یہ عمل ہوتا ہے۔ اُسے قوت فیصلہ یا عقل بولتے ہیں۔ پس قوت فیصلہ ذہن کی وہ قوت ہے۔ جس سے ہم کوئی سے دو خیالات کا مقابلہ کر کے اُن کی باہمی مطابقت یا اختلاف کی نسبت اپنی رائے قائم کرتے ہیں۔ جو مثالیں اوپر دی گئی ہیں۔ وہ فیصلے کی بہت سیدھی سادی صورتیں ہیں۔ کیونکہ ہر ایک مثال میں ایک مفرد خیال اور دوسرے عام خیال یا تصور میں یا باہمی مشابہت یا اختلاف کو نظر کیا گیا ہے۔ اب ہم فیصلے کی اور مثالیں دیتے ہیں۔ سونا دھات ہے۔ گھوڑا جانور ہے۔ انسان حیوان ناطق ہے۔ مائعات بہنے والے ہیں۔ برف ٹھنڈی ہوتی ہے۔ سیارے اجرام فنی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ مثالیں پہلی قسم کی مثالوں سے ذرا مشکل اور پیچیدہ ہیں۔ کیونکہ ہر ایک مثال میں دو خیالات تصورات یعنی عام خیالات ہیں۔ اور اس وجہ سے ان میں باہمی مشابہت اور اختلاف

دریافت کرنے میں عقل پر زیادہ زور پڑتا ہے :

۲۔ قوت فیصلہ کے عمل : تم شاید یہ سمجھ گئے ہو گے۔ کہ فیصلہ میں ذہن کو کون کون سے عمل کرنے پڑتے ہیں۔ ایک اور مثال کے ذریعے اس امر کو ہم اور بھی واضح کرتے ہیں۔ فرض کرو۔ کہ مدرس اثنائے تعلیم میں کسی طالب علم سے یہ سوال کرتا ہے۔ کہ جہاز کونسا کلمہ ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ اگر طالب علم کچھ کے تین اقسام یعنی اسم۔ فعل۔ حرف کے معنوں اور اُن کی ماہیت سے واقف ہے۔ تو وہ اپنے ذہن میں اس طرح کے سوال و جواب سے کام لے گا۔ دیکھو۔ جہاز فعل ہے۔ نہیں یہ فعل نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے کسی کام کا کرنا ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ اس میں زمانہ پایا جاتا ہے۔ جہاز حرف بھی نہیں ہے۔ جہاز ضرور اسم ہے۔ کیونکہ یہ کسی چیز کا نام ہے۔ اوپر کے بیان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ لفظ جہاز کا تینوں کھوں یعنی اسم۔ فعل۔ حرف میں سے ہر ایک کے ساتھ مقابلہ کیا گیا ہے۔ بعض صورتوں میں نتیجہ منفی ہوا۔ اور آخر میں اسم اور جہاز میں مشابہت معلوم کر کے اسم کو انتخاب کیا گیا۔ اور اُس کا اظہار اس طرح کیا گیا۔ کہ جہاز اسم ہے۔ پس فیصلہ کے دو بڑے عمل مقابلہ اور انتخاب (راے قائم کرنا) ہیں :

۳۔ قوت متصورہ اور فیصلے کا باہمی تعلق : فیصلے کی جس قدر مثالیں اوپر دے آئے ہیں۔ اُن سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ فیصلہ کے ہر عمل میں دو خیالات کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ اور ان میں سے ایک خیال عموماً عام خیال یا تصور ہوتا ہے۔ برعکس اس کے ذرا غور کرنے سے تمہیں یہ بھی معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہر ایک تصور یا عام خیال کے قائم کرنے میں فیصلے کا عمل پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ہم اشیاء کی مشترکہ خاصیتوں کو معلوم نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ مقابلہ اور انتخاب کے ذریعے ذاتی خاصیتوں سے اُن کی تمیز نہ کی جائے۔ اور یہ کام قوت فیصلہ کا ہے۔ مثلاً بچے کے ذہن میں بھاری ہونے کا تصور نہیں پیدا ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ مختلف چیزوں میں مقابلے کے ذریعے بھاری ہونے کی مطابقت کو معلوم نہ

کرے۔ پس تصور کے ہر عمل میں فیصلے کے عمل کا ہونا گویا کسی ہی منحنی حالت میں کیوں نہ ہو۔ ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ تصور کے ہر عمل میں فیصلے کا عمل پایا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے جو تصورات پیدا ہوتے ہیں۔ وہ فیصلے کے عملی عملوں میں کام آتے ہیں۔ قوتِ متصورہ اور قوتِ فیصلہ کی ترقی ساتھ ساتھ ہوتی ہے۔ اور ایک کی ترقی دوسرے پر منحہ ہے۔

۴۔ قوتِ فیصلہ کی تربیت کا طریقہ : قوتِ فیصلہ کی ترقی میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۱) چونکہ قوتِ فیصلہ کے عمل میں مختلف قسم کے خیالات یعنی درکات و تخیلات اور تصورات میں مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اس غرض سے کہ قوتِ فیصلہ کے نتائج صحیح اور قابل اعتبار ہوں۔ یہ ضرور ہے۔ کہ خیالات ذہن میں بکثرت ہوں۔ اور واضح۔ روشن۔ مکمل اور صحیح ہوں۔ چونکہ بچوں کے خیالات محدود اور غلط ہوتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کے فیصلے بھی غلط اور نادبست ہوتے ہیں۔ اس لئے مدرس کو لازم ہے۔ کہ قوتِ فیصلہ کو ترقی دینے سے پہلے مدرسہ اور متصورہ کو ترقی دے۔ اور بچوں میں یہ عادت پیدا کرے۔ کہ وہ چیزوں کو اچھی طرح دیکھیں بھالیں۔ پھرتی سے ان کا مقابلہ کریں۔ اور فی الفور رائے قائم کر لیں۔ مثلاً اشیاء کے سبقوں میں مدرس کا فرض ہے۔ کہ طلبہ سے رہنمائی۔ شکل وغیرہ کے لحاظ سے چیزوں کا مقابلہ کرائے۔ پھر ان کی قوتِ عقل پر زور ڈال کر بناوٹ اور عادت۔ استعمال اور خامیوں میں تعلق اور مطابقت نکلائے۔ حساب کے سبقوں میں جہاں تک یہ ممکن ہے۔ طلبہ خود بتائیں۔ کہ فلاں سوال کس قاعدے سے اور کس طرح حل ہوگا۔ قواعد کے سبقوں میں بھی پیشتر اس کے کہ طلبہ یہ بتائیں۔ کہ فلاں لفظ اسم ہے۔ یا فعل ہے۔ یا حرف۔ ان سے

الفاظ کے عمل دریافت کرنے چاہئیں۔ اور اس امر کا تصفیہ کہ فلاں لفظ کلمے کی کونسی قسم ہے۔ مثلاً اسم ہے۔ یا فعل ہے۔ اسم صغیر ہے۔ یا اسم اشارہ ہے۔ متعنی ہے یا لازم۔ حرف عطف ہے یا حرف جر۔ خود طلبہ سے کرانا چاہئے۔ اسی طرح تاریخ کے سبقوں میں مختلف بادشاہوں کی غصمتوں اور ان کے عہد کے طرز حکومت کا مقابلہ مختلف واقعات کے ذریعے طلبہ ہی سے کرانا چاہئے۔ اور ان کی عقل پر زور ڈال کر انہیں سے نتائج نکوانے چاہئیں۔

(۲) مقابلہ کرنے اور سوچنے کے لئے وقت کا ملنا ضروری ہے۔ اگر تم چاہتے ہو۔ کہ بچوں کے نتائج صحیح اور قابل اعتبار ہوں۔ تو یہ ضرور ہے۔ کہ مختلف خیالات کا مقابلہ کرنے اور سوچ سمجھ کر ان میں رائے لگانے کے لئے کافی وقت دیا جائے۔ اکثر مدرس اس بات کا خیال نہیں رکھتے۔ وہ سوال کرتے ہی جواب کے لئے بے صبر ہو جاتے ہیں۔ یا وقت اور محنت سے بچنے کے لئے تعریفات اور نتائج طلبہ کو طوطے کی طرح یاد کرا دیتے ہیں۔ حالانکہ مثالوں کے ذریعے طلبہ کی عقل پر زور ڈال کر خود ان سے تعریضیں اور نتائج اخذ کرانے چاہئیں۔

(۳) ترقی بتدریج ہو۔ یعنی بچوں سے مختلف خیالات کا مقابلہ اور انتخاب ان کی عمر اور استعداد کے موافق کرنا چاہئے۔ مثلاً اشیاء کے سبقوں میں مقابلے کے ذریعے ابتدا میں صریح اور بعد میں غیر صریح خاصیتیں نکوانی چاہئیں۔ اسی طرح حساب کے سبقوں میں شروع میں آسان اور بعد میں مشکل اصول لینے چاہئیں۔ (۴) جہاں تک ہو سکے۔ طلبہ سے مکمل جلوں میں جواب لینے چاہئیں۔ مکمل جلوں میں جواب لینے کا طریقہ قوت فیصلہ کی ترقی کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک جملہ فیصلے کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن مدرس کو چاہئے۔ کہ اکثر اوقات سوال

اپنی عبارت میں پوچھے۔ اور سوال کا طرز بدلتا رہے۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ طالب علم نے سوچ سمجھ کر جواب دیا ہے۔ یا نہیں۔ اور اس کا نتیجہ سے الواقعہ دو خیالات کے مقابلے پر مبنی ہے یا نہیں +

(۵) مندرجہ ذیل مضامین توت فیصلہ کی ترقی میں زیادہ تر مدد و معاون ہیں :-

(۱) لکھنا اور ڈرائنگ۔ اس میں طالب علم کو ہر دفعہ حرف بنانے یا خط کھینچنے پر یہ جانچنا پڑتا ہے۔ کہ میری نقل اصل کے مطابق ہے یا نہیں۔ شروع شروع میں بچہ اپنی غلطی کو ٹھیک ٹھیک نہیں جانچ سکتا۔ اس لئے مدرس کو چاہئے۔ کہ اس غلطی کو بڑا بنا کر تختہ سیاہ پر ظاہر کرے۔ تاکہ بچے کو اپنی غلطی صاف صاف معلوم ہو جائے +

(۲) یارچہ اطفال کے مشغلے۔ مثلاً کاغذ موٹا۔ کاغذ کاٹنا۔ مٹی کی چیزیں بنانا۔ لکڑی کی چیزیں بنانا +

(۳) صرف و نحو۔ بشرطیکہ طلبہ خود الفاظ کے عمل معلوم کریں۔ اور اس بات کی احتیاط رکھی جائے۔ کہ ترکیب میں فقط چیدہ چیدہ الفاظ منتخب کئے جائیں۔ اور طلبہ سے اکثر جوابات کی وجوہات پوچھی جائیں +

(۴) حساب۔ عبارتی سوالات توت فیصلہ کی تربیت کے لئے خاص کر مفید ہیں +

(۵) مختلف قسم کے کھیل۔ مثلاً کونا۔ پھاندنا۔ گیند بٹا۔ لان ٹینس۔ پیرل بارز۔ ہاری زینٹل بار کے کھیل وغیرہ۔ کیونکہ کھیلوں میں طلبہ کو اس بات کا خیال کرنا پڑتا ہے۔ کہ فلاں کھیل میں کتنی طاقت کی ضرورت ہے۔ اور کونسے اعصاب سے زیادہ تر کام لینا ہے۔ اس طرح اندازہ لگانے میں طلبہ اپنی توت فیصلہ سے کام لیتے ہیں +

خلاصہ

- ۱۔ قوت فیصلہ وہ ذہنی قوت ہے۔ جس کے ذریعہ ہم کوئی سے دو خیالات کا مقابلہ کر کے ان کی باہمی مطابقت یا اختلاف کی نسبت اپنی رائے قائم کرتے ہیں +
- ۲۔ اس ذہنی عمل کو فیصلہ کرنا کہتے ہیں +
- ۳۔ ہر ایک فیصلے میں دو عمل کرنے پڑتے ہیں۔ یعنی مقابلہ اور رائے قائم کرنا +
- ۴۔ اس عمل کے نتیجے کو فیصلہ کہتے ہیں +
- ۵۔ فیصلے کے لئے تصور کا ہونا لازمی ہے۔ مگر تصور کے ہر عمل میں بھی فیصلے کا عمل پایا جاتا ہے +
- ۶۔ قوت فیصلہ کی تربیت کے لئے مدرس کو خیال رکھنا چاہئے۔ کہ
 - (۱) طلبہ کے تصور صاف ہوں +
 - (۲) طلبہ خود تصورات کا مقابلہ کریں +
 - (۳) انہیں مقابلہ کرنے اور سوچنے کے لئے کافی وقت ملے +
 - (۴) پورے جملوں میں جواب دیں +
 - (۵) جوابات کی دلائل بھی لاسکیں +
 - (۶) لکھنا۔ ڈرائنگ۔ صرف و نحو۔ حساب اور کھیل اس قوت کی تربیت کے لئے از بس مفید ہیں +

آٹھویں فصل

قوت استدلال (REASONING)

- | | |
|--|--|
| ۱۔ قوت استدلال کسے کہتے ہیں۔ اور اس کے اقسام + | قوت فیصلہ یعنی عقل کا ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں۔ اب تمہیں قوت استدلال کی بابت کچھ بتاتے ہیں۔ یہ قوت عقل کی اعلیٰ قسم ہے۔ اس |
|--|--|

کی بدولت انسان اسے قائم کرنے کی قابلیت رکھتا ہے۔ نیکی اور بدی میں تمیز کر سکتا ہے۔ یہی اُس کی فصاحت کا جزو اعظم ہے۔ اور اسی کی بدولت اُس نے اشرف المخلوقات کا نام پایا ہے۔ انسان اور باقی حیوانات میں بڑا بھاری فرق یہ ہے۔ کہ انسان تو اپنی عقل کو بادی بناتا ہے۔ اور حیوانات اپنی عقل حیوانی ہی پر تکیہ کرتے ہیں۔ یعنی حیوانوں میں انسان کی طرح اسے قائم کرنے اور ترقی کرنے کا مادہ نہیں ہے۔ اُن کی عقل محدود ہوتی ہے۔ گھٹ بڑھ نہیں سکتی۔ یا یوں کہو۔ کہ شروع ہی سے مکمل ہوتی ہے۔ بے کا گھونسا شروع میں بھی ایسا تھا۔ جیسا اب نظر آتا ہے۔ برعکس اس کے انسان کی حالت یکساں نہیں رہتی۔ یہی انسان ترقی کرتا کرتا فرشتوں کے درجے کو حاصل کر سکتا ہے۔ اور یہی انسان تنزل کرتا ہوا بہائم کی حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ ترقی و تنزل زیادہ تر اُس کی عقلی تربیت کے ہونے یا نہ ہونے پر موقوف ہے۔ اوپر کے بیان سے عقل کی عظمت ظاہر ہے۔ اب ہم تمہیں یہ بتاتے ہیں۔ کہ عقل کی اُس اعلیٰ قوت یعنی قوت استدلال سے کیا مراد ہے۔ قوت فیصلے سے اُس کا کیا تعلق ہے۔ اور اُس کی ترقی کے کیا کیا وسائل ہیں ؟

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ کہ دو خیالات کا مقابلہ کرنے سے ایک فیصلہ قائم ہوتا ہے۔ مثلاً سونے کا عنصر سے مقابلہ کرنے سے ہم ان دونوں میں مشابہت دریافت کرتے ہیں۔ اور اس کا اظہار اس طرح کرتے ہیں۔ کہ سونا عنصر ہے۔ اسی طرح سے ہم فیصلے کی اُسی قسم کی اور مثالیں لے سکتے ہیں۔ مثلاً چاندی عنصر ہے۔ لوہا عنصر ہے۔ تانبا عنصر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اب تم ان تمام مثالوں کو یکجا فراہم کر کے دیکھو۔ کہ ان سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ ذرا غور کرنے سے تم معلوم کرو گے۔ کہ یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ تمام دھاتیں عنصر ہوتی ہیں۔ اب اس نتیجے پر غور کرو۔ اس کا اطلاق صرف انہیں دھاتوں پر نہیں ہو سکتا۔ جن کے مشاہدے

سے تم نے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ بلکہ یہ نتیجہ ایک عام نتیجہ ہے۔ جس کا اطلاق کل دھاتوں پر ہو سکتا ہے۔ اس طرح کے عام نتائج سے ہمیں یہ فائدہ پہنچتا ہے۔ کہ جو چیزیں ابھی ہمارے تجربے میں نہیں آئیں۔ اُن کے دریافت ہونے پر یہ نتائج اُن پر بھی صادق آ سکتے ہیں۔ ایک اور سیسہ سادی مثال لو۔ ہم نے پانی۔ گھی اور شہد کو جھٹتے دیکھا ہے۔ اور یہ فیصلے قائم کئے ہیں۔ کہ پانی سردی سے جم جاتا ہے۔ گھی سردی سے جم جاتا ہے۔ اور شہد سردی سے جم جاتا ہے۔ اب ان مثالوں کے اکٹھا کرنے سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ مائع سردی سے جم جاتے ہیں۔ یہ نتیجہ گو خاص خاص مثالوں کے مشاہدہ پر مبنی ہے۔ مگر اس کا اطلاق ہم تمام مائعات پر کرتے ہیں۔ یعنی اس میں وہ مائعات بھی آ جاتے ہیں۔ جن کو ہم نے فی الواقع جھٹتے نہیں دیکھا۔ مثلاً تیل۔ شراب۔ پارہ وغیرہ۔ اب تم یہ سوال کر سکتے ہو۔ کہ پھر ایسے غیر مکمل نتیجوں سے فائدہ ہی کیا۔ جب ایک خاصیت ایک ہی طرح کی بعض چیزوں میں پائی جاتی ہے۔ تو ضرور نہیں۔ کہ اس قسم کی باقی چیزوں میں بھی پائی جائے۔ تمہارا یہ اعتراض بہت معقول ہے۔ آؤ ہم تمہیں بتائیں۔ کہ ایسے غیر مکمل نتیجوں سے کیا فائدہ حاصل ہوتے ہیں۔ اور اکثر صورتوں میں وہ کیوں بمنزلہ مکمل نتیجوں کے سمجھے جاتے ہیں۔ تم جانتے ہو۔ کہ ہر چیز کا باعث ہوا کرتا ہے۔ اور قدرت کے قانون اٹل ہیں۔ اُن میں کسی طرح کا تغیر و تبدل ہونا ممکن نہیں۔ مثلاً سورج ہمیشہ مشرق سے نکلتا ہے۔ اجسام حرارت سے پھیلنے ہیں۔ اور سردی سے سکڑتے ہیں۔ انسان فانی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ نتیجے بھی اوپر کے نتیجوں کی طرح خاص خاص مثالوں کے مشاہدے سے قائم کئے گئے ہیں۔ مگر ایسے نتیجے ہیں۔ کہ اُن کی تصدیق نہ صرف زمانہ حال اور ماضی میں ملتی ہے۔ بلکہ ہمیں پورا پورا اعتقاد ہے۔ کہ زمانہ استقبال میں بھی یہ نتائج ظہور میں آئیں گے۔ اب تم دیکھ سکتے ہو۔ کہ اس قسم کے عام نتیجے

کس قدر مضبوط ہیں۔ یہ نتائج جیسا بادی النظر میں معلوم ہوتا تھا۔ غیر مکمل اور جزوی نہیں ہیں۔ بلکہ مکمل اور گہری ہیں۔ بونگہ قدرت کے قوانین پر مبنی ہیں۔ مگر اس قسم کے عام نتیجوں کے قائم کرنے میں بڑی احتیاط یہ درکار ہے۔ کہ جن مثالوں سے یہ نتیجے قائم کئے جاتے ہیں۔ اُن کی تعداد کافی ہو۔ مثلاً جس شخص نے ایک ہی رنگ کے طوطے دیکھے ہوں۔ اُس کا یہ نتیجہ کہ طوطے سبز رنگ کے ہوتے ہیں۔ غلط ہے۔ کیونکہ طوطے اور رنگوں کے بھی ہوتے ہیں۔ اس قسم کے عام نتائج سے ایک اور بڑا بھاری فائدہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب ہم اس قسم کے عام نتائج قائم کر لیتے ہیں۔ تو اُن سے خاص خاص مثالوں کے حل کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ مثلاً ہمیں یہ عام نتیجہ یاد ہے۔ کہ تمام دھاتیں عنصر ہوتی ہیں۔ پس جب کسی نئی دھات کو دیکھتے ہیں۔ تو اُس کی نسبت بھی جھٹ عنصری ہونے کا فتوے لگا سکتے ہیں۔ اسی طرح کل انسان فانی ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ نرید بھی انسان ہونے کی وجہ سے فانی ہے۔ اسی طرح تمام مائعات سردی پہنچانے سے جم جاتے ہیں۔ اس عام نتیجے سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ شراب بھی سردی پہنچانے سے جم جاتی ہے۔ کیونکہ شراب مائع ہے۔ اب جو کچھ تم پیچھے پڑھ آئے ہو۔ اُسے ذرا دہرا لو۔ دیکھو ہم دو قسم کے نتیجوں کا ذکر کر گئے ہیں۔

اب ہم انہیں پوری صورت میں لکھ کر دکھاتے ہیں +

سونا عنصر ہے۔ تمام دھاتیں عنصر ہیں۔

چاندی عنصر ہے۔ سیسہ دھات ہے۔

تانبا عنصر ہے۔ اُس لئے سیسہ عنصر ہے۔

لوا عنصر ہے۔

.....

.....

اس لئے تمام دھاتیں عنصر ہیں +

پانی سردی پہنچانے سے جم جاتا ہے شہد سردی پہنچانے سے جم جاتا ہے گھی سردی پہنچانے سے جم جاتا ہے اس لئے تمام مائعات سردی پہنچانے سے جم جاتے ہیں۔	تمام مائعات سردی پہنچانے سے جم جاتے ہیں شراب بھی ملتے ہے۔ اس لئے شراب بھی سردی پہنچانے سے جم جاتی ہے۔
---	--

زید فوت ہو گیا۔ عمرو فوت ہو گیا۔ خالد فوت ہو گیا۔ اس لئے انسان فانی ہے۔	انسان فانی ہے۔ بکر انسان ہے۔ اس لئے بکر فانی ہے۔
--	--

دائیں طرف کی مثالوں کو دیکھو۔ ہر ایک عام نتیجہ خاص خاص فیصلوں سے قائم کیا گیا ہے۔ بائیں طرف کی مثالوں میں یہ بات نہیں ہے۔ ان میں پہلے ایک عام نتیجہ لیا گیا ہے جو پہلے خاص خاص فیصلوں سے قائم ہو چکا ہے۔ اس سے نیچے کا جملہ فیصلے کی قسم سے ہے۔ لیکن اوپر کے جملے کی نسبت اس میں ہمیشہ کم عمومیت پائی جاتی ہے۔ تیسرا جملہ پہلے دو جملوں سے نتیجے کے طور پر نکالا گیا ہے۔ یہ دو نو قسم کے نتائج نفس قوت استدلال کے ذریعے قائم کرتا ہے۔ یا نکالتا ہے۔ پس اس قوت کی تعریف یوں ہو سکتی ہے۔ کہ قوت استدلال ذہن کی وہ قوت ہے۔ جس کے ذریعے ہم خاص خاص مثالوں یا واقعات کے مشاہدے سے عام نتائج قائم کرتے ہیں۔ یا قائم کئے ہوئے عام نتیجوں سے آفہ خاص خاص نتیجے نکالتے ہیں۔ پہلی قسم کی مثالوں کو دلیل استقرائی (Induction) کی مثالیں کہتے ہیں۔ اور جو نتیجے ان سے قائم کئے جاتے ہیں۔ انہیں استقرائی نتیجے بولتے ہیں۔ اسی طرح دوسری قسم کی مثالوں کو دلیل استخراجی (Deduction) کی

مثالیں یا قضیے (Syllogism) کہتے ہیں۔ اور جو نتیجہ اُن سے نکالے جاتے ہیں۔ انہیں استخراجی نتیجہ بولتے ہیں۔ پس استدلال کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ استدلال استقرائی و استدلال استخراجی +
دلیل استقرائی و استخراجی کی جو مثالیں اوپر دی گئی ہیں۔ ان کے دیکھنے سے تمہیں معلوم ہوگا۔ کہ دلیل استقرائی کی مثالوں میں جن مثالوں سے عام نتیجہ قائم کیا گیا ہے۔ اُن کی تعداد کی نسبت کوئی قید مقرر نہیں ہے۔ بلکہ جہاں تک ہو سکے۔ مثالیں کافی ہونی چاہئیں۔ برعکس اس کے ہر ایک دلیل استخراجی یا قضیے میں ہمیشہ دو ہی مثالوں سے نتیجہ نکالا جاتا ہے۔ پہلی مثال کو مقدمہ کبریٰ (Major Premise) اور دوسری مثال کو مقدمہ صغریٰ (Minor Premise) کہتے ہیں +

علم النفس و القواء کے جاننے والوں نے استدلال استقرائی و استدلال استخراجی کے عملوں کو شرح اور بسط کے ساتھ بہت کچھ آگے بڑھایا ہے۔ اور اُن سے دو قسم کے علوم یعنی منطق استقرائی (Inductive Logic) و منطق استخراجی (Deductive Logic) قائم کئے ہیں۔ دونوں قسم کے منطق میں اور خصوصاً منطق استخراجی میں دلیل کے صحیح اور غلط ہونے میں تمیز کرنے کے لئے حکمانے ایسے دلچسپ قاعدے بنائے ہیں۔ کہ اُن قاعدوں اور اُن کی متعلقہ مثالوں کو پڑھ کر تم حیران رہ جاؤ گے۔ اس موقع پر چونکہ یہ مضمون تمہاری سمجھ سے باہر ہے۔ اس لئے ہم اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اعلیٰ جماعتوں میں پہنچ کر تم میں اس مضمون کے سمجھنے کا کافی ملکہ پیدا ہو جائیگا +

۲۔ قوت استدلال کی تربیت کا طریقہ + قوت استدلال کی ترقی میں مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے:-

- (۱) دلیل استقرائی اور دلیل استخراجی میں سے ہر ایک کی مشق کرائی جائے +
- (۲) دلیل استقرائی میں عام نتیجہ قائم کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو۔ کہ مثالیں کافی اور صحیح ہیں +

(۳) دلیل استخراجی میں اس بات کا خیال رکھو۔ کہ مقدمہ گہرے و صغیے دونو صحیح ہوں۔ اور دوسرا پہلے میں شامل ہو۔

(۴) سب سے بڑی بات یاد رکھنے کے لائق یہ ہے۔ کہ تم تعلیم کے کام میں دلیل لانے کے ان دونو قسم کے طریقوں کو علی

طور پر برتنے کے ڈھنگ سے واقف ہو جاؤ۔ ہم یہاں صرف و نحو کی ایک مثال نیکر اس ڈھنگ کو واضح طور پر

بیان کرتے ہیں۔ (۱) پہلے اس قسم کے چند جملے نختہ سیاہ پر لکھو۔ 'گو بند پڑھتا ہے'۔ 'گٹا بھونکتا ہے'۔ 'درخت اُگتے ہیں'۔

'پھول کھلتے ہیں'۔ یہ جملے لکھنے کے بعد بذریعہ سوالات طلبہ سے نکلاؤ۔ کہ 'گو بند' لفظ یا کلمہ ہے۔ اور ایک شے کا نام

ہے۔ اسی طرح یہ بھی نکلاؤ۔ کہ 'گٹا' و 'درخت' و 'پھول' بھی علیحدہ علیحدہ الفاظ یا کلمے ہیں۔ اور مختلف اشیا کے نام ہیں۔

یہاں تک طلبہ اپنی قوت فیصلہ یا عقل سے کام لیتے ہیں۔ (۲) اب ان چاروں فیصلوں کو یکجا فراہم کرو۔ اور یہ دکھاؤ۔

کہ یہ چاروں یعنی 'گو بند'۔ 'گٹا' و 'درخت' و 'پھول' الفاظ یا کلمے ہیں۔ اور مختلف قسم کی اشیا کے نام ہیں۔ (۳) بعد ازاں

طلبہ کو اصطلاح بتانی چاہئے۔ جس میں مندرجہ بالا دونو وصف جو طلبہ نے دریافت کئے ہیں۔ شامل ہوں۔ یعنی اب

اصطلاح اسم سے طلبہ کو آشنا کرو۔ (۴) آخر میں طلبہ سے اسم کی تعریف پوچھو۔ اور اگر جو کچھ تم نے طلبہ کو

بتایا ہے۔ وہ اُسے بخوبی سمجھ گئے ہیں۔ تو اسم کی ٹھیک تعریف بتا دیجئے۔ یعنی اسم وہ لفظ یا کلمہ ہے۔ جو کسی

شے کا نام ہو۔ اس طرح جو عمل ذہن کو کرنا پڑتا ہے۔ وہ استقرائی ہوتا

ہے۔ اور جس طرز پر اسم کی یہ تعریف سکھائی گئی ہے۔ اُسے طرز استقرائی کہتے ہیں۔

اب ہم طرز استخراجی کی تشریح کرتے ہیں۔ ایک اور جملہ لو۔ مثلاً 'کتاب میز پر رکھی ہے'۔ اور طلبہ سے پوچھو۔ کہ کتاب

کس قسم کا کلمہ ہے ؟ طلبہ اپنے دل میں سوچتے ہیں۔ کہ کتاب ایک لفظ یا کلمہ ہے۔ اور ایک شے کا نام ہے۔ مگر جو الفاظ یا کلمے اشیا کے نام ہوتے ہیں۔ وہ اسم کہلاتے ہیں۔ اور کتاب بھی اُسی قسم کا کلمہ ہے۔ اس لئے یہ اسم ہوا (ایڈیٹر)

اب تمہاری سمجھ میں آگیا ہوگا۔ کہ یہ ڈھنگ کیا ہے۔ ہر ایک مضمون کی تعلیم میں دو دو طریقوں سے کام لو۔ شروع میں طریق استقرائی برتو۔ بعد میں طریق استخراجی۔ مثلاً حساب کے کسی قاعدے کے سمجھانے میں مدرس کا فرض ہے۔ کہ پہلے چند آسان اور سیدھی سادی مثالیں طلبہ سے حل کرا کر اُن کا مقابلہ کرائے۔ اور طریق حل کی مطابقت ذہن نشین کر کے اُن سے عام قاعدہ نکلائے۔ بعد میں جب طلبہ قاعدہ مذکور کو سمجھ جائیں۔ تو اُس کی مدد سے چند اور مثالیں اُن سے حل کرائے۔ اس سے قاعدے کی تصدیق ہو جائیگی۔ اور اس کا تصور اُن کے ذہن میں اور بھی پختہ ہو جائیگا۔ اسی طرح صرف و نحو میں کسی اصطلاح پر سبق پڑھاتے وقت مدرس کو پہلے آسان آسان محکمے جن سے اصطلاح مذکور کے استعمال کی تشریح ہوتی ہو۔ لینے چاہئیں۔ اور اُن کا با بھی مقابلہ کرا کر اصطلاح کا تصور دلانا چاہئے۔ اور بعد میں نام بتا کر تعریف خود طلبہ سے نکلائی چاہئے۔ تعریف نکلانے کے بعد مدرس خود چند مثالیں دیکر اس اصطلاح کے تصور کو اور بھی پختہ کرے۔ بعد میں چند امتحانی سوالات کے ذریعے سبق کی بڑی بڑی باتوں کو دہرائے۔ مثلاً چند جملے طلبہ کے سامنے پیش کر کے اُن سے اصطلاح مذکور کا انتخاب کرائے۔

(۵) غرضیکہ تمام قسم کے اصول اور قاعدے طرز استقرائی سے سمجھانے چاہئیں۔ جو جوابات طلبہ دیں۔ ساتھ ساتھ اُن کی وجہ بھی بتاتے نہائیں۔ دلیل میں جو غلطیاں کریں۔ مدرس اُنہیں بتاتا جائے۔ اور سوچنے اور غور کرنے کے لئے اُن کی ہمت

بڑھاتا رہے۔ حساب اور صرف و نحو۔ جغرافیہ کی اصطلاحات۔ علم طبعی۔ ریاضی۔ خصوصاً ایسے مضامین ہیں جو قوت استدلال کی تربیت کے لئے از بس مفید ہیں *
نوٹ۔ ”تربیت استدلال کے ضمن میں مفضلہ ذیل امور یاد رکھنے چاہئیں :-

۱۔ ہر ایک استقرائی عمل کے تین درجے ہوتے ہیں :-

(۱) خاص مثالوں کا معاینہ کرنا *

(۲) ان مثالوں کے مشاہدے کا لب لباب دریافت کرنا *

(۳) جو کچھ مشاہدہ کیا جائے۔ اُس کا معمولی الفاظ میں اظہار کرنا *

پس ہم دو اصولوں کا استعمال کرتے ہیں *

(۱) معلوم سے نا معلوم کی طرف چلنا *

(۲) خاص کا عام سے تبادلہ کرنا *

۲۔ طلبہ اکثر کافی احتیاط نہ رکھتے سے غلط استقرائی نتیجے نکال لیتے

ہیں۔ مثلاً اگر صرف و نحو کے سبقوں میں ایک ہی طرح کے

جملے طلبہ کے سامنے پیش کئے جائینگے۔ تو وہ شاید یہ نتیجہ

نکال لیں۔ کہ فلاں کلمہ جملوں میں ہمیشہ اُسی جگہ آتا ہے۔ یعنی

شروع میں۔ یا وسط میں۔ یا آخر میں۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ اُن کا یہ

نتیجہ غلط ہوتا ہے۔ اگر ایسا موقع آ پڑے۔ تو مدرس کو دیگر مناسب

اور موتوں مثالیں دے کر واضح طور پر ظاہر کر دینا چاہئے۔ بلکہ

خود طلبہ ہی سے بذریعہ سوالات و مقابلہ نکلوانا چاہئے۔ کہ اُن

کا نتیجہ غلط ہے۔ لیکن چونکہ علاج کی نسبت عرض کو پہنچے ہی سے

روک دینا ہمیشہ ہتر بڑا کرتا ہے۔ اس لئے عام قاعدے وغیرہ

استقرائی طرز پر سکھاتے وقت مدرس کو مندرجہ ذیل باتیں مدنظر

رکھنی چاہئیں :-

(۱) مثالیں نہایت موزوں اور واضح ہونی چاہئیں *

(۲) تصادیں کافی ہوں۔ تاکہ اُن سے کوئی عام نتیجہ در حقیقت

نکل سکے *

(۳) وہ طلبہ کی عقل سے باہر نہ ہوں۔ اور بچے اُن سے بخوبی

واقف ہوں +

(۴) نہایت احتیاط کے ساتھ اُن کا انتخاب کیا گیا ہو۔ مختلف طرح کی ہوں۔ اور اُن سے کوئی غلط نتیجہ نہ نکلتا ہو +

(۵) عام نتیجے کو پہلے طلبہ اپنے الفاظ میں نہایت صاف طور پر بیان کریں۔ اور بعد ازاں حسب ضرورت مدرس اُسے مختصر اور آسان الفاظ میں بیان کر کے بخوبی ذہن نشین کر دے +

۳۔ جب کبھی ہم طلبہ سے کوئی ایسا سوال پوچھتے ہیں جس میں کیوں آتا ہو۔ تو ہم اُن سے دلیل استخراجی کی مشق کراتے ہیں۔ یہ بھی خیال رکھو کہ ایسی حالتوں میں مقدمہ کبرے محذوف ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی لڑکا کہے کہ 'نند لعل اسم ہے' اور مدرس پوچھے کہ 'کیوں' تو عموماً طالب علم یہ جواب دیتا ہے کہ 'کیونکہ یہ نام ہے' یہاں صاف ظاہر ہے کہ طالب علم نے مقدمہ کبرے کو محذوف کر دیا ہے۔ یعنی یہ کہ 'تمام نام اسم ہوتے ہیں'۔ تجربے سے معلوم ہوگا کہ بسا اوقات قضاے کو پوری صورت میں بیان کرنے سے بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ یعنی اس طرح :-

تمام نام اسم ہوتے ہیں +

نند لعل ایک نام ہے +

اس لئے نند لعل اسم ہے +

۴۔ ان دونو طریقوں کو استعمال کرنے سے ہم اپنی واقعیت بڑھاتے ہیں +

(۱) طرز استقرائی سے نئی صداقتیں حاصل کرتے ہیں +

(۲) طرز استخراجی سے ان کی صحت کا اندازہ لگا سکتے ہیں +

۵۔ ہم طلبہ کو دو طرح دلیل لانا سکھاتے ہیں :-

(۱) قاعدے اور تعریفیں سکھاتے ہیں طرز استقرائی سے +

(۲) خاص خاص قاعدوں کو عمل میں لانے اور جوابات

کی وجوہات یا کیوں، دریافت کرنے میں طرز استخراجی

سے + ایڈیٹر +

خلاصہ

- ۱۔ فیصلوں کا مقابلہ کر کے ایک نیا فیصلہ حاصل کرنے سے **استدلال** کہتے ہیں۔
- ۲۔ جس نئے فیصلے پر پہنچتے ہیں۔ اُسے نتیجہ کہتے ہیں۔
- ۳۔ جن فیصلوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ انہیں مراتب مسئلہ (Data) یا مقدمات (Premises) کہتے ہیں۔
- ۴۔ نتیجہ مراتب مسئلہ یا مقدمات کی نسبت کم یا زیادہ عام ہو سکتا ہے۔
- ۵۔ جب نتیجہ زیادہ عام ہوتا ہے۔ تو طرز استدلال استقرا کہلاتا ہے۔
- ۶۔ جب نتیجہ کم عام ہوتا ہے۔ تو طرز استدلال استخراج کہلاتا ہے۔
- ۷۔ طرز استخراجی میں دو مقدمات ہوتے ہیں۔ مقدمہ کبیرے و مقدمہ صغیرے۔
- ۸۔ استدلال کی ترقی استقرا اور استخراج دونوں کی مشق سے ہوتی ہے۔
- ۹۔ تعلیم میں اصول۔ قاعدے اور تعریفیں سکھاتے وقت دلیل استقرائی کام میں لانی چاہئے۔ اور ان قاعدوں کو عمل میں لانے وقت یا جوابات کی وجوہات دریافت کرتے وقت دلیل استخراجی کا استعمال کرتے ہیں۔

دوہم فصل

توجہ (ATTENTION)

- ۱۔ توجہ کسے کہتے ہیں۔
- تو اسے عقلیہ کے اقسام اور اُن کے مختلف عملوں کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔ اب یہ سوال ہے۔ کہ کیا نفس

جب ان میں سے کوئی خاص عمل نہ کر رہا ہو۔ تو اُس وقت اُس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ کیا تم اس وقت یہ کہہ سکتے ہو۔ کہ اُسے کسی شے کا مطلق علم نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات نہیں ہے۔ کیونکہ نفس ہر وقت بیدار ہوتا ہے۔ ہم اتنا کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس وقت گو وہ کسی خاص چیز کی طرف رجوع نہیں ہوتا۔ مگر عام طور پر ارد گرد کی چیزوں سے اُسے سرسری واقفیت ہوتی ہے۔ اور جب کسی خاص چیز کی طرف رجوع کرتا ہے۔ یا کوئی خاص عمل کرنے لگتا ہے۔ تو اُس سرسری واقفیت کی حالت سے گزر کر اُس شے یا عمل کی طرف جم کر دھیان کرتا ہے۔ اس سرسری واقفیت کی حالت میں ہمارا نفس ایک طرح سکون کی حالت میں رہتا ہے۔ یہ حالت اس پر آشر طاری رہتی ہے۔ اس حالت میں ہم ہوش و حواس میں ہوتے ہیں۔ مگر ویسے کسی خاص چیز کی طرف طبیعت راغب نہیں ہوتی۔ نفس کی اس حالت کو ہم حالت سکون یا سرسری واقفیت یا عام آگاہی کی حالت کہیں گے۔ اس سرسری واقفیت یا عام آگاہی کا دائرہ بہت فراخ اور وسیع ہوتا ہے۔ سرسری واقفیت سے گزر کر جب نفس کسی خاص چیز کی طرف دھیان کرتا ہے۔ تو گویا اس وسیع دائرے کو سکڑ کر ایک مرکز پر لے آتا ہے۔ سکون کی حالت میں ہم اپنے چاروں طرف کے معاملات سے بالکل بے خبر نہیں ہوتے۔ صرف اُن سے سرسری طور پر واقف ہوتے ہیں۔ اور کسی خاص چیز کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوتی۔ برعکس اس کے جب کسی خاص چیز کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو ممکن ہے۔ کہ ہماری طبیعت اُس چیز میں اس قدر محو ہو جائے۔ کہ ارد گرد کی چیزوں کا ہمیں مطلق علم نہ رہے۔ جس قدر کہ نفس کی سرسری واقفیت کے عمل کا دائرہ گھٹتا جاتا ہے۔ اُسی قدر یہ سرسری واقفیت زیادہ تیز اور گہری ہوتی جاتی ہے۔ پس جس قوت کے ذریعے نفس اپنی سرسری واقفیت کے دائرے سے ہٹ کر اور کیوں ہو کہ اپنے تئیں اراداً کسی خاص چیز پر لگاتا ہے۔ اُسے قوتِ توجہ

کہتے ہیں۔ ہر قوت کے عمل کے لئے توجہ کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً ہمیں کسی چیز کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ ہم جم کر اُس چیز کی طرف رجوع نہ کریں۔ اسی طرح قوتِ حافظہ متخبطہ۔ متصورہ وغیرہ۔ ہر ایک قوت کے عمل کے لئے توجہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ صرف تعلیم ہی میں نہیں بلکہ متاثر اور ارادت کے ہر عمل میں بھی توجہ کا ہونا ضروری ہے۔ دیکھو اشنائے جنگ میں جوانانِ فوج کے بعض اوقات بڑی سخت چوٹ لگ جاتی ہے۔ وہ بہت زخمی ہو جاتے ہیں۔ مگر اُنہیں اُس وقت ذرا بھی پروا نہیں ہوتی۔ برابر لڑے چلے جاتے ہیں۔ کیونکہ ان کی طبیعت کیسے ہو کر بالکل لڑائی ہی کی طرف مائل ہوتی ہے۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد جب خیال اُس طرف سے ہٹ جاتا ہے۔ اور زخموں کا دھیان آ جاتا ہے۔ تو سخت تکلیف معلوم ہونے لگتی ہے۔ اوپر کے بیان سے صاف ظاہر ہے۔ کہ نفس کے ہر عمل کے لئے توجہ کا ہونا از بس ضروری ہے۔

۲۔ توجہ ارادی و غیر ارادی

Voluntary attention.

Involuntary attention.

بھٹوٹے بچوں میں ارادے کی طاقت بہت کمزور ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اپنے آپ چنداں توجہ نہیں دے

سکتے۔ خارجی چیزیں ہرالی۔ خوشنما اور دلکش ہونے کی وجہ سے اُن کی طبیعت کو خود بخود اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ مثلاً جو بچہ بے چینی کی وجہ سے رو رہا ہو۔ اُس کے ہاتھ میں کوئی کھلونا دے دو۔ یا کوئی کھانے کی عمدہ چیز دے دو۔ تو جھٹ روتا روتا ختم جائیگا اور کھلونے یا کھانے کی چیز کی طرف متوجہ ہو جائیگا۔ کھونے کو چھین کر اور کوئی چیز اُس کی جگہ دے دو۔ اب اس کی طرف اُس کی طبیعت مائل ہو جائیگی۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ارادے کے قوی نہ ہونے کی وجہ سے اُس کا نفس جم کر کسی خاص چیز پر توجہ نہیں دے سکتا۔ اس قسم کی توجہ کو توجہ غیر ارادی کہتے ہیں۔ بھٹوٹے بچوں کی توجہ عموماً غیر ارادی ہونا کرتی ہے۔

یہ غیر ارادی توبہ رفتہ رفتہ تکمیل کو پہنچ کر توبہ ارادی کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ بچہ شروع میں کسی خاص چیز پر بہت تھوڑے عرصہ کے لئے توبہ دے سکتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ ترقی کر کے اُس کے ارادے میں ایسی تقویت آ جاتی ہے۔ کہ پھر گھنٹوں تک لگا تار توبہ دے سکتا ہے۔ گویا توبہ دینا یا نہ دینا اُس کے اپنے اختیار میں ہو جاتا ہے۔ اس توبہ کو توبہ ارادی کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں اصل توبہ اسی کا نام ہے۔ جس کی تعریف اوپر ہو چکی ہے۔ توبہ ارادی وغیر ارادی کی ہم تمہیں ایک اور مختصر اور سیدھی سادی مثال دیتے ہیں۔ فرض کرو۔ کہ میں تختہ سیاہ پر کچھ لکھ رہا ہوں۔ اور پاس ہی ایک طالب علم نہیں پر اپنی سیٹ گرا دیتا ہے۔ سیٹ کے گرنے کی آواز سن کر میں بے اختیار لکھتا لکھنا ترک جاتا ہوں اور پیچھے موڑ کر اُس آواز کی وجہ معلوم کرنے لگتا ہوں۔ پس اس مثال میں میرا یک نخت لکھتے لکھتے ترک جانا اور آواز کی طرف رجوع کرنا میرے اختیار اور قابو سے باہر تھا۔ اس میں میرے ارادے کو مطلق دخل نہ تھا۔ اس لئے میری توبہ بھی غیر ارادی تھی۔ لیکن پیٹھ کا موڑنا اور آواز کے باعث کا دریافت کرنا بالکل میرے اختیار میں تھا۔ پس اس حالت میں چونکہ میرا توبہ دینا میرے ارادے پر مبنی تھا۔ اس لئے میری توبہ توبہ ارادی تھی۔ اسی طرح رات کو سوئے وقت کسی چیز کا کھٹکا سن کر چونکہ اُٹھنا یا جماعت میں بڑھتے وقت کسی عجیب چیز مثلاً بوجھیا کے کسی کونے سے نکل کر لوٹنے پھرنے یا پاس کے کمرے میں علم طبعی کے دیمپ بھریوں کے ہونے کو دیکھ کر طبیعت کا جھٹ اسی طرف مائل ہو جانا۔ یہ سب توبہ غیر ارادی کی مثالیں ہیں۔

۳۔ توبہ کے خواص :- توبہ ارادی اور غیر ارادی کا فرق تم سمجھ گئے ہو گے۔ اب ہم تمہیں اچھی توبہ کے خواص بتاتے ہیں۔ وہ یہ ہیں :-

(۱) تیسری یا استحکام۔ یعنی توجہ اس زور سے دی جائے کہ نفس یکسو ہو کر بالکل لگ جائے۔

(۲) قیام یا استقلال۔ یعنی دیر تک اور بے تار توجہ دی جائے۔

(۳) سرعت یا طراری۔ یعنی ایک یا دو مناسب دیر تک توجہ دینے کے بعد نفس کو اور ضروری باتوں کی طرف رجوع کیا جائے۔

یہ تینوں خواص اچھی توجہ کے لئے ضروری اور لازمی ہیں۔ بعض طلبہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی توجہ میں استحکام اور استقلال کے اوصاف تو ہوتے ہیں۔ مگر طراری نہیں پائی جاتی۔ یعنی وہ ایک ہی مضمون کے ہو رہتے ہیں۔ جو ان کی طبیعت کے مانوس ہوتا ہے۔ اور باقی مضامین کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے۔ برعکس اس کے بعض طلبہ کی توجہ میں طراری کا وصف حد اعتدال سے بڑھ جاتا ہے۔ اور اس میں استحکام اور استقلال نہیں پایا جاتا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ تھوڑے سے وقت میں کل مضامین سے عبور کر جاتے ہیں۔ مگر چونکہ کسی پر بھی توجہ نہیں کرتے۔ اس لئے انہیں کوئی مضمون بھی اچھی طرح نہیں آتا۔

۴۔ توجہ کی تربیت کا طریقہ: توجہ کی عادت صرف مشق سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لئے مدرس کو ہرگز جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ اس عادت کے پیدا کرنے میں مندرجہ ذیل باتوں کو مرنظر رکھنا چاہئے:-

(۱) جہاں تک ہو سکے۔ مدرس چیزوں۔ تصویروں۔ نمونوں۔

گولیوں کے چوکھٹے اور تختہ سیاہ کے خاکوں کے استعمال سے طلبہ کے حواس کو جگائے اس سے وہ خود بخود توجہ دینگے۔

(۲) طرز تعلیم ایسا ہو کہ اس میں دلچسپی اور گونا گونی پائی جائے۔

مدرس کو چاہئے کہ کچھ اور سوال و جواب کے طریقوں کو

لا جلا کر برتے۔ تھوڑا سا بڑھانے کے بعد سلیٹوں یا تختہ

سیاہ پر یا زبانی اُسے دھرائے۔

(۳) چند عملی ترکیبوں کو بھی کام میں لانا چاہئے مثلاً نمبر چرھانہ

اُٹھانا۔ طلبہ کما آپس میں سوال کرتا اور جواب لینا۔ الفاظ کے کھیل۔ نقشے پر مشافہات کا دکھانا۔ بچوں کی مشق کے مقابلے یا اس قسم کے طرز تعلیم کو بدلنے کے اور دلکش طریقے (۳) مناسب اوقات کے بعد مضمون کو بدل دینا چاہئے۔ ترتیب مناسبتیں ایسی ہوں۔ کہ جملہ قوائے ذہنی کو مشق ہو۔ مشکل مضامین کی تعلیم اُس وقت ہو۔ جبکہ طلبہ کی طبیعت تروتازہ ہو۔ یعنی مدرسے کے شروع وقت میں یا انصریح اور کھیل کے بعد۔

(۵) مندرجہ ذیل جہدوں اور میلانوں سے بھی کام لینا چاہئے۔ تحصیل علم کا شوق۔ کسی شکل کے حل کرنے میں کامیاب ہونے کی خوشی۔ ہمدردی۔ کام کرنے کا شوق۔ تعریف حاصل کرنے کا شوق۔ رشک۔ یا اُوروں پر سہفت لے جانے کا شوق و ٹوٹ۔ ان جہدوں اور میلانوں کا ذکر ضبط مدرسہ کے باب میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے۔

(۶) بعض اوقات مدرسے کو توجہ پیدا کرنے میں مندرجہ ذیل مشکلات پیش آیا کرتی ہیں۔ اُن کا مناسب تدارک کرنا ضروری ہے۔

مشکلات اور ان کا تدارک

۱۔ بعض طلبہ جسم کے بہت کمزور ہوتے ہیں۔ اور اس لئے توجہ نہیں کر سکتے۔ ایسے طلبہ سے کم کام لینا چاہئے۔ نہ انہیں دھمکانا چاہئے۔ نہ اُن کی طبیعت کو اُٹھانا چاہئے۔

۲۔ بعض طلبہ بزدل اور ڈریوک ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ عموماً یہ ہوتی ہے۔ کہ طالب علم کو اپنی لیاقت پر بھروسہ نہیں ہوتا۔ اور نہ مدرسے پر اعتبار ہوتا ہے۔ ایسے طلبہ سے جہاں تک ہو سکے۔ نرمی سے پیش آنا چاہئے۔ اور اُن سے آسان سوال پوچھنے چاہئیں۔ تاکہ شہیک جواب دینے پر اُن کی ہمت بڑھے۔

ج۔ بعض طلبہ ہوشیاری کی وجہ سے بہت تیز اور طرار ہوتے ہیں۔ اور یلا سوچے سمجھے جواب دے دیتے ہیں۔ ایسے طلبہ سے مشکل سوال کر کے اُن کے جھوٹے گھنٹہ کو دور کرنا چاہئے۔

د۔ بعض طلبہ قدرتاً طبیعت کے مست ہوتے ہیں۔ ایسے طلبہ کی حالت میں مدرس کو یہ دیکھنا چاہئے کہ انہیں کس مضمون سے اُنس ہے۔

(۷) چند خارجی باتوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ مگر جن کے نہ ہونے سے توجہ قائم نہیں رہ سکتی :-

۱۔ کمرہ تعلیم میں روشنی ہوا۔ اور حرارت کا معقول انتظام۔

ب۔ پٹروس یا آس پاس کی جماعتوں میں شور و غل کا نہ ہونا۔

ج۔ نقشہ الضباط اوقات مناسب طور پر پنا ہوا ہو۔

نوٹ۔ نہایت توجہ میں مفصل ذیل امور مد نظر رکھنے چاہئیں۔

۱۔ توجہ کی عادت پیدا کرنے کے چار دریچے ہوتے ہیں :-

(۱) وہ حالت جو بالکل غیر ارادی ہوتی ہے۔ اور مدرس بار بار

حواس پر زور ڈالنے سے توجہ قائم کرتا ہے۔

(۲) وہ حالت جبکہ مدرس مختلف مضامین کے پڑھانے کے

طرز پر زیادہ تر بھروسہ کرتا ہے۔ اور طلبہ کے توجہ نہ

دینے کی صورت میں اُن کی بے چینی کا تدارک کرنا ہے۔

(۳) وہ حالت جبکہ مدرس بعض عملی مشقوں کو کام میں لاتا ہے۔ اور

طلبہ میں رشک پیدا کر کے اُن کی کلام کرنے کی خواہش کو

بڑھاتا ہے (دیکھو صفحہ ۱۵۰)۔

(۴) آخری اور اعلیٰ ترین وہ حالت جبکہ مدرس طلبہ میں فائزے

اور علم کی خواہش اور فرض کے خیال کو پیدا کرتا اور

بڑھاتا ہے۔

۲۔ جس قدر توجہ ارادی توجہ غیر ارادی پر غالب آتی جائیگی۔

اُسی قدر دیگر خواہش کی ترقی میں مدد ملے گی۔

۳۔ جہاں توجہ بڑھی اور پڑھائی کا خاتمہ ہوا۔ تعلیم میں دو

عمل ہوتے ہیں۔ یعنی پڑھنا اور پڑھنا جس کا مطلب یہ ہے۔
 کہ مدرس اور طلبہ دونوں اپنا اپنا مغز لڑاتے ہیں۔ اور صرف
 یہی نہیں۔ بلکہ دونوں ایک ہی بات کا خیال کرتے ہیں۔ تعلیم
 اُسی وقت تک ہوتی ہے۔ جب تک کہ طلبہ مضمون سبق پر
 متوجہ رہتے ہیں۔ مگر جہاں طلبہ نے توجہ دینی بند کی۔ اور
 تعلیم ختم ہوئی۔

۴۔ مندرجہ ذیل قوانین کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور ان پر عمل
 کرنا چاہئے :-

(۱)۔ طلبہ کو اس طرح بٹھاؤ۔ کہ وہ تمام اشیا۔ نونے تصاویر
 اور تختہ سیاہ کے خاکے وغیرہ بخوبی دیکھ سکیں۔
 (۲)۔ طریقہ تعلیم تمام اثنائے سبق میں یکساں نہ ہو۔ بلکہ اُسے
 اونٹے بدلتے رہنا چاہئے۔

(۳)۔ نقشۃ المضبوط اوقات ٹھیک اصولوں پر مبنی ہو یعنی
 اسباق کی طوالت استعداد طلبہ کے موافق ہو۔ ترتیب مضامین
 ایسی ہو۔ کہ مختلف قولے ذہنی کو کام میں لانا پڑے۔ اور
 مشکل مضامین اُس وقت سکھائے جائیں۔ جبکہ طلبہ کے
 دماغ خوب تروتازہ ہوں۔ (دیکھو صفحہ ۱۵۱۔ ہدایت ۴)
 (۴)۔ طلبہ کو مضمون سبق کا تصور دلا کر انہیں سبق کے
 لئے تیار کرو۔

(۵)۔ تعلیم کو استعداد طلبہ کے موافق مشکل و آسان بناؤ۔
 (۶)۔ جو کچھ تم طلبہ کو پڑھاؤ۔ جتنے الامکان اُس کے عملی
 فوائد سے طلبہ کو آشنا کرو۔ یعنی حساب کے قاعدوں
 کے استعمال۔ صرف و نحو کے فوائد اور علم طبعیات وغیرہ
 علوم کا ہمارے روزمرہ کے کاموں سے تعلق +

(۷)۔ خود بیان کم کرو۔ اور طلبہ سے مشق زیادہ کراؤ۔
 (۸)۔ طلبہ کی تعریف کرتے ہیں ذرا احتیاط رکھو۔ قدمتی نیات
 کی وجہ سے تعریف مت کرو۔ بلکہ انہیں کی سعی و کوشش
 کی داد دو۔

۱۹۔ اگر کوئی طالب علم کسی خاص مضمون میں شوق لیتا ہے۔ اور اس پر توجہ دیتا ہے۔ تو اُس کے حقوق اور توجہ سے اس طرح کام لے کہ وہ دیگر مضامین میں بھی جن میں وہ کمزور ہے۔ زیادہ کوشش اور محنت کرنے لگے۔

(۱۰)۔ طالب سے خوب واقفیت پیدا کر۔ اور پھر کمزوروں کے ساتھ حلیم بنو۔ بزدل اور ڈرہیکوں کی ہمت بڑھاؤ۔ مغرور طلبہ کو ڈانٹو۔ اور سست لڑکوں کو تحریر کر دو۔

(۱۱)۔ اگر تم دیکھو کہ جماعت کی توجہ کم ہوتی جاتی ہے۔ تو فوراً سبب دریافت کر کے اُسے دور کرنے کی کوشش کرو۔ ممکن ہے کہ ہوا خراب ہو گئی ہو۔ یا طلبہ ایک ہی طرح بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہوں۔ یا مضمون سبق نہایت آسان۔ یا نہایت مشکل ہو۔ یا تمہاری زبان طلبہ کی سمجھ سے باہر ہو۔ یا تم خود ہی بہت عرصہ تک بولتے رہے ہو۔ اور طلبہ کو بولنے کا موقع نہیں دیا ہے۔ بہر حال یقین جانو کہ توجہ کے کم ہونے کا ضرور کوئی نہ کوئی باعث ہوا ہے۔ اُس باعث کو دریافت کرو۔ اور پھر سب کچھ ٹھیک ٹھاک کر دو۔

خلاصہ

- ۱۔ تمام خیالات کو یکسو کر کے کسی خاص شے پر قائم کرنا توجہ کہلاتا ہے۔
- ۲۔ توجہ دو قسم کی ہوتی ہے۔ ارادی و غیر ارادی۔
- ۳۔ توجہ غیر ارادی نفس کی وہ حالت ہے۔ جو صرف کسی بیرونی شے کی تحریک سے متاثر ہوتی ہے۔
- ۴۔ توجہ ارادی نفس کی وہ حالت ہے جبکہ نفس کسی خواہش کی تحریک کی وجہ سے تمام خیالات کو اُسی طرف لگاتا ہے۔
- ۵۔ غیر ارادی توجہ پر توجہ ارادی رفتہ رفتہ غلبہ پا جاتی ہے۔
- ۶۔ سعادت توجہ پیدا کرنے کے لئے منصفانہ ذیل امور ہونے چاہئیں :-
 (۱)۔ دل میں کسی تحریک جو استدلال طلبہ کے موافق ہو دیکھو نوٹ لے۔
 (۲)۔ اس تحریک کے جواب میں طلبہ کی کوشش۔

۱۔ اس عمل کا جلدی یا توندہ ضرور پیدا ہوگا جس سے
۲۔ بدوں نوجہ تعلیم دینا ممکن ہے۔ کیونکہ تعلیم دینے میں سیکھنا
بھی نفسیت ہے۔ اور بغیر نوجہ دئے علم کچھ نہیں سیکھ سکتے۔

چوتھا حصہ۔ تربیت اخلاق

پہلی فصل

تربیت اخلاق کا مدعا۔ تاثرات۔ خواہشات ارادت

۱۔ نفس واحد ہے۔ تربیت اخلاق کا مدعا سمجھنے سے پہلے تاثرات
خواہشات۔ محرکات اور ارادت کا چھبک تصور ذہن نشین کرنا ضروری
معلوم ہوتا ہے۔ نفس یاد رکھتا چاہئے کہ ہمارا نفس واحد ہوتا ہے۔
اور اُس کی تجزی نہیں ہو سکتی۔ اور جس مختلف طریقوں سے اشیا
پر نفس کا حمل ہوتا ہے۔ انہیں خواہے عقائد کہتے ہیں۔ پس یہ
خواہے صرف قوت عقلی کے ظہورات ہیں۔

۲۔ رنج و راحت۔ ظہورات عقلی کے علاوہ نفس کے اور بھی ظہورات
ہوتے ہیں۔ یعنی نفس میں محسوس کرنے اور سوچنے کی قابلیت ہوتی
ہے۔ ہم بذریعہ اشیاء اس کی تشریح کرتے ہیں۔ کسی گرم انگلیٹھی
کو چھو کر دیکھو۔ تمہیں فوراً تکلیف محسوس ہوگی۔ جس کی وجہ
نفس یہ بتاتا ہے۔ کہ انگلیٹھی کی گرم سطح کو انگلیوں سے چھٹکا تھا۔
لیکن موسم سردی میں جیب جاڑے کے بارے ہاتھ چھٹھ رہے ہیں تو
انہیں آگ کے سامنے پھیلانے سے خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اسی
طرح زبان پر کوئی کڑوی چیز رکھنے سے بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اور
کسی قسم کی مٹھائی کھانے سے فرحت ہوتی ہے۔
یاد رکھو۔ کہ ایسے تاثرات کے علاوہ جو جسم پر خارجی اشیا کے

اثر سے پیدا ہوتے ہیں۔ نفس میں اور طرح کے تاثرات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ کسی وحشت ناک امر سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر کوئی ذاتی نقصان کرے۔ تو دل میں غصہ آتا ہے۔ اسی طرح کسی شخص کو مصیبت میں مبتلا دیکھ کر رحم اور ترس آتا ہے۔ خوشنما اور خوبصورت اشیا کو دیکھ کر دل میں تعریف پیدا ہوتی ہے۔ اور بد شکل اور بد نما سے نفرت۔ یہ سب اور بہت سے اور تاثر اپنے خاص خاص اسباب سے پیدا ہوتے ہیں۔ تمام تاثر راحت بخش ہوتے ہیں۔ یا رنج دہ

۳۔ تاثر کی تعریف: پس تاثر نفس کی وہ راحت بخش یا رنج دہ حالت ہے۔ جو کسی خاص سبب کی موجودگی سے پیدا ہوتی ہے یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ قوائے عقلیہ تو اپنا عمل کرتے رہتے ہیں۔ مگر تاثر صرف کیفیات نفسانی ہیں۔ کیونکہ ہم یاد رکھتے ہیں۔ خیال کرتے ہیں سوچتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر ہمیں خوشی ہوتی ہے۔ ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہمیں آگے چل کر یہ بھی معلوم ہوگا۔ کہ ارادت قوائے عقلیہ کی تو ہادی ہوتی ہے۔ مگر تاثرات پر ارادت کا پورا قابو نہیں ہوتا۔

۴۔ خواہش: بیان مذکورہ بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تاثرات یا تو راحت بخش ہوتے ہیں۔ یا تکلیف دہ۔ ہر ایک راحت بخش تاثر کے ساتھ ایک قسم کی اندھی تحریک ہوتی ہے۔ کہ جس کام سے وہ تاثر پیدا ہوتا ہے۔ اسے جاری رکھا جائے۔ مثلاً آگ کے پاس بیٹھنے سے گرمی کا جو راحت بخش تاثر پیدا ہوتا ہے۔ اُسی کے ساتھ ساتھ یہ تحریک ہوتی ہے۔ کہ آگ کے پاس بیٹھ رہنا چاہئے۔ تاکہ وہ راحت بخش تاثر جاری رہے۔ ہر ایک رنج دہ تاثر کے ساتھ یہ تحریک ہوتی ہے۔ کہ جس کام سے وہ تاثر پیدا ہوتا ہے۔ اسے بند کر دیا جائے۔ مثلاً انگلیٹھی کی گرم طح کو چھونے سے جو تکلیف دہ تاثر پیدا ہوتا ہے۔ اُسی کے ساتھ یہ تحریک ہوتی ہے۔ کہ اس کام کو بند کر دیا جائے۔ یعنی ہاتھ کو ہٹا لیا جائے۔ پس خواہشات وہ اندھی تحریکات یعنی وہ کیفیات نفسانی ہیں۔ جو انسان کو افعال

پر اقدام کرنے کے لئے اشتعالک دیتی ہیں۔ اور ہمیشہ تاثرات سے پیدا ہوتی ہیں۔ خواہ اُن تاثرات کا سبب کوئی خارجی شے ہو۔ خواہ کوئی خیال۔ مثلاً آسمان پر یکایک ابر آتا ہے۔ اُن کی آن میں بجلی خوب چمکنے لگتی ہے۔ اور بادل خوب گرہنے لگتے ہیں۔ یہ دیکھ کر موسلا دھار مینہ برسنے اور اولے پڑنے کا خیال آتا ہے۔ اور خود بھیٹنے کا خوف دل پر طاری ہو جاتا ہے۔ اور آخر کار اُس سے بچنے کی خواہش دل میں پیدا ہوتی ہے۔ یا دل میں یہ خیال آتا ہے۔ کہ میں امتحان میں اول پاس ہونگا۔ اس سے دل کو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ اور آخر الامر یہ خوشی حاصل کرنے کے لئے اول رہنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

۵۔ ارادت۔ نفس کے انتخاب کرنے کی طاقت۔ اس طرح ہم کسی کام کے کرنے کی خواہش کرتے ہیں۔ مگر اُس کا یہ لازمی نتیجہ نہیں ہوتا۔ کہ ہم اس کام کو ضرور ہی کر لیں۔ مثلاً ہماری یہ تو خواہش ہو۔ کہ ہم مٹھائی کھائیں۔ لیکن انضمام پر جو اس کا خواب اور مضر نتیجہ ہوتا ہے۔ اُسے سوچ کر مٹھائی سے بچنے کی خواہش ہمارے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اب یہ امر کہ ان میں سے کوئی خواہش پوری کی جائے ارادت پر منحصر ہوتا ہے۔ پس ارادت نفس کی وہ آزاد طاقت ہے۔ جس کے ذریعے نفس مختلف خواہشات میں سے اُس خواہش کو منتخب کر لیتا ہے۔ جسے وہ پورا کرنا چاہتا ہے۔ اس جیدہ خواہش کو محرک کہتے ہیں۔ اس طرح نفس ارادت سے کام لینے میں اکثر سوچتا رہتا ہے۔ کہ کوئی خواہش کو افعال کا محرک بنایا جائے۔ مثلاً فرض کرو۔ کہ میرے دل میں تین خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔ کسی دوست کی عیادت کے لئے جانا۔ اور ایک جلسے میں شریک ہونا۔ اور گھر پر بیٹھ کر ضروری خطوط لکھنا۔ مگر یہ بھی مان لو کہ میں ان میں سے فقط ایک خواہش پر عمل کر سکتا ہوں۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ کس خواہش کے مطابق عمل کروں۔ پہلی خواہش ہمدردی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسری کی وجہ

اخلاقی تفریح ہے۔ اور تیسری کا سبب ایک ضروری کام کا انجام دینا۔ میں تینوں وجوہات پر خوب غور و خوض کرتا ہوں۔ اور میری قوت ارادت یہ فیصلہ کرتی ہے۔ کہ ان میں فلاں سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اور اس لحاظ کو مد نظر رکھ کر میں فیصلہ کرتا ہوں۔ کہ فلاں خواہش میرے کام کی محرک بنیگی۔

۶۔ ارادت۔ نفس کے دھکیلنے یا آگے چلانے والی طاقت۔

اس کے علاوہ ارادت ہی نفس کو آگے چلاتی ہے۔ ارادت کا صرف یہی کام نہیں ہوتا۔ کہ کسی خاص خواہش کا انتخاب کر لے۔ بلکہ ارادت ہر ایک قوت کو جو اس خواہش کے پورا کرنے کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ اس مقصد مطلوبہ کے پورا کرنے کی طرف لیجاتی ہے۔ گیند بے کسی کھلاڑی بذریعہ ارادت صرف یہی فیصلہ نہیں کرتے۔ کہ ہم گیند بلا کیھیلینگے۔ بلکہ ارادت ہی اس بات میں اُن کی رہنما اور ہادی بنتی ہے۔ کہ ہاتھوں اور آنکھوں اور مختلف اعضاء ضروری کو کس طرح اور کس کس موقع پر کام میں لانا چاہئے۔ تمام غور و خوض کے عملوں میں ارادت ہی سب قوے قلبیہ کی ہادی بنتی ہے۔ اور اُنہیں اپنے اپنے مقاصد کی طرف لے جاتی ہے۔ فیصلہ سنی۔ کوشش وغیرہ ایسے ہم معنی الفاظ ہیں جو تحریکات ارادت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس سے ہم یہ دیکھ سکتے ہیں۔ کہ تعلیم و تربیت ایسی کوشش ارادی کا نتیجہ ہیں۔ جو بار بار کی جاتی ہے۔

۷۔ عادت اور خصلت۔ جب ہم کسی کام کو بار بار کرتے ہیں تو

رفتہ رفتہ کوشش اور غور و فکر کرنے کے بغیر ہی ہمیں اس کام کو سر انجام دینے کی قابلیت حاصل ہو جاتی ہے۔ جب کبھی اس کام کے کرنے کا موقع آتا ہے۔ تو اسے سر انجام دینے کا طبیعت میں بڑا میلان پایا جاتا ہے۔ کسی کام کے پورا کرنے کے اس بڑے میلان کو عادت کہتے ہیں۔ جو کچھ انسان کرتا اور سوچتا ہے۔ وہ زیادہ تر اس کی عادت ہی پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر اُس کی عادت اچھی ہیں۔ تو وہ ٹھیک باتیں سوچتا اور ٹھیک کام کرتا ہے۔ جس

طرح کوئی شخص عموماً مویٹا اور کام کرتا ہے۔ یا یوں کہو۔ کہ جیسی اُس کی عادات ہوتی ہیں۔ اُسی سے اُس شخص کی خصلت معلوم کی جاتی ہے۔ اس بنا پر انسان کو بعض اوقات عادات کی شکستہری کہتے ہیں۔ اور اس لئے ہم انسان کی خصلت کو مجموعہ عادات کہہ سکتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

اگر بولتے ہو تم اک فعل تو کاٹو گے تم آک عادت
اگر بولتے ہو اک عادت تو کاٹو گے تم اک خصلت

۸۔ تربیت اخلاق :- اہل یہ معلوم ہو گیا ہے۔ کہ انسان کی خصلت اس کی عادات پر منحصر ہوتی ہے۔ اُس کی عادات اس کے افعال پر اس کے افعال اس کی خواہشات پر اور خواہشات تاثرات پر۔ ہماری خواہش یہ ہے کہ طلبہ راحت بخش تاثرات کو ٹھیک افعال سے منسوب کریں۔ تاکہ جو کچھ ٹھیک اور درست ہو۔ طلبہ اُسی کی خواہش اور اُسی پر عمل کریں۔ یس تعلیم کی جس تبلیغ میں ہمارا مدعا طلبہ کو اس طرح تربیت دینا ہوتا ہے۔ کہ وہ راحت بخش تاثرات کو ٹھیک افعال سے منسوب کریں۔ ٹھیک افعال کرنے کی خواہش کریں۔ نیک عادات پیدا کریں۔ اور اچھے خصائل بنائیں۔ وہ تربیت اخلاق کہلاتی ہے۔

۹۔ تربیت اخلاق کی ضرورت :- جیسا ہم پہلے بتا چکے ہیں۔ کہ انسان کا ذہن تین طرح کے عمل کرتا ہے۔ اور اس کے ہر کام میں یہ تینوں عمل یعنی تعلیم۔ تاثر اور ارادت کم و بیش پائے جاتے ہیں۔ تعلیم یعنی قوائے غفلت کو ترقی دینے سے ہم انسان کی عقلی تربیت کرتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ نے انسان کو صرف عقل و سمجھ ہی عطا نہیں کی ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ تاثرات بھی عطا کئے ہیں۔ انہی تاثرات پر اس کی خوشی اور رنج کا دار و مدار ہے۔ انہی کے ذریعے وہ آوروں کے ساتھ ہمدردی کر سکتا ہے۔ اور اُن کے رنج و راحت میں شریک ہو سکتا ہے۔ اگر تاثرات نہ ہوتے۔ تو انسان کی کل تعلیم روکھی پھینکی ہوتی۔ اور اس کے کل کاموں میں بے اعتنائی سی پائی جاتی۔ یہ دل ہی

ہے۔ اور اس کے تاثرات۔ جو ہر ایک کام میں جان ڈال دیتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کرویاں

پس تاثر اور ارادت کے عملوں کو تربیتی دینا از بس ضروری ہے۔ اور جیسا کہ تربیت عقلی کے لئے تعلیم کا سدھانا ضروری ہے۔ ویسا ہی تربیت اخلاقی کے لئے نیک تاثرات کا پیدا کرنا اور قوت ارادت کو مضبوط کرنا لازم ہے۔

۱۔ تربیت اخلاقی کا تعلق تربیت عقلی و جسمانی سے ہوتا ضروری ہے۔ کیونکہ عمدہ اخلاق کی بنا عقل اور سمجھ پر ہوتی ہے۔ برعکس اس کے اگر کسی شخص کی تربیت عقلی ہوئی ہے۔ اور اس کے ساتھ تربیت اخلاقی نہیں ہوئی۔ یعنی وہ عقل کے ذریعے مصلحتی بُرائی میں تو تمیز کر سکتا ہے۔ لیکن اس پر عمل نہیں کرتا۔ یعنی نیک کام نہیں کرتا۔ تو اس میں اور حیوانوں میں ذرا بھی فرق نہیں اس کا حال بعینہ ایسا ہوتا ہے۔ جیسا کہ مصرعہ۔ چار پائے برو کتابے چند۔

جسمانی تربیت کے لئے بھی اخلاقی تربیت کا ہونا لازمی ہے۔ کیونکہ اگر اخلاق کی تربیت نہ ہوگی۔ تو انسان طرح طرح کی بُرائیاں کرنے لگے گا۔ جس سے اُس کے جسم کو نقصان پہنچے گا۔ صدمہ و قسم کی تکلیفیں اٹھائے گا۔ اور ذلیل و خوار ہوگا۔ برعکس اس کے اخلاقی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جو شخص کمزور ہوتا ہے۔ وہ عموماً بزدل اور بے بس ہوتا ہے۔ اور جو شخص اکثر بیمار رہتا ہے۔ وہ ہنسی اور چڑچڑا ہو جاتا ہے۔ دنیا کی کوئی شے اُسے اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور اُسے کسی عمدہ کام میں لطف نہیں آتا۔ اور اس لئے اُس کی اخلاقی تربیت اچھی طرح نہیں ہو سکتی۔ عقلی اور جسمانی

تربیت کا تعلق ہم اس سے پہلے بتا ہی چکے ہیں۔ پس تینوں قسم کی تربیتیں باہم مربوط ہیں۔

خلاصہ

۱۔ نفس واحد ہے۔ اُس کی تجزی نہیں ہو سکتی۔ تعلیم۔ تاثر اور ارادت ذہنی عمل کی صرف مختلف صورتیں ہیں۔

۲۔ تاثر نفس کی راحت بخش یا رنج دہ حالت ہوتی ہے۔
۳۔ اشیا (کے اثر) سے جو راحت بخش یا رنج دہ حالتیں پیدا ہوتی ہیں۔ انہیں **تحمّسات** (Sensations) کہتے ہیں۔ اور خیالات (علم) سے جو راحت بخش یا رنج دہ حالتیں پیدا ہوتی ہیں۔ انہیں جذبات یا اعلیٰ درجے کے **تاثرات** (Emotions) کہتے ہیں۔

۴۔ ان راحت بخش یا رنج دہ حالتوں سے افعال کی تحریک ہوتی ہے۔ ان تحریکات کو **خواہشات** کہتے ہیں۔

۵۔ بہت سے خیالات دماغ میں گزرتے ہیں۔ جن سے بہت سی خواہشات پیدا ہوتی ہیں۔

۶۔ ارادت ان خواہشات میں سے کسی ایک خواہش کو پورا کرنے کے لئے منتخب کر لیتی ہے۔

۷۔ اس چیدہ خواہش کو محرک (Motive) کہتے ہیں۔
۸۔ ارادت کسی ایک خواہش کو پورا کرنے کے لئے منتخب کر کے قوائے جسمانی و ذہنی کو خاص افعال کی طرف تحریک دیتی ہے۔ تاکہ وہ خواہش پوری ہو جائے۔

۹۔ افعال کے مکرر ہونے سے **عادات** قائم ہوتی ہیں۔

۱۰۔ اور مجموعہ عادات سے **خصلت** قائم ہوتی ہے۔

دوسری فصل

تاثرات

۱۔ تاثرات کے اقسام تاثرات۔ محرکات اور ارادے کا ذکر ہم محل طور پر پیچھے کر آئے ہیں۔ اور تمہیں ان کا باہمی فرق مثال کے ذریعے سمجھا آئے ہیں۔ اب ہم ان میں سے ہر ایک کا ذکر تفصیل کے ساتھ کرتے ہیں۔ تاثرات دو طرح کے ہوتے ہیں۔

ا۔ وہ تاثرات جو ہمارے جسم پر خارجی چیزوں کے اثرات سے پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً بھول کے سونگھنے سے۔ آواز کے سننے سے۔ بدن کو گرمی یا سردی پہنچنے سے۔ ہاتھ پر چوٹ لگنے سے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے تاثرات کو حسی تاثرات یا محسوسات کہتے ہیں۔ ان کی تربیت کا طریق بعینہ وہی ہے۔ جو حواس کی تربیت میں بیان ہو چکا ہے۔

ب۔ وہ تاثرات جو مختلف تصورات سے پیدا ہو کر ذہن پر اثر کرتے ہیں۔ مثلاً خوف۔ غصہ۔ رنج۔ خوشی۔ ہمدردی۔ محنت۔ نفرت وغیرہ۔ تربیت اخلاقی میں خصوصاً اس دوسری قسم کے تاثرات سے بحث ہوتی ہے۔ ان تاثرات کی تین بڑی قسمیں ہیں۔

(۱) ذاتی تاثرات (Personal feelings)۔ ان کا اظہار زیادہ تر اواخر عمر میں ہوتا ہے۔ بچے کی ذاتی حفاظت اور اس کے نشو و نما پانے کی غرض سے ظہور میں آتے ہیں۔ ہر فرد بشر کی خوشی۔ رنج۔ حاجات اور عام یہودی سے متعلق ہیں۔ بچہ عموماً ان ہی تاثرات میں گھوم رہتا ہے۔ ذاتی تاثرات میں خوف۔ غصہ۔ نفرت۔ چستی و چالاکی۔ ہمسری۔ رشک۔ تعریف۔ عزت۔ انعام حاصل کرنے کے میلان۔

وغیرہ شامل ہیں۔
ذاتی تاثرات کے خواص۔ ان تاثرات کی بابت ہمیں
ذیل کی باتیں یاد رکھنی چاہئیں:-
(۱) ذاتی تاثرات کا اظہار زیادہ تر اوائل عمر میں ہوتا ہے
چھوٹے بچے کو جو کوئی کھانے پینے یا کھیلنے کی چیز
دے۔ اُسی کا ہو رہتا ہے۔

(۲) اُن کا اثر تیز اور زور و شور کا ہوتا ہے۔ بچہ بالکل اُن
کے بس میں آ جاتا ہے۔ اکیلا چھوڑے جانے پر یا
کسی اجنبی حیوان کو دیکھنے سے بچہ بے خود ہو کر
چلاتا ہے۔ اور اس کا بدن کانپنے لگتا ہے۔ اس کی
یہ وجہ ہے۔ کہ اس کا ارادہ بہت کمزور ہوتا ہے۔
اور اُس کو اپنی طبیعت پر قابو نہیں ہوتا۔

(۳) اُن کا اثر عارضی ہوتا ہے۔ روٹے ہوئے بچے کو کوئی
خوبصورت چیز دکھا کر جھٹ اُس کی توجہ کو ہٹا سکتے
ہیں۔ اس خاصیت سے قدرت کے انتظام اعلیٰ
کی خوبی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر بچہ بڑی عمر کے
لڑکے کی طرح ضد اور ہٹ سے باز نہ آتا۔ تو
اُس کی نشو و نما میں بڑا ہرج ہوتا۔

(ب) مدنی تاثرات (Social feelings) - ذاتی تاثرات کے بعد
مدنی تاثرات کا درجہ ہے۔ یہ ایسے تاثرات ہیں۔ جن
کا اثر آدمیوں پر بڑھتا ہے۔ تم جانتے ہو۔ انسان مدنی
الطبع ہے۔ اس کی طبیعت میں مل کر رہنے سہنے کا مادہ
ہے۔ اس قسم کے تاثرات ذاتی تاثرات کے بعد ظہور
میں آتے ہیں۔ اس وقت بچے کی عقل و فہم کو کسی قدر
ترقی ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی خود غرضی کے دائرے سے نکل کر
اپنے حقوق اور حاجات کے علاوہ آدمیوں کے حقوق
اور حاجات کو بھی محسوس کرنے لگتا ہے۔ اور ہرچہ پر
خود پسندی پر دنگاں پسند کے قول پر عمل کرنا سیکھتا

ہے۔ مثلاً جب وہ اپنے ساتھیوں اور رفیقوں کے ساتھ کھیلتا ہے۔ تو اُن کے حقوق کو مد نظر رکھتا ہے۔ اسی طرح اپنے والدین۔ بزرگوں اور استادوں کی رضا مندی حاصل کرنا۔ انہیں محبت اور عزت کی نگاہ سے دیکھنا اور ان کی اطاعت کرنا۔ یہ سب باتیں اُس کی خوشی کا باعث ہوتی ہیں۔ رنجہ رفتہ جب بچہ جسمانی اور عقلی تربیت میں کافی ترقی کر جاتا ہے۔ تو مدنی تاثرات بھی اُس میں بختہ ہو جاتے ہیں۔ مدنی تاثرات میں محبت۔ پیار۔ عزت۔ ہمدردی وغیرہ شامل ہیں۔

(ج) اعلیٰ درجے کے تاثرات (Emotions) - مدنی تاثرات کے بعد وہ اعلیٰ درجے کے تاثرات میں جنہیں عکسی یا غیر مدنی تاثرات (Reflex or Abstract feelings) کہتے ہیں۔ یہ بہت پیچیدہ ہوتے ہیں۔ اور غور و خوض کرنے سے نشو و نما پاتے ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں:-

۱۔ عقلی تاثرات (Intellectual feelings) - یعنی اصلی واقعات کو دریافت کرنے یا صحیح صحیح علم حاصل کرنے کا شوق۔
 ۲۔ ذاتی تاثرات (Aesthetic feelings) - یعنی خوشنما اور خوبصورت چیزوں کو سراہنے کا شوق۔

ج۔ اخلاقی تاثرات (Moral feelings) - یعنی فرض کو تعظیم کی نگاہ سے دیکھنا۔

اب ہم ہر ایک قسم کا مختصر ذکر کرتے ہیں۔
 (۱) عقلی تاثرات - یہ ذاتی اور مدنی تاثرات سے اعلیٰ درجے کے ہوتے ہیں۔ ان میں عقل کو زیادہ تر دخل ہوتا ہے۔ بڑی عمر کے طلبہ میں واضح طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ ان میں وہ تیزی اور زور نہیں ہوتا۔ جو ادنیٰ درجے کے تاثرات مثلاً غصہ۔ محبت۔ خوف۔ رنک وغیرہ میں ہوتا ہے۔ مگر ان

کا اثر زیادہ دیر پا ہوتا ہے۔ انہیں پر عقلی تربیت کا دار و مدار ہے۔ عقلی تاثرات بعض خارجی باتوں سے بھی تقویت پاتے ہیں۔ مثلاً شہرت اور امتیاز کی آرزو کامیابی کا شوق وغیرہ وغیرہ۔ لیکن اعلیٰ درجے کے عقلی تاثرات میں انسان علم کو محض حاصل کرنے کے شوق سے حاصل کرتا ہے۔ اور یہی عقلی تاثرات کی تربیت کا اعلیٰ معراج ہے۔

(۲) مذاقی تاثرات۔ عقلی تاثرات کی طرح یہ بھی اعلیٰ درجے کے تاثرات ہیں۔ ان میں حواس باصرہ اور سامعہ اور قوائے مشاہدہ، مقابہ، تخیل اور فیصلہ سے زیادہ کام پڑتا ہے۔ شروع شروع میں بچہ خوش نما اور بھڑکدار چیزوں کو دیکھ کر اور اپنی پیاری ماں کے میٹھے میٹھے گیت سن کر حظ اُٹھاتا ہے۔ رفتہ رفتہ جب اُس کی توجہ مشاہدہ حرقی پاتی ہے۔ اور چیزوں کو دیکھ بھال کر اُن کی خاصیتوں کا مقابلہ کرنے لگتا ہے۔ تو اُس کا مذاق بھی بڑھنے لگتا ہے۔ اس وقت اُس کی طبیعت چیزوں کے اعلیٰ خواص کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور اُن کے مجموعی اثر سے محظوظ ہوتی ہے۔ مثلاً وہ بعض قسم کی چیزوں میں سمبٹری (Symmetry) یعنی تناسب اجزا کی خاصیت کو معلوم کرتا ہے۔ مختلف رنگوں کو مشابہت یا تضاد کے اصول پر ملانے سے جو مجموعی اثر پیدا ہوتا ہے۔ اس سے اُس کی طبیعت محظوظ ہوتی ہے۔ اسی طرح آواز کے مختلف لہجوں اور راگ کے مختلف سرروں کو سمجھ کر اُن سے حظ اُٹھاتا ہے۔ جن سے عشق رکھنا طبع انسانی کا خاصہ ہے۔ عقلی تربیت کے ساتھ ساتھ جس قدر مذاقی تاثرات ترقی پاتے ہیں۔ اُسی قدر انسان کی خوشیوں میں پاکیزگی اور نفاست آ جاتی ہے۔ مذاق اعلیٰ درجے کی ترقی کر جاتا ہے۔

تو انسان صانع قدرت کی ہر شے میں محسن معلوم کرنے لگتا ہے۔
 شیکسپیئر صاحب اپنی نظم میں ایک جگہ فرماتے ہیں۔
 کہ شاعر کا نظریہ مذاق۔ اُس کی نفیس اور پاکیزہ طبیعت۔
 اس کی بلند پرواز روح صانع قدرت کی ہر شے
 کے محسن کا حظ اُٹھاتی ہے۔ جنگل کے درخت اُس
 سے ہم کلام ہوتے ہیں۔ بتھر اس کو وعظ کرتے
 ہیں۔ بسنے ہوئے چشے اُس کے مطالعہ کے لئے قادر
 مطلق کی دانائی کے دفتر ہیں۔ اُسے کوئی شے بھی
 محسن سے خالی دکھائی نہیں دیتی۔

اس اخلاقی تاثیرات۔ بچہ ابتدا میں اچھے اور بُرے
 کاموں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے والدین
 اور خصوصاً مادرِ مہربان کی اطاعت اور ضبط میں رہ کر
 اچھے اخلاق سیکھتا ہے۔ چونکہ اس کی طبیعت میں
 تقلید اور تربیت پذیری کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔
 اس لئے جن کاموں سے والدین ناخوش ہوتے
 ہیں۔ وہ بھی اُنہیں بُرا سمجھتا ہے۔ اور اُن سے
 بچتا ہے۔ اور جن کاموں سے وہ خوش ہوتے ہیں۔
 وہ بھی اُنہیں اچھا سمجھ کر کرنے لگتا ہے۔ رفتہ
 رفتہ تکرار اور علاوہ کی وجہ سے وہ خاص خاص اچھے
 کاموں کے کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ گو بچہ
 اس وقت بعض کاموں کو اچھا خیال کرتا ہے۔ اور ان
 پر عمل کرنے کے فرض کو بھی کسی قدر محسوس کرتا ہے۔
 مگر وہ یہ نہیں جانتا۔ کہ فلاں کام اچھا کیوں
 ہے۔ اور فلاں بُرا کیوں؟ اس قسم کی لیاقت اس
 میں رفتہ رفتہ پیدا ہوتی ہے۔ اور عقلی تربیت لوگوں
 سے میل جول اور تجربے کے ذریعے تقویت پکڑتی
 ہے۔ مثلاً شروع شروع میں جب وہ اپنے ہمجیوں
 کے ساتھ کھیلتا ہے۔ تو اپنے حقوق کے علاوہ اُن

کے حقوق کو بھی محسوس کرنے لگتا ہے۔ رفتہ رفتہ جب اُس کی عمر اور تجربہ بڑھتا ہے۔ تو اسے اس بات کا خیال آتا ہے۔ کہ اور لوگوں کا مجھ سے نیک سلوک کرنا اس شرط پر مبنی ہے۔ کہ میں بھی اُن سے ویسا ہی سلوک کروں۔ یہ خیال اس کے ابتدائی اخلاقی تاثرات میں ایک نئی جان ڈال دیتا ہے۔ تعظیم۔ دیانت داری۔ راستی وغیرہ کے الفاظ جو پہلے اُسے بے معنی اور روکھے پیچھے معلوم ہوتے تھے۔ اب اُن کے معنی عملی طور پر سمجھنے لگتا ہے۔ گرج۔ پوچھو۔ تو اب بھی وہ نیک کاموں کے کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے میں ایک طرح اپنا ذاتی فائدہ مذ نظر رکھتا ہے۔ اور افعال نیک و بد کی اصلی ماہیت کو نہیں سمجھتا۔ وہ کسی نیک کام کو اس خیال سے نہیں کرتا۔ کہ وہ بذاتِ خود اچھا ہے۔ بلکہ اس خیال سے کرتا ہے۔ کہ ایسا نہ کرنا ملک یا سوسائٹی کے قوانین کے خلاف ہے۔ اس سے ترقی کر کے انسان اخلاق کے اعلیٰ معراج پر پہنچتا ہے۔ عقل اخلاقی کے کامل ترقی کر جانے اور قوتِ ارادی میں استحکام اور زور آنے کی وجہ سے وہ اپنی ضمیر (Conscience) کی ہدایات پر چلنا سیکھتا ہے۔ اس کی محبت اور ہمدردی کا دائرہ بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ اور وہ ہر قسم کے تعصب اور پیشاپات سے بالکل بری ہو جاتا ہے۔ اپنے فرض کو تعظیم کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اس کے ادا کرنے سے اُسے ایسی روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کہ دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر ہے۔ اخلاقی تاثرات یا اخلاقی تربیت کا اعلیٰ معراج یہی ہے۔

تأثرات کی تربیت کی ضرورت + مختلف قسم کے تاثرات کا

حال تم اب پڑھ آئے ہو۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ ان تاثرات کی تربیت کرنا کیوں ضروری اور مفید ہے۔ ذیل کی وجوہات پر غور کرنے سے تمہاری واقفیت اور بھی مکمل ہو جائیگی :-

(۱) تاثرات کی تربیت پر انسان کی خوشی کا دار و مدار ہے ۔ ہماری کل خوشیاں اور تکلیفیں تاثرات کی مختلف حالتیں ہی ہوتی ہیں۔ دنیا کی چیزوں میں ہمیں اُسی قدر حظ آتا ہے۔ جس قدر کہ وہ ہماری خوشی کے تاثرات کو جگاتی ہیں۔ بچے کی طبیعت بھی تب ہی خوش رہیگی۔ جبکہ اُس کی خوشی کے تاثرات کو مناسب طور پر سدھایا جائے ۔

(۲) بچے طبعاً خود غرض ہوتے ہیں۔ اپنی طبیعت پر اُنہیں قابو نہیں ہوتا۔ جس طرف طبیعت کا میلان ہوتا ہے۔ وہی کام کرنا چاہتے ہیں۔ روکا جائے۔ تو ناخوش ہوتے ہیں۔ ضد اور ہٹ کرتے ہیں۔ اس وجہ سے بھی اُن کے تاثرات کو راہ راست پر لانے کی غرض سے اُن کی تربیت کا ہونا ضروری ہے۔

(۳) تاثرات زور میں آکر محرکات کا کام دیتے ہیں۔ اور ان محرکات سے ہمارے خصائل قائم ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے بھی تاثرات کی تربیت کا ہونا ضروری ہے۔

(۴) تاثرات کا اضطراب بڑا اثر ہوتا ہے۔ بچہ تک بچے طبعاً خود غرض ہوتے ہیں۔ اس لئے مدرس کا فرض ہے۔ کہ اُن میں نیک اور پسندیدہ تاثرات کو ترقی دے۔ خوشی کے تاثرات کو بڑھائے۔ رنج کے تاثرات کو کم کرے۔ خود غرضی کے تاثرات کو زائل کرے۔ ہمدردی اور ہنساری کے تاثرات کو پیدا کرے۔ اور رفتہ رفتہ اعلیٰ درجے کے تاثرات کو تقویت دے۔

۴۔ تاثرات کی تربیت کا طریقہ + تاثرات کی تربیت میں مندرجہ ذیل

باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ مدرس کو چاہئے کہ
(۱) نیک افعال کے ساتھ خوشی کا علاقہ وابستہ کرے۔ اور بد افعال
کے ساتھ رنج کا۔ خوشی اور رنج کا اظہار کئی طرح سے ہو سکتا
ہے۔ مثلاً شاباش کہ کر طلبہ کا دل بڑھانے سے۔ ناراضگی کا
اظہار کرنے سے۔ مہر اُتارنے چڑھانے سے۔ طلبہ میں مناسب
حد تک رشک پیدا کرنے سے وغیرہ وغیرہ۔ اس طریق سے اچھے
کاموں کی طرف رجوع کرنے اور بُرے کاموں سے بچنے میں
نیک تاثرات کو تقویت ہوگی۔ اور بُرے تاثرات رفتہ رفتہ کم ہونے
چوکر زائل ہو جائیں گے۔

(۲) جہاں تک ہو سکے۔ خوشی کے تاثرات بچوں کے دل پر
حامی کرنے چاہئیں۔ مثلاً کام بچوں کی عمر اور استعداد
کے مناسب ہو۔ جس میں ان کا دل لگے۔ اور وہ اُسے
شوق سے کریں۔ سبق پڑھاتے وقت زیادہ تر چیزوں
کی تمثیلیں دی جائیں۔ کوئی تجربہ کرنا ہو۔ تو بچوں کو
اُس میں شریک کیا جائے۔ کسی مشکل کے حل ہونے سے
جو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ بچوں کو اُس کا تصور دلانا
چاہئے۔ ان سب باتوں سے طلبہ شوق سے سبق میں توجہ
دینگے۔ اور رفتہ رفتہ ان کے عقلی تاثرات کو بھی تقویت
ہوگی۔

(۳) مدرس کے اطوار عمدہ ہوں۔ وہ زندہ دل اور ننگتہ طبع
ہو۔ طلبہ کے ساتھ اخلاق اور محبت سے پیش آئے۔
تہ دل سے اُن کی بہتری اور بہبودی میں سرگرم ہو۔
جہاں کہیں سبق میں موقع ملے۔ اس قسم کے اخلاقی تقے
کہانیاں سنا کر اُن کی قوت متخیلہ کو جگائے۔ جن میں
سچی محبت۔ ہمدردی اور اطاعت کا اظہار ہو۔ بچوں
سے اس قسم کا برتاؤ رکھے۔ کہ وہ اُس کے ساتھ
محبت سے پیش آئیں۔ اور خوشی خوشی اس کے احکام

کی اطاعت کریں۔ یہ سب باتیں مدنی تاثرات کی تربیت میں مفید اور کار آمد ہیں۔

(۳) مذاقی تاثرات کی تربیت کے لئے مدرس کو چاہئے کہ مدرسہ کے مکان کو صاف ستھرا رکھے۔ سامانِ تعلیم کو اس ترتیب اور قرینے سے لگائے کہ اچھا معلوم ہو۔ اس کا اپنا لباس بھی صاف ستھرا ہو۔ چند بیل بوتے اور گئے بھی مدرسے کی رونق اور مذاق کی ترقی کا باعث ہوتے ہیں۔ جھڑپے کے کسی منظر طبعی مثلاً پہاڑ وغیرہ کا نمونہ کسی مناسب جگہ پر بنایا جاسکے۔ تو اور بھی اچھا ہوگا۔ بازیچہ اطفال کے تحفوں اور مشغلوں پر سبق پڑھتے وقت نمونے خود طلبہ کے ہاتھ سے بنوانے چاہئیں۔ نقاشی۔ مصوری اور گانا بھی تربیت مذاق کے لئے عمدہ مضامین ہیں۔

اوپر کی باتوں کے علاوہ مدرس کو مندرجہ ذیل باتوں کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔

۱۔ جہاں تک ہو سکے۔ بچوں میں بتدریج اعلم قسم کے تاثرات کو پیدا کیا جائے۔

۲۔ کسی تاثر سے کام لینے میں اعتدال کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ اعتدال سے بڑھ کر کام لینے کا نتیجہ تکان ہوگا۔ اور تکان سے تکلیف پیدا ہوگی۔

۳۔ تاثرات دل میں پیدا ہوں۔ اور ان کے مطابق کام کرنے کا موقع نہ ملے۔ تو وہ کمزور ہو کر زائل ہو جاتے ہیں۔ جو مدرس میجا مار پریٹ سے بچوں کو پہننے۔ کھیلنے۔ کوونے یا سبق میں اعتراض کرنے سے باز رکھتا ہے۔ وہ ان کی بچ کئی کرتا ہے۔

خلاصہ

۱۔ تاثرات وہ کیفیات نفسانی ہیں۔ جن میں انسان بچ وراثت

یا آرام و حکایت محسوس کرتا ہے۔

۲۔ تمام تاثرات راحت بخش ہوتے ہیں یا رنج دہ +

(۱) کسی عضو یا قوت کو اعتدال اور میاندہی کے ساتھ استعمال

کرنے سے راحت بخش تاثرات پیدا ہوتے ہیں۔

(ب) رنج دہ تاثرات مفصلہ ذیل صورتوں میں پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) کسی عضو یا قوت کا حد سے زیادہ استعمال +

(۲) کسی عضو یا قوت کو استعمال کرنے کی ناقابلیت +

(۳) کسی عضو یا قوت کے مناسب استعمال میں

رکاوٹوں کا حائل ہونا۔

۳۔ تاثرات کے مفصلہ ذیل اقسام ہیں۔

(۱) تحسّات (Sensations) +

(ب) جذبات (Emotions) +

(۱) ذاتی تاثرات (Personal feelings) مثلاً خوف۔ شرمک وغیرہ +

(۲) دینی تاثرات (Social feelings) مثلاً ہمدردی۔ محبت۔ نرم و غیرہ +

(۳) اعلیٰ درجے کے تاثرات (Abstract feelings) جن کی

تین قسمیں ہیں۔

(۱) عقلی تاثرات (Intellectual feelings) +

(ب) مذاقی تاثرات (Aesthetic feelings) +

(ج) اخلاقی تاثرات (Moral feelings) +

۴۔ تحسّات علم سے پہلے ہوتے ہیں۔ اور جذبات بعد میں۔ جذبہ

وہ تاثر ہے۔ جو کسی خیال یا تصور سے پیدا ہو +

۵۔ بچوں میں مختلف تاثرات کا غلبہ مختلف اوقات میں ہوا کرتا

ہے۔ مدرس کو اس طرح تاثرات کی تربیت کرنی چاہئے۔ کہ

بچوں پر ادنیٰ و اعلیٰ تاثرات کا اثر ساتھ ساتھ کیے بعد

دیگرے ہوتا رہے +

(۱) تحسّات کا بچپن میں بڑا زور ہوتا ہے +

(۲) بعد ازاں ذاتی تاثرات مثلاً خوف۔ شرمک۔ تعویذ کی

خواہش وغیرہ زور پکڑتے ہیں +

(۳) اور آخر میں مدنی اور اعلیٰ درجے کے تاثرات۔
مثلاً ہمدردی۔ خواہش علم۔ فرض کا خیال وغیرہ کا
غلبہ ہوتا ہے۔

تیسری فصل

محركات

محرك کے معنی ہم مثال کے ذریعے پیچھے بتا آئے ہیں۔ محركات کی تعریف یوں کر سکتے ہیں۔ کہ محركات وہ پیچیدہ خواہشات یعنی کیفیات نفسانی ہیں۔ جو انسان کو اشتغال دے کر افعال پر اقدام کراتی ہیں۔ محركات اچھے بھی ہوتے ہیں۔ اور بُرے بھی۔ اچھے محركات وہ ہیں۔ جو بچوں کو محنتی اور نیک چلن بننے کی طرف راغب کرتے ہیں۔ برے برے محركات جو مدرس کو طلبہ میں مستحکم کرنے چاہئیں۔ مفضلہ ذیل ہیں:-

۱۔ کچھ نہ کچھ کرنے رہنے کا طبعی میلان +

۲۔ علم کا پیار +

۳۔ مثال کی تقلید +

۴۔ ہم جماعت یا ہم کتب طلبہ کی رائے کا خیال +

۵۔ برطہ چلنے کا شوق یا رشک +

۶۔ انعام کی ہوس +

۷۔ سزا کا خوف +

ان محركات کا ذکر ضبط مدرسہ کے باب میں تفصیل کے ساتھ

آچکا ہے +

خلاصہ

۱۔ خواہشات وہ اندھی تحریکات ہیں کیفیات نفسانی ہیں۔ جو انسان

کو افعال پر اقدام کرنے کے لئے اشتغال دیتی ہیں +

- ۲۔ خواہشات تحسنت اور جذبات سے پیدا ہوتی ہیں۔
 ۳۔ خواہشات کی تربیت نہیں ہو سکتی۔ مگر ہاں خوش نادات کے ذریعے اُن اشیا سے پرہیز کر سکتے ہیں۔ جن سے ایسے تاثرات پیدا ہوں۔ جن کی وجہ سے خراب خواہشات دل میں آتی ہیں۔
 ۴۔ اُن خواہشات کو جنہیں نفس پورا کرنے کے لئے منتخب کر لیتا ہے۔ محرکات بولتے ہیں۔
 ۵۔ محرکات جن کا ذکر اس فصل میں آیا ہے۔ طلب میں مستحکم کرنے چاہئیں۔

چوتھی فصل

ارادت (WILL)

۱۔ ارادات کی تعریف +

ارادت کے معنی یوں تو صاف صاف معلوم ہوتے ہیں۔ آؤ ذرا غور کر کے دیکھیں۔ کہ ذہن کے اس سیدھے سادے فعل میں کون کون سے ذہنی عمل پائے جاتے ہیں۔ ہم ایک آسان سی مثال لیتے ہیں۔ مجھے سردی لگتی ہے۔ اور میں آگ کی طرف جاتا ہوں۔ مجھے سردی لگتی ہے۔ یعنی میں اس وقت سردی کی حالت میں ہوں۔ اور مجھے اس بات کا علم ہے کہ یہ سردی کی حالت مجھ سے تعلق رکھتی ہے۔ میں آگ کی طرف جاتا ہوں۔ اس امر سے یہ بھی مفہوم ہے۔ کہ میں آگ کو دیکھتا ہوں۔ پس اس وقت میرے سامنے ایک اور حالت موجود ہے۔ یعنی آگ کا نظر آنا۔ لیکن آگ کے نظر آنے کی اس حالت سے مجھے ان سابقہ گرم حالتوں کا خیال آ جاتا ہے۔ جو آگ کے قریب جانے کے باعث میرے تجربے میں آ چکی ہیں۔ اب میں ان گرم حالتوں کا سردی کی موجودہ حالت سے مقابلہ کرتا ہوں۔ تو ان کے مقابلے کی وجہ سے مجھ میں ایک دفعہ پھر گرم حالت

کو محسوس کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اس خواہش کے باعث میں اپنے ذہن میں نامعلوم طور سے اس امر کا خیال کرتا ہوں۔ کہ گرمی پہنچانے کے لئے کس کس قسم کی حرکت ضروری ہے۔ اور مجھے یقین ہوتا ہے۔ کہ ان حرکات سے مطلوبہ نتیجہ ظہور میں آئیگا۔ پس میرا ذہن جسم کے خاص خاص عضلوں کو حرکت دینے کا ارادہ کرتا ہے۔ اور میں اس حرکت کے ذریعے آگ کے پاس پہنچ جاتا ہوں۔ اوپر کی مثال سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ارادے میں ذہن کے تمام عملی کام پائے جاتے ہیں۔ عملی کاموں سے صرف بیرونی حرکات ہی مراد نہیں ہیں۔ بلکہ توجہ اور ذہن کے ابتدائی عمل بھی مراد ہیں۔ مثلاً کسی چیز کی خواہش کرنا۔ کسی کام کی نسبت غور کرنا۔ کسی کام کے لئے عزم بالجزم کرنا۔ اوپر کی تعریف کو ہم مختصر الفاظ میں یوں بھی بیان کر سکتے ہیں۔ کہ ارادہ کرنے سے مراد کسی ایسی چیز کی خواہش کرنا ہے۔ جس کے پورا کرنے کا میں اپنے دل میں مقصد کر لیتا ہوں۔ مگر یاد رہے۔ کہ ارادے سے پہلے کسی خواہش یا کئی خواہشوں کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ اور جو خواہش ارادہ پیدا کرنے کا باعث ہوتی ہے۔ اسے محرک کہتے ہیں *

۲۔ ارادت کی تربیت نہایت ضروری ہے *
 پریر صاحب کا قول ہے کہ روپے زمین پر انسان کا ارادہ سب سے بڑی طاقت ہے۔ ہماری قسمت کا اچھا یا بُرا ہونا زیادہ تر ہمارے ارادے ہی پر متوقف ہے۔ انسان عزم بالجزم کرے۔ تو مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی صاحب فرماتے ہیں ۵

مشکلے نیست کہ آساں نشود

مرد باید کہ ہر آساں نشود

مدرسے میں بھی طلبہ کی عقلی اور اخلاقی ترقی زیادہ تر ان کے ارادے کی تربیت پر متوقف ہوتی ہے۔ جس طالب علم

کا ارادہ کمزور ہوتا ہے۔ وہ جم کر کسی مضمون پر توجہ نہیں دے سکتا۔ جس کام کو کرنے لگتا ہے۔ کسی مشکل کے پیش آنے سے جھٹ اُسے ادھورا چھوڑ دیتا ہے۔ برعکس اس کے جس طالب علم کا ارادہ قوی ہوتا ہے۔ وہ گھنٹوں تک لگا تار توجہ دے سکتا ہے۔ اسی طرح اخلاقی باتوں میں بھی بعض طلبہ نیک اور بُرے کاموں میں تیز نہ کر سکتے یا اپنے ارادے کے کمزور ہونے کی وجہ سے جھوٹ بول دیتے ہیں۔ اور دیگر خلاف اخلاق کام کر بیٹھتے ہیں۔ عقلمند اور مستقل مزاج آدمی پہلے کام کی اخلاقی بُرائی کو خوب سوچ لیتا ہے۔ پھر جس بات کو نیک سمجھتا ہے۔ اُس کے کرنے پر کمر بستہ باندھ لیتا ہے۔ سچ پوچھو۔ تو ارادہ ہی اخلاقی کی روح ہے +

۳۔ تربیت ارادی کا طریق + ارادے کی تربیت میں مدرس کو

دو بڑی باتیں مد نظر رکھنی چاہئیں۔

(ا) بچوں میں قوت ارادت کا پیدا کرنا +

(ب) اس قوت کو استحکام اور ترقی دینا۔ یعنی طلبہ میں یہ لیاقت پیدا کرنی۔ کہ جب وہ بعض کاموں کو بعض اور کاموں پر ترجیح دیں۔ تو ہمیشہ ان کی نیکی بدی سوچ لیا کریں۔ جس کام کو مناسب خیال کریں۔ اُسی کے کرنے پر کمر بستہ باندھیں۔ نیک کاموں سے عقلی اور اخلاقی دونوں قسم کے کام مراد ہیں۔ مثلاً طبیعت کو یکسو کر کے کسی چیز پر توجہ نہا۔ ہمیشہ ٹھیک وقت پر مدرسے میں آنا۔ سچ بولنا۔ وغیرہ وغیرہ +

ابتدا میں بچوں کا ارادہ بہت کمزور ہوتا ہے۔ اُس پاس کی چیزیں دلچسپ اور خوشنما ہونے کی وجہ سے ان کی توجہ کو کھینچتی ہیں۔ یا جو کام اوروں کو کرتے دیکھتے ہیں۔ وہی کرنے لگتے ہیں۔ خود اُن میں سوچنے سمجھنے کا مادہ بہت کم ہوتا ہے۔ مدرس کو چاہئے۔ کہ بچوں کی تعلیم میں تربیت کے ان قدرتی اصولوں کو مد نظر رکھے۔ مثلاً عقلی تربیت کرتے

وقت اُسے چاہئے۔ کہ ابتدا میں اس قسم کے سبق پرٹھ جائے۔ کہ جس سے طلبہ کے حواس کی مشق اور ترقی ہو۔ ان سبقوں کی تعلیم کا ڈھنگ ایسا ہو۔ کہ خود بچے خوشی خوشی چیزوں کو دیکھیں بھالیں۔ اور اُن کے خواص دریافت کریں۔ عقلی تربیت کے ساتھ ساتھ جسمانی تربیت کا بھی خیال رکھا جائے۔ تعلیم میں مناسب وقفوں کے بعد بچے خوشی سے مل کر کھیل دیں۔ اور قواعد کریں۔ تعلیم کی اس گونا گونی سے بچوں کے قوائے عقلی اور جسمانی کی ساتھ ساتھ مشق اور ترقی ہوگی۔ اور انہیں باتوں پر ارادے کی ابتدائی تربیت کا دار و مدار ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ جوں جوں بچے میں چیزوں کے دیکھنے بھالنے کا شوق بڑھتا ہے۔ اُس کی معلومات زیادہ ہوتی ہیں۔ اُس کے افعال میں چستی و چالاکی آتی ہے۔ اور اُس کی حرکات میں ترتیب اور باقاعدگی نمایاں ہوتی ہے۔ توں توں اُس کی طبیعت میں مقابلے اور انتخاب کا مادہ زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اور اس طرح سے رفتہ رفتہ اُس کے ارادے کو مشق ہوتی ہے۔ اور اُسے تقویت پہنچتی ہے۔

اخلاقی تربیت میں مدرس کو تقلید کے اصول سے کام لینا چاہئے۔ خود اُس کے اخلاق اچھے ہونگے۔ تو ضرور بچے بھی ان کی نیک تقلید کریں گے۔ اس طرح سے رفتہ رفتہ بچوں میں نیک عادتیں قائم کرنی چاہئیں۔ بچوں کی جسمانی۔ عقلی اور اخلاقی تربیت کرنے کے وقت مدرس کو ضبط قائم رکھنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر یاد رکھو۔ کہ جتنے الوسع سختی اور تشدد سے پرہیز کرنا واجب ہے۔ اور صرف اُسی وقت بقدر ضرورت اُن سے کام لینا چاہئے۔ جبکہ اشد ضرورت ہو۔ جو مدرس بیجا سختی اور مار پیٹ سے ضبط قائم کرتا ہے۔ وہ بچوں کی قوت ارادی کا خون کرتا ہے۔ اس قسم کے ضبط سے بچوں کی طبیعتیں دب جاتی ہیں۔ مدرس کے خوف کے مارے انہیں مارے کے اظہار یا اپنی خوشی

سے کسی کام کے کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اور اس لئے قوت ارادی کی تربیت کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ ہمیشہ غبی اور مٹی کے مادھو ہی رہتے ہیں۔ اگر تم بچوں کے ارادے کو جگانا اور اُس کی تربیت کرنا چاہتے ہو۔ تو اُن کی قدرتی آزادی اور چستی و چالاکی کو سختی سے نہ دباؤ۔ اُن کے اعتراضوں کو سختی سے رد نہ کرو۔ ورنہ بچے بالکل غبی ہی رہیں گے۔ اور اُن میں افعال کی نسبت ”یہ کہو اور وہ نہ کرو“ کے سوچنے کا مادہ کبھی پیدا نہیں ہوگا۔ اوپر کے بیان سے شاید تمہارے دل میں یہ اعتراض پیدا ہو۔ کہ بچوں کو کھلا چھوڑ دیا۔ تو چونکہ وہ طبعاً خود غرض ہوتے ہیں۔ جدھر اُن کی طبیعت کا میلان ہوگا۔ وہی کام کرنے لگیں گے۔ سبق میں توجہ نہ دیں گے۔ بُرے اخلاق سیکھیں گے۔ اور شریر بن جائیں گے۔ ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں۔ کہ جو مدرس بچوں کی طبیعتوں سے واقف ہے۔ اور اُن کے قدرتی تاثرات اور محرکات سے مناسب طور پر کام لینا جانتا ہے۔ وہ اُن کی قدرتی آزادی اور چستی چالاکی میں مغل ہونے کے بغیر جدھر چاہے۔ اُن کی طبیعتوں کو ڈال سکتا ہے۔ خوبصورت چیزوں اور تصویروں کے دکھانے۔ سبق میں دلچسپ توضیح اور تشریح کے کرنے اور محبت اور ہمدردی کے ساتھ برتاؤ کرنے سے وہ بچوں کی توجہ سبق کی طرف قائم کر سکتا ہے۔ اسی طرح مناسب محرکات مثلاً بڑھ بچنے کا شوق۔ تعریف وغیرہ کے استعمال سے وہ اُن کے تحصیل علم کے شوق کو بڑھا سکتا ہے۔ اگر مدرس کو بعض اوقات تھوڑی بہت سزا کی ضرورت بھی ہو۔ تو مزا اس ڈھنگ کی ہونی چاہئے۔ کہ افعال کے قدرتی نتائج پر مبنی ہو۔ مثلاً جو بچہ جھوٹ بولے۔ کچھ عرصے کے لئے اُس کی بات پر یقین نہ کیا جائے۔ لیکن یاد رکھو۔ کہ بے جا سختی اور تشدد بچوں کے لئے زہر قاتل ہے۔

جب بچے عقلی اور اخلاقی تربیت میں کسی قدر ترقی کر جائیں۔

تو اعلیٰ درجے کے محرکات کو تقویت دینی چاہئے۔ اور اونے درجے کے محرکات کا استعمال رفتہ رفتہ کم کر دینا چاہئے۔ مثلاً طالب علم کسی کام کو کرنے لگے۔ تو اُس کی نیکی بدی سوچ سمجھ کر کرے۔ اپنی ذات پر اعتماد کرنا سیکھے۔ بے صبری اور غصے کو ضبط کرے۔ غرضیکہ رفتہ رفتہ بیرونی ہدایت کم ہونی چاہئے۔ اور اندرونی ہدایت زیادہ ۛ

خلاصہ

۱۔ ارادت نفس کی وہ آزاد طاقت ہے۔ جس کے ذریعے نفس مختلف خواہشات میں سے اُس خواہش کو منتخب کر لیتا ہے۔ جسے وہ پورا کرنا چاہتا ہے ۛ

۲۔ اس چیدہ خواہش کو محرک بولتے ہیں ۛ

۳۔ طلبہ کو ٹھیک نتائج پر پہنچنا سکھانا چاہئے۔ کیونکہ شروع کے نتائج ہی پر آئندہ کے نتائج موقوف ہوتے ہیں۔ اس لئے ارادت کو شروع ہی سے تربیت دینے کی از حد ضرورت ہے ۛ

۴۔ تربیت ارادت میں مدرس کو تین باتوں کا خیال رکھنا چاہئے :-
(۱) بچوں پر یہ ظاہر کرنا چاہئے۔ کہ ارادت میں انہیں کتنا دخل ہے ۛ

(۲) تربیت اخلاق میں یہ بتاؤ۔ کہ کس قسم کے محرکات کو ترجیح دینی چاہئے ۛ

(۳) طلبہ میں غور و خوض کی عادت پیدا کر دے ۛ

۵۔ ارادت طلبہ کی تربیت کر کے اُسے مستحکم بنانا چاہئے۔ نہ کہ اُس کو بالکل جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے ۛ

پانچویں فصل

عادت (HABIT)

۱۔ عادت کی تعریف + کسی کام کے بار بار کرنے سے نفس کی جو یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ کہ اس کام میں آسانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور اس کام کے انجام دینے کا دل میں بڑا میلان پایا جاتا ہے۔ اس میلان کو عادت کہتے ہیں۔ یا یوں کہو۔ کہ ایک خاص طور پر سوچنے اور کام کرنے کے بڑے میلان کو عادت کہتے ہیں +

۲۔ عادت کے فائدے + اوپر کی تعریف پر غور کرنے سے تمہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ نیک عادت کا قائم ہونا کس قدر مفید ہے۔ اگر ہر ایک کام میں نفس کو از سر نو یک شو ہو کر توجہ دینی پڑتی۔ اور از سر نو کوشش کر کے سوچنا اور غور کرنا پڑتا۔ تو قوت ارادی پر کس قدر زور پڑتا۔ اور کس قدر محنت کرنی پڑتی۔ مگر ایسا نہیں ہوتا۔ شروع شروع میں کسی کام کا کرنا توجہ اور ارادے کا زور چاہتا ہے۔ بار بار کرنے سے اُس کام میں جس قدر آسانی معلوم ہونے لگتی ہے۔ اُسی قدر ان قوتوں کا میلان بھی گھٹتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ جب عادت قائم ہو جاتی ہے۔ تو کام خود بخود ہوا چلا جاتا ہے۔ اور اس میں توجہ اور ارادے کا دخل محسوس بھی نہیں ہوتا۔ اب تم خیال کر سکتے ہو۔ کہ نیک عادات کے قائم ہو جانے سے نفس کی کس قدر محنت بچ جاتی ہے۔ اسی طرح قوائے بدنی۔ عقلی اور خلقی سے ہم جس طرح بار بار کام لیتے ہیں۔ ہم میں ویسی ہی عادتیں بنتی ہو جاتی ہیں۔ اور ان عادتوں سے ہماری خصلت قائم ہو جاتی ہے۔ جس نچے میں ٹھیک وقت پر درس سے میں آنے۔ توجہ دینے۔ مشاہدہ کرنے۔ بچ بولنے۔ صاف ستھرا رہنے۔ وقت مقربہ پر کھیلنے اور کام کرنے

کی نیک عادتیں قائم ہو جاتی ہیں۔ جان لو۔ کہ اُس کی تربیت کی بنیاد پختہ اور مستحکم ہے۔ اور سچ پوچھو۔ تو انسان کی تربیت کا اندازہ اس کی نیک عادتوں ہی سے لگا سکتے ہیں۔ اوپر ہم نے عادت کے فائدے بیان کئے ہیں۔ نیک عادتوں کا قائم ہونا بیشک انسان کے لئے از بس مفید اور کار آمد ہے۔ مگر ذرا غور کر کے دیکھو۔ اگر کل عادتیں زور پکڑ کر ہماری طبیعت پر قابو پا جائیں۔ اور ہم بالکل ان کے بس میں ہو جائیں۔ تو ہمارا ارادہ رفتہ رفتہ کمزور ہو جائیگا۔ توجہ کا میلان بھی اسی قدر کم ہوتا جائیگا۔ ہمارے کام روکھے پھیکے معلوم ہونگے۔ اُن میں وہ فرحت اور دلچسپی نہ ہوگی۔ جو کسی نئے کام کو جی لگا کر کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ ہماری طبیعت سخت ہو جائیگی۔ اور اُس میں وہ ملازمت اور لچک نہ رہیگی۔ جو نئے حالات اور واقعات کا سامنا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ غرضیکہ ہماری ترقی ایک طرح محدود بلکہ مسدود ہو جائیگی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ عادتوں کے قائم کرنے میں ہمیں میانہ روی کے اصول کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ نیک عادتیں ہمیں ضرور قائم کرنی چاہئیں۔ مگر ہمیں بالکل اپنی عادتوں کا غلام نہیں بن جانا چاہئے۔ بلکہ ہماری یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ہماری اکثر عادتیں ہمارے بس میں رہیں۔

۲۔ عادت اختیار کرانے کا طریقہ :- اب ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ کہ بچوں کو عادت کس طرح اختیار کرانی چاہئیں۔ اس کے لئے تین شرائط مد نظر رکھنی چاہئیں :-

(۱) پہلی شرط یہ ہے۔ کہ طلبہ کے پاس ضرور بالضرور کوئی کافی محرک ہو۔ پروفیسر بین (Professor Bain) نے اس پر بڑا زور دیا ہے۔ یہ محرک بیرونی بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً سزا و جزا۔ تعریف۔ اور اور آدمیوں کی رائے کا خیال۔ اور اندرونی بھی۔ بیرونی محرکات نہایت مفید ہوتے ہیں۔ مگر اُن کا استعمال اس طرح نہیں کرنا چاہئے۔ کہ اُن کی وجہ سے اندرونی یعنی اصلی محرکات پس انداز ہو جائیں۔ ہمارا بڑا مقصد یہ ہے۔

کہ عادت مطلوبہ کی طرف طلبہ کا بڑا میلان خاطر پیدا ہو جائے۔ یہی طریقہ تعلیم ہم قدرت میں دیکھتے ہیں۔ کیونکہ بچوں کی بڑی خواہش یہ ہوتی ہے۔ کہ جو کچھ اُن کی نظر سے گزرے۔ اُسے وہ ہاتھ لگا کر خود دیکھیں بھالیں۔ اور چھوئیں چھیڑیں۔ اسی قدرتی طرز سے طلبہ اشیا کے خواص دریافت کرتے ہیں۔ یعنی اُن میں عادتِ ادراک و مشاہدہ پیدا ہوتی ہے۔ ایک اور مثال پر ذرا غور کرو۔ بچوں میں بولنے کی عادت کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح کہ وہ آوروں کی تقلید کرنی چاہتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔ طرح طرح کی آوازیں نکالنے سے انہیں خوشی ہوتی ہے۔ اور اس لئے وہ مختلف قسم کی آوازیں نکالتے ہیں۔ اُن میں آوروں کے ساتھ بات چیت کرنے کی بڑی خواہش ہوتی ہے۔ بچوں کی تمام خواہشات اور حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ وہ ضرور کسی کمی کو محسوس کرتے ہیں۔ ان خواہشات وغیرہ کے یہ معنی ہیں۔ کہ اُن میں ایک قسم کی طاقت کا وجود ہے۔ تعلیم کا مقصد یہ ہے۔ کہ طلبہ پر یہ ظاہر کیا جائے۔ کہ اس طاقت کو ہر ایک مقصد مطلوبہ کا محرک بنا کر کیونکر خواہشات کو پورا کر سکتے ہیں۔ جیمز صاحب (James) کا قول ہے۔ کہ اگر ہر قسم کی تربیت ٹھیک طور پر ہو۔ تو طلبہ کے تمام مختلف قدرتی میلان اُن کے دلوں میں خاص خاص اشیا کی خواہش بڑھاتے ہیں۔ اور خاص دیگر اشیا کی طرف سے اُن کی خواہش کو روکتے اور ہٹاتے ہیں۔ یعنی اُن میلانوں کی وجہ سے اُن میں خاص خاص عادت پیدا ہو جاتی ہیں۔

(۲) دوسری شرط تکرار ہے۔ جب تم کسی پتھر پر بار بار ہتھوڑا مارتے ہو۔ تب ہی اُس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا تم بتا سکتے ہو۔ کہ کس چوٹ سے اُس کے کپڑے کپڑے اڑ گئے؟ ہر ایک چوٹ کا اثر ہوتا ہے۔ اور آخری چوٹ سے کام بن جاتا ہے۔ اسی طرح عادت ڈالنے میں بھی ہر ایک

چوٹ کا اثر ہوتا ہے۔ ہر روز عادت بڑنی شروع نہیں ہوتی۔ بلکہ کل اور پرسوں اور تمام گزشتہ ایام کے افعال کا اثر ہوتا رہتا ہے۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ ایک دن عادت پڑ جاتی ہے۔ خواہ اچھی خواہ بُری۔ جس سے آج کے کام میں تمہیں مدد بھی مل سکتی ہے۔ اور ہرج بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جو کچھ تم بذاتِ خود ہو۔ وہ تمہارے روزمرہ کے کاموں ہی کا نتیجہ ہے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے۔ کہ اُس کام کو بغیر کسی خلل کے متواتر کیا جائے۔ کبھی اس میں خلل نہ ہونے پائے۔ اس قاعدے پر عمل کرنا اکثر مشکل ہوتا ہے۔ مگر یاد رکھو۔ کہ تھوڑا بہت بھی خلل ہونے سے۔ یا یوں کہو۔ کہ ہر ایک استثناء سے بہت کچھ بنا بنایا کام خاک میں مل جاتا ہے۔ ہم اس بات میں اکثر غلطی کھا جاتے ہیں۔ مثلاً جب کوئی بچہ عرصے تک کسی قاعدے کا پابند رہتا ہے۔ اور ایک روز اُس پر عمل نہ کرے۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ ”کیا ہرج ہے؟ بیچارہ بہتیری کوشش کر رہا ہے۔ اگر ایک دن یہ کام نہ کیا۔ تو کیا مضائقہ ہے؟ اور اس امر کو نظر انداز کر جاتے ہیں۔ کہ ایک روز بھی اس قاعدے پر عمل نہ کرنے کا ضرور اثر ہوگا۔ ہمارے ایسا خیال کرنے کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ ہم یہ سمجھتے ہیں۔ کہ عادات نہایت مشکل سے قائم ہوتی ہیں۔ اور ذرا توقف اور آرام کے بعد زیادہ آسانی ہو جاتی ہے۔ مگر قانونِ عادت اس کے بالکل برخلاف ہے۔ جن کاموں کے ہم عادی ہو جاتے ہیں۔ اُن سے ہمیں بڑی خوشی ہوتی ہے۔ بشرطیکہ اُن پر عرصے تک عمل درآمد رہے۔ بالخصوص اُس وقت جبکہ وہ کام بھی بذاتِ خود فرحت، بخش اور خوشگوار ہوں۔ لیکن جو کام شروع میں خوشگوار نہیں بھی ہوتے۔ اُن کے رفتہ رفتہ عادی ہو جانے پر انہیں کرنے سے طبیعت پر ذرا میل نہیں آتا۔ اس لئے اگر ایسے وقت جبکہ ہم کسی کام کے رفتہ رفتہ عادی

ہوتے جاتے ہوں۔ اس میں ایک روز بھی خلل ہوگا۔ تو ضرور اس کام کے ناپسند ہونے کا تاثر زیادہ دیرپا ہو جائیگا۔ بچے فوراً اس بات کو تارڑ جاتے ہیں۔ کہ آیا کسی دن اُن کے کوئی خاص کام نہ کرنے کو نظر انداز کیا گیا یا نہیں۔ اگر کیا گیا۔ تو وہ یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں۔ کہ جو عادت اُن میں ڈلوانی منظور ہے۔ وہ چنداں بہت ضروری نہیں + ایک عورت نے ایک روز اپنے بچے سے پوچھا۔ کہ ”بغیر ہاتھ منہ دھوئے تم کھانا کھانے کیوں آئی تھے ہو۔ جبکہ تم جانتے ہو۔ کہ ایسی حالت میں میں تم کو کھانے پر نہیں بیٹھنے دیتی؟“ بچے نے نہایت بھولے پن سے جواب دیا۔ کہ ”ایک روز تم نے ایسا نہیں کیا تھا“ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ایک روز بھی ناغہ کرنے سے عادت ڈالنے پر مضر نتیجہ ہوتا ہے +

۳۔ نیک عادات + نیک عادات کی دو بڑی قسمیں ہیں :-

- ۱۔ عقلی عادات۔ مثلاً پورے جملوں میں جواب دینا۔ تحقیق و تصدیق کرنا۔ مشاہدہ کرنا۔ لگا تار سوچنا +
- ب۔ اخلاقی عادات۔ مثلاً محنت۔ صفائی۔ راستی۔ نیک اطواری۔ فرمانبرداری۔ دیانت داری۔ ذاتی لحاظ۔ خلق۔ عدل۔ مہربانی۔ اعتدال۔ وغیرہ وغیرہ +

عقلی عادات کے قائم کرنے کا طریق بہت کچھ تربیت عقلی کے باب میں بیان ہو چکا ہے۔ اور نیز اُن باتوں پر موقوف ہے۔ جن کا ذکر فن تعلیم میں آئیگا۔ عقلی عادات میں سے ہم اس جگہ صرف اول کی چار عادتوں پر بحث کرتے ہیں۔ جن کا بچوں میں پیدا کرنا نہایت ضروری ہے۔

محنت۔ محنت کا خوگر ہونا نہایت ضروری ہے۔ کیونکہ سارے کام اسی سے چلتے ہیں +

طریق تربیت۔

- ۱۔ اُن تمام باتوں کا خیال رکھو۔ جو نظم و نسق مدرسہ کے متعلق ہیں۔ مثلاً جماعت بندی۔ تقسیم اوقات وغیرہ وغیرہ۔ اس سے

تھوڑے وقت میں بہت کام ہوگا۔ طلبہ باقاعدگی اور ترتیب کے عادی ہو جائیں گے۔ اور انہیں بے شغلی سے شرارت کرنے کا بہت کم موقع ملے گا۔

۲۔ نیز اُن تمام باتوں کا خیال رکھو۔ جو توجہ کی تربیت کے طریق میں بیان ہو چکی ہیں۔

صفائی۔ اس کا ذکر تربیت جسمانی کے باب میں ہو چکا ہے۔ راستی۔ بذات خود شرافت تریں فضائل اخلاق میں سے ہے۔ اور تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ راستی کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو کچھ ظاہر میں ہمارے قول و فعل یا خیالات ہوں۔ وہی باطن میں بھی ہوں۔

جھوٹ بولنے کے محرکات۔

۱۔ بزدلی۔ مثلاً بہت سختی اور تشدد سے جان بچانے کے لئے جھوٹ بولنا۔

۲۔ خود غرضی۔ ذاتی نفع یا مقابلے اور بحث مباحثے میں جیت کی خاطر جھوٹ بولنا۔

۳۔ نخوت یا خود پسندی۔ یعنی واقعات کو بے پروائی یا اپنی شوکت جتانے کی غرض سے مبالغے کے ساتھ بیان کرنا۔

۴۔ حسد اور عداوت۔ اوروں کو نقصان پہنچانے میں اپنی خوشی جاننا۔ اور اس مطلب کے لئے جھوٹ بولنا۔

طریق تربیت

۱۔ بچے سچ بولنا عموماً تقلید کے ذریعے سیکھا کرتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ تمہارے افعال تمہارے اقوال کے

مطابق ہوں۔

۲۔ کسی طالب علم کے جھوٹ بولنے پر اول اُس کا باعث یا محرک معلوم کرو۔ بعد میں جو سزا مناسب خیال کرو۔ دو۔

باعث یا محرک معلوم کرنے کے بغیر سزا دینے سے بُرے نتائج پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

۳۔ تمہارا ضبط ایسا ہو۔ کہ اُس میں جھوٹ بولنے کی ذرا بھی

محرک نہ ہو۔ ڈھیٹے ڈھالے ضبط۔ کام کی دیکھ بھال میں بے پروائی اور ٹھیک مگرانی نہ کرنے سے طلبہ کو جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے کی ترغیب ہوتی ہے۔ برعکس اس کے عمدہ ضبط سے اس قسم کے بُرے محرکات رفتہ رفتہ کمزور ہو کر زائل ہو جاتے ہیں۔ مگر یاد رکھو۔ کہ بیجا اور سختی بھی مضر ہے۔

۴۔ طلبہ سے ہمیشہ یہ توقع رکھو۔ کہ سچ بولنا معمولی بات ہے۔ اس لئے ہر کام میں اُن پر مہروسہ اور اعتماد رکھو۔

۵۔ اگر کسی طالب علم کی نسبت تمہیں جھوٹ بولنے کا شک پیدا ہو۔ تو اُسے ہرگز ظاہر نہ کرو۔ کیونکہ شک رکھنا عیب جوئی میں داخل ہے۔ اور فضول شک رکھنا طلبہ کو ناگوار گزرتا ہے۔

۶۔ جو طلبہ تمہیں خوش کرنے یا اپنی شوکت جتانے کی غرض سے مبالغے کے عادی ہوں۔ اُن کی باتوں پر کان نہ دو۔

۷۔ سچ بولنے والے طلبہ پر ہمیشہ اعتماد رکھو۔ کسی طالب علم کے جھوٹ بولنے پر اوّل تجبّظ ظاہر کرو۔ اور تھوڑی بہت فحاشی اس ڈھنگ سے کرو۔ کہ اُس میں تمہاری طرف سے ہمدردی اور رنج کا اظہار پایا جائے۔ اگر اس سے کام نہ چلے۔ تو بعد میں دھمکی دو۔ اعتبار اٹھاؤ۔ یا اور مناسب سزا دو۔

۸۔ جھوٹ بولنے والا طالب علم اگر صدق دل سے توبہ کر کے راہِ راست پر آنا چاہے۔ تو اُس کی ہمت بڑھاؤ۔ اعترافِ قصور بھی اگر صدق دل سے ہو۔ تو معافی ہی کے نہیں۔ بلکہ تعریف کے لائق ہے۔

نیک اطواری۔ تواضع۔ خوش خلقی یا شائستگی کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہم لوگوں کے ساتھ ادب اور نرم دل سے پیش آئیں۔ ایک مشہور انگریزی مؤرخ کا قول ہے۔ کہ

جو لڑکا خوش خلق اور صاف دل ہوتا ہے۔ وہ اپنے ملک کے لئے عزت اور فخر کا باعث ہوتا ہے۔ بہادر اور شریف اشخاص (مرد ہوں یا عورتیں) ہمیشہ نیک خلق ہوتے ہیں * طریق تربیت -

۱۔ نیک اطواری بچہ رفتہ رفتہ والدین اور استاد کے اچھے برتاؤ اور نیک صحبتوں سے سیکھا کرتا ہے۔ اس لئے تمہارے اطوار کا عمدہ ہونا نہایت ضروری ہے۔ جو اخلاق کی خوبیاں بچوں کو سکھایا چاہتے ہو۔ وہ اپنی ذات میں جمع کرو۔

ب۔ بچوں کے طبائع اور نحو بُو سے واقفیت پیدا کرو۔ اُن کے حرکات و سکنات کا خیال رکھو۔ اُنہیں وقتاً فوقتاً نصیحت کرتے رہو۔ اور کوشش یہ کرو۔ کہ وہ :-

(۱) ہمیشہ دیانت داری سے کام کریں۔ سچ بولیں۔ اور صاف دل رہیں۔ فحش الفاظ زبان پر نہ لائیں۔ بُرے آدمیوں کی صحبت سے پرہیز کریں۔ ہاتھ منہ کو صاف ستھرا رکھیں *

(۲) اپنے والدین کو خوش رکھیں۔ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں۔ خود غرض نہ بنیں۔ بلکہ اپنی اچھی چیزوں میں اوروں کو بھی شریک کریں *

(۳) مدرسے کے قاعدوں پر چلیں۔ امتحان میں نقل نہ کریں۔ نہ کسی طرح کا دھوکا دیں۔ میزوں اور تختوں کو چاقو وغیرہ سے نہ چھیلیں۔ پڑھائی کی کتاب کے بیچ میں نہ لکھیں *

(۴) کھیل میں اپنے ساتھیوں کو دھوکا نہ دیں۔ کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کریں۔ اپنے ساتھیوں کو طعنہ نہ دیں۔ نہ اُنہیں ایسے ناموں سے پکاریں۔ جنہیں وہ بُرا سمجھیں *

(۵) جب کبھی اپنی قوم کے بزرگوں۔ حاکموں۔ استادوں

اور دوستوں سے ملیں۔ انہیں سلام کریں۔ کواڑوں۔ دیواروں اور پھاٹکوں پر کھریا وغیرہ سے نہ لکھیں۔ پتھر نہ پھینکیں۔ لوگوں کے مال و اسباب کا نقصان نہ کریں۔ بوڑھے اور ابا، بچ آدمیوں سے دل لگی اور ہنسی ٹھٹھا نہ کریں۔ بلکہ ان کے ساتھ مروت سے پیش آئیں۔ خواجے والوں سے وہی تباہی کھانے کی چیزیں لے کر نہ کھائیں +

(۶) کھانا کھانے سے پہلے ہمیشہ ہاتھ منہ دھولیں۔ گھٹنوں کے بل نہ بیٹھیں۔ بہت کھانے کا لالچ نہ کریں۔ منہ میں لقمہ ہو۔ تو کلام نہ کریں۔ اور نہ پانی پئیں۔ چھینکتے یا کھانتے وقت مٹخ پھیر لیں۔ اور منہ کے آگے ہاتھ رکھ لیں۔ کسی شخص کے ساتھ بے ادبی اور گستاخی سے پیش نہ آئیں +

(۷) کسی کی بات کو نہ کاٹیں۔ ہمیشہ اپنے کام سے سروکار رکھیں۔ وقت کے پابند رہیں۔ اُن کی قطع وضع ایسی ہو۔ کہ اُس سے چستی اور مستعدی ظاہر ہو +

نوٹ۔ نیک اطوار کا چھپا ہوا نقشہ مفید عام پڑیں۔ لایہ سے مل سکتا ہے۔ مدرس کو چاہئے۔ کہ اس کی کاپی منگوا کر مناسب جگہ پر آویزاں کرے +

خلاصہ

۱۔ ایک خاص طور پر سوچنے اور کام کرنے کے بڑے میلان کو عادت کہتے ہیں +

۲۔ عادت کے عملی فوائد :-

(۱) عادت سے جسمانی اور عقلی دونوں قسم کی سخت محنت بچ جاتی ہے +

(۲) ہر ایک ذہنی عمل مثلاً حافظہ۔ تخیل۔ ارادت وغیرہ

کی بنا عادت پہ ہوتی ہے +
(۳) چال چلن پر عادت کا اخلاقی اثر بہت عمدہ ہوتا ہے -
کیونکہ اس میں عمل ارادت کی بڑی ضرورت ہوتی ہے +
۳۔ عادت ڈالنا - عادت ڈالنے کے لئے تین شرائط لازمی
ہیں :-

(۱) ابتدا میں کافی محرک کا ہونا +

(۲) تکرار +

(۳) اُس عمل کا عرصہ دراز تک بغیر کسی خلل کے
جاری رہنا +

۴۔ عادات جو طلبہ میں ڈالنی چاہئیں :-

(۱) اخلاقی عادات - مثلاً فرمانبرداری - سچائی - دیانتداری -

وغیرہ +

(۲) عقلی عادات - مثلاً مکمل جملوں میں جواب دینا -
تحقیق و تفتیش - تصدیق و تصحیح - مشاہدہ - غور
و خوض +

پہچٹی فصل

خصلت اور چال چلن

۱۔ تعریف + عادت کے بیان میں ہم ذکر کر آئے ہیں - کہ
تو اے بدنی - عقلی - خلقی سے ہم جس طرح کام لیتے ہیں -
ویسی ہی عادتیں ہم میں قائم ہو جاتی ہیں - فہ الحقیقت ہے
بھی یونہی - کیونکہ کسی شخص کی خصلت پر رائے لگاتے وقت
ہم اُس کی مختلف عادات پر غور کرتے ہیں - اور اُن کے
اچھے بُرے ہونے کے مطابق اپنی رائے قائم کرتے ہیں -
پس ہم کر سکتے ہیں - کہ خصلت سے وہ طبعی میلان یا

عادات مراد ہیں۔ جو تربیت سے استحکام پا کر انسان میں قائم ہو جاتی ہیں۔ خصلت کا اظہار افعال میں ہو۔ تو اُسے چال چلن کہتے ہیں۔ اوپر کے بیان سے تم سمجھ گئے ہو گے۔ کہ بچوں میں ابتدا ہی سے نیک عادتوں کا پیدا کرنا کیوں اس قدر ضروری اور مفید ہے۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے۔ کہ عادتیں بچپن میں جلدی سے قائم ہو جاتی ہیں۔ اور بعد میں آسانی سے نہیں چھٹتیں۔ دوسری یہ کہ انہیں عادتوں سے بچنے کی خصلت رفتہ رفتہ قائم ہو جاتی ہے۔

۲۔ خصلت کی تربیت کا طریقہ (۱) خصلت چونکہ عادات سے

قائم ہوتی ہے۔ اس لئے شروع ہی سے بچوں میں ان کی عمر اور استعداد کے موافق رفتہ رفتہ نیک عادتیں پختہ کرنے کی کوشش کرو۔

(۲) طلبہ سے مہربانی اور شفقت کے ساتھ پیش آؤ۔ بایں ہمہ تمہارا ضبط ایسا ہو۔ کہ اس میں رو رعایت اور تلون مزاجی کو دخل نہ ہو۔

(۳) جہاں تک ہو۔ طلبہ کے ساتھ درس کے کھیلوں میں شریک ہو کر ہر ایک طالب علم کے مزاج کی کیفیت اور نحو پو سے واقفیت پیدا کرو۔ اور مناسب محرکات کے استعمال سے اُن کے عیبوں اور خوبیوں کو گھٹاؤ یا فروغ دو۔

(۴) جو اخلاق کی خوبیاں طلبہ کو سکھانی چاہتے ہو۔ انہیں اپنی ذات میں جمع کرو۔

(۵) تمہارا طریق تعلیم ایسا ہو۔ کہ بچوں کی توجہ فقط نیک کاموں کی طرف ہی رجوع ہو۔ بُرے کاموں کے پیش کرنے سے ممکن ہے۔ کہ

و۔ طلبہ انہیں پہلے سے نہ جانتے ہوں۔ اور چونکہ نئی شے میں دقت ہوتی ہے۔ تمہارے بتانے سے انہیں کرنے لگیں۔

ب۔ اس کے علاوہ بدی کی ہزار صورتیں ہوتی ہیں تم نہیں کیا کیا بتاؤ گے +

(۶) طرزِ بیان دلچسپ ہو۔ روکی پھیکی نصیحتوں اور مشلوں پر ہی اکتفا نہ کرو۔ بلکہ تاریخ۔ سوانح عمری اور اخلاقی کتابوں سے اُن کی پوری پوری تمثیلیں دو۔ یا انہیں قصے کہانیوں کے جال میں بُن کر دکھاؤ +

خلاصہ

۱۔ خصلت سے وہ طبعی میلان یا عادات مراد ہیں۔ جو

ترہیت سے استحکام پا کر انسان میں قائم ہو جاتی ہیں +

۲۔ افعال میں اظہارِ خصلت کو چال چلن کہتے ہیں +

۳۔ خصلت اور چال چلن کا اثر ایک دوسرے پر ہوتا ہے۔

افعال کا باعث ہمارے مقررہ میلان یا عادات ہوتی ہیں۔

پس خصلت کا اثر افعال پر ہوتا ہے۔ مگر افعال سے

ہم خاص عادات کو زیادہ مستحکم یا کمزور بناتے ہیں۔

اسی طرح چال چلن کا اثر خصلت پر ہوتا ہے +

۴۔ خصلت قائم کرنے کے لئے ہم طلبہ کی دلیل سے کام

لے سکتے ہیں۔ اُن سے ٹھیک افعال کرا کے اُن میں نیک

عادات قائم کر سکتے ہیں۔ یا بچوں پر بیرونی اثر ڈال

سکتے ہیں۔ اور اُن پر قیود لگا کر خراب عادات ڈالنے

سے روک سکتے ہیں +

۵۔ خصلت قائم کرنے میں معلم کی مثال کا بڑا اثر ہوتا ہے۔

بچے اکثر تقلید کیا کرتے ہیں +

۶۔ طلبہ کے نیک افعال کرنے اور بُرائی سے بچنے کے لئے

ہم اُن کی اخلاقی تربیت کرتے ہیں۔ اور سزا و جزا کا

مناسب استعمال کرتے ہیں +

تیسرا باب

فن تعلیم

اب ہمیں بچوں کے قوالے جہان و ذہنی سے کچھ واقفیت ہوگئی ہے۔ اور وہ عام اصول بھی معلوم ہو گئے ہیں۔ جنہیں مد نظر رکھ کر ان قوالے نشو و نما کرنی چاہئے۔ اس باب میں ہم یہ بتائیں گے کہ ان اصول کا استعمال کس طرح کرنا چاہئے۔ یعنی طلباء کو کیونکر بڑھانا چاہئے۔ تاکہ ان کے قوالے ذہنی مناسب طور پر تربیت پائیں۔ یاد رکھو۔ کہ طلباء کے قوالے ذہنی اُس وقت تک ترقی نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ انہیں کام میں نہ لایا جائے۔ مگر تا وقتیکہ طلباء کسی خاص شے پر توجہ نہ کریں۔ وہ اپنے قوالے کا استعمال نہیں کر سکتے۔ مگر کسی شے پر متوجہ ہونے کے لئے شوق اور دل چسپی کا ہونا لازمی ہے۔ لیکن شوق اور دل چسپی اُسی وقت پیدا ہو سکتی ہے۔ جبکہ ہر ایک مضمون ٹھیک طور پر پڑھایا جائے۔ اس لئے مدرس کا کام یہ ہے۔ کہ ہر ایک مضمون کو ٹھیک طور پر اس طرح پڑھائے۔ کہ طلباء شوق اور دل چسپی کے ساتھ متوجہ ہو کر اپنے قوالے کا استعمال کریں۔ اور اس مضمون پر بخوبی حاوی ہو جائیں۔ لیکن خیال رہے۔ کہ جو کچھ کیا جاتا ہے۔ وہ ایک ہنر ہوتا ہے۔ پس پڑھانے کا ہنر یا فن تعلیم وہ طریقہ ہے۔ جس کے ذریعے مدرس طلباء کا شوق پیدا کر کے ان کی توجہ قائم رکھتا ہے۔ اور مضمون پر حاوی ہونے کے لئے طلباء سے ان کے ضروری قوالے کا استعمال کراتا ہے + ہم پہلے فن تعلیم کا عام طور پر ذکر کریں گے۔ اور آخر میں ہر ایک مضمون کے سکھانے کا طریقہ مقل بیان کریں گے +

پہلا حصہ - تعلیم دینے کے

بڑے بڑے اور چیدہ اصول

پہلی فصل

اشیا سے خیالات کی طرف چلنا

الفاظ کے معنی محدود ہوتے ہیں۔ الفاظ میں خیالات ظاہر کرنے کی طاقت محدود ہے۔ کچھ ار تمام سامعین کے لئے وہی ایک الفاظ استعمال کرتا ہے۔ مگر اس کے الفاظ سب کے دلوں میں وہی ایک خیالات پیدا نہیں کرتے ہیں۔ بعض سامعین کے دلوں میں زیادہ خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ اور بعض کے دلوں میں کم۔ اس اختلاف کی وجہ یہ نہیں ہے۔ کہ الفاظ کی معنی غیر محدود ہیں۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ الفاظ خیالات کی محض علامتیں ہیں۔ اور جو خیالات پہلے سے ہمارے دل میں موجود ہوتے ہیں۔ انہیں کے ذریعہ سے ہم نئے الفاظ کے معنی ٹھیک ٹھیک سمجھ سکتے ہیں۔ لہذا الفاظ کے معنی کی یہ کمی بیشی ہمارے موجودہ خیالات کی وسعت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ ورنہ الفاظ کے معنی تو در اصل محدود ہوتے ہیں۔

ہم دیکھی اشیا کا تصور دیکھی بھالی اشیا کے تصور ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہمارے ابتدائی خیالات بچپن میں اُن اشیا سے پیدا ہوتے ہیں۔ جنہیں ہم دیکھتے۔ سننے اور محسوس کرتے ہیں۔ جو بچہ پیدا ہونے

بہرا ہے۔ اُسے آواز کا تصور بذریعہ بیان ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اور نہ پیدائشی اندھے کو رنگ کا تصور ہو سکتا ہے۔ حواس ہی ہمارے اول معلم ہیں۔ تمام علم شروع شروع میں ہمیں بذریعہ حواس (یا صرہ - سامعہ - لامسہ - شامہ - ذائقہ) حاصل ہوتا ہے۔

۲۔ براہ راست سیکھنا۔ جو خیالات اشیا کے براہ راست مشاہدہ و تجربہ کرنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ انہیں کی بدولت ہم دیگر اشخاص کے مشاہدہ و تجربہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جو کچھ ہم نے خود دیکھا اور معائنہ کیا ہے۔ اُسی کی مدد سے ہم آوروں کی باتیں سمجھتے ہیں۔ جس قدر زیادہ واقفیت ہم ذاتی تجربے اور مشاہدے سے حاصل کرتے ہیں۔ اُسی قدر زیادہ آسانی ہمیں دیگر اشخاص کی تحریرات اور بیانات کے سمجھنے میں ہوتی ہے۔ جتنے زیادہ صاف تصورات ہمیں مشاہدہ کردہ اشیا کے ہوتے ہیں۔ اتنے ہی زیادہ واضح اور صحیح تصورات ہمیں اُن اشیا کے ہوتے ہیں۔ جو ہم نے خود اپنی آنکھوں سے تو نہیں دیکھی ہیں۔ مگر صرف آدمی لوگوں کی نیانی اُن کا حال سنا ہے۔ اس کا علی نتیجہ یہ ہے۔ کہ بچوں کو جتنا زیادہ ہو سکے۔ خود براہ راست سیکھنا چاہئے۔ بالخصوص اوائل عمر میں بچوں کو حواس سے خوب کام لینا چاہئے۔ اور حتیٰ الامکان بذریعہ اشیا نمونجات۔ تصاویر و نقوشات علم حاصل کرنا چاہئے۔ جو خیالات ہم بچپن میں ذاتی مشاہدے اور تجربے سے حاصل کرتے ہیں۔ انہیں بڑے ہمارے ہمتہ کے تمام خیالات کا دار و مدار ہوتا ہے۔ اور ہمارے فیصلوں اور دلائل کا انحصار۔ اس لئے تعلیم بالخصوص چھوٹے بچوں کی الفاظ کے ذریعے نہیں ہونی چاہئے بلکہ اشیا کے ذریعے۔

خلاصہ

- ۱۔ جو خیالات ذہن میں پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ انہیں کے ذریعے نئے الفاظ خیالات میں تبدیل ہوتے ہیں۔
- ۲۔ ہمارے ابتدائی خیالات اشیا سے بذریعہ حواس براہ راست پیدا ہوتے ہیں۔

۳۔ جس قدر زیادہ کثیر اور صاف چلے ابتدائی خیالات ہوتے ہیں۔
اسی قدر زیادہ آسانی ہمیں اُس کے سمجھنے میں ہوتی ہے۔ جو کہ
ہم سنتے یا پڑھتے ہیں۔ اِس لئے

۴۔ جس قدر زیادہ ہوسکے۔ بچوں کو خود براہ راست سیکھنا چاہئے۔
۵۔ براہ راست حاصل کئے ہوئے خیالات پر ہی بچوں کے اعتماد
کے تمام خیالات کا دار و مدار ہوتا ہے۔

دوسری فصل

خیالات سے الفاظ کی طرف چلنا

۱۔ نئی اصطلاحوں کا موقع استعمال۔
جیسا کہ ابھی اوپر ذکر ہو چکا ہے۔
چھوٹے بچوں کی تعلیم میں الفاظ بغیر اشیا ناکارہ ہوتے ہیں۔ مگر
ساتھ ہی الفاظ سے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں۔ جب کسی شے کو
دیکھ کر بچوں کے دلوں میں نئے خیالات پیدا ہو جائیں۔ تو انہیں
بیٹانا چاہئے۔ کہ اُن خیالات کو کس طرح ٹھیک اور مناسب الفاظ میں
ادا کریں۔ اسی طرح اسباق جغرافیہ میں بچوں کو ضلع کے حالات
طبعی کا تصور دلانے کے بعد اصطلاحات جغرافیہ بتانی چاہئیں۔
یہ تصور تم بچوں کو دلانا چاہو۔ وہ حتی الامکان پہلے خود شے
سے اُخذ کرنا چاہئے۔ اور پھر اس تصور کو اُس کے نام سے
تعبیر کرنا۔ یا یوں کہو۔ کہ الفاظ میں ظاہر کرنا چاہئے۔ اس طرح
وہ تصور طلبہ کے دلوں پر نقش ہو جاتا ہے۔ اور وہ جب
چاہیں۔ اُس کا خیال کر سکتے ہیں۔ تصور اور اُس کے نام یا
اسے ظاہر کرنے والے الفاظ میں وہی رشتہ ہے۔ جو روح اور جسم
میں ہے۔ اگر خیالات کو الفاظ کی قید میں نہ لایا جائے۔ تو وہ ذہن
میں ہرگز نہ ٹھہریں گے۔ الفاظ ہی کی بدولت ہم خیالات کو اپنے دل میں
رکھ سکتے ہیں۔ اُن پر غور و خوض کر سکتے ہیں۔ اور خیالات
سے نئے مضامین کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور اُن سے نتائج نکال سکتے ہیں۔

اس لئے مدرسوں کو لازم ہے۔ کہ نئے خیالات ظاہر کرنے کے لئے بچوں کو نئے الفاظ بتائیں۔ مگر کسی ایک سبق میں بہت سی نئی اصطلاحیں نہ بتائی جائیں۔ بلکہ ہر ایک سبق میں طلبہ کا ذخیرہ الفاظ بڑھانے کے لئے ایک دو نئے الفاظ کا استعمال کرنا کافی ہے۔ مگر یہ خیال رہے۔ کہ جب تک تصور نہ دلا لو۔ اُس وقت تک نئی اصطلاح ہرگز نہ بتاؤ۔ اگر تصور دلانے سے پہلے اصطلاح ”جزیرہ نما“ بتا دی جائے۔ تو اصلی ترتیب تعلیم بالکل اُلٹ پلٹ ہو جائیگی۔ ٹھیک طرز یہ ہے۔ کہ پہلے طلبہ کے سامنے جزیرہ نما کا نمونہ بنا کر رکھا جائے۔ بچے خود اُسے دیکھ بھال کر اپنے دل میں اُس کا تصور باندھیں۔ اور بعد اُنہیں اصطلاح بتائی جائے۔

۲۔ صرف الفاظ کا جاننا کافی نہیں ہے۔ ہر ایک مدرس کو لازم ہے۔ کہ اصلی علم اور صرف لفظی واقفیت میں بخوبی تمیز کرے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے۔ کہ چھوٹے بچے الفاظ سن کر اُن کے معنی سمجھ بغیر اُنہیں ٹھیک طور پر استعمال کرنے لگتے ہیں۔ اور نا تجربہ کار مدرس بسا اوقات اس امر میں دھوکا کھاتے ہیں۔ کہ طلبہ کہاں تک ان نئے الفاظ کے ٹھیک معنی سے واقف ہیں۔ اگر تم خاص احتیاط کام میں نہ لاؤ گے۔ تو ضرور یہ سمجھو گے۔ کہ جو بات طلبہ کو دراصل معلوم نہیں ہے۔ وہ اُسے جانتے ہیں۔ کیونکہ کسی شے کی نسبت خاص الفاظ دُہرا دینے کی قابلیت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا۔ کہ بچے اس شے کو بخوبی سمجھتے بھی ہیں۔ چھوٹے بچوں کو تعلیم دینے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے۔ کہ اصلی شے یا اس کا نمونہ وغیرہ سامنے رکھ کر تعلیم دی جائے۔ لائق مدرسوں کی زیادہ کوشش یہ نہیں ہوتی کہ طلبہ ٹھیک الفاظ بیان کر سکیں۔ بلکہ یہ کہ ٹھیک تصورات اُن کے بخوبی ذہن نشین ہو جائیں۔ اگر طلبہ سے کچھ بر زبان یاد کرنا ہوتا ہے۔ تو پہلے وہ اُس کے معنی انہیں بخوبی سمجھا دیئے ہیں اور پھر طلبہ اُسے آسانی یاد کر لیتے ہیں۔ اگر بچے معنی و طلب

مجھے بغیر قاعدے اور تعریفیں دہرا سکتے ہیں۔ تو اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ اُن کی تعلیم نہایت ہی ناقص طرز پر ہوئی ہے۔ یاد رکھو۔ کہ الفاظ تو علم کے فقط پوست ہیں۔ اور خیالات مغز۔ لہذا پوست کی نسبت مغز کی زیادہ قدر کرو۔

۳۔ الفاظ کا عمل + مگر افراط و تفریط سے بچنا چاہئے۔ اگرچہ

بدون خیالات الفاظ فضول ہوتے ہیں۔ تاہم نئے خیالات کو یاد رکھنے۔ اُنہیں محدود و مخصوص بنانے اور اُنہیں اوروں پر ظاہر کرنے کے لئے نئے الفاظ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک خیالات کو جامۂ الفاظ نہیں پہنایا جاتا۔ تب تک وہ اُس سونے کی مانند ہیں۔ جس کے ڈھیر لگ رہے ہیں۔ مگر وہ مہروں اور اشرفیوں کا کام نہیں دے سکتا۔ با ایں ہمہ اس امر کی بھی بڑی احتیاط لازم ہے۔ کہ بغیر خیالات طلبا الفاظ استعمال نہ کریں۔ یا یوں کہو۔ کہ طلبا کی زبان اُن کے نفس سے پیش قدمی نہ کرے۔ اُن کے الفاظ اُن کے خیالات سے آگے نہ چلے جائیں۔ درست ترتیب تعلیم یہی ہے۔ پہلے اشیا۔ پھر خیالات اور بعدہ اصطلاحات و الفاظ +

خلاصہ

- ۱۔ نئے خیالات دلاتے سے پہلے نئے الفاظ اور نئی اصطلاحیں استعمال نہیں کرنی چاہئیں +
- ۲۔ طلبا کی واقفیت اصلی ہو۔ نہ کہ محض لفظی +
- ۳۔ الفاظ علم کے پوست ہیں۔ اور خیالات مغز۔ پوست کی نسبت مغز کی زیادہ قدر کرنی چاہئے +
- ۴۔ طالب علم کی زبان اُس کے نفس سے آگے نہ جانی چاہئے۔ درست ترتیب تعلیم یہ ہے۔ اشیا۔ خیالات۔ اصطلاحات +

تیسری فصل

معلوم سے نامعلوم کی طرف چلنا

جو کچھ تم بچوں کو سکھانا چاہتے ہو۔ اُس کی بنیاد اُن کی موجودہ واقفیت کو بناؤ۔ نئے خیالات یا واقعات سکھاتے وقت ہمیشہ یہ کوشش کرو۔ کہ کسی طرح موجودہ خیالات اور واقعات سے اُن کا تعلق ظاہر کر دیا جائے۔ ایسا کرنے سے طلباء کی واقفیت بڑھتی ہے۔ اور وہ زیادہ مفید و کارآمد ہوتی ہے۔ جب نفس میں خیالات کا اس طرح تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ تو وہ بخوبی نقش ہو کر یا سانی یاد رہ سکتے ہیں۔ جہاں ایک کا خیال آیا۔ اسی وقت وہ تمام خیالات نظر کے سامنے آ جاتے ہیں۔ جو اُس سے وابستہ ہوتے ہیں۔ لیکن جب طلباء کو ایسے خیالات اور واقعات بتائے جاتے ہیں۔ جن کا پہلی واقفیت سے کوئی علاقہ نہیں ہے۔ تو وہ نفس میں الگ تھلگ جا پڑتے ہیں۔ اور کسی قسم کا لگاؤ نہ ہونے کی وجہ سے بہت جلد یاد سے اُتر جاتے ہیں + -

پس سیکھنے کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ طلباء ایسے خیالات چل کریں۔ جن کا موجودہ خیالات کے ساتھ کوئی علاقہ نہ ہو۔ بلکہ نئے اور پُرانے خیالات میں علاقہ پیدا کرنے کا نام ہی سیکھنا ہے۔ معلم کا فرض ہے۔ کہ رابطہ پیدا کرنے کے کام کو نہایت خوبی اور خوش اسلوبی کے ساتھ سر انجام دے۔ اور اس میں طلباء کی اُس واقفیت سے پورا پورا کام لے۔ جو انہیں مدرسے میں داخل ہونے سے پہلے حاصل ہوئی ہے۔ چھوٹے بچے بھاگتے دوڑتے وقت بھی نئی نئی باتیں معلوم کرتے اور اپنا ذخیرہ واقفیت بڑھاتے رہتے ہیں۔ اگر معلم اپنے فرض سے واقف ہے۔ تو وہ ضرور طلباء کو نئی اور پُرانی واقفیت میں تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریگا۔ وہ ہرگز یہ نہیں سمجھے گا کہ مدرسے میں داخل ہونے سے پہلے انہیں

کچھ نہیں آتا تھا۔ بلکہ وہ اُن کی سابقہ واقفیت کا پورا پورا استعمال کریگا۔ درحقیقت اُس کی کوشش یہ ہوگی کہ بچوں کی پُرانی اور نئی واقفیت میں تعلق پیدا کرے۔ اور پُرانی واقفیت کے ذریعے نئی واقفیت نہایت مشرح اور واضح طور پر دلائے اور ذہن نشین کرے۔

پس تعلیم دینے کا ہمیشہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ معلوم سے نامعلوم کی طرف چلتے ہیں۔ اور اس قاعدے پر عملدرآمد کرنے کے لئے دو امور مد نظر رکھنے چاہئیں۔ اول پُرانی معلومات کو نئی واقفیت کی بنیاد بناؤ۔ اور اُن کا آپس میں تعلق ظاہر کرو۔ دوم اشیائے معلومہ کے ذریعے نئی اور نامعلوم اشیاء کا تصور طلباء کو دلاؤ۔ مثلاً ضرب سکھاتے وقت جمع کو بنیادی پتھر سمجھو۔ اور شیر پر سبق پڑھاتے وقت بلی کی واقفیت سے کام لو۔ اب تم سمجھ سکتے ہو۔ کہ تعلیم دیتے وقت موجودہ اور نئی معلومات کا خوب مقابلہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس طرح خیالات ایک دوسرے سے مربوط ہو جاتے ہیں۔ اور پھر دل پر بخوبی نقش ہو کر بآسانی یاد رہتے ہیں۔

خلاصہ

- ۱۔ نئے اور پُرانے خیالات میں علاقہ پیدا کرنا چاہئے۔ کیونکہ مربوط خیالات بخوبی ذہن نشین ہو کر بآسانی یاد رہتے ہیں۔
- ۲۔ معلوم سے نامعلوم کی طرف چلو۔ یعنی۔
- (۱) پُرانی واقفیت کو نئی واقفیت کی بنیاد بناؤ۔
- (۲) ہندیہ معلوم نیا اور نامعلوم سکھاؤ۔
- ۳۔ نئی اور پُرانی معلومات کا ہمیشہ مقابلہ کرتے رہو۔

چوتھی فصل

مقرون سے مجرد کی طرف چلنا

ذکرہ بالا اصل کے متضاد ایک اور اصل ہے۔ یعنی مقرون

سے مجرّد کی طرف چلنا۔ اس اصول کو استعمال کرنے کے دو مختلف طرز ہیں۔ کیونکہ لفظ مقرون کے دو مختلف معنی ہیں۔

اول اشیاے محسوسہ۔ اور دوم واقعات و امثال وغیرہ۔ اشیاے محسوسہ سے وہ اشیا مراد ہیں۔ جو حواس سے محسوس کی جا سکتی ہیں۔

اول۔ اس اصول کی رو سے اشیاے محسوسہ پر سبق پڑھانے وقت پہلے اُن کا حال بتانا چاہیئے۔ اور پیچھے اُن کے متعلق اسباب و وجوہات لینے چاہئیں۔ مثلاً اگر تم آتش خیز پہاڑوں پر سبق پڑھاؤ۔ تو اول کسی نمونے یا تصویر وغیرہ کے ذریعے اس قسم کے پہاڑوں کا ٹھیک تصور طلباء کے ذہن نشین کرو۔ اور جب طلباء کو ٹھیک تصور ہو جائے۔ تو پھر ان پہاڑوں کے وجود کے اسباب پر بحث کریں۔ کچھ وقت صرف کر سکتے ہو۔ ہمیشہ اس خیال کو مد نظر رکھو۔ کہ ”کس طرح“ اور ”کیوں“ سے پہلے ”کیا“ بخوبی آ جانا چاہیئے۔

دوم۔ اس اصول کے مطابق خاص خاص مثالوں کے ذریعے تعریفیں۔ قاعدے وغیرہ سکھانے چاہئیں۔ اس طرز کا نام استقرا ہے۔ یہ طرز اُس وقت استعمال کی جاتی ہے۔ جب خاص خاص امثال کے ذریعے عام نتائج نکالنے ہوں۔ ہم ایک دو مثالیں لے کر اس طرز کی تشریح کرتے ہیں۔

اگر تم ”و فعل“ پر سبق پڑھاؤ۔ تو پہلے طلباء کی مدد سے چند آسان جملے تختہ سیاہ پر لکھو۔ بعد میں ان مثالوں کے ذریعے فعل کا تصور طلباء کے دل پر نقش کرو۔ اور آخر میں اُن سے فعل کی تعریف نکلاؤ۔ اسی طرح اگر ”و سود“ پر سبق پڑھانا ہو۔ تو پہلے چند مثالیں لے کر بچوں کو یہ دکھاؤ۔ کہ ان مثالوں کو کیوں کر حل کرتے ہیں۔ اور پھر ان مثالوں کے طریق حل سے قاعدہ اخذ کراؤ۔ جملہ کام یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ تعریفیں اور قاعدے سکھاتے وقت طرز استقرا کام میں لانا چاہیئے۔

یہ بات قابل بیان ہے کہ کتب میں اکثر بالکل برعکس طرز اختیار کیا جاتا ہے۔ مثلاً کتب صرف و نحو میں تعریفیں اکثر پہلے ہوتی ہیں اور مثالیں پیچھے۔ مگر پڑھاتے وقت مثالیں پہلے آتی ہیں اور تعریفیں پیچھے۔ اسی طرح کتب حساب میں پہلے قاعدے بیان کرتے ہیں۔ اور پیچھے مثالیں دیتے ہیں۔ مگر پڑھاتے وقت بالکل برعکس طرز استعمال کرتے ہیں۔ علم ہندسہ میں بھی دعوے عام پہلے بیان کرتے ہیں۔ اور پھر شکل کے ساتھ دعوے خاص۔ مگر پڑھاتے وقت دعوے خاص کو پہلے لینا چاہئے۔ کیونکہ دعوے خاص سمجھنے سے پہلے طلبہ شاذ و نادر ہی دعوے عام سمجھ سکتے ہیں۔ تعلیم دینے میں ہمیشہ آسان باتیں پہلے لینی چاہئیں۔ مثلاً پہلے مقرون۔ پھر مجرّد۔ پہلے خاص۔ پیچھے عام +

خلاصہ

- ۱۔ مقرون سے مجرّد کی طرف چلو +
- ۲۔ اصلی اشیا کے سبقوں میں ”کس طرح“ اور ”کیوں“ سے پہلے ”کیا“ بخوبی آ جانا چاہئے +
- ۳۔ خاص خاص امثال کے ذریعے عام نتائج کھواؤ۔ یہ طرز استقرار کہلاتا ہے +
- ۴۔ تعریفیں اور قاعدے طرز استقرائی سے سکھانے چاہئیں +
- ۵۔ کتب کی ترتیب اکثر تعلیم کی ترتیب کا عکس ہوتی ہے +

پانچویں فصل

کام ہی ایک بڑا معلم ہے

مگر اگر یہ بیان کر چکے ہیں کہ تعلیم جتنے الامکان بذریعہ مقرون سکھائی جائے اور طلبہ کو خود بخود سکھانے کا موقع پیدا کر دیا جائے۔

بڑی بات یہ ہے۔ کہ طلباء خود اپنے حواس کو کام میں لاکر صاف اور صحیح تصورات حاصل کریں۔ اور اس مطلب کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ ٹھیک طور پر مشاہدہ کرنا سیکھیں +

۱۔ استحضار کی عظمت +

ٹھیک مشاہدے کی عادت پیدا کرنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے۔ کہ جو کچھ طلباء معائنہ کریں۔ اس کا کسی نہ کسی صورت میں استحضار کریں۔ اگر تم کسی شے اور اس کے اجزاء اور اُس کی صورت شکل اور بناوٹ کا ٹھیک نقشہ اُن کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہو۔ تو سب سے اچھا طریقہ یہ ہے۔ کہ خود طلباء سے اُس شے کی تصویر کھچواؤ یا نمونہ بناؤ۔ مثلاً اگر کسی درخت کے پتے کی صورت شکل ذہن نشین کرنی ہو۔ تو بچوں سے اُس کی تصویر کھچواؤ۔ کیونکہ اس طرح طلباء کو نہایت غور و خوض اور چھان بین کے ساتھ اُس پتے کا مشاہدہ کرنا پڑیگا۔ اگر چند حروف مثلاً ب۔ پ۔ ث یا ص۔ ش۔ ص۔ ض وغیرہ میں تمیز کرانی ہو۔ تو اُن سے یہ حروف لکھوا لو۔ اگر کسی دریا کے کنارے کے شہر یاد کرانے چاہتے ہو۔ تو یہی کافی نہیں ہے۔ کہ اُنہیں نقشہ پر دکھا دو یا خود نقشہ کھینچ کر اُن کی ترتیب وغیرہ بتا دو۔ بلکہ خود طلباء سے بھی نقشہ کھچواؤ اور اُس میں وہ شہر ٹھیک طور پر درج کراؤ +

مدرسے کے تمام کاموں میں اسی اصول کا خیال رکھنا چاہئے۔ جو آنکھوں اور ہاتھوں کی تربیت اسجد خواں طلباء کے درجے میں شروع ہوتی ہے۔ وہ برابر اوپر کی جماعتوں میں بھی جاری رہے۔ طرزِ بازیچہ میں آنکھ اور ہاتھ دونوں کی تربیت پر توجہ دو۔ آنکھوں کے ذریعے بچوں کے دل پر ایک خاص نقش پیدا ہوتا ہے۔ جسے وہ ہاتھ کے ذریعے کاغذ پر اُتار سکتے ہیں۔ اس قسم کی مشق سے سکول کے بڑے طلباء بھی بہت کچھ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ جو کچھ طلباء مدرس کو کرتے دیکھیں۔ اُنہیں حتی الامکان اُس کی تقلید کرنی چاہئے۔ فرض کرو۔ کہ تم بچے کے پانوں پر سبق پڑھا رہے ہو۔ تو تمہارا ہی فرض نہیں ہے۔ کہ خود شکلیں کھینچ کر اور کاغذ یا پوسٹی کارڈ کا لکڑی مرچ۔ مرچ فٹ اور مرچ گڑ طلباء کو دکھا دو۔ بلکہ خود اُن سے بھی

شکلیں کھجواؤ۔ اور گھر پر ویسے ہی کاغذ یا وصلی کے نمونے بناؤ۔

۲۔ دیکھنے کی نسبت کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔

یہی اصول سائنس کے تمام سبقوں پر بھی عائد ہوتا ہے۔ مدرس کو تجربے کرتے دیکھ کر طلبا بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ مگر سائنس سیکھنے کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے۔ کہ طلبا خود تجربہ کریں۔ بہت سے علوم ایسے ہوتے ہیں جو صرف خود عملاً تجربے کرنے سے آسکتے ہیں۔ اگر ایک یا دو مرتبہ تجربہ کرنے سے کامیابی نہ ہو۔ تو بار بار تجربے کرنے چاہئیں۔

اس طرز کی خوبی غلطیاں ٹھیک کرتے وقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً اگر پڑھنے کے سبق میں تلفظ ٹھیک کرنا ہو۔ تو خود مدرس کا صحیح تلفظ بتانا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ اُسے طلبا سے بار بار کہلوانا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح املا میں غلط ہتھوں پر نشان لگا دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ درست ہجے طلبا سے کئی مرتبہ لکھوانے لازمی ہوتے ہیں۔

۳۔ سیکھنے کا سب سے بہتر طریقہ۔

درحقیقت یہ کننا بالکل درست ہے۔ کہ ہر ایک چیز کرنے ہی سے بہت اچھی طرح آتی ہے۔ صرف و نحو جیسے دقیق اور مشکل مضمون کو سکھانے وقت بھی تھوڑا سکھانا اور زیادہ مشق کرانا ہی نہایت مفید ہوتا ہے۔ بار بار بیان کرنے کی بجائے طلبا کو فوراً کام میں لگانے سے وہ ہر ایک بات کو زیادہ صاف اور واضح طور پر سمجھ سکتے ہیں۔ مشقی مثالوں اور سوالات کے حل کرنے کی جس قدر زیادہ مشق طلبا کو ہوتی ہے۔ اُسی قدر وہ صرف و نحو اور حساب کو زیادہ اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ اس لئے تعلیم میں یہ قاعدہ ہر وقت پیش نظر رکھو۔ کہ ”بیان کم ہو اور مشق زیادہ“

یہی اصول چال چلن پر بھی صادق آتا ہے۔ اگر کوئی طالب علم اپنے فرض کے ادا کرنے میں بے پروائی یا غلطی کرے۔ تو اُس کو جھڑکنے اور اُس پر غصہ ہونے کی بجائے اُس سے وہی کام کرانا چاہئے۔ یا غلطی کو اُس سے درست کرانا چاہئے۔ اگر کوئی بچہ کمرے میں کھانے کے بعد دروازہ کھلا بھٹو دے۔ تو اُسے اُلٹے قدم پیچ کر دوبارہ بند کرنا۔ مگر کوئی طالب علم غصہ مند نہ ہوئے۔

چلا آئے۔ تو اُس سے کہو۔ کہ فوراً ہاتھ مُنہ دھو کر آئے۔ اگر کوئی طالب علم گھر سے کام کر کے نہ لائے۔ تو وقتِ مدرسہ کے بعد ٹھیرا کر اُس سے وہ کام کراؤ۔ اگرچہ بعض طلباء کی حالت میں زیادہ سختی سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر بہت سوں کی صورت میں یہ طریقہ کار گر ہوتا ہے۔ بچوں کی تعلیم اور اُن کے انضباط دونوں میں یہ اصول صادق آتا ہے۔ کہ ”کام ہی ایک بڑا معتلم ہے“

خلاصہ

- ۱۔ بچوں کو ٹھیک ٹھیک طور پر مشاہدہ کرنا سکھاؤ۔
- ۲۔ استحضار ہی اشیا کے ٹھیک طور پر مشاہدہ کرنے کا سب سے عمدہ طریقہ ہے۔ کیونکہ اس میں اشیا کو احتیاط اور غور سے دیکھنا پڑتا ہے۔
- ۳۔ مدرس کو شکلیں کھینچتے اور تجربے وغیرہ دیکھ کر طلباء بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ مگر خود کرنے سے اس سے بہت زیادہ۔
- ۴۔ ہر ایک کام کو خود کرنا اُس کے سیکھنے کا سب سے عمدہ طریقہ ہے۔ اس لئے
- (ا) جتنے الامکان خود طلباء کے ہاتھوں سے کام کراؤ۔
- (ب) بیان کم کرو اور مشق زیادہ کراؤ۔
- (ج) غلطیوں کا بتانا یا اُن پر نشان کرنا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ فی الواقع طلباء سے درست کرانی اور لکھوائی چاہئیں۔
- ۵۔ بچوں کی تعلیم اور اُن کے انضباط دونوں میں یہ اصول صادق آتا ہے۔ کہ ”کام ہی ایک بڑا معتلم ہے“

چھٹی فصل

تعلیم میں ذاتی سعی کے فوائد

- ۱۔ غور سے کا طریقہ۔
- اب اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں۔ کہ تعلیم کا ایک بڑا اصول یہ ہے۔ کہ ”طالب علم کی تعلیم اُس

سے نہیں ہوتی ہے۔ جو دیگر اشخاص اُس کے لئے کرتے ہیں۔ بلکہ اُس سے جو وہ بذاتِ خود مدرس کی زیرِ نگرانی کرتا ہے، پُرانا طریقہ یہ تھا۔ کہ بچوں میں ٹھونس ٹھونس کر علم بھردیا جاتا تھا۔ گویا معلم کا بڑا مدعا یہ ہوا کرتا تھا۔ کہ واقعات اور دیگر اشخاص کے حاصل کردہ نتائج سے طلباء کا حافظہ بھردیا جائے اور نا تجربہ کار مدرسوں کے ہاتھ میں تو یہ طریقہ ایسا ہی بہودہ اور غیر بار آور تھا۔ جیسا کہ سرپوش والی کینٹی میں کوئی چیز ٹھونس ٹھونس کر بھرنے لگا۔

اگر تم علم ٹھونسنا ہی چاہتے ہو۔ تو پہلے سرپوش تو اُتار لو۔ یعنی طلباء کو تعلیم میں اپنا ساتھ دینے پر تیار کر لو۔ مگر یہ طریقہ ہی سرتا پا غلط ہے۔ کیونکہ ہم چاہتے ہیں۔ کہ طلباء اپنا کام آپ کریں۔ زیادہ تر اپنی ہی سعی و کوشش سے علم حاصل کریں۔ ہم اُن میں از خود تعلیم کی خواہش اور طاقت پیدا کرنی چاہتے ہیں۔ تاکہ مدرسہ چھوڑنے کے بعد وہ اپنے معلم آپ بنیں۔ اور یہ مقصد اسی طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ کہ طلباء کو تعلیم میں اپنی ہی سعی و کوشش اور اپنی ہی عقل و دانش سے کام لینے کا عادی بنایا جائے۔

۲۔ معلم کا کام ہے تعلیم میں اصلی ترقی زیادہ تر ذاتی کوشش ہی سے ہوتی ہے۔ علم پر اپنا تسلط جمانا درحقیقت ایک قسم کا ذہنی انہضام ہے۔ جو خود طلباء ہی کا کام ہو سکتا ہے۔ مدرس کا کام یہ ہے۔ کہ ذہن کے واسطے خوراک تیار کر کے طلباء کے سامنے رکھ دے اور اُن میں اُس کی اشتہا پیدا کر دے۔ مگر معدہ ذہن میں وہ خوراک خود طلباء ہی کی کوشش سے جاسکتی ہے۔ استاد اور شاگرد دونوں کو کام کرنا پڑتا ہے۔ مگر زیادہ بڑا کام طلباء ہی کا ہوتا ہے۔

اوپر کی باتوں پر غور کرنے سے جو اعلیٰ اصولِ تعلیم ہمارے ہاتھ آتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ ”جو کچھ طلباء اپنی واجبی سعی و کوشش سے خود کر سکیں۔ وہ اُن کے لئے مدرس کو ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔“ جو علم میں اصلی بہر عمل کرتا ہے۔ وہ اپنے طلباء کو متلاشی علم بناتا ہے۔

مگر اُن کے قوائے تلاش کی ایک حد بھی ہے۔ لائق مدرس کو معلوم ہونا چاہئے۔ کہ کہاں تک مجھے طلبا کو بتانا چاہئے اور کہاں تک طلبا خود دریافت کر سکتے ہیں۔ اگر کسی مشکل کو طلبا خود حل کر سکتے ہیں۔ تو اُنہیں کرنی چاہئے۔ کیونکہ جو وقت اُس مشکل کے سر کرنے میں صرف ہوتا ہے۔ وہ ضائع نہیں جاتا۔ ”رٹ کے کو خود فتح حاصل کرنے دو“ کا مقولہ کرسی (Creasy) کے میدان جنگ اور مدارس دونوں پر یکساں موزونیت کے ساتھ عائد ہوتا ہے +

۳۔ ذاتی سعی کی انتہاء +

اگر تم یہ معلوم کرنا چاہتے ہو۔ کہ کیا بتانا چاہئے اور کیا نہیں۔ تو یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ واقعات کا ذکر ہے یا دلائل کا۔ اگر دلائل کا ذکر ہے۔ تو مدرس کی زیر نگرانی طلبا ہی کی عقل پر چھوڑ دینی چاہئیں۔ لیکن واقعات بعض اوقات بتانے لازم ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات نہیں ہوتے۔ جو واقعات طلبا کی طاقت سے باہر ہوں۔ وہ فوراً بتا دینے چاہئیں۔ اور جو واقعات بذریعہ مشاہدہ آسانی معلوم ہو سکتے ہیں۔ وہ طلبا خود بذریعہ حواس معلوم کریں۔ لیکن اکثر ایسا بھی اتفاق ہوتا ہے۔ کہ طلبا مشاہدہ کر کے واقعات کو معلوم تو کر سکتے ہیں۔ مگر ایسا کرنا آسانی کے ساتھ ممکن نہیں۔ دیر بہت لگتی ہے۔ یا کوئی اور خاص مشکل پیش آتی ہے۔ ایسی صورت میں جو مناسب معلوم ہو۔ سو کرو۔ اس کے لئے کوئی خاص قاعدہ مقرر نہیں ہو سکتا +

مدرس کے بہت سے روزمرہ کے کاموں میں یہ اصول صادق آتا ہے۔ اگر کوئی طالب علم پڑھتے پڑھتے رک جائے۔ تو اُسے خود ہی اپنی مشکل کو حل کرنے دو۔ اسی طرح لکھنے میں مدرس کے فوراً غلطی بتانے کی نسبت طالب علم ہی سے اصلی نمونے اور اُس کی کتابت کا مقابلہ کرانا بہتر ہوتا ہے۔ یہی بات ڈرائنگ (Drawing) پر عائد ہوتی ہے۔ اکثر خود تصحیح کرنا سب سے زیادہ مفید ثابت ہوتا ہے +

۴۔ وقت کا عدم صرفہ +

بعض مدرس اصول مذکورہ بالا سے بڑا قائمہ نہیں اٹھاتے۔ کیونکہ اُن کا خیال ہے کہ اس پر کاربند ہونے سے بڑھائی کم ہوتی ہے اور وقت زیادہ صرفہ ہو جاتا ہے۔

لیکن انہیں یاد رکھنا چاہئے۔ کہ جو کچھ طلبا اپنی ذاتی کوشش سے سمجھ لیتے ہیں۔ وہ بخوبی ذہن نشین ہو جاتا ہے اور ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ ہم ایک چھوٹی سی مثال سے اس امر کی توضیح کرتے ہیں۔ جتنی زیادہ محنت سے ہم روپیہ کماتے ہیں۔ اتنی ہی زیادہ احتیاط اور ہوشیاری سے ہم اُسے رکھتے ہیں۔ یہی حال علم کا ہے۔ مال مفت۔ دل بے رحم۔ کا مقولہ روپیہ اور علم دونوں پر یکساں صادق آتا ہے علاوہ ازیں اگر طلبا ایک مشکل کو اپنی ذاتی سعی سے سر کر لیتے ہیں۔ تو وہ ضرور دیگر مشکلات کا سامنا کرنے کے بہتر قابل ہو جاتے ہیں۔ اپنے اوپر حصر رکھنے والے طلبا ناکامیابی کی صورت میں صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہیں دیتے ہیں اور کوشش میں برابر سرگرم رہتے ہیں۔ جو بچے مدرسے میں اس طرح تعلیم پاتے ہیں۔ وہ آئندہ کار و بار دنیوی میں اپنی لیاقت سے بے تکلف کام لیتے ہیں۔ اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے اوپر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور آویروں کی مدد کرنے سے جی نہیں چراتے ہیں۔

خلاصہ

۱۔ جو کچھ طلبا اپنی واجب کوشش سے خود کر سکتے ہیں۔ وہ ان کی خاطر تم مت کرو۔

۲۔ معلم کا بڑا مقصد یہ ہونا چاہئے۔ کہ طلبا کو خود سوچنا سکھائے۔

۳۔ تعلیم میں ذاتی کوشش ہی سے اصلی ترقی ہوتی ہے۔ حصول علم ایک قسم کا ذہنی انضمام ہے۔ جس کے لئے خود طلبا ہی کی کوشش درکار ہوتی ہے۔

۴۔ مدرس کی کامیابی کا اندازہ طلبا کی ذاتی کوشش اور ذہنی ترقی سے لگایا جاتا ہے۔

۵۔ دلائل طلبا کو خود معلوم کرنے چاہئیں۔ واقعات بعض اوقات بتانے چاہئیں۔ بعض اوقات طلبا کو خود معلوم کرنے چاہئیں۔

۶۔ طلبا کو خود طلبا ہی سے دست گرائی چاہئیں۔

ساتویں فصل

تدریج

آسان سے آسان سبق میں بھی طلباء کو کچھ نہ کچھ مشکلات پیش آتی ہیں۔ دراصل ہر ایک سبق چھوٹے بچوں کے لئے مشکلات سے پُر ہوتا ہے۔ ان مشکلات کو ایک ایک کر کے لینا چاہئے۔ اس مطلب کے لئے سبق کی احتیاط سے تدریج کرنی چاہئے۔ یعنی سبق کے کئی مسلسل حصے بنا لینے چاہئیں۔ جس قدر طلباء زیادہ کم عمر ہوں۔ اُسی قدر سبق کے زیادہ حصے کرو۔

چھوٹے بچوں کو تعلیم دیتے وقت ہمیشہ سبق کے چھوٹے چھوٹے آسان حصے بناؤ۔ اس قاعدے کو برابر یاد رکھو۔ اور کبھی فروگزاشت نہ کرو۔ نئے معلموں کو یہ قاعدہ اپنے سینے پر لکھ لینا چاہئے۔ کیونکہ انہیں تدریج کی ضرورت شاذ و نادر ہی معلوم ہوا کرتی ہے۔ ایسے معلم حصے بنا کر تعلیم دینے کی بجائے تمام مضمون کو ایک دفعہ ہی لے کر پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ ابھی اس بات کے عادی نہیں ہوتے۔ کہ مضمون کے حصے کر کے اور انہیں باقاعدہ ترتیب دے کر آسان باتیں پہلے لیں۔ اور مشکل بعد میں۔

اگر تم لائق معلم بنا چاہئے ہو۔ تو طلباء کی مشکلات۔ احتیاجات وغیرہ کو بہ نظر ہمدردی دیکھو۔ یہ سمجھو کہ جو حالت بچپن میں چارے نفس کی تھی۔ وہی ان کے نفس کی بھی ہوگی۔ جو جو مشکلات ہمیں پیش آتی تھیں۔ وہی مشکلات انہیں بھی پیش آتی ہوگی۔ تم نے ایک چھوٹی سی کہانی سنی ہوگی۔ کہ ایک شخص نے گلابوں کا ایک گٹھا نیکر کیونکر اپنے منوں کے دلوں پر یہ بات نفس کی کہ اتفاق ایک بڑی طاقت ہے۔ جب تک کہ لوگوں نے گلابوں کے گٹھے کو کھل نہ ڈالا۔ وہ گلابوں کو توڑ نہ سکے۔ اسی طرح تعلیمی مشکلات

پر غالب آنے کا بھی سب سے بہتر طریقہ یہی ہے۔ کہ اُن کو الگ الگ ایک ایک کرنے لیا جائے۔ اور حتیٰ الامکان طلباء خود ہی اُن پر حاوی ہو کر اُنہیں اپنے ذہن نشین کریں۔ *

پس تمہارا بڑا مدعا یہ ہونا چاہئے۔ کہ سبق اس طرح مرتب ہو جائے۔ کہ طلباء کو ایک وقت میں ایک سے زیادہ مشکل پیش نہ آئے۔ جیسا کہ ابھی ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے معنی یہی ہیں۔ کہ سبق کی احتیاط سے تدریج کی جائے مثلاً اگر حروف پر سبق پڑھانا ہو۔ تو انہیں ا۔ ب۔ پ وغیرہ کی ترتیب سے نہیں لینا چاہئے۔ بلکہ مشکلات کے لحاظ سے۔ یعنی سادہ و آسان حروف کو پہلے اور پیچیدہ و مشکل کو بعد میں۔ اس مطلب کے لئے حروف کو اُن کے اجزاء کے لحاظ سے کئی مختلف مجموعوں میں تقسیم کر لو۔ اور ہر ایک سبق میں صرف ایک نیا جزو سکھاؤ۔ اسی طرح حساب کا کوئی نیا قاعدہ سکھاتے وقت بھی بتدریج چلنا چاہئے۔ *

”ایک مشکل ایک وقت پیش کرو“ کے اصول پر عمل درآمد کرنے کے لئے یہ لازم ہے کہ آسان پہلے لے جائے اور مشکل بعد میں۔ اس طرح ایک مشکل پر غالب آنے سے اُس سے اگلی مشکل پر حاوی ہونے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ ان تمام باتوں کے واسطے معلم کو بڑی تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ کام کی فہرست بنالینی چاہئے۔ اور اسباق پر اشارے لکھ لینے چاہئیں۔ بالخصوص اس غرض سے کہ مضمون سبق کی ترتیب اس قاعدے کے مطابق مسلسل ہو جائے۔ ”ایک مشکل ایک وقت میں لو۔ اور شروع آسان سے کرو“۔ *

خلاصہ

۱۔ تعلیم اس طرح دو۔ کہ ایک وقت میں ایک ہی مشکل پیش آئے۔

پہلے سادہ۔ بعد ازاں پیچیدہ۔ *

۲۔ اس مطلب کے لئے تدریج سے کام لو۔ یعنی سبق کے آسان چھوٹے

چھوٹے حصے کرو۔ اور انہیں منطقی طور پر ترتیب دو۔ *

۳۔ تدریج کے لئے خوب تیاری کرو۔ کام کی فہرست بناؤ۔ اور سبقوں

آٹھویں فصل

پختگی

۱- عمارتِ تعلیم: جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ تعلیم میں شکلات پر غالب آنے کے لئے تدریج نہایت ضروری ہے۔ لیکن تعلیم کی پختگی بھی اُس سے کچھ کم ضروری نہیں۔ ”تعلیم میں ہمارے قدم چھوٹے ہی نہ ہونے چاہئیں۔ بلکہ جیسے ہونے اور پختہ بھی ہونے چاہئیں اُس وقت تعلیم کے کام کا ایک بڑا بھاری جز ہے۔ کیونکہ تعلیم دہنی ایک قسم کی عمارت بنانی ہے۔ اگر کوئی بُرج بہت جلدی جلدی تعمیر کیا جائے۔ یعنی پھرنے اور مصالح کو خشک ہونے اور اچھی طرح جھنڈے کے لئے کافی وقت نہ دیا جائے۔ تو اُس کے گر جانے کا اندیشہ رہیگا۔ اسی طرح تعلیم میں بھی اگر ایک ایک مشعل کو سمجھنے اور بخوبی ذہن نشین کرنے کے لئے طلباء کو کافی وقت نہ ملے۔ تو اُن کی تعلیم پختہ نہ ہوگی۔ اور جب تک بنیادی پتھر ہی مضبوط اور عمدہ نہ ہوگا۔ اصلی ترقی بھی نہ ہو سکیگی۔

اگر تم اپنی عمارت کو مضبوط اور عمدہ بنانا چاہتے ہو۔ تو معمار کی طرح اپنے کام کی آزمائش کرتے رہو۔ جس وقت معمار دیوار بناتے ہیں۔ تو گھڑی گھڑی شاقول لگا کر دیکھتے ہیں۔ اسی طرح تم بھی دورانِ سبق میں مناسب موقعوں پر ذرا ٹھہر کر بذریعہ سوالات معلوم کرتے رہو۔ کہ آیا طلباء سمجھتے جاتے ہیں یا نہیں۔

۲- عمدہ بنیاد کی ضرورت: کسی مضمون کی ابتدائی باتیں سکھانے میں پختگی کی خاصکر ضرورت ہے۔ کیونکہ اگر شروع ہی کی باتیں بخوبی ذہن نشین نہ ہوئیں۔ تو بنیاد کبھی رہ جائیگی۔ نا تجربہ کار مدرس شاید یہ خیال کریں۔ کہ اسی طرح وقت تو بہت صرف ہوتا ہے۔ اور کام تھوڑا ہوتا ہے۔ مگر آئندہ اُن کے نتیجے اس زیادتی خرچ

کی پوری پوری تلافی کر دینگے۔ بچے بھر آئندہ خوب چلیں گے۔ یاد رکھو۔ کہ تعلیم میں بھی۔ جیسا کہ اور بہت سی باتوں میں پہلا ہی قدم رکھنا ذرا کام رکھنا ہے لگے شروع ہی کے اسباق میں بڑی توجہ اور احتیاط کی ضرورت ہے۔ جو بڑے بڑے معلم اپنا کام سمجھتے ہیں۔ وہ اس بات کا خیال رکھتے ہیں۔ کہ مضمون خواہ کیسا ہی آسان کیوں نہ ہو۔ مبتدیانوں کو نہایت عمدہ تعلیم دی جائے کیونکہ اُس نئے مضمون کی طرف طلباء کی توجہ اور ذوق و شوق کا انحصار ان ابتدائی اسباق پر ہی ہے۔ اگر اس وقت باتیں غلط سسلط اور غیر واضح طور پر بتائی جائیں گی۔ تو طلباء کا دل بھر جائیگا۔ اور یا تو انہیں اُس مضمون کا شوق ہی نہ رہیگا۔ یا وہ سمجھیں گے۔ کہ یہ مضمون ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

(تعلیم میں اصلی ترقی زیادہ تدریجی ہوتی ہے۔ جس طرح روپے سے مندرجہ ذیل کے دلائل:

۱۔ آہستہ آہستہ آگے بڑھ چلنے کے دلائل:

روحانی پیدا ہوتا ہے۔ اور کامیابی سے کامیابی۔ اسی طرح جب علم پر اپنا قبضہ ہو جاتا ہے۔ تو وہ بھی بڑھتا رہتا ہے۔ علم کا ایسا ذخیرہ اس چشمہ نور کی مانند ہوتا ہے۔ جس کی روشنی میں طالب علم میدان علم میں تجسس کرتا ہے۔ لیکن جو علم بخونی ذہن نشین نہیں ہوتا۔ اُس سے یہ فیض نہیں پہنچتا۔ اور وہ بہت جلد خیال سے اُتر جاتا ہے۔ اس لئے بہت کچھ کچا بچکا سکھانے کی نسبت کم مگر بخونی سکھانا بہتر ہے۔ ڈاکٹر فیتچ صاحب (Dr. Fitch) بھی اس امر کی تائید کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ”رحمدہ اور لائق مدرس وہی ہے۔ جو اعادہ کرنے۔ بار بار دُہرانے اور مختلف طرز پر سوالات کرنے سے نہیں ڈرتا۔ اور جو آہستہ آہستہ آگے بڑھ چلنے کو جُرا نہیں سمجھتا۔ بشرطیکہ سست سے سست طلباء اُس کے ساتھ ساتھ چلتے جائیں۔ کیونکہ سست لوگوں کی ترقی ہی سے مدرس کے سبق کی کامیابی کا اندازہ لگانا چاہئے۔ نہ کہ ذہن اور ذکی طلباء کی ترقی سے۔ کمزور طلباء کے ساتھ چلو اور ہوشیاروں کے ساتھ نہیں چلو تمہارا قدم مستحکم

اور جم کر پڑیگا۔ اگرچہ تمہاری رفتار بہت تیز نہ ہوگی۔“
سبق کی باتوں کو پکا تو ضرور کرنا چاہئے۔ مگر بار بار فضول
دہرانے سے بھی بچنا چاہئے۔ ورنہ بچے اکٹا جائینگے۔ لیکن اس بات
کو یاد رکھو۔ کہ آہستہ آہستہ چلنے اور بار بار دہرانے سے توجہ کے
اُکھڑ جانے کا اتنا اندیشہ نہیں ہوتا کرتا۔ جتنا کہ زیادہ تیز چلنے
اور زیادہ بڑھانے سے۔ تمام لائق مدرسوں کا یہ قاعدہ ہے۔ کہ اگر
مضمون قفل ہو۔ تو آگے بڑھنے کی رفتار آہستہ رکھتے ہیں۔ اور
اگر آسان ہو۔ تو تیز۔

۴۔ اکثر اعادہ کرنے کی ضرورت + یہ ایک بات اور یاد رکھو۔ جو مضمون
طلبا اول دفعہ بخوبی سمجھ بھی جاتے ہیں۔ وہ بھی ہمیشہ کے لئے اسی
وقت یاد رہ سکتا ہے۔ جبکہ وہ بار بار اُس کا خیال کرتے رہیں۔ اسی
لئے بعد میں بار بار دہرانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جکوٹو صاحب
(Jacotot) بھی فرماتے ہیں۔ ”آموختہ کو اکثر دہراتے رہو“ تعلیم کو
پختہ کرنے میں فقط اس امر کی احتیاط رکھو۔ کہ طلبا کی طبیعت اکتا
نہ جائے۔ لہذا اعادہ کرنے کی ترتیب اور طرز کو بدلتے رہو۔ خواہ
اعادہ سبق کے وقت ہو۔ یا کبھی بعد میں +

خلاصہ

۱۔ مشکلات پر حاوی ہونے کے لئے پختگی ایسی ہی ضروری

ہے۔ جیسی کہ درج +

۲۔ اپنے کام کی پختگی اور مضبوطی کی آزمائش کے لئے دوران

سبق میں مناسب موقعوں پر ٹھہر کر طلبا سے سوالات

کرو۔

۳۔ کسی مضمون کی ابتدائی باتیں سکھانے میں پختگی کی خاطر

ضرورت ہے +

۴۔ تعلیم میں اصلی ترقی زیادہ تر پختگی پر منحصر ہے +

۵۔ کمزور طلبا کے ساتھ چلو۔ اس سے پختگی حاصل ہوتی

ہے۔ اگرچہ تمہاری رفتار تیز نہیں رہتی +

۶۔ علم کو یاد رکھنے کے لئے اکثر دہراتے رہو۔

نویں فصل

دلچسپی

۱۔ تعلیم میں دلچسپی کا ہونا لازمی ہے۔

بچے معلمان کے دل میں یہ سوال اکثر پیدا ہوتا ہے۔ کہ ”ہم کس طرح تعلیم میں دلچسپی پیدا کریں۔ اگر انہیں دلچسپی نہ ہوگی۔ تو نہ تو وہ توجہ کریں گے۔ اور نہ دل سے تعلیم میں ہمارا ساتھ دیں گے۔ جو کامیابی کے لئے اس قدر ضروری ہے۔“ بھلا ہم کیونکر دلچسپی پیدا کرنے کا بلکہ حاصل کر سکتے ہیں؟

اس سوال کا جواب دینے سے پہلے تعلیم کو دلچسپ و دلکش بنانے کی ضرورت پر ہم ذرا زور دینا چاہتے ہیں۔ ”لغات مختلف اور خوشگوار و مرغوب شغل سے بچوں کی سمجھ بڑھتی کرتی ہے۔ اور اُس کے نہ ہونے کی صورت میں تنہا کے تعلیم کو دلچسپ اور خوشگوار بنانا ہی موجودہ اور قدیم زمانے کے معلمان کا بڑا بھاری فرق ہے۔ آج کل کے معلمان کا یقین قائم ہے۔ کہ ٹھیک طریقہ تعلیم وہی ہے۔ جس سے طلباء ذوق و شوق سے پڑھیں۔ اور انہیں مسرت و فرحت حاصل ہو۔ سپنسر صاحب (Spencer) کا قول ہے۔ کہ ”تجربے سے یہ بات روز بروز ثابت ہوتی جاتی ہے۔ کہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی ایسا طریقہ نکل سکتا ہے۔ جو طلباء کو بے نیاز اور متوجہ رکھ سکے۔ اور جو مختلف طرح آزمائے پر بھی ٹھیک ہی معلوم ہو۔“

مگر اس بات میں ذرا شک ہے۔ کہ ہم مدرسے کے ہر ایک کام کو فرحت بخش بنا سکیں۔ مدرسے میں بعض کام ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں سرانجام دیکر طبیعت بے نیاز نہیں ہوتی۔ لیکن جب کوئی مطلوب مقصد عمرہ اور دلچسپ طریقہ اختیار کرنے

سے حاصل ہو سکتا ہے۔ تو اُس طرز کو کام میں نہ لانا بیوقوفی ہے۔ کیونکہ ایسے طرز کی صورت میں طلباء شوق سے توجہ دیتے ہیں۔ نمایاں ترقی کرتے ہیں۔ اور انہیں علم سے ایسی انس و محبت ہو جاتی ہے۔ کہ مدرسہ چھوڑنے کے بعد بھی وہ برابر اس کی تکمیل میں سرگرم رہتے ہیں +

طلباء میں دلچسپی پیدا کرنا اور اُسے قائم رکھنا ایک عمدہ ہی کام نہیں ہے۔ بلکہ تعلیم میں سب سے عمدہ اور بڑھ کر کام اسی کو سمجھنا چاہئے۔ اس کے بغیر کوئی اصل فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر ضرورت ہو۔ تو ہر ایک اور بات کو اس پر تصدیق کر دینا چاہئے۔ اگر تمہارے اعدادوں سے طلباء کی کلیت اکتا جائے۔ اور دلچسپی کم ہونے لگے۔ تو دلچسپی قائم رکھنے کی غرض سے اعادہ کو ترک کر دینا بہتر ہے۔ بیشک سبق کو پکا کرنے کے لئے بار بار دہرانا اچھا ہے۔ لیکن دلچسپی قائم رکھنا اس سے بھی زیادہ ضروری اور اچھا ہے +

۲۔ تعلیم کو کیونکر دلچسپ بنا سکتے ہیں + (نا تجربہ کار مانیوں کا یہ سوال ہوا کرتا ہے۔ کہ تعلیم کو کس طرح دلچسپ بنائیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ طلباء کو وہی باتیں بتاؤ۔ جو بتانے کے قابل ہوں۔ اس مطلب کے لئے پہلے سے تیاری کر کے مضمون سے کافی دوانی واقفیت پیدا کرو۔ اگر تم یہ محسوس کرو گے۔ کہ ہم مضمون پر بخوبی حاوی ہیں۔ تو تمہیں اپنے آپ پر بھروسہ ہوگا۔ اور کم از کم سبق کے شروع میں طلباء کی توجہ تمہاری طرف ضرور مبذول ہو جائیگی۔ کیونکہ تمہاری صورت شکل اور تمہاری چال ڈھال سے طلباء خیال کریں گے۔ کہ آج کا سبق ضرور بہت اچھا ہوگا + یہ بھی یاد رکھو۔ کہ سبق کو دلچسپ بنانے کے لئے طلباء کی آنکھ کا کام میں لگنا ضروری ہے۔ اس لئے پہلے سے تیاری کرتے وقت لمبی تعلیم کی توضیح کے لئے ایسی مثالیں ڈھونڈ رکھو۔ جن میں آنکھ سے کام لینا پڑے۔ اور اگر طلباء کو باتوں کو بھی کام میں لانے کی ضرورت ہو۔ تو ان میں چہ بہتر +

بڑھانے میں صفائی اور سادگی اور پڑھنے میں دلچسپی باہم بڑا تعلق رکھتی ہیں۔ اگر طلبا اتنا بھی نہ سمجھیں۔ کہ تم پڑھا کیسا ہے ہو۔ تو انہیں ہرگز لطف نہیں آ سکتا۔ اس لئے طلبا میں دلچسپی پیدا کرنے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے۔ کہ تعلیم صاف اور آسان ہو۔ اس مقصد کے لئے مطالعہ کر کے مضمون سبق پر قادر ہو جاؤ۔ اور پڑھانے وقت مناسب توضیحات عربیہ سے کام لو۔ اور سادہ اور عام فہم زبان استعمال کرو۔

مدرس کے پڑھانے کے شوق کا بھی طلبا کے پڑھنے کے شوق پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ مدرس کو شائق دیکھ کر طلبا خود بھی شائق ہو جاتے ہیں۔ جب طلبا کو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدرس بڑے شوق اور بڑی محنت و سرگرمی سے کارِ تعلیم میں کوشاں ہے۔ تو ان کے دلوں میں بھی تعلیم کے لئے ایک طرح کا ذوق و شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ توجہ کارل اور سرگرمی کے ساتھ پڑھنے لکھنے میں مصروف ہوتے ہیں۔

۳۔ مدرس کو ہمیشہ طالب علم رہنا چاہئے۔ ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اگر تم بڑے ہو کر مضمون

سبق میں دلچسپی لینا چھوڑ دو گے۔ تو تمہارے طلبا بھی تمہاری تعلیم میں شوق ظاہر کرنا چھوڑ دیں گے۔ کیونکہ پھر نہ تو تم نئے خیالات سے بہرہ ور ہو سکو گے۔ اور نہ اپنے پرانے خیالات کو نئے خیالات کے بموجب ادل بدل سکو گے۔ اس لئے اگر تم چاہتے ہو۔ کہ تمہارے عمر رسیدہ ہوتے پر بھی طلبا تمہاری تعلیم کے شائق رہیں۔ تو ہمیشہ علم کے طالب رہو۔ نئے نئے خیالات حاصل کرتے رہو۔ اپنی واقفیت بڑھاتے رہو۔ اور اپنے پرانے خیالات کو نئے خیالات کے موافق ادل بدل کر کے تازہ بناتے رہو۔ جب کوئی شخص طلب علم نہیں رہتا۔ تو وہ لائق مدرس بھی نہیں رہتا۔ ڈاکٹر آر نلڈ صاحب (Dr. Arnold) فرماتے ہیں۔ کہ ”جب تک ہم انہماک کے ساتھ بیٹھتے رہتے ہیں۔ اسی وقت تک ہی ہم سکھانے کی بھی اُمید کر سکتے ہیں۔ اسی طرح

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم آوروں کو تعلیم دے کر اُسی وقت تک محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ جب تک کہ ہم خود خوشی خوشی سیکھتے رہیں +

خلاصہ

۱۔ جب تک تعلیم دلچپ نہ ہوگی۔ طلباء نہ توجہ کریں گے۔ اور نہ دل سے تعلیم میں ہمارا ساتھ دیں گے۔

۲۔ ٹھیک طرز تعلیم وہی ہے۔ جس سے طلباء ذوق و شوق سے پڑھیں۔ اور انہیں مسرت و فرحت حاصل ہو۔

۳۔ تعلیم میں دلچسپی پیدا کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے۔ پختگی بھی دلچسپی سے دوسرے درجے پر ہے۔

۴۔ تعلیم دلچپ بنانے کے لئے:-

(۱) وہی باتیں بتاؤ۔ جو بتانے کے لائق ہوں +

(ب) خیالات صاف اور سادہ ہوں +

(ج) توضیحات مرغیہ سے کام لو +

(د) بڑے جوش اور سرگرمی سے تعلیم دو +

۵۔ تعلیم میں دلچسپی قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ علم کے طالب رہو +

چند مفید اور کارآمد مقولے

۱۔ طلباء کو حق الامکان خود بذریعہ مشاہدہ علم تحصیل کرنے دو +

۲۔ طلباء کی زبان کو اُن کے نفس سے پیش روئی نہ کرنے دو +

- ۳۔ پُرانی واقفیت کو نئی کی بنیاد بناؤ۔
- ۴۔ نئے اور نامعلوم کا ہمیشہ معلوم سے مقابلہ کرو۔
- ۵۔ مقرون سے مجرّد کی طرف چلو۔
- ۶۔ کرتے ہی سے ہم ہر ایک چیز بہت اچھی طرح سیکھ سکتے ہیں۔ اس لئے بیان کم ہو۔ اور مشق زیادہ۔
- ۷۔ جو کچھ طلبا اپنی واجب سعی و کوشش سے خود کر سکتے ہیں۔ وہ ان کی خاطر تم مت کرو۔
- ۸۔ تعلیم میں تدریج اور پیشگی ددو کا خیال رکھو۔
- ۹۔ ایک مشکل ایک وقت میں لو۔ اور شروع آسان سے کرو۔
- ۱۰۔ جتنے الامکان تعلیم کو خوشگوار بناؤ۔
- ۱۱۔ پُرانی واقفیت کو اکثر دہراتے رہو۔
- ۱۲۔ تم اُسی وقت تک پڑھانے کی اُمید کر سکتے ہو۔ جب تک کہ خود انکسار کے ساتھ سیکھتے رہو۔
- ۱۳۔ طلبا کو ہمیشہ کسی نہ کسی مفید کام میں مصروف رکھو۔
- ۱۴۔ کمال حاصل کرنے کی ہمیشہ کوشش کرتے رہو۔
- ۱۵۔ ہم اہول کو پڑھا کر اُسی وقت تک محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ جب تک کہ ہم خود پڑھنے سے خط اٹھاتے رہیں۔

دوسرا حصہ - تیارے اسباق

جو معلم اس بات پر فخر کرتا ہے کہ مجھے پہلے سے سبق تیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ اصل میں معلم ہی نہیں ہے۔ خواہ وہ کتنا ہی تجربہ کار کیوں نہ ہو۔ مدرس خواہ کیسا ہی لائق و فائق ہو۔ وہ پہلے سے غور و خوض اور تیاری کئے بغیر شاذ و نادر ہی اپنے شاگردوں کے لئے سبق کو دلچسپ بنا سکتا ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب تک انسان اپنی لیاقت کے موافق کیا بلحاظ مضمون اور کیا بلحاظ طرزِ تعلیم پوری سعی و کوشش نہ کرے۔ تب تک اُس میں سچے معلم کی بو تک نہیں آسکتی +

اس لئے نا تجربہ کار مدرسوں کو خصوصاً لازم ہے کہ اگلے دن کے اسباق کی تیاری کرنا اپنا فرضِ خاص سمجھیں۔ اگر انہیں اپنی عزت کا خیال ہے۔ اگر وہ اپنے کام سے حظ اٹھانا چاہتے ہیں۔ اور اگر فنِ تعلیم میں ترقی کرنی اُن کی خواہش ہے۔ تو ضرور کمرۂ جماعت میں داخل ہونے سے پہلے اپنے کام کے لئے پوری طرح تیار ہو جائیں۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ تیارے اسباق ہی درس کی کامیابی اور مسرت کا باعث ہوتی ہے +

پہلی فصل

نہایت احتیاط کے ساتھ تیاری کرنے کی ضرورت

سبق میں کامیابی کی مقدم شرط یہ ہے کہ -

۱۔ انتخاب مضمون +

مضمون سے پوری پوری واقفیت حاصل ہو۔ کیونکہ مناسب مضمون انتخاب کرنے کے لئے تمہارے پاس کافی و وافی ذخیرہ ہونا چاہئے۔ لیکن اگر تمہارا ذخیرہ واقفیت ہی کم ہے۔ تو جو کچھ تمہیں آتا ہے۔ وہ سب کا سب خواہ مناسب ہو یا غیر مناسب استعمال کرنا پڑیگا۔ اور تم انتخاب مضمون میں اس قاعدے پر عمل نہیں کر سکو گے۔ کہ مناسب۔ دلچسپ اور ضروری باتیں ہی انتخاب کرنی چاہئیں +

علاوہ انہیں اگر تمہارا تمام ذخیرہ واقفیت مناسب ہے۔ تو تم خواہ کتنے ہی ہوشیار کیوں نہ ہو۔ سب کا سب ہرگز جماعت کے دل نشین نہیں کر سکتے۔ خیال رکھو۔ کہ جس قدر تم طلباء کو بتاتے ہو۔ وہ اُس سے بہت کم یاد رکھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ ہر ایک آدمی جو لڑائی میں مارا جاتا ہے۔ اُس پر اُس کے وزن کے برابر گویاں صرف ہوتی ہیں۔ تعلیم میں شاید اتنا اسراف تو نہیں ہوتا ہے۔ مگر اتنی بات ضرور ہے۔ کہ علم کا ایک حیرت انگیز نشانہ پر بٹھانے کے لئے چار پانچ تیر چلانے پڑتے ہیں۔ اس لئے تمہارے پاس بہت کافی ذخیرہ ہونا چاہئے۔ تاکہ تم مناسب مضمون انتخاب کر سکو۔ اور تعلیم دیتے وقت طلباء کی مشکلات و احتیاجات کو بخوبی دور کر سکو۔ **ہکسلے صاحب (Huxley)** فرماتے ہیں۔ کہ مدد بخوڑا بہت سکھانے کی قابلیت بہت کچھ اور وہ بھی بخوبی جاننے پر منحصر ہے +

+ صاف توضیح و تشریح کا ملکہ + واقفیت کے کافی و وافی

ذخیرے اور اُسے صاف طور پر اوروں کے سامنے پیش کرنے کے ملکہ میں بھی بڑا قریبی تعلق ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ جو شخص اپنے مضمون کا ماہر ہوتا ہے۔ اُسے اپنے طلباء کی علمی کا خیال نہیں رہتا۔ مگر لائق مدرسوں کا یہ قاعدہ نہیں ہوتا۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ جس قدر زیادہ صاف تفصیلات تمہارے دل میں ہونگے۔ اُسی قدر زیادہ

صفائی اور آسانی کے ساتھ تم انہیں اوروں کو بتا سکو گے۔ جو شخص کسی مضمون پر پوری طرح حاوی ہوتا ہے۔ وہ مختلف طور پر ایک ہی بات کو بتا سکتا ہے۔ اور تمام شکلوں اور اعتراضوں کو جاتی پہچانی تمثیلات کے ذریعے آسانی رفع کر سکتا ہے۔ ایک لائق اور بڑے تجربہ کار معلم کا بیان ہے۔ کہ مجھے ہزاروں اسباق دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ جو کچھ کیمین مورے صاحب نے معلم کی کامل واقفیت اور سبق کی کامیابی کے تعلق کی نسبت فرمایا ہے۔ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ صاحب موصوف فرماتے ہیں۔ کہ ”اکثر اسباق جو میں نے دیکھے ہیں۔ اُن میں بڑا نقص یہ ہوتا تھا۔ کہ مدرس کو مضمون تعلیم سے کامل واقفیت نہ ہوتی تھی۔ اگر اُس کی واقفیت زیادہ ہوتی۔ تو وہ ضرور استعداد طلباء کے موافق مضمون انتخاب کر سکتا۔ اگر وہ خود مضمون کو بخوبی سمجھ لیتا۔ تو وہ زیادہ صفائی کے ساتھ پڑھا سکتا۔ اور کبھی اصلی بات سے دور نہ جاتا۔“ بے شک گفتگو اُسی وقت ہوتی ہے۔ جب کہ کامل واقفیت نہیں ہوتی۔ بے سرو پا پڑھانے کا سبب یہی ہوتا ہے۔ کہ واقفیت بہت کم ہوتی ہے۔ اور اکثر ایسی کتب سے حاصل کی جاتی ہے۔ جن میں فقط خاکے ہی خاکے دئے ہوئے ہوتے ہیں۔

۳۔ صاف اور واضح بیان کی لیاقت +

(تعلیم وہی عمدہ ہے۔ جو مجسم بن کر طلباء کی چشم تخیل کے سامنے آ موجود ہو۔ اگر تم طلباء کے لئے سبق کو دلچسپ بنانا چاہتے ہو۔ تو خوب واضح اور روشن طور سے پڑھاؤ۔ یعنی جو کچھ بیان کرو۔ وہ گویا خود تمہاری ذاتی واقفیت کا نتیجہ معلوم ہو۔ جو مدرس خود مشاہدہ اور تجربہ کر کے جغرافیہ پر سبق پڑھاتے ہیں۔ اُن کے تمام طرز تعلیم میں عجیب لطف آتا ہے۔ ہم نے مانا۔ کہ تم ہر ایک بات ذاتی تجربے سے

نہیں بتا سکتے۔ مگر کوشش کرو۔ کہ اگر خود تمہارا ذاتی تجربہ اتنا وسیع نہ ہو۔ تو دیگر اشخاص کے ذاتی تجربے سے کام لو۔ مثلاً جغرافیے کے سبقوں میں تم اور آدمیوں کے سفرناموں سے بڑی مدد لے سکتے ہو۔ اور تواریخ پڑھانے میں بڑے بڑے آدمیوں کی سوانح عمری سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔

پس ہم دیکھتے ہیں۔ کہ عمدہ اسباق پڑھانے کے لئے مدرس کو کامل واقفیت ہونی چاہئے۔ اور اس واقفیت کے حصول کے واسطے اُسے احتیاط کے ساتھ تیاری کرنے کی ضرورت ہے۔ اب ہم یہ بیان کریں گے۔ کہ کس طرح ایسی تیاری کرنی چاہئے۔

خلاصہ

- ۱۔ تعلیم میں کامیابی کی پہلی شرط کامل واقفیت ہے۔
- ۲۔ اس کے بغیر مناسب انتخاب مضمون ممکن نہیں۔
- ۳۔ بڑا گہرا تعلق ہے۔

(د)، کافی و ذاتی ذخیرہ واقفیت اور اُسے صاف طور پر اوروں کے سامنے پیش کرنے کے ملکہ میں۔

(دب)، مضمون کی کامل ذاتی واقفیت اور روشن و واضح طرزِ تعلیم میں۔

دوسری فصل

تیارے اسباق کا طریقہ

۱۔ مصالح فراہم کرنا۔ ہر ایک مضمون میں ایک جیسی تیاری کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی مقدار و قسم مختلف مضامین

میں مختلف ہوتی ہیں۔ جن مضامین کا مدعا یہ ہوتا ہے۔ کہ کسی خاص ہنر میں مہارت اور کمال پیدا ہو۔ مثلاً لکھنا یا ڈرائنگ۔ ان میں تھوڑی ہی سی تیاری کافی ہے۔ جو مضامین مدرس کو بہت اچھی طرح آتے ہیں۔ مثلاً حساب یا جبر و مقابلہ۔ اُن میں صرف ایسا طریقہ اور سامان سوچنے کی بڑی ضرورت ہوتی ہے۔ جس سے قاعدے بخوبی ذہن نشین ہو سکیں۔ لیکن بعض مضامین ایسے ہوتے ہیں۔ جن کو ٹھیک طور پر تب ہی پڑھا سکتے ہیں۔ جبکہ مضمون اور طریقہ دونوں خود و احتیاط کے ساتھ تیار کئے جائیں۔

ایسے مضامین کے سبقوں میں پہلی بات تو یہ ہے۔

کہ مدعا مقرر کر لینا چاہئے۔ اس کے بعد تمام ضروری مصالح جمع کرنا چاہئے۔ مصالح کے لئے پہلے خود سوچنا چاہئے۔ اور بعد ازاں شکوک رفع کرنے اور واقفیت بڑھانے کی غرض سے کتب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ اور دوران مطالعہ میں جو امور مفید مطلب معلوم ہوں۔ انہیں کاغذ پر لکھ لینا چاہئے۔ شروع ہی میں مصالح فراہم کرنے کے لئے کتابیں نہیں پڑھنی چاہئیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے اوروں کی تقلید کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ جو تعلیم کی تازگی اور دلچسپی کے لئے زہر قابل کا حکم رکھتی ہے۔

مضمون سبق کی تلاش میں ایسی بھٹوٹی بھٹوٹی کتابیں نہیں پڑھنی چاہئیں۔ جن میں فقط خاکے ہی خاکے دئے ہوئے ہوں۔ اگر دلچسپ مصالح جمع کرنا چاہتے ہو۔ تو بڑی بڑی فرحت بخش کتب کا مطالعہ کرو۔ اور ایسی کتب کے تو بھول کر بھی لاتے نہ لگاؤ۔ جن میں اسباق کے اشارے دئے ہوئے ہوں۔ یہ اشارے طرز و ترتیب ظاہر کرنے میں تو مفید ثابت ہو سکتے ہیں۔ مگر بلحاظ مضمون عموماً نہایت ہی ردی ہوتا کرتے ہیں۔ اگر تم طلباء میں سوچنے کی عادت ڈالنا چاہتے ہو۔ تو انہیں وہ باتیں بتاؤ۔ جو خود تمہارے خود

و فکر کا نتیجہ ہوں۔ اگر اُن میں دماغ لٹانے کی قوت پیدا کرنی چاہتے ہو۔ تو پہلے خود نمونہ بن کر دکھاؤ۔ اس لئے پڑھانے سے پہلے ہر ایک سبق کے مضمون اور طرز و ترتیب کا تصفیہ کرنے میں خود اپنی عقل سے بخوبی کام لو +

۲۔ سبق پر اشارے لکھنا | مصالح جمع کرنے کے بعد سبق پڑھانے کے لئے اشارے لکھنے چاہئیں۔ حسب قاعدہ دو خانے کیلئے لو۔ ایک میں مضمون درج کرو اور دوسرے میں طریقہ تعلیم۔ مضمون اتنا لو۔ جو ضروری۔ دلچسپ اور استعداد طلباء کے موافق ہو۔ اور وقت مقررہ میں ختم ہو سکے۔ پھر اُسے کئی سُرخیوں اور ضمنی سُرخیوں کے ذیل میں اس طرح ترتیب دو۔ کہ ایک نظر ڈالنے سے تمام امور۔ اُن کے باہمی تعلق اور اُن کی ترتیب تعلیم کا تصور ہو جائے۔ مضمون کے عین مقابل دوسرے خانے میں طریقہ تعلیم لکھو۔ اور بالخصوص وہ نمائشیں جن سے تم مضمون کی توضیح و تشریح کرنا چاہتے ہو۔ یہ احتیاط رکھو۔ کہ ہر ایک بات کا طریقہ تعلیم اُس کے عین محاذی ہو۔ یا کم از کم دو نو کا نمبر شمار ایک جیسا ہو +

اشاروں کی ترتیب کے بارے میں ایک بات بیان کرنی نہایت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اکثر مدرسوں کا خیال ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی قسم کے تمام اسباق کے اشارے ایک ہی ڈھنگ پر لکھنے چاہئیں۔ مثلاً اگر کسی جانور پر سبق کے اشاروں کی سُرخیاں اس طرح درج ہوں۔ (۱) بناوٹ۔ (۲) عادات۔ (۳) مقامات۔ (۴) فوائد و استعمال۔ تو وہ سمجھیں گے۔ کہ جانوروں پر جتنے اسباق ہوں۔ اُن سب کی سُرخیاں یہی ہونی چاہئیں۔ مگر یہ ترتیب ہمیشہ ٹھیک نہیں ہو سکتی۔ اگر تم سست اور کاہل مدرس بننا نہیں چاہتے ہو۔ اگر تمہیں تعلیم میں تازگی اور روح دیکار ہے۔ تو فکر کے فقیر مت بنو۔ اور ہمیشہ اپنے تمام

اسباق کو ایک ہی سانچے میں مت ڈھالو۔ بلکہ جو ترتیب سب سے بہتر معلوم ہو۔ اُسی کو اختیار کرو۔ پہلے وہ امور لو۔ جو طلباء کے تجربے میں آچکے ہوں۔ یا گزشتہ سبق سے متعلق ہوں۔ اور بعد ازاں دیگر امور قدرتی تعلقات کے لحاظ سے لیتے جاؤ۔

یہ بھی لازمی نہیں ہے۔ کہ سبق کے اشارے ہمیشہ دو ہی خانوں میں درج کئے جائیں۔ بعض اوقات مضمون بہت کم ہوتا ہے۔ مثلاً صرف دو نحو کی تعریفیں یا حساب کے قاعدے۔ ان میں مضمون کو علیحدہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک ہی خانے میں مضمون اور طریقہ تعلیم دونوں کو ملا کر لکھ لیتے ہیں۔ اسباق زباندانی میں بھی عبارت کو علیحدہ خانہ کھینچ کر لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ عبارت ہر ایک طالب علم کے پاس کتاب میں موجود ہوتی ہے۔

خلاصہ

- ۱۔ اشارے لکھنے کی تیاری کرتے وقت۔
 - (ا) پہلے سبق کا مدعا مقرر کر لو۔
 - (ب) پھر برائے خیالات خود سوچو۔
 - (ج) بعد میں دچسپ کتب کا مطالعہ کرو۔ رسالہ جات۔ خلاصہ جات اور اشاروں کی کتابوں کو تو بھول کر بھی ہاتھ نہ لگاؤ۔
 - (د) دوران مطالعہ جو امور مفید مطلب معلوم ہوں۔ انہیں ایک کاغذ پر لکھتے جاؤ۔
- ۲۔ اشارے لکھتے وقت۔
 - (ا) حسب قاعدہ دو خانے کھینچ لو۔ ایک میں مضمون اور دوسرے میں طریقہ تعلیم درج کرو۔
 - (ب) مضمون کو کئی سرخیوں اور ضمنی سرخیوں کے ذیل میں ترتیب دو۔

- (ج) ہر ایک بات کا طریقہ تعلیم اُس کے عین محاذی ہو۔
یا کم از کم دونوں کا نمبر شمار ایک جیسا ہو +
(د) اشاروں کی ترتیب میں لکیر کے فقیر مت بنو +

تیسری فصل

تختہ سیاہ کے لئے اشارات

۱۔ تختہ سیاہ کے فائدے + (علم حاصل کرنے کے دو راستے ایک راستے سے بہتر ہیں۔ اس لئے تعلیم دینے میں کانوں ہی سے کام نہیں لینا چاہئے۔ آنکھوں سے بھی لینا چاہئے۔ اس اصول پر کاربند ہونے کے واسطے تختہ سیاہ نہایت ہی مفید اور کارآمد ہے۔ ہر ایک سبق کا خلاصہ تختہ سیاہ پر موجود ہونا چاہئے۔ اس سے دو فائدے ہیں۔ اول تو خیالات بالکل صاف ہو جاتے ہیں۔ اور دوم وہ بخوبی ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ یہ دونوں فائدے اشاروں اور خاکوں کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں۔ یہاں صرف اشاروں کا ذکر کرتے ہیں۔ خاکوں کا ذکر توضیحات کے بیان میں ہوگا +

اکثر اسباق میں اشارے لکھنے کے واسطے تختہ سیاہ کو استعمال کرنے کے دو مختلف طریقے ہیں۔ اول اتفاقہ یا بلا ترتیب۔ اور دوم باقاعدہ یا با ترتیب۔ جب اشارے سبق میں کوئی نام یا کچھ اور تختہ سیاہ پر لکھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ تو یہ طریقہ اتفاقہ یا بلا ترتیب ہوا کرتا ہے۔ اور جب تمام سبق کے خلاصے کو سُرخ دار نہایت مختصر اور مناسب الفاظ میں لکھتے ہیں۔ تو اُسے طرز باقاعدہ یا با ترتیب کہتے ہیں +

۲۔ تختہ سیاہ کا اتفاقہ استعمال + اگر پڑھاتے پڑھاتے کوئی ایسا نیا لفظ یا نئی اصطلاح استعمال کرو۔ جو نہایت

ہی ضروری ہو۔ تو اُسے فوراً تختہ سیاہ پر لکھ دو۔ اس سے وہ بخوبی اُن کے دل پر نقش ہو جائیگی۔ نئے اشخاص اور مقامات کے نام بھی فوراً تختہ سیاہ پر لکھ دیتے چاہئیں۔ مگر جب ضرورت ہو چکے۔ تو مٹا دو۔ جس حصہ تختہ سیاہ پر سبق کا خلاصہ لکھنا چاہتے ہو۔ اُس پر خط کھینچ لو۔ اور اُسے الگ رکھو۔

۳۔ تختہ سیاہ کا باقاعدہ استعمال :- جو کچھ پڑھاؤ۔ اُس

کا خلاصہ ہمیشہ تختہ سیاہ پر درج کرو۔ خلاصہ پڑھاتے وقت ہی جلدی میں نہیں بنانا چاہئے۔ بلکہ پہلے سے خوب سوچ لینا چاہئے۔ جس قدر پڑھاتے جاؤ۔ اُسی کا خلاصہ طلباء سے دریافت کر کے مناسب الفاظ میں لکھتے جاؤ۔ پہلے خوب سوچ بچار کر سوال کرو۔ اور پھر طلباء کے جوابات کو حسب ضرورت مناسب الفاظ میں بدل کر یا اُسی صورت میں تختہ سیاہ پر لکھ دو۔ جس وقت تم تختہ سیاہ پر لکھ رہے ہو۔ تو یہ خیال رکھو۔ کہ تمام طلباء متوجہ رہ کر تمہارے لکھنے کو پڑھتے رہیں۔ تختہ سیاہ پر لکھتے وقت کبھی کبھی طلباء کی طرف بھی نظر مارتے رہو۔ تاکہ وہ یہ نہ سمجھیں۔

کہ تم اُن کی طرف سے غافل ہو۔
 نا تجربہ کار مدرسوں کو خلاصہ تختہ سیاہ بھی اپنے سبق کے اشاروں میں درج کر لینا چاہئے۔ اور اس کی ترتیب و انتظام کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ صرف امور کے ناموں کی ترتیب ہی کو تختہ سیاہ پر دیکھ کر تمام امور کا باہمی تعلق صاف نظر آنے لگتا ہے۔ یہ خلاصہ نئے معلموں کو پہلے سے بھی تختہ سیاہ پر لکھ کر دیکھ لینا چاہئے۔ اس سے وہ مطلب حاصل ہوتے ہیں۔ اول تو سب سے عمدہ ترتیب معلوم ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے ٹھیک مقدار کا پتہ لگ جاتا ہے۔ کیونکہ جو کچھ کاغذ پر تھوڑی جگہ میں آ سکتا ہے۔ وہ تختہ سیاہ پر زیادہ جگہ گھیرتا ہے۔ اور زیادہ وقت لیتا ہے۔ یہ آزمائشی خلاصہ سبق شروع کرنے سے پہلے مٹا دینا چاہئے۔ اس

کے پہلے سے لکھ کر آزمانے کا بڑا فائدہ یہی ہے۔ کہ اول تو جگہ کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ کتنا وقت اس کے لکھنے کے لئے درکار ہوگا۔ اور تیسرے مناسب ترتیب کا پتہ لگ جاتا ہے +

یہ امر بہت ضروری ہے۔ کہ تختہ سیاہ کے اشاروں میں سابقہ سبق کی بڑی بڑی باتوں کا خلاصہ نہایت واضح اور مختصر طور پر درج کیا جائے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اُن میں شروع کی باتوں کا تو بہت کچھ ذکر ہو۔ اور آخر کی باتوں کا نام تک بھی نہ ہو۔ یا سب چھوٹی بڑی باتیں بے ترتیبی سے گڑبڑ ہوں +

خط ایسا موٹا اور خوشخط ہو۔ کہ سب طلباء پڑھ سکیں۔ اس بات کی بھی احتیاط رہے۔ کہ ہندسے اور الفاظ سب گڑبڑ نہ ہو جائیں۔ کیونکہ خلاصہ تختہ سیاہ کی حالت اور طلباء کے نفس کی حالت میں بڑا گہرا تعلق ہے۔ اگر تمہارا خلاصہ تختہ سیاہ بے ترتیب اور خلط ملط کر کے لکھا پڑا ہوگا۔ تو تمہارے طلباء کے خیالات میں بھی غلطی اور بے ترتیبی پائی جائیگی۔ لیکن اگر تم مختصر۔ واضح۔ با ترتیب اور خوشخط خلاصہ لکھو گے۔ تو طلباء کے دلوں میں بھی سبق کا پورا اور ٹھیک تصور صاف طور پر بخوبی قائم رہیگا +

خلاصہ

۱۔ تحصیل علم کے دو راستے ایک راستے سے بہتر ہیں۔ اس لئے تعلیم دینے

میں جتنے الامکان طلباء کے کان اور آنکھ دونوں سے کام لو +

۲۔ تختہ سیاہ کی مدد سے خیالات زیادہ صاف اور ذہن نشین ہو جاتے ہیں +

۳۔ نئے نام اور اصطلاحیں بیان کرتے ہی فوراً تختہ سیاہ پر لکھنی

چاہئیں۔ مگر سبق کے مختلف درجوں کا خلاصہ اُن درجوں کے

اختتام پر +

۴۔ خلاصے میں تمام سبق کی بڑی بڑی باتیں واضح اور مختصر طور پر درج

ہوں۔ اور وہ درس اور جماعت کی مشترکہ کوشش کا نتیجہ ہوں +

۵۔ تختہ سیاہ پر ہندسے اور الفاظ خلط ملط کر کے نہیں لکھنے چاہئیں۔

کیونکہ اس کا طلباء کے نفس پر بہت برا اثر ہوتا ہے +

تیسرا حصہ۔ زبانی تعلیم دینا

ابتدائی تعلیم کے مختلف مضامین پڑھانے کے خاص طریقوں پر بحث کرنے سے پہلے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ فن تعلیم کے متعلق چند عام باتوں پر غور کیا جائے۔ اس لئے سب سے پہلے ہم اُس طرز کو لیتے ہیں۔ جو مذکورہ بالا اصولوں کے لحاظ سے زبانی تعلیم کرتے وقت عام طور پر اختیار کرنا چاہئے +

پہلی فصل پڑھانا اور لکچر دینا

۱۔ پڑھانے اور لکچر دینے کا مقابلہ + بعض لحاظ سے لکچر دینے کی نسبت پڑھانا بہت زیادہ مشکل ہے۔ کیونکہ لکچر کا کام صرف اتنا ہی ہوتا ہے۔ کہ مصالح جمع کر کے اور اُسے ترتیب دے کر فصاحت کے ساتھ آسان الفاظ میں سامعین کے گوش گزار کر دے۔ اور اس بات سے اُسے چنداں سروکار نہیں ہوتا۔ کہ آیا سامعین اُس کے لکچر سے مستفید ہونے کے خواہشمند ہیں۔ اور اُس کی تقریر پر توجہ دینے کے قابل۔ مگر معلم کو برخلاف اس کے صرف مصالح ہی فراہم کرنا نہیں ہوتا۔ بلکہ اُس کی بھوک بھی پیدا کرنی ہوتی ہے۔ فقط چند باتیں بیان ہی کر دینی نہیں ہوتیں۔ بلکہ یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے۔ کہ آیا وہ باتیں سامعین یعنی طلباء کے ذہن نشین ہو گئی ہیں یا نہیں۔ اس لئے مدرس کو

دلچسپی پیدا کر کے طلباء کو سبق کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے۔ اور صرف بیان کرنے کی بجائے انہیں از خود تعلیم کی طرف راغب کرنا ہوتا ہے +

۲۔ عمدہ اسباق + لکچر عموماً وہ اچھا خیال کیا جاتا ہے۔ جو سننے کے قابل ہو۔ مگر سبق وہ عمدہ گنا جاتا ہے۔ جس سے طلباء دراصل مستفید ہوں۔ اکثر ان تین باتوں سے سبق کی کامیابی کا اندازہ لگاتے ہیں۔ (۱) مقدار واقفیت۔ (۲) مقدار دلچسپی۔ (۳) مقدار تربیت ذہنی۔ یعنی طلباء کو کس قدر واقفیت حاصل ہوئی۔ انہوں نے کس قدر ذوق و شوق ظاہر کیا۔ اور ان کے نفس کی کتنی تربیت ہوئی +

۳۔ پڑھانے کا طرز + لکچر کو تو فقط بیان ہی کرنا ہوتا ہے۔ اور عموماً اس بات سے کچھ بحث نہیں ہوتی۔ کہ سامعین لکچر کو سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اس لئے وہ مسلسل بیان ہی کئے چلا جاتا ہے۔ لیکن معلم کی حالت میں ایسا نہیں ہوتا۔ اُسے طلباء کی ذہنی تربیت کرنی ہوتی ہے۔ اور اس بات کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ کہ تعلیم ان کے بخوبی ذہن نشین ہو جائے۔ اس لئے اُس کے طریقہ تعلیم میں زیادہ تر سوالات ہونے چاہئیں۔ درحقیقت عمدہ طریقہ تعلیم میں دونوں طرز شامل ہیں۔ یعنی طرزِ بیان اور طرزِ سوال۔ یا ہوں کہو۔ کہ بتانا اور پوچھنا +

تعلیم کی خوبی اس طرح جانچتے ہیں۔ کہ مدرس طرزِ بیان اور طرزِ سوال کو کس تناسب اور کیسی دانائی سے ملا جلا کر کام میں لاتا ہے۔ جس وقت سبق میں زیادہ تر واقعات ایسے ہوں۔ جو طلباء کے لئے نئے اور ان کے دائرہ مشاہدہ سے باہر ہیں۔ تو طرزِ بیان سے زیادہ کام لینا چاہئے۔ اور جب سبق آمونختہ کی نظر ثانی پر ہو۔ یا مطلوبہ نتائج بذریعہ استدلال حاصل ہو سکتے ہو۔ تو طرزِ سوال زیادہ استعمال کرنا چاہئے +

خلاصہ

- ۱۔ تعلیم دو طرح پر دے سکتے ہیں -
(ا) بذریعہ لکچر +
(ب) بذریعہ سوالات +
- ۲۔ واقعات کی صورت میں طرز لکچر سے کام لو۔ اور اصول - قاعدے۔
اور تعریفیں وغیرہ سمجھاتے وقت طرز سوال اختیار کرو +
- ۳۔ اکثر اسباق میں دونو طریقوں کو ملا جلا کر برتو +

دوسری فصل

طرز بیان

- ۱۔ وسعت استعمال + ہر ایک سبق میں تھوڑے بہت بیان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اُس وقت بھی جبکہ تعلیم کا بڑا ذریعہ طرز سوال ہے۔ اگر سبق کا بڑا مدعا یہ ہے۔ کہ طلباء کی واقفیت بڑھے۔ تو زیادہ تر طرز بیان سے کام لو۔ لیکن لگاتار بیان میں طلباء کی عمر کا خیال رکھنا واجب ہے۔ جس قدر طلباء زیادہ کم عمر ہوں۔ اُسی قدر دوران بیان میں اجماعی تکرار اور سوالات کا استعمال کر کے مسلسل بیان کے سلسلے کے زیادہ حقے کرو +
- ۲۔ قصہ کہانی بیان کرنا + نا تجربہ کار مڈسوں کو قصہ کہانی بیان کرنے میں دسترس حاصل کرنے کے لئے خاص کوشش کرنی چاہئے۔ ٹوک ٹوک کر معمولی ٹھیلے اور مقررہ الفاظ بولنے سے نہ تو کچھ دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ اور نہ کچھ لطف آتا ہے۔ تمہیں بیچوں کے تاثرات اور تخیل کو بھر دینا ہے۔ مگر یہ تم اُسی وقت کر سکتے ہو۔ جبکہ کہانی سے تمہارے اپنے تاثرات اور تخیل مؤثر ہوں۔ اس لئے بیان کرنے سے پہلے خود اُس کہانی کی ہر ایک چھوٹی سے چھوٹی بات کو بخوبی سمجھ لو۔ اور اُس کی

تصویر اپنی آنکھوں میں کیچنچ لو۔ اس بات سے بھی مدد
 ملے گی۔ کہ کچھ عرصہ کہانی کو اُس طرزِ کلام و زبان میں لکھ لیا
 کرو۔ جو تمہارے طلباء کے مناسب حال ہو۔ اتنی تیاری کے
 بعد کہانی طلباء کو سناؤ۔ اور یہ احتیاط رکھو۔ کہ تم وہی الفاظ
 استعمال کرو۔ جو اُس وقت بے تکلف تمہاری زبان پر
 آئیں۔ کتابی الفاظ کے استعمال کرنے کی ہرگز کوشش نہ کرو۔
 جب چھوٹے طلباء کے سامنے اس طرح قصہ کہانی واضح اور
 روشن طور پر بیان کرنے کی عادت ہو جائیگی۔ تو پھر ضرور
 بڑے طلباء کو توارخ اور جغرافیہ کے اسباق اس طرح
 پڑھا سکو گے۔ کہ اُن کی قوتِ متخیلہ پر پورا پورا زور
 پڑے۔ اور تمہاری تعلیم مجتہد بن کر اُن کی چشمِ تحیث کے
 سامنے آ موجود ہو +

۳۔ توضیح و تشریح کرنا +

مدرس کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ
 صاف طور پر توضیح و تشریح کرنے کی قابلیت حاصل کرے۔
 اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ وہ واقعات اور تصورات کو
 نہایت آسان اور سادے الفاظ میں بیان کرنے کی قابلیت
 رکھتا ہو۔ ایسے موقع پر یہ خیال رکھنا چاہئے۔ کہ کس قسم
 کے طلباء سے واسطہ پڑتا ہے۔ کیونکہ بہت سے واقعات
 ایسے ہوتے ہیں۔ جو دیہاتی طلباء کو بخوبی معلوم ہوتے
 ہیں۔ مگر شہر کے رہنے والوں کو بالکل معلوم نہیں ہوتے۔
 اور بہت سے ایسے جن سے شہر کے رہنے والے بخوبی
 واقف ہوتے ہیں۔ مگر دیہاتی بچے بالکل نا آشنا ہوتے
 ہیں۔ اگر اس بات کا خیال رکھو گے۔ تو بعض واقعات
 ضرور ایسے پاؤ گے۔ جن کو دیہاتی طلباء کے سامنے زیادہ
 واضح کرنے کی بالکل ضرورت نہ ہوگی۔ مگر شہر والوں کے
 سامنے انہیں بالتشریح بیان کرنا ہوگا۔ یا بالعکس اس
 کے +

اس بات کا بھی خیال رکھو۔ کہ ایک بات کی حد سے

زیادہ توضیح و تشریح نہ کی جائے۔ جب کوئی بات سمجھ میں آ جائے۔ تو ایک لفظ بھی زیادہ مت کرو۔ حد سے زیادہ تسہیل سے بھی بچو۔ یعنی جو مشکلات طلباء کے راستے میں حائل ہوں۔ ان سبب کو خود رفع مت کرو۔ تمہارا مدعا یہ نہیں ہونا چاہیئے۔ کہ واقعات کو حد سے زیادہ آسان کر دیا جائے۔ بلکہ صرف حسب ضرورت آسان کر دینا چاہیئے۔ اور یہ کہنے کی تو چنداں ضرورت ہی نہیں معلوم ہوتی۔ کہ غلط توضیح و تشریح سے نہ فقط ہمیشہ بچنا ہی چاہیئے۔ بلکہ اس سے متنفر رہنا چاہیئے۔ اگر تمہیں ذرا بھی عزت کا خیال یا راستی کا لحاظ ہے۔ تو غلط توضیح و تشریح کبھی نہ کرو۔ اگر کوئی بات معلوم نہ ہو۔ تو صاف طور پر اپنی لاعلمی ظاہر کر دو۔ اور کہ دو۔ کہ ہم آئندہ اسی بات پر پھر غور کریں گے +

۴۔ زبان مدرس +

توضیح و تشریح کرتے وقت حق الامکان آسان اور سادے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں۔ مگر یہ قاعدہ ہر ایک طرز بیان پر عائد نہیں ہو سکتا۔ عموماً یہ بہتر ہوتا ہے۔ کہ معمولی الفاظ اور کلمات کی بجائے ایسے الفاظ اور فقرے استعمال کئے جائیں۔ جو مناسب اور بر محل ہوں۔ اور جن سے وہ خاص تصور مطلوبہ نہایت صاف طور پر ظاہر ہوتا ہو۔ جو الفاظ طلباء جانتے ہیں۔ انہیں کے استعمال کا اپنے آپ کو مقتید رکھنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ جب نئے خیالات بیان کرو۔ تو نئے الفاظ بھی استعمال کرنے چاہئیں۔ جو اُن خیالات کو بہت اچھی طرح ادا کرتے ہوں۔ اس کے علاوہ نئے الفاظ کا استعمال ہی دیکھ کر طلباء انہیں بخوبی سمجھ سکتے ہیں +

زبان کی آسانی اور سادگی فرداً فرداً الفاظ پر اس قدر مبنی نہیں ہوتی۔ جس قدر کہ فقروں کی بناوٹ اور خیالات کی ترتیب پر۔ جب فقرے چھوٹے چھوٹے اور مبہم اور مخلوط ترکیب سے بری ہوتے ہیں۔ تو طلباء اُن کے معنی کو بڑی آسانی سے سمجھ جاتے ہیں۔ خواہ اُن میں ایک دو نئے اور مشکل الفاظ بھی بیچ میں موجود ہوں۔ ترتیب خیالات سے بھی عبارت کے سمجھنے میں

بڑی مدد ملتی ہے۔ جب خیالات اس طرح مرتب کئے جاتے ہیں۔ کہ یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوں۔ تو عبارت کے معنی طلباء کافی آسانی سے سمجھ جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں اُمید ہی ایک بہت اچھی رہنما و ترجمان ہوتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھو۔ کہ جن بچوں کا سرمایۂ الفاظ نہایت محدود ہو۔ انہیں تعلیم دینے کے لئے سادہ طرز کلام اور روز مرہ کے الفاظ نہایت موزوں اور موثر ہوتے ہیں۔ ہم اس امر کی تشریح ذیل کے دو جملوں کا مقابلہ کر کے بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں:-

- (۱) جس وقت یہ احقر آں جناب کے در دولت پر حاضر ہوا۔ تو اول ہی ایک رستم ثانی سیاہ خام حبشی غلام سے مقابلہ آ کر پڑا۔ جسے دیکھتے ہی خاکسار کا کلیجہ نو نو ماتھے اُچھلنے لگا۔
- (۲) جب میں آپ کے مکان پر گیا۔ تو پہلے ہی میں نے ایک مضبوط طاقتور حبشی غلام کو دیکھا۔ جسے دیکھ کر میں بہت ہی ڈر گیا۔

ان دونوں جملوں میں سے دوسرا جملہ زیادہ صاف اور واضح معلوم ہوتا ہے۔

خلاصہ

۱۔ جب تمہارا بڑا مقصد واقفیت بڑھانی ہو۔ تو عموماً طرز بیان

سے کام لو۔

۲۔ طرز بیان کی دو صورتیں ہوا کرتی ہیں۔

(۱) قصہ کہانی بیان کرنا۔

(ب) زبانی توضیح و تشریح کرنا۔

۳۔ توضیح و تشریح کرتے وقت تین باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۱)۔ جھپٹتی اور شہر میں رہنے والے طلباء کی بردہ واقفیت

یکساں نہیں ہوا کرتی۔

(ب) حد سے زیادہ توضیح و تشریح اور تسہیل سے احتراز

واجب ہے۔

- (ج) غلط توضیح و تشریح کبھی نہ کرو۔ بہتر ہے۔ کہ اپنی لاعلمی تسلیم کر لو۔
 ۴۔ زبان کی سادگی مفصلہ ذیل امور پر منحصر ہوا کرتی ہے۔
 (۱) فقروں کی بناوٹ +
 (ب) خیالات کی ترتیب۔ کیونکہ اُمید ایک اچھی۔ ہنسا و زحمان ہے +

تیسری فصل

سوالات (۱)

۱۔ سوالات کے مختلف فوائد و استعمال + کسی شخص کو اس میں کلام نہیں ہو سکتا۔ کہ سوالات تعلیم کا ایک نہایت مفید ذریعہ ہیں۔ سوالات ہی کے ذریعے مدرس یہ معلوم کر سکتا ہے۔ کہ آیا طلبا کو نئی واقفیت حاصل ہوئی ہے یا نہیں۔ مگر اس سے بھی بڑھ کر فائدہ یہ ہے۔ کہ سوالات ہی کے ذریعے تعلیم دیتے ہیں۔ درحقیقت سوالات شروع سے آخر تک نہایت کار آمد ہوتے ہیں۔ شروع میں سوالات کے ذریعے نئی اور پُرانی واقفیت کا تعلق دکھاتے ہیں۔ وسط سبق میں ان سے طلبا کو سوچنے کی تحریک ہوتی ہے۔ اور اختتام پر بذریعہ سوالات ہی مدرس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ سبق کا نتیجہ کیسا رہا +

۲۔ سوالات تعلیم کا ذریعہ ہیں + اگر تم سوالات کو پہلے سے مسلسل ترتیب دے لو گے۔ تو سبق کی تمام مشکلات ایک ایک کر کے آسانی اور بخوبی حل ہو جائیں گی۔ سبق کو یا ایک قسیم کی پہاڑی ہے۔ جس پر چڑھنے کے لئے سوالات طالب علم کو رہے کا کام دیتے ہیں۔ لیکن معلم کو اختیار ہے کہ بجائے پوچھنے اور سوالات کرنے کے ان مشکلات کو خود سمجھا دے۔ اور طلبا کو گویا اپنے کندھے پر چڑھا کر پہاڑی کی چوٹی پر لے جائے۔ بے شک اس طرح طلبا بڑی آسانی کے ساتھ اُس پہاڑی کی چوٹی پر پہنچ جائیں گے۔ اور اُس خاص واقفیت کو آسانی حاصل کر لیں گے۔ مگر نہ تو اُن کے ذہنی قواعد کی تربیت ہوگی۔ اور

نہ اُنہیں اُسی قسم کی دوسری پہاڑی پر اپنی سعی و کوشش سے چڑھنے میں ذرا بھی مدد دیگی +

جو سوالات تعلیم دیتے وقت استعمال کئے جائیں - اُن میں جواب کی طرف اشارہ ہونا چاہئے۔ اور جو جوابات طلبا ہیں۔ بس اُنہیں پر وہ بنی ہوئے چاہئیں۔ اور رفتہ رفتہ طلبا کو مطلوبہ نتیجہ کی طرف لے جائیں۔ جب اس مدلل طرز پر بذریعہ سوال و جواب تعلیم دو۔ تو صرف یہی بات ضروری نہیں ہے۔ کہ نہایت ہوشیاری سے جوابوں پر سوالات کو مبنی کرو۔ بلکہ جلدی بھی دُرنا نہ کرو۔ اگر جلدی کرو گے۔ تو طلبا گھبرا جائیں گے۔ اور اُن کے لئے جواب دینا ناممکن ہو جائیگا۔ جس طرح ہوا سے اُڑتے ہوئے کاغذ پر خوشخط لکھنا ناممکن ہوتا ہے۔ جب کوئی طالب علم صحیح جواب نہ دے سکے۔ تو تم تین طرز اختیار کر سکتے ہو۔ یا تو اُس سوال کو زیادہ آسان عبارت میں پوچھو۔ یا اس کے دو تین آسان حصے کر لو۔ یا شروع سے پھر چلو +

جو سوالات اثنائے بیان میں اتفاقہ پوچھے جاتے ہیں۔ وہ بھی تعلیم میں بڑی مدد دیتے ہیں۔ کیونکہ اُن سے طلبا متوجہ اور مشغول رہتے ہیں۔ جس قدر طلبا زیادہ کم عمر ہوں۔ اُسی قدر زیادہ سوالات اثنائے بیان میں طلبا سے پوچھو +

سوالات امتحانی + سبق کے ہر حصے کے بعد اور اختتام پر یہ

سوالات پوچھو۔ ان سوالات کا صرف یہی مدعا نہیں ہوتا کہ طلبا کا امتحان ہو جائے۔ اور یہ پتہ لگ جائے۔ کہ اُنہوں نے کیا کچھ سیکھا ہے۔ بلکہ یہ مقصد بھی ہوتا ہے۔ کہ ٹھیک واقعات بخوبی ذہن نشین ہو جائیں۔ غلطیاں دور کر دی جائیں۔ اور جو کچھ رہ گیا ہو۔ وہ پورا کر دیا جائے۔ اس لئے اندھا دھند سوالات کرنے سے بچنا مطلب پیدا نہ ہوگا۔ اگر سبق کو طلبا کے دلوں پر بخوبی نقش کرنا چاہتے ہو۔ تو سوالات مسلسل اور ترتیب وار پوچھو۔ اصل تو یہ ہے کہ طلبا کے جواب ایسے ہونے چاہئیں۔ کہ اگر اُنہیں برابر پچھتے جائیں۔ تو تمام سبق کا خلاصہ سلسلہ وار مرتب ہو جائے +

- جب کسی جماعت کا مطالعہ کئے ہوئے یا اُسی وقت پڑھاٹے ہوئے سبق میں امتحان لینے لگو۔ تو مفضلہ ذیل امور کا خیال رکھو:-
- (۱) جو سوالات کرو۔ وہ تہ کو پہنچنے والے ہوں +
- (۲) اُن کی بناوٹ یا عبارت سے جواب کی طرف اشارہ نہ پایا جاتا ہو +
- (۳) سبق مقررہ پر محدود ہوں +
- (۴) سلسلہ وار ہوں۔ یعنی جوابوں پر اس طرح مبنی ہوں کہ اگر جوابوں کو یکجا فراہم کیا جائے۔ تو سبق کا خلاصہ بن جائے +

خلاصہ

- ۱۔ سوالات شروع سے آخر تک نہایت مفید ہوتے ہیں۔
- (ا) نئی اور پڑائی واقفیت کا تعلق ظاہر کرتے ہیں +
- (ب) طلباء میں سوچنے کا شوق بڑھاتے ہیں +
- (ج) معلم پر یہ ظاہر کر دیتے ہیں کہ سبق کیسا ہو رہا ہے +
- (د) نتیجہ سبق معلوم ہو جاتا ہے +
- ۲۔ تعلیم کی غرض سے جو سوالات پوچھے جائیں +
- (۱) اُن میں جواب کی طرف اشارہ پایا جاتا ہو۔ اور وہ جوابوں پر مبنی ہوں +
- (ب) وہ بے صبری اور جلدی سے نہ کئے جائیں۔ تاکہ طلباء گھبرا نہ جائیں +
- ۳۔ کسی جماعت کا امتحان لینے سے یہ مدعا ہوتا ہے کہ
- (۱) یہ معلوم ہو جائے کہ طلباء کو کتنی واقفیت حاصل ہوئی ہے +
- (ب) ٹھیک واقعات بخوبی ذہن نشین ہو جائیں۔ غلطیاں درست ہو جائیں۔ اور کسی پوری کر دی جائے +
- ۴۔ سوالات امتحانی میں مفضلہ ذیل اوصاف ہونے چاہئیں:-
- (۱) تہ کو پہنچنے والے ہوں +
- (ب) جواب کی طرف کسی قسم کا اشارہ نہ پایا جاتا ہو +
- (ج) سبق مقررہ پر محدود ہوں +
- (د) سلسلہ وار ہوں +

چوتھی فصل

سوالات (ب)

چونکہ سوالات تعلیم کا ایک نہایت ہی مفید اور کار آمد ذریعہ ہوتے ہیں۔ اس لئے مدرس کو لازم ہے کہ اُن کی صحیح اور درست بناوٹ کا پورا پورا خیال رکھے اور عمدہ سوالات پر چھنے کے لئے خاص سعی و کوشش کرے۔ اگر سوالات اچھے ہوں گے تو طلباء ضرور متوجہ رہیں گے۔ اور ان میں سوچنے کی عادت بھی بڑھ جائیگی۔ اب ہم یہ بتاتے ہیں۔ کہ اچھے سوالات کے کیا وصف ہونے چاہئیں ؟

اَوَّل - سوالوں کی عبارت بالکل صاف اور مختصر ہو۔ جس میں ایسا ذرا بھی نہ پایا جائے۔ اس لئے سوالات کو تمام فضول اور بڑے بیڑھے الفاظ اور جملہ ہائے محترضہ سے بری رکھنا چاہئے۔ سوالات میں اختصار جس قدر زیادہ ہو۔ بہتر ہے۔ تاکہ طلباء کو زیادہ کہنے کی گنجائش رہے۔ تنہا مدعا یہ ہونا چاہئے۔ کہ سوالات مختصر ہوں اور جوابات طویل۔ اس لئے خوب سوچ بچھ کر سوالات کی عبارت بنانی چاہئے۔ اور جتنے الامکان عبارت بالکل سادہ اور صاف ہو۔

تہذیب یہ الفاظ اور جملے ڈال کر سوالات کو بڑھانا نہیں چاہئے۔ مثلاً ”میں نے تم سے کیا کہا؟“ جو بتا سکتے ہیں۔ ہاتھ کھڑے کریں۔ ”مجھے علیے علیے اور طویل طویل سوالات اور بھی زیادہ قابل اعتراض ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً ”وہیں نے تمہیں ابھی بتلایا ہے۔ کہ سسلی کے سب سے اونچے پہاڑ پر ہمیشہ برف جمی رہتی ہے۔ کیا تم مجھے اس کا نام بتا سکتے ہو؟“ مجھے یقین ہے۔ کہ اگر تم متوجہ رہے ہو۔ تو مجھے جاسکتے ہو۔ کہ دنداش کی لڑائی میں جو انگریزی فوج کا سپہ سالار تھا۔ اس کا کیا نام تھا؟“

دوم - سوالات اس قدر محدود و مخصوص ہونے چاہئیں۔ کہ

اُن کا صرف ایک ہی صحیح جواب ہو سکے۔ اگر سوالات مخصوص ہونگے۔
 تو فقط ایک ہی بات کی طرف خیال دوڑیگا۔ اور تمام توجہ اُسی بات
 پر قائم رہیگی۔ لیکن اگر سوالات غیر مخصوص اور غیر محدود ہونگے۔
 تو بہت سے جوابوں کا خیال آئیگا۔ سوالات کے مخصوص ہونے سے
 تمام جماعت کا خیال ایک ہی طرف جاتا ہے۔ اور تمام طلبا
 اُسی ایک بات کا خیال کرتے ہیں۔ اور ہر ایک صحیح جواب سے تمام
 جماعت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ لیکن جب سوالات غیر محدود ہوتے ہیں۔
 تو جماعت کے خیالات منتشر ہو جاتے ہیں۔ لڑکے طرح طرح کے
 جوابات دیتے ہیں۔ خیالی گھوڑے دوڑنے لگتے ہیں۔ اور عجیب گڑبڑ
 مچ جاتی ہے۔ "تشریحاً" ہم چند سوالات لکھتے ہیں:-

(۱)۔ سوالات مخصوص۔ بھیرہ روم میں سب سے بڑے جزیے کا
 نام بتاؤ۔ اُس کی صورت شکل بیان کرو۔ وہ اُٹلی سے کیونکر
 جدا ہوتا ہے ؟

(۲)۔ سوالات غیر مخصوص۔ دنیا کے سب سے زیادہ گرم حصے کے
 سب سے بڑے جانور کا نام بتاؤ۔ کس قسم کے کتے شکار کے
 کام آتے ہیں ؟ ملکہ الزبتھ نے مرتے وقت کیا چھوڑا ؟
 سووم۔ سوالات ہمیشہ غور طلب ہوں۔ جس سوال میں غور و
 خوض کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ پوچھنے کے قابل نہیں ہوتا۔
 اس لحاظ سے دو قسم کے سوالات نہایت ہی قابل اعتراض ہوتے
 ہیں۔ یعنی (۱) سوالات متعاقب (Eche questions)۔ (۲) سوالات
 متبادلہ (Alternative questions) +

جب ایک خاص بات بیان کرنے کے عین بعد ہی اُس پر
 سوال کرتے ہیں۔ تو اُسے سوال متعاقب کہتے ہیں۔ مثلاً "شیر ایک
 قسم کی بڑی جنگلی مٹی ہے۔ شیر کیا ہے ؟" شیر ہندوستان کے جنگلوں
 میں پایا جاتا ہے۔ شیر کہاں پایا جاتا ہے ؟ صاف ظاہر ہے کہ ایسے
 سوالات کا جواب دینے میں ذرا بھی دماغ پر زور نہیں پڑتا بلکہ
 طوطے کی طرح الفاظ مذکورہ کو دہرا دینا پڑتا ہے +
 جن سوالات کے صورت دو ہی جواب ہو سکتے ہیں۔ مثلاً "ہاں" یا

دہیں، سرد، یا گرم، ہلکا، یا بھاری، وغیرہ۔ انہیں سوالات متبادلہ کہتے ہیں۔ طلباء اکثر تمہارے لب و لہجہ سے تاڑ جلتے ہیں۔ کہ کونسا جواب ٹھیک ہوگا۔ اور اگر بفرض محال ٹھیک جواب نہ بھی معلوم کر سکیں۔ تو فقط قیاساً ہی ان کا جواب غلط ہوگا یا صحیح۔ مگر بعض اوقات ایسے سوالات بھی آپڑتے ہیں۔ جن کا جواب ہاں ہوتا ہے یا نہیں۔ لیکن ایسی صورت میں طلباء سے وجہ دریافت کرو کہ انہوں نے کیوں 'ہاں' یا 'نہیں' جواب میں کہا۔

چہارم - سوالات کا رنگ ڈھنگ ہمیشہ مختلف ہونا چاہئے۔ اور حسب قاعدہ ایسے نہ ہوں۔ جن کے جواب میں فقط ایک لفظ ہی کافی ہو سکے۔ اگر سوالات ایک ہی وضع قطع کے ہونگے۔ تو سبق کی دلچسپی جاتی رہیگی۔ مفصلہ ذیل پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ بعض سوالات نہایت ہی ناقص ہوا کرتے ہیں:-

(۱) اس کے بعد یہ لکھا ہے۔ کہ ہندو لوگ ایک خاص مقصد کے لئے گنگا کے خاص خاص شہروں میں تیرتھ جاتا کرنے کو جاتے ہیں۔ وہ مقصد کیا ہے؟ (۲) بعد ازاں یہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ ہندوؤں کی نظروں میں تین شہر نہایت ہی متبرک ہیں۔ ان تینوں شہروں کے نام بتاؤ۔ (۳) پھر یہ بتایا گیا ہے۔ کہ وہ شہر کون سے دیا پر واقع ہیں۔ اس دریا کا کیا نام ہے؟

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا سوالات طویل اور ایک ہی وضع قطع کے ہیں۔ اور بالکل کتابی عبارت پر مبنی ہیں۔ اگر یہ نقص دور کرنا چاہتے ہو۔ تو ان سوالات کو اس ڈھنگ سے پوچھو:-

(۱) ہندوؤں کے تین نہایت متبرک شہروں کے نام بتاؤ۔

(۲) وہ کس دریا پر واقع ہیں؟ (۳) ہندو لوگ وہاں کیوں جاتے ہیں؟

بعض اوقات یکے بعد دیگرے بہت سے سوالات پوچھتے ہیں جن کی طرح وضع ایک ہی ہوتی ہے۔ اور جن کے جواب میں ایک ہی لفظ کہنا کافی ہوتا ہے۔ ایسے سوالات کا جواب دینے میں غور کرنے کی ضرورت بالکل غرضت نہیں ہوتی۔ مفصلہ ذیل مسلسل سوالات

کا مقابلہ کرتے سے معلوم ہوگا۔ کہ سوالات سلسلہ نمبر (ب) میں غور و خوض اور اختلاف طرز پایا جاتا ہے۔ اور سوالات سلسلہ نمبر (د) سے بدرجہا بہتر ہیں :-

(۱) (۱) نظام شمسی کے وسط میں کونسا جرم ہے ؟

(۲) جو اجرام فلکی سورج کے گرد پھرتے ہیں۔ ان کے نام بتاؤ +

(۳) جو اجرام سیاروں کے گرد حرکت کرتے ہیں۔ انہیں کیا کہتے ہیں ؟

(۴) جس سیارے پر ہم رہتے ہیں۔ اس کا کیا نام ہے ؟

(۵) جو جرم زمین کے گرد گردش کرتا ہے۔ اس کا کیا نام ہے ؟

(ب) (۱) نظام شمسی سے کیا مراد ہے ؟

(۲) نظام شمسی میں سورج کہاں واقع ہے ؟

(۳) کون سے اجرام فلکی اس کے گرد حرکت کرتے ہیں ؟

(۴) سیارے کیا ہوتے ہیں ؟

(۵) کس سیارے کو ہم سب سے زیادہ جانتے ہیں ؟

(۶) جو اجرام کسی سیارے کے گرد گردش کرتے ہیں۔ انہیں کیا کہتے ہیں ؟

(۷) اقمار سے کیا مراد ہے ؟

(۸) ایک ایسے قمر کا نام لو جسے ہم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں ؟

آخری بات یہ ہے کہ جو اسباق پڑھائے ہوئے یا مطالعہ کئے ہوئے ہوں۔ ان پر سوالات کرنے میں کتابی عبارت کا بالکل استعمال نہ ہو۔ اگر سوالات میں کتابی عبارت ہوگی۔ تو جوابات میں بھی طلباء کتابی عبارت بڑی آسانی سے ڈال دیں گے۔ اور تم یہ معلوم نہ کر سکو گے۔ کہ آیا طلباء مضمون سبق کو سمجھتے ہیں یا نہیں +

✓ خلاصہ

۱۔ سوالات کی عبارت بالکل صاف اور مختصر ہونی چاہیے +

- ۲- سوالات محدود و مخصوص ہونے چاہئیں +
 ۳- سوالات غور طلب ہونے چاہئیں - اس لئے تعلیم میں (۱)
 سوالات متعکس اور (۲) سوالات متبادل کا استعمال نہ ہو +
 ۴- سوالات کی وضع قطع مختلف ہونی چاہئے - اور حسب قاعدہ ایسے
 نہ ہوں جن کے جواب میں صرف ایک ہی لفظ کافی ہو سکے +
 ۵- سوالات میں جتنے الامکان کتابی عبارت کا استعمال نہیں ہونا
 چاہئے +

پانچویں فصل

سوالات (ج)

سوالات کرنے کا طریقہ + ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ سوالات کے
 کیا کیا فائدے ہیں - اور اُن کے بنانے میں کن کن باتوں کا خیال
 رکھنا چاہئے - اب ہم یہ بیان کرتے ہیں - کہ سوالات کس طرح کرتے
 چاہئیں - تاکہ تمام جماعت چستی و چالاکی کے ساتھ برابر کام میں
 مشغول رہے - اس مقصد کو مد نظر رکھ کر تمام جماعت سے مخاطب
 ہو کر سوال کرنا چاہئے - اور اُن سے پہلے سے کہ دیتا چاہئے کہ جن
 جن طلباء کو سوال کا جواب معلوم ہو - وہ اپنے اپنے دائیں
 ہاتھ کھڑے کر دیں - سوال کرنے کے بعد سوچنے کے لئے
 کافی وقت دے کر حسب قاعدہ انہیں طلباء میں سے کسی سے جواب
 پوچھنا چاہئے - جنہوں نے ہاتھ کھڑے کئے ہیں - مگر اکثر
 کاہل وجود اور سست طلباء کی خوب خبر لینی چاہئے - خواہ وہ
 ہاتھ کھڑے کریں یا نہ کریں - اکثر طلباء کی صورت شکل دیکھنے
 اور سوال کی آسانی اور مشکل کا اندازہ لگانے سے یہ معلوم
 ہو جاتا ہے کہ کس طالب علم سے سوال کا جواب پوچھنا چاہئے -
 بہر حال یہ خیال رکھو کہ تمام طلباء سے تقریباً برابر سوال کئے
 جائیں - اور ہوشیار اور ذہین طلباء کی نسبت کم زور اور سست

طلبا کو جواب دینے کا زیادہ موقع دیا جائے +

۲-۱۔ اجماعی جوابات (Simultaneous answers) ✓ مذکورہ بالا طرز سوال

کی رو سے فقط ایک لڑکا ایک وقت میں بولتا ہے۔ یہ طریقہ اجماعی طور پر جواب دینے سے بہت بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں مفصلہ ذیل نقص پائے جاتے ہیں۔ (۱) سوالات ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے جواب میں فقط ایک یا دو ہی الفاظ کافی ہوں۔ (۲) ہوشیار طلبا کی اڑ میں بعض کم زور اور سست لڑکے یا تو بالکل جواب ہی نہیں دیتے یا کچھ ہی الفاظ زبان سے نکالے جاتے ہیں اور ان کا معلوم کرنا ذرا کام رکھتا ہے۔ (۳) اگر کمرہ بالکل علیحدہ نہ ہو۔ تو اور جماعتوں کے کام میں خلل پڑتا ہے +

مگر باوجود ان نقصوں کے اجماعی جوابات بعض بعض موقعوں پر برے مفید اور کار آمد ہوتے ہیں۔ ان سے (۱) سبق کی بڑی بڑی باتوں کو بہت جلدی آسانی دہرا سکتے ہیں۔ (۲) تھکی ماندی جماعت میں چستی و چالاکي پیدا ہو جاتی ہے۔ (۳) چھوٹے بچوں کی ایک بڑی جماعت کو بشاش اور زندہ دل رکھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ سوالات مخدونی کے + (Rhetorical questions)

جوابات اجماعی بہت موزوں ہوتے ہیں۔ کیونکہ سوالات مخدونی میں جملے کے آخر کے ایک دو لفظ چھوڑ دیتے ہیں۔ جو طلبا اجماعی طور پر بتا کر جملے کو پورا کر دیتے ہیں۔ سوالات مخدونی پر چھتے وقت یہ خیال رکھو۔ کہ جو حصہ جملہ پیش کرو۔ اس میں حصہ مخدونی کی طوط اشارہ پایا جانا چو۔ اور حذف جتیا کرنے کے لئے فقط ایک لمحہ کا غور فکر کافی ہو۔ اس قسم کے سوالات بچھوٹے بچوں کے لئے نہایت مفید ہوتا کرتے ہیں۔ کیونکہ جب اُن سے ہتھمایہ سوالات (Direct questions)

کئے جاتے ہیں۔ تو وہ سمجھتے ہیں۔ کہ ہمیں کوئی بڑا بجاری کام کرنا ہے اور اس لئے ذرا جھجھکتے ہیں۔ لیکن سوالات مخدونی کہنے پر وہ سمجھتے ہیں۔ کہ معلم ہمارا ساتھ دے رہا ہے۔ اور کام سب سے دیر کی مشق کو شش کا نتیجہ معلوم ہوتا ہے +

چکہ مندرجہ سوال میں ایک حصہ جواب بتاتا رہ جاتا ہے

اس لئے یہ نہایت ہزردی معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمام جماعت مل کر فوراً اس جواب کو پورا کر دے۔ پس اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ سوالات محذوفی اور جوابات اجماعی دونوں ساتھ ساتھ ہونے چاہئیں اور ان دونوں کے فوائد و نقصان بھی ایک جیسے ہیں۔ اگر تم جماعت کا امتحان لینا چاہو۔ تو سوالات محذوفی ہرگز موزوں نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ ان میں جواب کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ صادر سوچنے کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ مگر چھوٹے بچوں کے سامنے قصہ کہانی بیان کرتے وقت یہ سوالات بڑا کام دیتے ہیں۔ اور ابجد خوانوں کی تعلیم میں تو لازمی ہوتے ہیں۔ اور سبق کی بڑی بڑی باتیں دہرانے کے لئے ہر ایک جماعت میں یہ سوالات نہایت مفید ہو سکتے ہیں +

خلاصہ

۱۔ تمام جماعت سے مخاطب ہو کر سوال پوچھو۔ مگر جواب کسی ایک طالب علم سے نہ لےو۔ ان سوالات کو جماعتی سوالات (Class questions) کہتے ہیں +

۲۔ تمام طلباء کو جواب دینے کا موقع دو۔ مگر ہوشیار اور ذہین طلباء کی نسبت کم زور اور سست طلباء کو زیادہ +

۳۔ جوابات اجماعی (Simultaneous answers) سے چھوٹے بچے محفوظ رہتے ہیں۔ مگر یہ جوابات ہمیشہ سوالات محذوفی (Elliptical questions) کے ساتھ ہی موزوں ہوتا کرتے ہیں +

۴۔ امتحان لینے کے لئے سوالات محذوفی ہرگز موزوں نہیں ہوا کرتے۔ کیونکہ ان میں جواب کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ اور سوچنے کا کم موقع ملتا ہے +

۵۔ سوالات محذوفی چھوٹے بچوں کے سامنے قصہ کہانی بیان کرتے وقت اور تمام جماعتوں میں سبق کی بڑی بڑی باتیں دہرانے وقت بڑے مفید ہوتا کرتے ہیں +

نوٹ۔ بعض اوقات جوابات کے لحاظ سے سوالات کے تین اقسام بیان کئے جاتے ہیں۔ یعنی۔ (۱) سوالات انفرادی (Individual questions)۔

(۲) سوالات اجماعی (Simultaneous questions)۔ (۳) سوالات

جامعتی (Class questions) - ان نینوں کو مختصر طور پر اس طرح بیان کر سکتے ہیں کہ جب ایک ہی لڑکے سے سوال کیا جائے اور وہی یا اس کے نہ آئے پر کوئی اور لڑکا جواب دے تو اس سوال کو انفرادی کہتے ہیں۔ جب تمام جماعت سے سوال کیا جائے اور تمام جماعت ہی اس نئے جواب دے تو اسے اجماعی کہتے ہیں۔ اور جب تمام جماعت سے مخاطب ہو کر سوال کیا جائے اور سب سے جواب کی امید رکھ کر کسی ایک طالب علم کو چن کر اس سے جواب لیا جائے۔ تو اسے جماعتی کہتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ پہلی اور تیسری قسمیں تو بالکل درست ہیں مگر دوسری صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جواب ہی اجماعی ہو سکتا ہے۔ سوال ہرگز اجماعی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہم نے اس کتاب میں اقسام سوالات بیان کرتے وقت اس غلط اصطلاح کا استعمال کہیں نہیں کیا ہے۔

چھٹی فصل

جوابات

عرفیہ

۱۔ بڑی بڑی خوبیاں :- عمدہ جوابات زیادہ تر عمدہ سوالات پر منحصر

ہوتے ہیں۔ جوابوں میں تین بڑی بڑی خوبیاں ہونا کرتی ہیں -
 اول غور۔ دوم صفائی اور سوم صحت۔ گویا عمدہ جواب طلباء کے غور کا نتیجہ ہونا کرتے ہیں۔ صحت الفاظ میں ادا کئے جاتے ہیں۔ اور صحیح ہوتے ہیں۔ اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ ان خوبیوں کو کس طرح حاصل کرنا چاہئے ؟

(۱) غور - جوابوں میں یہ خوبی پیدا کرنے کے لئے محدود و مخصوص سوالات کرنے چاہئیں۔ جو غور طلب ہوں۔ اور سوچنے کے لئے کافی وقت دینا چاہئے۔ تاکہ طلباء کا بحث پرست جواب دینا بہت اچھی بات ہے۔ مگر غور کا عمل نہیں ہونا چاہئے۔ جس قدر زیادہ غور و محنت کی ضرورت ہو۔ اسی قدر زیادہ وقت دینا اور کم زور اور محنت طلباء کی سیادت کا بھی خیال رکھنا۔

سامنے ٹھیک کرنا چاہئے۔ تاکہ اور لڑکوں کو بھی فائدہ پہنچے۔
کیونکہ بسا اوقات وہی غلط فہمی دیگر طلباء کے ذہن میں بھی
موجود ہوتی ہے۔ اور اس طرح صحیح کرنے سے سب کی غلط فہمی
رفع ہو جاتی ہے +

۲۔ اقسام جوابات +

طلباء کے جوابوں کا فیصلہ کرنے میں بڑی
احتیاط درکار ہے۔ مثلاً صحیح کو غلط سے جدا کرنا سکی کو پورا
کرنا اور اپنی خروشی یا ناراضگی کا اظہار کرنا۔ جوابوں کا فیصلہ کرنے
میں تین معیاروں سے کام لینا چاہئے۔ یعنی یہ دیکھنا چاہئے کہ (۱)
وہ کس قدر صحیح ہیں اور کس قدر غلط۔ (۲) اُن میں کتنا غور و
خوض پایا جاتا ہے۔ اور (۳) وہ ٹھیک اور موزوں الفاظ میں ادا
کئے گئے ہیں یا نہیں۔ جوابوں کے مختلف اقسام اور اُن کے فیصلہ
کرنے کا طرز ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:-

(۱) جواب نہایت عمدہ ہو۔ تو تحسین کا ایک آدھ لفظ کہ دینا
چاہئے +

(۲) صرف ٹھیک ہو۔ تو فقط ہاں کرنا کافی ہے +
(۳) ٹھیک مگر نامکمل ہو تو بذریعہ دیگر سوالات مکمل جواب حاصل کرو +
(۴) کچھ صحیح اور کچھ غلط ہو۔ تو بذریعہ چیدہ سوالات صحیح کو غلط
سے علیحدہ کراؤ +

(۵) بالکل غلط ہو۔ مگر اُس میں غور پایا جائے۔ تو غلط فہمی رفع
کرنے کے لئے اور طرح پر سوالات کرو +

(۶) اگر بالکل بے سوچے سمجھے اور بے پروائی سے جواب دیا جائے
تو ذرا دھمکانے کی ضرورت ہوتی ہے +

۳۔ انفصال جوابات +

چند ہدایات یہاں درج کی جاتی ہیں جو
طلباء کے جوابات کا فیصلہ کرنے میں اکثر مفید اور کار آمد ثابت ہو سکتی ہیں
کرتے وقت دو انتہا کے درجے ہو سکتے ہیں جن سے بچنا چاہئے۔
اول تو یہ کہ جس صورت یا جن الفاظ میں تم جواب دیتے ہو جس
سے مختلف صورت یا اُن سے مختلف الفاظ کے تمام جوابوں کو غلط کر دینا
روک دینا۔ دوم ہے کہ تمام جوابوں کو درست سے تسلیم کرنا۔ نہ غور

ہوں۔ خواہ صحیح۔ جب تک کہ کوئی طالب علم اتفاق سے مطلوبہ جواب نہ دیدے۔ اگر تمہارا سوال ہی غیر مخصوص ہے۔ تو طلباء ضرور طرح طرح کے جواب دیں گے۔ جن سے تم گھبرا جاؤ گے۔ ایسے موقع پر دوبارہ ٹھیک طور پر سوال کرنا چاہئے۔ لیکن بعض اوقات معلم قسم اول کے تمام جوابوں کو رد کر دینے کے باعث مطلوبہ جواب حاصل نہیں کر سکتا۔ ایسے جوابوں کی صورت میں مناسب یہ ہے۔ کہ جو جواب ٹھیک ہو۔ اور صرف الفاظ کا فرق ہو۔ تو اسے تسلیم کر لو۔ اور بعد ازاں اور سوالوں کے ذریعے اس جواب کو حسب نفاذ الفاظ میں لانے کی کوشش کرو۔ یہ بیان کرنے کی تو چنداں ضرورت ہی معلوم نہیں ہوتی۔ کہ نہیں اچھے اور ذہین طلباء ہی سے عمدہ جواب حاصل کر کے اپنی تشفی اور دلچسپی نہیں کر لینی چاہئے۔ بلکہ کوشش یہ ہونی چاہئے کہ کمزور طلباء بھی اچھے جواب دینے لگیں۔ یہ تو بالکل صاف ظاہر ہے۔ مگر ایک بات اور ہے جس پر ذرا زور دینے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ طلباء کے غلط جوابوں کی کبھی ہنسی نہیں اڑانی چاہئے۔ خواہ وہ کبھی ہی لاعلمی اور بے وقوفی کیوں نہ ظاہر کرتے ہوں۔ تھوڑا سا تجربہ یہ بتا دیکھا کہ بعض اوقات باوجود غور و خوض کرنے کے غلط فہمی کی وجہ سے طلباء غلط راستے پر چلے جاتے ہیں۔ لائق معلم کی خوبی اسی میں ہے کہ اس قسم کے جواب حاصل کرنے پر غلطی کی اصل دریافت کرے۔

پس طلباء کے جوابوں کو کبھی مذاق میں نہیں اڑانا چاہئے طلباء کو اس قسم کی باتوں کا بڑا خیال ہوتا ہے۔ اور ایسے طعن آمیز الفاظ سے ان کے تاثرات کو بڑا صدمہ پہنچتا ہے۔ ایسے موقع پر وہ خاموش رہنے لگتے ہیں۔ اور جواب نہیں دیتے۔ لیکن اگر درحقیقت مدرس کی طبیعت مذاق پسند ہو۔ تو کبھی کبھی دو چار طرافت آمیز الفاظ استعمال کر لیتے ہیں۔ کچھ ہرج نہیں۔ جماعت مخطوط ہو جاتی ہے۔ اور اس لڑکے کی عقل کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ اگر تشنچ آمیز الفاظ کبھی ٹھیک خیال کئے بھی جا سکتے ہیں۔ تو فقط اس حالت میں جبکہ طالب علم پیش دست اور مغرور ہو۔ مگر یہاں نا تجربہ کار مدظلہ کو تو خوب پھونک بھونک کر قدم رکھنا چاہئے۔

خلاصہ

- ۱۔ عمدہ جوابات میں تین وصف پائے جاتے ہیں۔
 - (۱) غور۔ (ب) صفائی۔ (ج) صحت +
 - (۲) غور کے لئے مخصوص سوالات اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔
 - (ب) صفائی کے لئے طلباء کو مکمل اور صاف جواب دینے چاہئیں +
 - (ج) صحت کے لئے طلباء سے ایسے سوال کرو۔ جن کے جوابوں کی اُن سے اُمید کر سکتے ہو۔
- ۲۔ طلباء کے جوابوں کا فیصلہ کرتے وقت :-
 - (۱)۔ صبح کو غلط سے جدا کرو۔
 - (ب)۔ ادھورے جوابوں کو مکمل کراؤ +
 - (ج)۔ خوشی یا ناراضگی ظاہر کرو۔
- ۳۔ اقسام جوابات اور اُن کا انفصال اوپر مذکور ہیں +
- ۴۔ جوابوں کا فیصلہ کرنے میں دو باتوں کی احتیاط رکھنی چاہئے۔
 - (۱) صرف صورت یا الفاظ کا فرق ہو۔ تو ٹھیک جوابوں کو رد نہ کرو۔
 - (ب)۔ طلباء کے جوابوں کی کبھی ہنسی مت اُڑاؤ +

ساتویں فصل

توضیح

- ۱۔ توضیح کے فوائد +
 - ۱۔ عمدہ تعلیم بغیر عمدہ توضیح کے ناممکن ہوتی ہے۔ جو مدرس پڑھانے میں عمدہ توضیحات کا استعمال نہیں کرتے۔ وہ اصل میں ٹھیک طرز تعلیم سے نا آشنا ہوتے ہیں توضیحات کا استعمال کرنے سے تعلیم مقرون اور دلکش ہو جاتی ہے۔ طلباء

آسانی سمجھ جاتے ہیں۔ اور بڑی دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔ استعمال توضیحات میں ہمیشہ اشیا کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ جس سے تمام جھوٹے بڑے طلبا کو بڑا لطف آتا ہے۔ چونکہ توضیحات سے تعلیم زیادہ دلچسپ اور صاف ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ دل پر نقش بھی بہت اچھی طرح ہو جاتی ہے۔ پس ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ توضیحات کا استعمال کرنے سے یہ مدعا ہوتا ہے۔ کہ مضمون بخوبی سمجھ میں آ جائے۔ اس میں دلچسپی پیدا ہو۔ اور وہ دل پر بخوبی نقش ہو جائے۔

توضیحات کی دو بڑی قسمیں ہیں۔ اول تو وہ جن کا اثر دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اور دوسری وہ جن کا اثر سُننے سے ہوتا ہے۔ اول کو توضیحات مرئیہ (Visible illustrations) اور دوم کو توضیحات لفظی (Verbal illustrations) کہتے ہیں۔ توضیحات مرئیہ میں اشیا اور نمونے۔ نقشے۔ تصاویر خاکے وغیرہ شامل ہیں۔ ہم پہلے توضیحات لفظی کا ذکر کرتے ہیں۔

۲۔ توضیحات لفظی :

اس قسم کی توضیحات کا بڑا نمونہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اُن کے ذریعے تم مجرد تصورات کو بالکل صاف اور واضح کر سکتے ہو۔ مثلاً اگر تم گوشت خوار، حیوانات کی توضیح کرنا چاہو۔ تو یہ کہہ سکتے ہو۔ کہ شیر۔ بھیڑیے وغیرہ گوشت خوار حیوانات کہلاتے ہیں۔ ”آٹھار“ سے کیا مراد ہے؟ یہ تم مثال دے کر واضح کر سکتے ہو۔ کہ جس طرح سر فلپ سڈنی نے مرتے وقت پانی کا گلاس باوجود خود پیسا ہونے کے ایک آؤ زخمی سپاہی کو دلوا یا۔ اور خود نہ پیا۔ اسی طرح جو اشیا ص دوسروں کی ضرورت کے سامنے اپنی ضروریات کا خیال نہ کریں۔ وہ اس صفت سے موصوف ہوتے ہیں۔ اسی طرح افعال وغیرہ کی بھی توضیح کر سکتے ہیں۔

توضیح کے لئے جس وقت اشیا کا مقابلہ کرو۔ تو اُن کی شناخت اور اختلاف دونوں کو لو۔ اکثر مدرس فقط مشابہت ہی کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر بعض اوقات اختلافات کا دکھانا بہتر ہوتا ہے۔ مثلاً سورج

کا تصور دینا چاہو۔ تو مادے کے ساتھ مقابلہ کرنے سے واضح طور پر سمجھا سکتے ہو »

اگر تم چاہتے ہو۔ کہ تمہاری تقریری توضیح خاطر خواہ مؤثر ہو۔ تو اس بات کا خیال رکھو۔ کہ جن اشیا کا حوالہ دو۔ اُن سے طلباء بخوبی آشنا ہوں۔ اس لئے طلباء کی عام واقفیت اور اُن کے ذاتی تجربے کا حال ضرور تمہیں معلوم ہونا چاہئے۔ اس کے علاوہ یہی کافی نہیں ہوتا کہ دو نو اشیا کا سرسری طور پر ذکر کر دیا اور بس۔ نہیں۔ بلکہ اُن کی مشابہت اور اختلاف کی باتوں کی طرف طلباء کی توجہ بخوبی مبذول کرنی چاہئے +

۳۔ توضیحات مرئیہ +

اب ہم توضیحات مرئیہ کے استعمال اور ماہیت پر غور کرتے ہیں۔ یہ توضیحات بچوں کے لئے نہایت دلچسپ اور مسرت بخش ہوا کرتی ہیں۔ اور اُن کی تعلیم کی جان ہوتی ہیں۔ درجپہن کی تمام واقفیت زیادہ تر دیکھنے ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ جو کچھ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ اُس کا تصور زیادہ صاف طور پر ہو جاتا ہے۔ اس میں زیادہ لطف آتا ہے۔ اور وہ فوراً دل پر نقش ہو کر بخوبی اور باسانی یاد رہتا ہے۔ یہ فوائد تمام توضیحات مرئیہ میں پائے جاتے ہیں۔ خواہ اشیا ہوں۔ خواہ تجربے۔ خواہ نمونے ہوں۔ خواہ تصاویریں وغیرہ۔ ان میں سے بعض کے اور بھی فوائد ہیں۔ جن کا ہم اب ذکر کرتے ہیں +

اشیا اور تجربوں کی مدد سے طلباء خود مشاہدہ کر کے علم حاصل کرتے ہیں۔ انہیں دو طرح پر استعمال کر سکتے ہیں۔ اول تو ان کو نئے اسباق کی بنا بنا سکتے ہیں۔ یعنی طلباء انہیں مشاہدہ کرنے کے بعد خود نتائج نکال سکتے ہیں۔ اور اس طرح نئی واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ دوم جو تعلیم دی جاتی ہے۔ اُس کو صاف طور پر سمجھانے کی غرض سے تم اشیا اور تجربوں کا استعمال کر سکتے ہو +

توضیحات ہندریہ تصاویر + خواہ تصاویر ہوں۔ خواہ نقشے۔ اُن کے رنگ سے بڑا فائدہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ انہیں واقفیت بخش اور دلچسپ بنا دیتا ہے۔ ان کی بڑی خوبیاں یہی ہوتی ہیں۔ کہ

یہ بڑی - صاف اور صحیح ہوتی ہیں۔ جب تک کہ ایسی توضیحات کے دکھانے کا موقع نہ آئے۔ انہیں طلباء کے سامنے نہیں لانا چاہئے۔ تختہ سیاہ کے خاکے۔ اگرچہ ان میں اکثر یہ نقص ہوتا ہے کہ ان میں رنگ نہیں ہوتا۔ تاہم بعض لحاظ سے یہ نصاب وغیرہ کی نسبت بدرجہا بہتر ہوتے ہیں۔ اول تو یہ خاکے مدرس طلباء کے سامنے تختہ سیاہ پر کھینچتا ہے۔ جو طلباء کے لئے خاص ذوق و شوق کا باعث ہوتا ہے۔ دوسرے جس قدر چھوٹا بڑا کھینچنا چاہیں۔ انہیں کھینچ سکتے ہیں۔ تیسرے اشیا کا جو حصہ درکار ہوتا ہے۔ فقط اسی کا خاکہ تختہ سیاہ پر کھینچ سکتے ہیں۔ چوتھے خاکے کھینچنے وقت مدرس موزوں الفاظ میں بیان بھی کرتا جاتا ہے۔ جس سے طلباء کو اور بھی زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ جو طلباء مدرس کے کچھ سے فقط پانچ منٹ میں تھک جاتے ہیں۔ وہ اس طرح بڑی دلچسپی کے ساتھ آدھ گھنٹہ تک بخوبی متوجہ رہتے ہیں۔ ہر ایک حصے کا تصور ملحدہ علیحدہ دلانے کے بعد کل شے کا تصور بہت اچھی طرح ذہن نشین کر سکتے ہیں۔ ایک اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ان خاکوں کے چھوٹا بڑا ہونے کی وجہ سے اشیا کے اصلی قد و قامت کی نسبت طلباء کے دلوں میں غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ اس لئے حصے الامکان ان خاکوں کی لمبائی چوڑائی وغیرہ اصلی اشیا کے برابر ہی رکھنی چاہئے۔

ڈرائنگ تعلیم میں نہایت ہی مفید ہوتا ہے۔ اور اس لئے جن مدرسوں کو نہیں بھی آتا ہو۔ انہیں یہ کہہ کر سکھوش نہیں ہو جانا چاہئے کہ ہم کو اس ہنر سے کچھ مذاق نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے کہ تم اس ہنر میں کمال پیدا نہ کر سکو۔ لیکن اگر پڑھانے وقت تختہ سیاہ پر خاصی طرح توضیح کرنے کے لائق بھی تمہیں ڈرائنگ نہیں آئے۔ تو یہ تمہارا ہی قصور ہے۔ پس خاکوں کے ذریعے توضیح کرنے کے لئے ڈرائنگ کا سیکھنا ہر ایک مدرس کا فرض ہے۔

خلاصہ

۱۔ توضیح کا مدعا سمجھانا۔ دلچسپی پیدا کرنا اور بخوبی ذہن نشین کرنا ہے۔

۲۔ توضیحات لفظی کا بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بیانات اور تصورات مجرّد کا مطاب بذریعہ امثال بالکل صاف کر دیا جائے۔

۳۔ توضیح کرتے وقت اشیا کی مشابہت اور اختلاف دونوں سے کام لو۔

۴۔ توضیحات تقریری میں جن اشیا کا حوالہ دو۔ ان سے طلباء کو بخوبی آشنا ہونا چاہئے۔

۵۔ توضیحات مرعبہ ہمیشہ نہایت دلچسپ اور مؤثر ہونا کرنی ہیں۔

۶۔ اشیا اور تجربوں کے ذریعے طلباء خود مشاہدہ کر کے واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔

۷۔ تصاویر بڑی۔ صاف اور صحیح ہونی چاہئیں۔

۸۔ تختہ سیاہ پر خاکے کھینچنا بالخصوص طلباء کے سامنے نہایت مفید ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ:-

(الف) انہیں طلباء نہایت شوق سے مشاہدہ کرتے ہیں۔

(ب) مدرس خاکے کھینچتے وقت بیان بھی کرتا جاتا ہے۔

(ج) ہر ایک حصّے پر باری باری سے توجّہ مبذول ہو سکتی ہے۔

(د) تصویر کا ہر ایک حصّہ حسب ضرورت چھوٹا بڑا بنا سکتے ہیں۔

چوتھا حصہ - مختلف مضامین

پڑھانے کا ڈھنگ

پہلی فصل

پڑھنا

۱۔ پڑھنا کسے کہتے ہیں ؟ پڑھنے سے ہماری یہ مراد ہے۔ کہ جو باتیں ہم زبان سے بولتے ہیں۔ جب وہ مقررہ علامات سے کاغذ وغیرہ پر ظاہر کی ہوئی ہوں۔ تو اُن کو دیکھ دیکھ کر اور پہچان پہچان کر پھر زبان سے بخوبی بول سکیں۔ یعنی تحریری زبان میں الفاظ کو ہم دیکھتے ہی پہچان لیں۔ اور آوازوں کو اُن کی تحریری علامتوں سے تعلق دے کر صحیح اور صاف آواز سے بول سکیں۔ اور فقروں کے معنی اُن کو دیکھتے ہی معلوم کر سکیں۔ اور معنی مصنف کو سامعین پر بخوبی روشن کر سکیں۔ مگر یہ قدرت تاوقتیکہ اچھا پڑھنا نہ آئے۔ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ہم چند قاعدے لگے چل کر بیان کریں گے۔ جن سے خوشخوانی میں بہت مدد ملتی ہے + اس وقت یہ بیان کرتے ہیں۔ کہ مدرسے کے تمام مضامین تعلیمی ہیں سے کوئی مضمون پڑھنے کی نسبت زیادہ مفید اور ضروری نہیں۔ اس کے فوائد اور استعمال بے شمار ہیں۔ اور اس قدر ظاہر ہیں۔ کہ چنداں تفصیل کے ساتھ اُن کے بیان

کرنے کی ضرورت نہیں۔ پڑھنا تمام مضامین کی تعلیم و تحصیل کا ایک ضروری ذریعہ ہے۔ اس سے قوائے عقلیہ اور اخلاقیہ کو صرف تربیت ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ ایسی عقلی اور اخلاقی عادات پیدا ہوتی ہیں۔ جو تمام عمر موجب آرام و لطف رہتی ہیں۔ اور جن کے بغیر بڑے بڑے قوا کا ہونا فضول اور لا حاصل ہوتا ہے۔ پڑھتے وقت تمام توجہ مضمون پر لگانا۔ اور اس طرح مطلب مصنف کو بخوبی سمجھنے کی لیاقت کا ہونا نہایت مفید ہے۔ اس پر تمام قسم کی تعلیم مبنی ہے۔ اور تمام خزانے علوم کے تالے اسی تالی سے کھلتے ہیں۔ اگر ایک دفعہ طلباء کے دلوں میں پڑھنے کا شوق پیدا کیا جائے۔ تو وہ ساری عمر علم و ہنر حاصل کئے جاتے ہیں۔ پڑھنے کا شوق پیدا کرنا صرف خالی بہت سی کتابیں پڑھا دینے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اس سے وہ خود بخود پڑھنے میں طرح طرح کی واقفیت اور علم حاصل کرتے ہیں۔ اور خط اٹھاتے ہیں۔ جہالت اور خام خیالات کا فور ہو جاتے ہیں۔ سستی اور کاہلی دور ہوتی ہے۔ دنیاوی کار و بار میں بہت مدد ملتی ہے۔ اخبار پڑھ کر ملک ملک کی خبریں اور حال معلوم کر سکتے ہیں۔ اور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ذہن کی تفریح اور شغل کے لئے پڑھنے میں بہت قسم کی دلچسپ اور مفید باتیں مل سکتی ہیں۔ کتابیں جن میں طرح طرح کے علوم بھرے ہوتے ہیں۔ پڑھ سکتے ہیں۔ ایک صاحب فرماتے ہیں۔ کہ میں بوسیۃ کتب ہر مقام۔ ہر شہر۔ ہر ملک بلکہ ہر زمانے کی سیر کر سکتا ہوں۔ قدام میں جو بزرگ اور نیک نام گزرے ہیں۔ اُن کو اپنے سامنے موجود پاتا ہوں جس جس صفت سے وہ اُس زمانے میں مشہور و معروف تھے۔ اُسی امر وصفی میں اب اُن کو مشغول پاتا ہوں۔ فصحاء مشاہیر میرے سامنے تقریر کر رہے ہیں۔ مؤرخان ذی خبر اور شعراء نامور اپنی اپنی تاریخیں اور شاعری بنا رہے ہیں۔ تمام سطح زمین پر قطبین سے لے کر خط استوا تک سیر کر سکتا ہوں۔ نہیں بلکہ خیال کے پردوں سے اُڑ کر تمام ستاروں اور ستاروں کا حال معلوم کر سکتا

ہوں۔ بقول شاعر۔

بیٹھ کر سیر تک کی کرنا یہ تماشا کتاب میں دیکھا
پس ظاہر ہے۔ کہ پڑھنا ترقی تعلیم اور تجربے کے لئے نہایت
ضروری اور مفید ہے۔ اور یہ ضروری ہے۔ کہ اُس کی تعلیم باقاعدہ
اور عمدہ طریقے سے کی جائے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ باوجود اس قدر
مفید اور ضروری ہونے کے پڑھنا اچھی طرح نہیں سکھایا جاتا۔ صرف
معمولی طور سے بیگار ٹال دی جاتی ہے۔ طلباء نے مدرس کے سامنے
کتابیں کھولیں۔ باری باری سے چند سطریں پڑھیں۔ پھر مدرس
نے کہا۔ کہ جاؤ بیٹھو یاد کرو۔ اس طریقے سے نہ پڑھنے کا مادہ پیدا
ہوتا ہے۔ نہ شوق۔ طلباء تھوڑے عرصے میں اکتا کر پڑھنا چھوڑ دیتے
ہیں۔ اور جو کچھ سیکھا ہوا ہوتا ہے۔ وہ سب بھول جاتے ہیں۔ پھر ویسے
ہی کورس کے کورس رہ جاتے ہیں۔ مفید اور عمدہ طریق تعلیم
بیان کرنے سے پہلے ہم چند ایسے اصول بیان کرتے ہیں۔ جن کو
پڑھنے کی تعلیم میں مد نظر رکھنے سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ پڑھانے کے اصول۔

مندرجہ ذیل اصول نہایت مفید ہیں۔

(۱) بچہ جب تک تقریری زبان میں کچھ ترقی نہ کر لے۔
یعنی اپنے دل کے خیالات و تصورات وغیرہ بذریعہ تقریر ظاہر نہ کر سکے۔
تک پڑھنا ہرگز شروع نہیں کرانا چاہئے۔ کیونکہ پڑھنا
کی تعلیم سے ہماری یہ مراد ہے۔ کہ وہ علامات یعنی الفاظ اور اُن کی
آدازوں میں تعلق دے کر بول سکے۔ نہ کہ اپنے خیالات کو بذریعہ
تقریر ظاہر کر سکے۔ تقریری زبان قدرتی طور پر سن سن کر
سیکھ سکتے ہیں۔ پڑھ کر نہیں۔ گو پڑھنے سے ضمناً تقریری زبان
کی ترقی اور گفتگو کی لیاقت میں مدد ملتی ہے۔ تقریری زبان سیکھنے
میں والدین کا فرض ہے کہ بچوں کو مدد دیں۔ قسم قسم کی چیزیں
متواتر دکھائیں۔ نام بتائیں۔ آسان آسان چھوٹے چھوٹے فقرے
میں اُن کے ساتھ گفتگو کریں۔ دلچسپ اور مفید کہانیاں سنائیں۔ پالتو
جانوروں کا حال بتائیں۔ اور پوچھیں۔ غرض طرز بازیچے سے اُن کی
طاقت تقریر کو بڑھائیں۔ اور پڑھنے کے لئے تیار کریں۔

چونکہ ابتدا میں بچوں کی توجہ حروف اور الفاظ کی صورتوں کی طرف مبذول ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اُن کے معنی و مطلب کی طرف کم توجہ دے سکتے ہیں۔ مگر جوں جوں وہ الفاظ کی صورتوں سے آشنا ہوتے جاتے ہیں۔ اُن کو اُن کے معنی کا بھی خیال پیدا ہوتا جاتا ہے۔ پس اس طرح پڑھنے کی تعلیم کے دو درجے ہو جاتے ہیں۔ اول الفاظ کی صورتوں کو دیکھ دیکھ کر فوراً پہچان لینا اور پڑھنا۔ دوم اس طرح سے ادراک کے ساتھ پڑھنا کہ فارسی عبارت کا مطلب خود بھی سمجھتا جائے اور سننے والا بھی۔ ان دونوں کا پڑھنے کی تعلیم میں حسب موقع خیال رکھنے سے بچوں کو پڑھنے میں دقت نہیں ہوتی۔ بلکہ تعلیم میں آسانی ہوتی ہے +

(۲) معلوم سے نہ معلوم کی طرف چلنا۔ یہ اصول تمام قسم کی تعلیم میں کارآمد ہے۔ لیکن پڑھنے میں خاص کر اس کا خیال بہت مفید اور ضروری ہے۔ بچہ روزمرہ کی بول چال کے الفاظ سے واقف ہوتا ہے۔ اور اُن کے معنی اشیا کے تعلق سے سمجھتا ہے۔ اُن کے اجزاء کے نام اور آوازیں نہیں جانتا۔ اس لئے پڑھنے کی تعلیم کی ابتدا الفاظ سے ہوتی چاہئے۔ اور الفاظ ایسے ہونے چاہئیں جو بچے کی روزمرہ کی بول چال میں آتے ہیں۔ اور جن کے معنی وہ جانتا ہے۔ اس سے یہ بھی فائدہ ہے۔ کہ بذریعہ اشیا معلوم اور تصویرات اُن کی تشریح ہو سکتی ہے۔ آوازوں۔ الفاظ اور معنوں کا باہمی تعلق بخوبی اور مکمل طور پر ذہن نشین ہو سکتا ہے۔ علاوہ اس کے بچہ تقریری زبان میں پہلے الفاظ اور اُن کے معنی سیکھتا ہے۔ اور اظہار مطلب کے لئے اُن کو چھوٹے چھوٹے جملوں اور فقروں میں استعمال کرتا ہے۔ پڑھنے میں بھی اسی صبح ہونا چاہئے۔ اس سے شروع ہی سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ پڑھنا بھی مثل تقریر معنی رکھتا ہے۔ اور بچوں کے دلوں میں اُس کا شوق پیدا ہوتا ہے +

بعض اوقات پڑھنا نئے الفاظ کی تعلیم کا (جن کے استعمال اور معنوں سے بچے بالکل واقف نہیں ہوتے) بڑا ذریعہ خیال کیا جاتا

ہے۔ مگر یہ بات اس اصول اور دیگر اصول طریقہ تعلیم کے برخلاف ہے۔ ابتدا میں پڑھنے سے یہ غرض نہیں ہوتی۔ کہ بچوں کی لغات کو ترقی دی جائے۔ بلکہ یہ مقصد ہوتا ہے کہ الفاظ معلومہ کو علامات سے منسوب کر سکیں۔ اس لئے شروع کے اسباق میں ایسی اشیا کا ذکر ہونا چاہئے۔ جن سے طلباء بخوبی آشنا ہوں۔ اور ایسے الفاظ کا استعمال ہو۔ جو طلباء بخوبی جانتے ہوں +

(۳) آسان سے مشکل کی طرف چلنا۔ ابھی بتایا گیا ہے کہ پڑھنا پہلے اُن الفاظ کا سکھانا چاہئے۔ جن کی آوازوں اور معنوں سے بچے آشنا ہوں۔ یعنی جو الفاظ اُن کی روزمرہ کی بول چال میں آتے ہیں۔ مگر اُن میں اکثر الفاظ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کی تحریری صورتیں پیچیدہ اور بے قاعدہ ہوتی ہیں۔ جن سے شروع میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ اور پڑھنے پڑھانے میں بہت وقت معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ تمام امور تعلیم میں یہ ضروری ہے۔ کہ پہلے قاعدے اور قانون کا تصور طلباء کے ذہن نشین کیا جائے۔ تاکہ بنا پختہ پڑ جائے۔ اس لئے اُن الفاظ سے پہلے وہی الفاظ منتخب کر کے پڑھانے چاہئیں۔ جو باقاعدہ اور آسان ہوں۔ پھر بتدریج مشکل الفاظ۔ یا یوں کہو۔ کہ باقاعدہ الفاظ پہلے سکھانے چاہئیں۔ اور بے قاعدہ پیچھے +

(۴) بچوں میں عادت توجہ کم ہوتی ہے۔ کسی چیز کی طرف اُن کو جبراً متوجہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ پڑھنے کے سبق کو ایسا دلچسپ بنایا جائے۔ کہ بچے خود بخود اُس کی طرف توجہ کریں + تجربہ کار اور ہوشیار مدرس سبق کو کئی طرح سے دلچسپ بنا سکتا ہے۔ مگر اُس کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ مضمون مقدار میں مناسب۔ دلچسپ اور مفید ہو۔ پڑھانے کا ڈھنگ طلباء کے طبعی میلانوں کے موافق ہو۔ تمثیلیں دلچسپ اور موزون ہوں۔ تصویریں اور نمونے خوبصورت ہوں۔ اور استاد کے اطوار میں بشاشت۔ ہمدردی اور چشتی پائی جائے + جو کچھ پڑھایا جائے۔ اُس کو طلباء بخوبی سمجھیں۔ کہ کہ بے معنی بات کہی دلچسپ نہیں

ہو سکتی۔ علاوہ اس کے خارجی اسباب۔ یا یوں کہو۔ کہ طلباء کے جسمانی آرام کا بھی بڑا خیال رکھنا چاہئے۔

(۵) مشابہت۔ ابتدائی درجوں میں یہ بہت ضروری ہے۔ اگر مشابہ حروف اور الفاظ کا آپس میں مقابلہ کر آکر مشابہت اور اختلاف دریافت کرائیں۔ تو وہ بچوں کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں +

(۶) ایک بات ایک وقت سکھانی چاہئے۔ بہت سی باتیں ایک وقت سکھانے سے سبق خراب ہو جاتا ہے۔ کامیابی کسی میں بھی نہیں ہوتی ہے۔ بے شک پڑھنا سکھانے کی یہ غرض ہے۔ کہ جو کچھ پڑھایا جائے۔ اُسے پوری پوری طرح طلباء سمجھیں۔ مگر اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے۔ کہ پڑھنے کے سبقوں میں سوائے ضروری تشریح کے دیگر مضامین مثلاً صرف و نحو۔ جغرافیہ وغیرہ کی تعلیم بھی اُس کے ضمن میں کی جائے۔ صرف اتنا بتانا چاہئے۔ جس سے مطلب کھل جائے۔ زیادہ مفصل اور خاص طور پر بتانے کی ضرورت نہیں +

(۷) پڑھنا شروع کرانے کے بعد ہی لکھنا سکھانا چاہئے۔ کیونکہ اس سے ایک دوسرے کی تکمیل ہوتی ہے۔ جو کچھ ہم تقریر میں بولتے ہیں۔ بذریعہ علامات تحریر میں ظاہر کرتے ہیں۔ اور پڑھنے میں علامات کو دیکھ کر آواز سے ظاہر کرتے ہیں۔ پس پڑھنے اور لکھنے میں ایک قدرتی تعلق ہے۔ اور یہ تعلق تعلیم میں برابر ملحوظ رکھنا چاہئے۔ ابتدائی سبقوں میں اس سے خاص کر بہت مدد ملتی ہے۔ جب حروف اور الفاظ کی صورتوں کو آنکھ سے دیکھتے ہیں۔ اور ہاتھ سے بناتے ہیں۔ تو وہ ذہن پر بخوبی نقش ہو جاتی ہیں۔ اور ساتھ ہی طلباء میں شوق پیدا ہوتا ہے۔ جوں جوں طلباء پڑھنے میں ترقی کرتے جائیں۔ لکھنے کی مشق مثلاً نقل کرنا۔ المانیاں پڑھنی سبق کا خلاصہ لکھنا وغیرہ) بتدریج ساتھ ساتھ ہونی چاہئے +

۳۰۔ مبتدیوں کے لئے
طریق تعلیم +
پڑھنے کی ضرورت اور فائدے مختصر طور پر پہلے بیان کئے گئے ہیں۔ اب ہم پڑھنا سکھانے کے مشہور طریقے بیان کرتے ہیں۔ مدرس کو چاہئے کہ حسب

موقع و ضرورت ان کو ہوشیاری سے برتنے +

(۱) طریقہ تہجی (Alphabetic method) - یہ طریقہ ترکیبی ہے۔ اس میں اجزا سے کل کی طرف چلنا پڑتا ہے۔ یعنی کل لفظ کے حروف کا نام لے کر اُس کا تلفظ کر دیتے ہیں۔ یا لفظ کے ٹکڑوں کے حروف کا نام لے کر ہر ایک ٹکڑے کا تلفظ کرتے ہیں۔ اور بعد میں کل لفظ کا تلفظ کر دیتے ہیں۔ اس طریق سے پڑھنا سکھانے کے لئے حروف تہجی کا پہلے سکھانا ضروری ہے + یہ طریقہ مدت سے مستعمل ہے۔ اور ایسا سادہ ہے۔ کہ نا تجربہ کار استاد بھی استعمال کر سکتا ہے۔ اُردو پڑھنا شروع میں اسی سے سکھایا جاتا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہے۔ کہ پڑھنا اور عجبے کرنا دونو ساتھ ساتھ آ جاتے ہیں۔ الفاظ کے تلفظ سے پہلے اُن کے حروف اور اجزا کو غور سے دیکھنا پڑتا ہے۔ جس سے اُن کی صورتیں ذہن میں نقش ہو جاتی ہیں۔ اور عجبے یاد کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ حروف کی طاقتیں بھی جلد یاد ہو جاتی ہیں۔ مگر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے۔ کہ یہ طریق قدرتی نہیں۔ کیونکہ ہم تقریری زبان الفاظ کو سُن سن کر سیکھتے ہیں نہ کہ حروف کو۔ دو باتیں پڑھنا اور عجبے اکٹھے سکھانا اصول کے برخلاف ہے۔ بے شک بچوں میں مدد ملتی ہے۔ مگر چونکہ حروف کے ناموں کا مجموعہ الفاظ کے تلفظ کے برابر نہیں ہوتا۔ اس لئے اُن کے تلفظ میں چنداں مدد نہیں ملتی۔ بلکہ ایک طرح کی حیرانی پیدا ہوتی ہے۔ بے قاعدہ الفاظ کے سیکھنے میں خاص کر بہت دقت ہوتی ہے۔ رواں پڑھنا بہت دیر کے بعد آتا ہے۔ حروف کے نام متواتر کہنے سے طبیعت پر جبر ہوتا ہے۔ جو باعث تکان ہے۔ لیکن باوجود ان اعتراضوں کے پھر بھی یہ طریقہ اُردو پڑھنا سکھانے کے لئے مناسب ہے۔ طریق دیکھو اور بولو سے حروف تہجی کی پوری پوری شناخت نہیں ہوتی۔ کیونکہ الفاظ میں بعض حروف ترکیب کے وقت بالکل بدل جاتے ہیں۔ بعض کے سرے رہ جاتے ہیں۔ اُن کو علاحدہ سکھانے کی ضرورت بدستور رہتی ہے +

(۲) طریقہ الصوت (Phonic method) - یہ طریقہ بھی ترکیبی

ہے۔ کیونکہ اس میں بھی اجزا سے کل کی طرف چلنا پڑتا ہے۔ یعنی حروف کی آوازوں سے لفظ کی آواز بنتی ہے۔ یا یہ کہو۔ کہ لفظ کے حروف کی آواز بول کر کل لفظ کا تلفظ کر دیتے ہیں۔ اس طریق سے پڑھنا سکھانے سے پہلے حروف کی طاقتیں یعنی آوازیں اچھی طرح آنی چاہئیں۔ یہ طریق آسان اور دلچسپ ہے۔ اس سے ذہنی عمل کو ترقی ہوتی ہے۔ حروف کی آوازوں کا مجموعہ لفظ کے تلفظ کے برابر ہوتا ہے۔ پڑھنے میں فرق نہیں آتا۔ صحت و صفائی کے ساتھ بولنے اور تلفظ الفاظ میں بہت مدد ملتی ہے۔ نئے الفاظ کے تلفظ کرنے کی طاقت حاصل ہوتی ہے۔ طریق نتیجی کی طرح پڑھنا اور سمجھنا کرنا ایک ہی وقت آ جاتا ہے۔ لیکن نقص یہ ہیں۔ کہ ایک تو بغیر اعراب کے صحیح حروف کے تلفظ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو کہ ناممکن ہے۔ کیونکہ صحیح حروف بدوں اعراب صفائی کے ساتھ ہرگز بولے نہیں جا سکتے۔ دوسرے مفرد آوازوں کو ملا کر کل لفظ کے تلفظ کو صحیح طور پر ادا نہیں کر سکتے۔ تاوقتیکہ پورا پورا تلفظ نہ بتایا جائے۔ تیسرے مثل طریق نہجی زبان سیکھنے کا قدرتی طریقہ بھی نہیں۔ کیونکہ بچوں کو شروع میں یہ ہیئت مجموعی شکل لفظ کا تلفظ بتایا جاتا ہے۔ یہ نہیں۔ کہ اُس کے اجزا کی آوازیں علیحدہ علیحدہ بتا کر کل لفظ کا تلفظ بتایا جائے۔ علاوہ ان کے ایک اور بڑی بھاری دقت ہے۔ کہ اُردو زبان کی الف بے تے ناکمل اور ناقص ہے۔

(۱) ہر ایک ابتدائی آواز کے لئے ایک ایک حرف نہیں۔ مثلاً

بھ۔ تھ وغیرہ۔

(ب) بعض ابتدائی آوازوں کے لئے کئی حروف ہیں۔ مثلاً س۔ ش۔ ص۔

(ج) بعض حروف کا تلفظ ہوتا ہی نہیں۔ مثلاً خود اور خویش میں واو اور باکل میں الف نہیں بولے جاتے۔

(د) بعض حروف ایک سے زیادہ آوازیں دیتے ہیں۔ جیسے و۔

تے وغیرہ۔

(۴) بعض حروف دیگر حروف کی آواز دیتے ہیں۔ جیسے عیسے و موسے میں تے و کی آواز دیتی ہے۔

البتہ اگر مجموعے بنا کر پڑھنا سکھایا جاوے۔ اور بے قاعدہ الفاظ کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک دو دو کر کے پڑھایا جائے۔ تو کسی قدر مدد مل سکتی ہے۔ مثلاً شور۔ چور۔ مور۔ رائی۔ مائی وغیرہ میں دو دو سی یکساں آواز دیتی ہیں۔ پڑھنے میں وقت نہیں ہوتی۔ مختلف آوازیں بتدریج یاد ہو جاتی ہیں۔ لیکن تاہم ظاہر ہے۔ کہ بغیر خاص تیاری کے اس طریق سے پڑھانا سکھانا مشکل ہے۔ یہ طریق اور طریق تہجی یکساں ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ اس میں حروف کی آوازیں بدل کر لفظ کا تلفظ کرتے ہیں۔ اُس میں حروف کے نام لے کر۔

(۳) طریق دیکھو اور بولو (Look and say method) یہ طریق برعکس پہلے دو طریق کے تجلیلی ہے۔ اس میں الفاظ کے بجائے کر کے نہیں پڑھتے۔ اور نہ زبان کے حروف تہجی ہی پہلے سکھاتے ہیں۔ بلکہ یہ کرتے ہیں۔ کہ لفظ کی صورت کو بہمنیت مجموعی دیکھا۔ اور تلفظ کر دیا۔ الفاظ کے پڑھنے کے اثنا میں حروف سکھائے جاتے ہیں۔ جو جو الفاظ پڑھتے ہیں۔ اُن کا مقابلہ کر کے مختلف حروف کی آوازیں اخذ کرتے ہیں۔ نیز تختہ سیاہ پر الفاظ کی تحلیل کر کے حروف کی شناخت کرتے ہیں۔ چونکہ آج کل اس طریقے کو سب طریقوں سے عموماً اچھا خیال کرتے ہیں۔ اس لئے اس کے عیب و صواب اور قابلیت استعمال مختصر طور پر بیان کرتے ہیں + پیشتر ذکر کیا گیا ہے۔ کہ بچہ تقریری زبان الفاظ سن سن کر سیکھتا ہے۔ لفظ کا کل تلفظ سنتا ہے۔ اُس تمام تلفظ کی ایک ہی دفعہ نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ نہ کہ ایک ایک مجزئی۔ اس طرح تھوڑے عرصے میں وہ بولنا سیکھ جاتا ہے۔ پڑھنا سکھانے کے لئے بھی یہی قدرتی طریق مناسب اور مفید ہے۔ بچوں کو الفاظ کی آوازیں پہلے ہی سے معلوم ہوتی ہیں۔ جو انہوں نے سن سن کر سیکھی ہیں۔ اب صرف اُن کو اُن کی علامات سے تعلق دے کر پڑھنا ہوتا ہے۔ یعنی معلوم سے نا معلوم کی طرف چلتے ہیں۔ جو کہ ایک عام اصول ہے۔ اس طریق سے کتاب کے پڑھنے کی طاقت جلد بیدار ہو جاتی ہے۔ اور بے قاعدہ الفاظ آسانی سے اور جلد یاد ہو جاتے ہیں۔

اور چونکہ الفاظ با معنی ہوتے ہیں۔ اور اُن کا فائدہ شروع ہی سے معلوم ہونے لگتا ہے۔ اس لئے نیچے شوق سے پڑھتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی خالی از اعتراضات نہیں۔ اس میں بعض اوقات عمل استقرائے مدرس کی مد نظر نہیں رہتا۔ طالب علم ظاہراً تو ترقی کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مگر اُس کو نئے الفاظ کے تلفظ کی قابلیت حاصل نہیں ہوتی۔ سینکڑوں الفاظ کی آوازیں سیکھنی پڑتی ہیں۔ اور الفاظ یاد کرنے پڑتے ہیں۔ جس سے حافظے پر بہت زور پڑتا ہے۔ الفاظ کی سینکڑوں علامات کی نسبت حروف کی چند علامات کا سیکھنا آسان ہے۔ + متشابہ الفاظ کا تلفظ گڑبگڑ ہو جاتا ہے۔ حروف کی آوازیں بھی جلد نہیں آتیں۔ اور سمجھنے بھی اچھے نہیں ہوتے۔ اگر مدرس کا تلفظ اچھا نہ ہو۔ تو طلباء کا تلفظ بہت خراب ہو جاتا ہے۔ + اردو زبان کے حروف ترکیب کے وقت یا تو بالکل بدل جاتے ہیں۔ یا صرف اُن کے سرے رہ جاتے ہیں۔ اس سے اُن کی شناخت نہیں ہو سکتی۔ تا وقتیکہ اُن کو علیحدہ طور پر نہ سکھایا جائے۔ اس لئے ابتدا میں اردو پڑھنا سکھانے میں بہت وقت ہوتی ہے۔ لیکن باوجود ان اعتراضوں کے یہ طریقہ پھر بھی مفید ہے۔ اور دلچسپ ہے۔ اس لئے نیچے شوق سے پڑھتے ہیں۔ اگر احتیاط سے تعلیم دی جائے۔ تو یہ نقص کسی قدر رفع ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ابتدائی سبقوں میں مجموعے بنا کر پڑھاؤ۔ جو نقطہ پڑھاؤ۔ اُس کو تختہ سیاہ پر لکھو۔ اور اُس کی طرف پائنٹر (Pointer) سے اشارہ کرو۔ کہ طلباء اُسے غور سے دیکھیں۔ پھر خود پڑھو۔ اور اُن سے اجماعی طور پر پڑھاؤ۔ متشابہ الفاظ کو ساتھ ساتھ لکھ کر مقابلہ کراؤ۔ اور فرق نکلاؤ۔ الفاظ کی تختہ سیاہ پر تحلیل کرو۔ تاکہ علیحدہ علیحدہ اُن کے اجزاء یعنی حروف معلوم ہوں۔ اور وہ طلباء کے ذہن نشین کرو۔ +

تینوں طریقوں کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔ کہ ہر ایک میں خوبیاں جمع ہیں۔ اور نقص بھی۔ اس لئے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دے سکتے۔ اور نہ قطعی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہر حالت میں کونسا طریقہ مفید اور مناسب ہے۔ + لائق اور تجربہ کار مدرس کو چاہئے۔ کہ

عقل سے کام لے۔ جو نسا طریقہ حسب موقع مناسب دیکھئے۔ اس کا استعمال کرے۔ یہاں سے نزدیک سب سے بہتر طریقہ یہ ہے۔ کہ طرز تنہجی اور طرز بین و گو کو ملا کر استعمال کیا جائے۔ باقاعدہ الفاظ سکھانے کے لئے پہلے گو۔ اور بے قاعدہ الفاظ سکھانے کے لئے دوسرے کو۔ ایسے ابتدائی رسالے سے بڑا فائدہ پہنچتا ہے جس میں نئے الفاظ دو حصوں میں منقسم ہوں۔ یعنی باقاعدہ اور بے قاعدہ۔ باقاعدہ الفاظ کو طریق تنہجی سے سکھاؤ۔ اور بے قاعدہ الفاظ کو طرز بین و گو سے۔ یا یوں کہو۔ کہ پہلی قسم کے الفاظ کو سمجھ کر کے اور دوسری قسم کے الفاظ کو بتا کر، حقیقت یہ ہے۔ کہ مبتدیوں کو مختلف طور پر سکھانا بڑا مفید ہوتا ہے۔ صرف وصلیوں میں سے ہی حروف اور الفاظ نہیں پڑھوانے چاہئیں۔ بلکہ حروف ملا کر بھی ان سے الفاظ بنوانے چاہئیں۔ اور اس کی مشق تختہ سیاہ پر بھی کرانی چاہئے۔ اس عمل کے بعد جب انہیں کتاب میں سے الفاظ سکھائے جائیگے۔ تو کچھ دقت نہ ہوگی۔ (ایڈیٹر ملاحظہ فرمائیں)

۴۔ خوشخوانی اور اس کے اوصاف :- خوشخوانی سے یہ مراد ہے۔ کہ اس

طرح آسانی پڑھا جائے۔ کہ پڑھنے والا خود اور سامعین مطلب عبارت کو بخوبی سمجھتے جائیں۔ پرائمری سکولوں کے طلباء میں خوش خوانی کی عادت ڈالنے کے لئے پانچ اوصاف کا خیال رکھنا ضروری ہے :-

(۱) تفصیل (Articulation)۔ یعنی اس طرح پڑھنا کہ الفاظ میں بخوبی تمیز ہو سکے۔ یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے ہونٹوں اور دانتوں وغیرہ سے خوب کام لینا چاہئے۔ اور جو حروف صحیح الفاظ کے آخر میں آئیں۔ ان پر زیادہ توجہ دینی چاہئے :-

(۲) تلفظ (Pronunciation)۔ یعنی الفاظ کو ٹھیک طور پر ادا کرنا۔ یہ اس بات پر منحصر ہے۔ کہ حروف کی آواز۔ اس ٹھیک طور پر بولی جائیں۔ اور بالخصوص اعراب کا زیادہ تر خیال رکھا جائے۔ غلطی کو فوراً صحیح کر دینے سے بھی بڑی مدد ملتی ہے :-

(۳) روانی (Fluency)۔ یعنی بغیر کسی قسم کی جھجک یا رکاوٹ کے برابر پڑھے جائے۔ اس کا انحصار دو باتوں پر ہوتا ہے :-

اول علامات الفاظ کو فوراً پہچان لینا - دوم پڑھنے کی خوب مشق کرنا +

(۴) تاکید (Emphasis) یعنی پڑھتے وقت مناسب الفاظ پر زور دینا۔ یہ خوبی مطلب کے بخوبی سمجھنے پر موقوف ہوتی ہے۔ اس لئے یہ وصف پیدا کرنے کے لئے معنی و مطلب کو بالکل صاف اور واضح کر دینا لازمی ہے +

(۵) تغیر لحن (Modulation) یعنی مطلب عبارت کے موافق آواز کا بدلنا۔ یہ وصف زیادہ تر مدرس کے پڑھنے کے طرز کی تقلید کرنے پر منحصر ہوتا ہے۔ لیکن اگر طلباء کے پڑھنے کے لئے دلچسپ کتب مینا کی جائیگی۔ اور دلچسپ باتوں کی طرف اُن کی توجہ بالخصوص مبذول کی جائیگی۔ تو اس وصف کے حاصل کرنے میں بہت فائدہ پہنچے گا + اب ہم اُن امور کا بیان کرتے ہیں۔ جن سے خوش خوانی میں مدد ملتی ہے۔ اور جن کا پڑھنے کے سبقوں میں خیال رکھنا ضروری ہے +

(۱) مضمون۔ مقدار اور اشکال میں طلباء کی استعداد اور عمر کے موافق ہو۔ مفید اور دلچسپ ہو +

(۲) پڑھنے کا نمونہ (Pattern reading)۔ اگرچہ یہ ضروری نہیں۔ کہ جو مدرس اچھی طرح پڑھ سکتا ہے۔ وہ پڑھا بھی اچھی طرح سکتا ہے۔ لیکن تاہم تجربے سے ثابت ہے۔ کہ اچھا پڑھنے کا نمونہ دکھانے سے طلباء کے پڑھنے پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور اس لئے پڑھنے کا عمدہ نمونہ دکھانا نہایت ہی ضروری ہے۔ پس خواہ جماعتیں اولیٰ ہوں۔ خواہ اعلیٰ۔ پڑھنے کا نمونہ ضرور دکھانا چاہئے۔ جو نمونہ دکھایا جائے۔ بہت عمدہ ہونا چاہئے۔ اور ہمیشہ یکساں ہونا چاہئے۔ اس کے لئے خاص تیاری کی ضرورت ہے۔ مدرس کو چاہئے۔ کہ جو عبارت پڑھانی ہو۔ پہلے اُسے گھر پر خوب تیار کرے۔ تمام مشکلات اور اُن کے رفع کرنے کا طریقہ سمجھ لے۔ اُس میں ضروری ضروری باتوں پر نشان کرے۔ نمونہ قدرتی آواز سے دکھانا چاہئے۔ اور جو جو باتیں طلباء پر ظاہر کرنی ہوں۔ اُن کو نہایت صحت اور صفائی

کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔ طلباء کو ہدایت کرنی چاہئے۔ کہ وہ نمونے کو غور اور توجہ سے سنیں۔ تاکہ اُس کی تقلید کر سکیں۔ نمونے کی مقدار طلباء کی استعداد اور خوش خوانی کے اوصاف کے موافق ہونی چاہئے۔ ابتدائی جماعتوں میں نمونے کی تقلید اجماعی طور پر کرانی چاہئے۔ اور اعلیٰ جماعتوں میں انفرادی طور پر۔

(۳) اجماعی پڑھنا (Simultaneous reading) اس کا ذکر پہلے کئی بار آچکا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ ایک جماعت کے تمام لڑکے ایک عبارت کو ایک ہی دفعہ زیر نگرانی استاد مل کر پڑھیں۔ یہ طور پڑھنے کا ابتدائی جماعتوں میں جن کی عملی مشکلات حل کرنی ہوتی ہیں۔ بہت مفید ہے۔ خاص کر کمزور طلباء کے لئے۔ کیونکہ اس سے پڑھنے کے نقص بہت جلد رفع ہو جاتے ہیں۔ اور ڈر اور شرم دور ہو جاتی ہے۔ لیکن یاد رہے۔ کہ جب یہ مشکلات حل ہو جائیں۔ تو پھر اُس کا استعمال بتدریج کم کرتے جانا چاہئے۔ اول دو دو چار چار الفاظ کا نمونہ دو۔ آہستہ آہستہ اور صاف صاف آواز سے اُس کے موافق مل کر پڑھاؤ۔ پھر فقرہ فقرہ۔ بعد میں کچھ حصّے عبارت نیز طریقہ پڑھنے کا بہت مفید ہے۔ صفائی اور سلاست سے پڑھنا آ جاتا ہے۔ کل طلباء کو جو ساتھ ساتھ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اُس سے لب و لہجہ سدھر جاتا ہے۔ تمام طلباء کے پڑھنے کی رفتار یکساں ہو جاتی ہے۔ اگر ناقص ہو۔ تو درست ہو جاتی ہے۔ یعنی بہت جلدی اور آہستہ پڑھنے والے اپنی رفتار کو اعتدال پر لا سکتے ہیں۔ آواز بھی معتدل ہو جاتی ہے۔ تفسیر لکھن اور ادراک کے ساتھ پڑھنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ لکھن اور صوت کے نقص دور ہو جاتے ہیں۔ اور بچوں کی آوازیں ایسے انداز پر آ جاتی ہیں۔ کہ سننے والے کو حیرت آتی ہے۔ لیکن اس میں چند نقص بھی ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ طلباء الفاظ کو دیکھ دیکھ کر پڑھتے ہیں۔ یا یوں ہی بولے جاتے ہیں۔ بے پروائی اور مستی کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ ہر ایک طالب علم کی تعلیمیں بھی معلوم نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ درست ہو سکتی ہیں۔ جن طلباء

کو اکثر اجماعی طور پر پڑھنے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ انفرادی طور پر اچھی طرح نہیں پڑھ سکتے۔ گھبرا جاتے ہیں۔ ان سب کا علاج یہ ہے۔ کہ مدرس تمام طلباء کو اس طرح غور سے دیکھتا رہے۔ کہ کوئی لڑکا غفلت نہ کر سکے۔ اور اجماعی کے بعد انفرادی طور پر پڑھوائے۔ اور اس بات کا خیال رکھے۔ کہ وہ ایک ہی آواز سے چلا چلا کر اور گا کر نہ پڑھیں اور نہ دو جماعتوں سے ایک کمرے میں ایک ہی وقت اجماعی طور پر پڑھوائے۔ کیونکہ اس سے ایک دوسرے کا ہرج ہوتا ہے۔ بعض اوقات بہتر ہوگا۔ کہ جماعت کے حصے کر دے۔ اور یاری باری ہر ایک حصے سے اجماعی طور پر پڑھوائے۔ اس سے طلباء میں رشک پیدا ہوتا ہے۔ اور اُن کا جی نہیں اُکھتا۔

(۴) انفرادی پڑھنا (Individual reading)۔ ابھی بتایا گیا ہے۔ کہ اجماعی پڑھنے کے بعد انفرادی پڑھنا ضرور چاہئے۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ کسی ایک لڑکے سے پڑھوایا جائے۔ اس سے یہ نائدہ ہے۔ کہ طلباء کی غلطیاں علحدہ علحدہ معلوم ہو سکتی ہیں۔ اور اُن کی اصلاح بھی ہو سکتی ہے۔ مگر اس میں بڑا بھاری نقص یہ ہے۔ کہ تمام طلباء کی توجہ حاصل کرنی مشکل ہوتی ہے۔ اور علاوہ اس کے اُن کے پڑھنے کی رفتار اور آواز مختلف رہتی ہے۔ اس نقص کے رفع کرنے کے لئے مدرس کو چاہئے۔ کہ پہلے خود پڑھنے کا نمونہ دکھائے۔ پھر کسی اچھے قاری سے پڑھوائے۔ بعد میں کمزور طلباء سے۔ باری باری سے پڑھوانے کی بچند اُن ضرورت نہیں۔ مختلف طلباء سے پڑھوا لینا چاہئے۔ اس سے وہ متوجہ رہتے ہیں۔ یہ یاد رہے۔ کہ جتنی عبارت پڑھوائی جائے۔ وہ کم سے کم ایک خیال ظاہر کرنے والی ہو۔

(۵) اصلاح اغلاط (Correction of errors) چونکہ بچوں میں قبیح تقلید کی عادت ہوتی ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے۔ اُن کو غلطیاں سننے کا موقع نہ دینا چاہئے۔ اور ساتھ ہی خیال رکھنا چاہئے۔ کہ وہ پڑھنے میں کم غلطیاں کریں۔ کیونکہ مثل مشہور ہے۔

سو علاج سے ایک پیرہیز بہتر ہے۔ تجربہ کار مدرس پہلے سے معلوم کر لیتا ہے۔ کہ طلبہ عموماً کس کس قسم کی اور کون کونسی غلطیاں کریں گے۔ اُن کے روکنے کے لئے پہلے ہی سے تجویزیں سوچ لیتا ہے۔ لیکن باوجود احتیاط کے پھر بھی طلبہ اکثر پڑھنے میں غلطیاں کرتے ہیں۔ مدرس کو چاہئے۔ کہ اُن کو حسب موقع اور طریقے سے درست کرے۔ اور ہدایات ذیل کے موافق عمل کرے :-

(۱) اونٹنے جماعتوں میں جب طلبہ پڑھنے میں غلطی کریں۔ اُسی وقت اُس کی اصلاح کر دینی چاہئے۔ اور جب تک بے تکلف اور خاص سلاست کے ساتھ انہیں پڑھنے کی مہارت نہ ہو۔ یہی طریقہ برتنا چاہئے۔ اعلیٰ جماعتوں میں غلطیوں کی اصطلاح اُس وقت کرنی چاہئے۔ جب قاری فقرہ ختم کر چکے۔ اُٹھائے قراءت میں روکنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اس سے اس کی سلاست میں فرق آتا ہے +

(ب) بہت سے امور کی غلطیوں کی اصلاح ایک ہی دفعہ نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ بہت باتوں کی اصلاح سے کسی کا بھی پورا پورا اثر طلبہ کے ذہن پر نہیں ہوتا۔ بلکہ اُن کی طبیعت ایسی پریشان ہوتی ہے۔ کہ وہ کوئی بات بھی یاد نہیں رکھ سکتے۔ بہت کم فائدہ ہوتا ہے۔ اور اس طرح کی ناکامیابی سے اُن کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ اُن کو پڑھنا نہایت مشکل اور سخت معلوم ہوتا ہے۔ محنت اور کوشش نہیں کر سکتے۔ علاوہ اس کے یہ نقصان ہوتا ہے۔ کہ وہی غلطیاں بار بار ہوتی ہیں۔ اور درست کرنی پڑتی ہیں۔ پس مدرس کو چاہئے۔ کہ غلطیوں کی اصلاح ایک ایک دو دو کر کے کرے۔ شروع میں تعلق کی غلطیوں کی اصلاح کرنی چاہئے۔ بعد میں عبارت خوانی وغیرہ کی +

(ج) جو جو غلطیاں طلبہ کریں۔ وہ صرف انہیں بتانی ہی کافی نہیں۔ بلکہ اُن کی اصلاح مکمل طور پر کرنی چاہئے۔ اور طریقہ اصلاح بتا کر بہت بندھوانی چاہئے +

(د) غلطیوں کی اصلاح کا طریقہ خاص ہونا چاہئے۔ اور کوئی ایسا

ذریعہ استعمال کرنا چاہئے۔ جس سے اصلاح بخوبی ہو جائے۔ مثلاً نمونہ دکھانا۔ اجماعی طور پر کہلانا۔ نظم و نثر یاد کرانا وغیرہ +
 (۸) اصلاح غصے اور طعن سے نہ کرنی چاہئے۔ اور نہ غلطیوں پر ہنسی مخول کرنا چاہئے۔ اس سے طلباء کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔ بلکہ اُن کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہئے۔ جو غلطی وہ کریں۔ تحمل اور نرمی سے سمجھانی چاہئے۔ پڑھنے کا نمونہ دکھانا چاہئے۔ جتنی دفعہ نمونے کی ضرورت پڑے۔ نمونہ دکھانا چاہئے۔ تنگ نہ آنا چاہئے۔ بعض مدرس ایسا کرتے ہیں۔ کہ جب قاری نے غلطی کی۔ بہت خفا ہو گئے۔ اور جھٹک کر دیا۔ چلو دوسرا پڑھے۔ یہ بڑی بھاری غلطی ہے۔ اس سے بچنا چاہئے +

دو غلطیوں کی اصلاح اس طرح کرنی چاہئے۔ کہ اصلاح سے تمام جماعت کو فائدہ پہنچے۔ اول غلطی اُن کو بتانی چاہئے۔ پھر نمونہ دکھا کر اصلاح کرنی چاہئے۔ اور تمام طلباء سے اجماعی طور پر اصلاح کی مشق کرانی چاہئے۔ اور پھر اُسی لڑکے سے پوچھنی چاہئے۔ جس نے غلطی کی تھی۔ عبارت پڑھنے کا جو نمونہ دیا جائے۔ وہ ذرا مبالغے کے ساتھ ہو۔ پہلے اچھے قاری سے۔ بعد میں کمزور سے اُس کے موافق پڑھاؤ۔ جتنی دفعہ طلباء غلطی کریں۔ اتنی ہی دفعہ درست کرنی چاہئے +

دس) طلباء سے بھی ایک دوسرے کی غلطیاں درست کرانے کا طریقہ اچھا ہے۔ جب قاری فقرہ پڑھ چکے۔ تو مختلف طلباء سے پوچھنا چاہئے۔ کہ اُس نے کیا کیا غلطیاں کی ہیں۔ اس سے یہ فائدہ ہے۔ کہ تمام طلباء پڑھنے کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ لیکن جو غلطیاں طلباء بتا سکتے ہیں۔ وہ ایسی ہوتی ہیں۔ کہ کوئی لفظ مخدوف یا زیادہ کر دیا جاتا ہے۔ یا کوئی لڑکی ایک لفظ کی جگہ کوئی اور لفظ پڑھ جاتا ہے۔ مگر تلفظ اور مد الصوت کی غلطیاں عموماً مدرس ہی کو بتانی اور درست کرنی چاہئیں۔ کیونکہ ایسی غلطیاں اکثر وہی بتا سکتا ہے۔ اور اُسی کے بتانے سے طلباء کو زیادہ فائدہ پہنچتا ہے +

(ح) غلطیوں کی اصلاح کا ایک اچھا طریقہ یہ بھی ہے۔ کہ بعض اوقات مدرس کتاب ہاتھ میں لے کر نہ سٹے۔ صرف قاری کی طرف متوجہ ہو کر اُس کا پڑھنا سننے اور دیکھنے سے کہ آیا جو کچھ وہ پڑھ رہا ہے۔ اُس کو سمجھنا بھی جاتا ہے یا نہیں۔ اور وہ کیا کیا غلطیاں کرتا ہے۔ کتاب ہاتھ میں ہونے سے یا کتاب دیکھ کر سننے سے کتاب کے الفاظ کی طرف خیال پڑتا ہے۔ غلطیوں کی طرف کم خیال جاتا ہے۔ پڑھنے کی ہزماں بخوبی نہیں ہو سکتی۔

(۶) توضیح و تشریح (Explanation and illustration)

توضیح و تشریح کرتے وقت مفصلہ ذیل ہدایات مدنظر رکھنی چاہئیں :-

(۱) خود تشریح کرنے سے پہلے معنی و مطلب عبارت پر سوالات کرو۔ تاکہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ کن کن امور کا بیان کرنا ضروری ہے۔

(ب) تشریح مختصر۔ بر محل۔ مزوری۔ دلچسپ اور آسان ہونی چاہئے۔ ہمارا یہ مقصد نہیں ہوتا۔ کہ اُس لفظ کے تمام معنی و استعمال طلباء کو بتا دئے جائیں۔ بلکہ فقط وہ معنی جن کا اُس خاص موقع پر اطلاق ہوتا ہے۔ تاکہ طلباء عبارت کا مطلب بخوبی سمجھ جائیں۔

(ج) الفاظ کی توضیح کرتے وقت خیال رکھنا چاہئے کہ :-

(۱) جو ہم معنی الفاظ اور فقرے لغات میں درج ہوں۔ اُن کا استعمال کم کیا جائے۔

(۲) جن معنوں کا اس موقع پر اطلاق ہوتا ہے۔ وہی بتانے کافی ہیں۔

(۳) خواص اور اشیا کی توضیح کے لئے نمونوں اور تصاویر کا استعمال کرو۔ تختہ سیاہ پر شکلیں بنانے سے بھی بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ مثلاً اگر لچکدار شے کی توضیح کرنی ہو۔ تو ایک ربڑ کا ٹکڑا طلباء کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ اگر کسی جانور کا بیان کرنا ہو۔ تو اُس کی تصویر دکھانی چاہئے۔ اور اگر

کسی پرندے کے پنجے کا ذکر ہو۔ تو پنجے کی شکل تختہ سیاہ پر بنا کر دکھانی چاہئے *
(۴) کبھی کبھی الفاظ کا مادہ بھی بتانا چاہئے۔ اور دیگر اشتقاق کی طرف طلباء کی توجہ مبذول کرنی چاہئے۔ مثلاً سنم۔ انتظام۔ نظام۔ ناظم وغیرہ *

(۵) اگر کسی اسم نکرہ کی توضیح کرنی ہو۔ تو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ طلباء اشیا کا تصور کیونکر قائم کرتے ہیں۔ اُن سے مثالیں پوچھنی چاہئیں۔ اور اُن کی مشابہت اور اختلاف کی طرف توجہ دلا کر اُس کی تعریف نکلائی چاہئے۔ مثلاً اگر لفظ جانور کی توضیح کرنی ہو۔ تو طلباء سے پوچھو کہ چند مختلف جانوروں کے نام بتاؤ۔ مثلاً کتا۔ بلی۔ گھوڑا وغیرہ۔ پھر اُن سے کسی ایسی شے کا نام پوچھو۔ جو جانوروں میں شامل نہ ہو۔ مثلاً کتاب۔ گھڑی۔ گلاب۔ جامن وغیرہ * اب طلباء سے پوچھو۔ کہ درختوں اور جانوروں میں کیا فرق ہے۔ اور آخر میں جانوروں کی تعریف نکلاؤ۔ یعنی جانور زندہ ہوتے ہیں۔ اور حسبِ منشا چل پھر سکتے ہیں *

(۶) اگر فظوں کی ترکیب اور بناوٹ وغیرہ کا بیان ہو۔ اور حملے کے اجزائے قاعدہ طور پر آگے پیچھے استعمال کئے گئے ہوں۔ تو انہیں ٹھیک ترتیب سے رکھنا۔ تشبیہوں اور استعاروں میں حیوانات اور دیگر اشیا کے خواص پر سوالات کرو۔ اور کوشش یہ کرو۔ کہ طلباء معنی خود ہی نکال لیں *

(۷) اگر مشکلاتِ مضمون حل کرنی ہوں۔ تو اسمِ ضمیر کی جگہ اسمِ مہیا کرنے اور بعض اوقات تجربے کرنے اور عبارت کی تجویز کرنے سے بڑی مدد ملتی ہے *

(۸) حفظ پڑھنا۔ ہر ایک شخص میں خوش خوانی کی خدا داد لیاقت نہیں ہوتی۔ جو جو کمی ہوتی ہے۔ وہ کئی ذریعوں سے پوری کی جاتی ہے۔ ان میں سے حفظ پڑھنا ایک نہایت عمدہ اور مفید ذریعہ ہے۔ اس سے کئی طبعی اور عقلی نقص رفع ہوتے ہیں۔ آواز

صاف اور مناسب ہو جاتی ہے۔ لفظ میں طاقت آ جاتی ہے۔
 ڈر اور شرم دور ہو جاتی ہے۔ سمجھ بڑھتی ہے۔ جذبات کو ترقی
 ہوتی ہے۔ خوشی اور لذت حاصل ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے اور
 بہت فائدے ہیں۔ جو کچھ یاد ہوتا ہے۔ اس کو زیادہ فصاحت اور
 وضاحت سے پڑھ سکتے ہیں۔ عمدہ عمدہ چیدہ چیدہ لفظیں یاد کرنے
 سے مذاق بڑھتا ہے۔ نئے نئے اور اچھے خیالات کا ذخیرہ ذہن میں
 جمع ہوتا ہے۔ عبارت کے اچھے اچھے نمونے یاد کرنے سے انشا پڑائی
 اور زباں دانی میں بہت مدد ملتی ہے۔

۵۔ طریقہ تعلیم حصہ ابجد خواناں۔
 بچوں کو پڑھنا سکھانے کا
 کام آسان نہیں۔ اس کے لئے بہت محنت اور کوشش درکار ہے۔
 ابتدا میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ جن کا رفع کرنا ایک بڑا
 بھاری کام ہے۔ کوئی بات دلچسپ نہیں ہوتی۔ حروف کے نام۔ ان
 کی تحریری علامات اور الفاظ یاد کرنے پڑتے ہیں۔ اور بار بار اُن کا
 تلفظ کرنے سے طبیعت گھبراتی ہے۔ اور توجہ نہیں لگتی۔ البتہ اتنا
 فائدہ ہے۔ کہ بچوں کو دیکھنے۔ سمجھنے کا اور کام کرنے کا طبعاً شوق ہوتا
 ہے۔ خوبصورت چیزیں اور تصویریں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔
 اُن کا حافظہ بھی تیز ہوتا ہے۔ جو بات وہ سنتے ہیں۔ یاد دیکھتے
 ہیں۔ اُنہیں جھٹ یاد ہو جاتی ہے۔ پس مدرس کو چاہئے۔ کہ
 ابتدا میں بہت ہوشیاری اور استقلال کے ساتھ تعلیم دے۔
 ہر ایک بات کو مختلف طور پر اور دلچسپ بنا کر سکھائے۔ جلدی
 نہ کرے۔ عقل اور تجربے سے کام لے۔ اور ہر ایک بات میں طلباء
 کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے۔ تاکہ وہ بھی شوق اور محنت
 سے کام کریں۔ ہم پہلے اس بات کا ذکر کر چکے ہیں۔ کہ اُردو
 زبان کے حروف بھی پہلے سکھانے چاہئیں۔ اور اس کی مختصر طہ
 پر وجہ بھی بتائی گئی ہے۔ اس لئے پہلے ہم حروف تہجی سے شروع
 کریں گے۔ بعد میں مرکبات۔ الفاظ اور فقرے وغیرہ پر ترتیب دیں گے۔
 حروف تہجی سکھانے کا طریقہ بیان کرنے سے پہلے ہم ذیل میں
 جو جو سامان ضروری ہے۔ اور جس سے سبق کامیابی اور خوبی کے

ساتھ ہو سکتا ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ مدرس کو چاہئے کہ اسے پہلے ہی سے متنبہ کر رکھے :-

(۱) لکڑی کے تختہ جن کے پہلوؤں پر خوشخط حروف لکھے ہوں *

(ب) ٹین یا لکڑی کے بنے ہوئے حروف *

(ج) حروف تہجی کی تاش *

(د) جانوروں وغیرہ کی تصویریں۔ جن پر ان کے نام کے پہلے حروف لکھے ہوں *

(س) موم یا رگل وغیرہ۔ حروف کی شکلیں بنا کر دکھانے کے لئے *

(س) سیدھی۔ ٹیڑھی چھوٹی چھوٹی تیلیاں۔ تار وغیرہ *

(ص) مختلف اشیا۔ جو حروف کے مشابہ ہوں *

(ط) وصلیاں۔ جن پر موٹے موٹے اور جلی حروف با ترتیب اور بے ترتیب چپے ہوں *

(ع) تختہ سیاہ۔ سلیٹ۔ تختی۔ چاک۔ پائنر (Pointer) وغیرہ *

(۱) حروف حتمی سکھانے کا طریق۔ حروف کو با ترتیب

دکھاؤ۔ پہلے ان کے بلحاظ مشابہت چند چھوٹے چھوٹے

مجموعے بناؤ۔ جیسا کہ ذیل میں درج ہیں :-

(۱) ام * (۲) پ پ ت ٹ ٹ * (۳) ک گ ف سے *

(۴) د ڈ ذ * (۵) ر ز ژ * (۶) ن ل ق ی *

(۷) س ش ص ض * (۸) ج چ ح خ * (۹) ع غ *

پھر ایک ایک مجموعہ یا ایک مجموعے کے چند حروف ایک ایک

کر کے اشیا کے سبق کی طرح سکھاؤ۔ تختہ سیاہ پر لکھو۔ اور پڑھو

طلبا کو اپنے ساتھ ملا کر اجماعی طور پر کہلاؤ۔ مختلف چیزوں

سے دہراؤ۔ مشابہ چیزیں دکھاؤ۔ اور مقابلہ کراؤ۔ تاش اور

وصلیوں سے منتخب کراؤ۔ تصویریں دکھاؤ۔ تیلیاں وغیرہ جوڑ

کر بناؤ۔ سلیٹوں اور تختہ سیاہ پر لکھو۔ مشابہ حروف

کا مقابلہ کراؤ۔ اور فرق نکلاؤ۔ نقطے حروف کے ازل بدل کر اوپر

نیچے رکھ کر اور گھٹا بڑھا کر امتحان کرو۔ غرض اس طرح پڑھاؤ۔

کہ بچوں کو بجائے تعلیم کے کھیل معلوم ہو۔ اور وہ خوشی خوشی خریدی
 پڑھیں۔ جیر منت کرو۔ جب تک جائیں۔ فوراً چھوڑ دو۔ جب
 بچے اس طرح تمام حروف تہجی سے واقف ہو جائیں۔ اور ان کی
 صورتیں اچھی طرح سے پہچان سکیں۔ تو پھر اعراب یعنی زیر۔
 زبر پیش لگا کر پڑھنا سکھاؤ۔ اس سے انہیں حروف صحیح کی
 آوازیں آجائیں گی۔ اور ساتھ ہی اعراب کا فائدہ معلوم ہو جائیگا۔
 (۲) دو حرفی سہ حرفی مرکبات اور الفاظ۔ یہ مرکبات ایسے
 ہونے چاہئیں۔ کہ ان کی آواز نہ بھاری ہو۔ نہ سخت۔ اور وہ
 بے معنی بھی نہ ہوں۔ بلکہ آسان اور بامعنی الفاظ ہوں۔ اور
 ایسی چیزوں کے نام ہوں۔ جن کو بچے جانتے ہوں۔ اس سے
 بچوں کے دلوں میں شوق پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ جو چھوٹے چھوٹے
 الفاظ وہ بولتے ہیں۔ اب وہ ان کو ان کی علامات سے تعلق دیکھ
 پڑھتے ہیں۔ بے معنی مرکبات سکھانے فضول ہیں۔ اور تفسیح اوقات
 ہے۔ ڈس۔ ڈٹ۔ چح۔ ٹح وغیرہ۔ ایسے مرکبات پڑھانے سے کچھ فائدہ
 نہیں۔ بلکہ نقصان ہے۔ فرض کرو۔ کہ بچوں نے ڈٹ۔ ڈس۔ ڈس
 تینوں صورتیں دیکھی ہیں۔ اور ان کو یہ جملہ سکھایا جاتا ہے۔ کہ
 سانپ ڈس گیا۔ تو ممکن ہے۔ کہ وہ غلطی کر دیں۔ اور ڈس کی
 بجائے ڈس یا ڈٹ لکھ دیں۔ اس طرح کے بے معنی مرکبات
 سکھانے میں محنت ہی ضائع نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک اور دقت
 یہ ہوتی ہے۔ کہ غلط تصورات کو پھانا پڑتا ہے۔ اور ان کی بجائے
 صحیح سکھانے پڑتے ہیں۔ اگر بچوں نے یہ غلط اور بے معنی مرکبات
 نہ دیکھے ہوں۔ اور نہ پڑھے ہوں۔ صرف صحیح ہی پڑھے ہوں۔
 تو وہ ہرگز غلطی نہ کریں گے۔ بلکہ برابر ترقی کرتے جائیں گے۔ یہ جو کہا
 جاتا ہے۔ کہ تمام قسم کے مرکبات پڑھنے سے زبان کھلتی ہے۔ اور
 نقطہ ٹھیک ہوتا ہے۔ غلط دلیل ہے۔ کیونکہ یہ بات صحیح مرکبات
 کے پڑھانے سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ پس صحیح اور بامعنی مرکبات
 پڑھانے چاہئیں۔ ان میں ایک دقت پیش آتی ہے۔ کہ مرکبات
 میں حروف کی صورتیں ملنا تو جملہ باقی ہیں۔ یا ان کے سرے

رہ جاتے ہیں۔ اس لئے حروف کو پچھے اچھی طرح نہیں پہچان سکتے یہ دونو باتیں بھی سمجھانی ضروری ہیں۔ حروف کے سرے تو حروف کے ساتھ ساتھ ان کے حصے سمجھانے کے وقت اور ان کی تبدیلیاں مرکب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ذہن نشین کرنی چاہئیں۔ اور تختہ سیاہ پر کھل کر سمجھانی چاہئیں۔ پہلے ایسے دو حرفی مرکبات لو۔ جن میں حروف سالم آئیں۔ پھر وہ جن میں حروف سالم نہ آئیں۔ مگر یہ سب ایک صورت کے ہوں۔ مثلاً اب۔ رب۔ ان۔ دن۔ دل۔ ال وغیرہ۔ کن۔ من۔ بن وغیرہ۔ ان کے پڑھانے کا یہ طریقہ ہے۔ کہ جو لفظ پڑھانا ہو۔ اگر وہ کسی چیز کا نام ہے۔ تو وہ چیز یا اس کی تصویر یا نمونہ دکھاؤ۔ اس پر مختصر گفتگو کرو۔ اگر نام نہ ہو۔ تو تشریح کرو۔ پھر اس لفظ یا مرکب کو ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ بول بول کر تختہ سیاہ پر لکھو۔ اور طلبا سے نام پوچھو۔ اور پڑھو۔ طلبا سے اجماعی طور پر پڑھاؤ۔ بعد میں حروف کو ترتیب دے کر لکھو۔ اور یہی عمل کرو۔ وصلیوں۔ کارڈوں وغیرہ میں سے پوچھو۔ اور دیگر مختلف طور پر دہراؤ۔ کہ بچوں کا دل لگا رہے دو حرفی مرکبات جو الفاظ کے اجزاء ہوں۔ وہ بھی اسی طرح سے پڑھاؤ۔ مثلاً لک + ٹی = لکڑی۔ پگ + ٹی = پگڑی۔ مک + ٹی = مکڑی وغیرہ۔ جب طلبا کو اس طرح سے چند الفاظ پڑھنے آجائیں۔ تو پھر ان کو چھوٹے چھوٹے یا معنی دلچسپ جملوں میں لاکر پڑھاؤ۔ تختہ سیاہ پر پہلے ایک لفظ لکھو۔ اس کو ہر دو اجائی اور انفرادی طور پر پڑھاؤ۔ پھر دوسرا لفظ اس کے مقابل میں ذرا فاصلے پر لکھو۔ اور اسی طرح پڑھاؤ۔ پھر دونو کو ملا کر۔ علیٰ ہذا القاس۔ جب اس طرح تمام جملہ ختم ہو جائے۔ تو پھر تمام الفاظ کو پاس پاس لکھ کر پڑھاؤ۔ ایک ایک لفظ پر پائمنٹر لکھو۔ اور پڑھو طلبا سے دو چار دفعہ اجماعی طور پر پڑھاؤ۔ بعد میں تین چار طلبا سے علیحدہ علیحدہ مختلف طور پر دہراؤ۔ انہیں الفاظ کو مختلف ترتیب دیکر مختلف فقرے بنا کر پڑھاؤ۔ اور مشق کراؤ۔ کارڈوں اور وصلیوں وغیرہ میں سے پوچھو۔ پھر قاعدہ پڑھاؤ۔

سہ حرفی مرکبات اور الفاظ پڑھانے کا بھی یہی طریقہ ہے۔ جب بچوں کو حروف کی طاقتوں - سُروں اور تبدیلیوں کی خوب شناخت ہو جائے۔ تو پھر طریقہ دیکھو اور بونو سے زیادہ کام نہ - مشکل اور نئے الفاظ کو تختہ سیاہ پر لکھ کر اُن کی تحلیل کرو۔ بچے سمجھاؤ۔ اور پڑھواؤ۔ یہاں تک حصہ ابجد خوانوں کے پہلے درجے یعنی اعلیٰ فریق کے لئے تعلیم ہے۔ اس کے آگے دوسرے درجے یعنی اعلیٰ درجے کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ اس میں اور اقل درجے کی تعلیم میں کچھ بہت فرق نہیں ہے۔ اب ذرا الفاظ کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اور جملے بھی ذرا بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ جن کو ملا کر ایک بات کے سلسلے میں چھوٹے چھوٹے پیرے گراف بن جاتے ہیں۔ حروف بھی پہلے کی نسبت ذرا باریک ہوتے ہیں۔ بچوں کی آنکھ ایک دفعہ بہت سے الفاظ پر پڑتی ہے۔ جس سے اُن کی توجہ پر زور پڑتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ الفاظ اور جملے آسان اور دلچسپ ہوں۔ ان سبقوں میں علاوہ ان الفاظ کے جو نچے پڑھ چکے ہیں۔ چند نئے الفاظ بھی ہونے چاہئیں۔ جو ہم قافیہ ہوں۔ اور سبق کے شروع میں آئیں۔ مثلاً آم - کام - دام - رام - نام - وغیرہ۔ اُن کے بعد ایسے جملے جن میں یہ الفاظ اور وہ چیزیں نے پہلے پڑھے ہوئے ہوں ہوں۔ مثلاً آم لے لے۔ کام کو جا۔ اس کے دام دے دے۔ رام کا نام لے وغیرہ۔ مدرس کو چاہئے۔ کہ سبق کے شروع کرانے سے پہلے سبق کے متعلق طلباء کے ساتھ کچھ گفتگو کرے۔ وہ چیزیں اور تصویریں دکھائے۔ جن کا ذکر سبق میں ہے۔ اور وہ الفاظ جو چیزوں کے نام نہ ہوں۔ اُن کا مطلب اور معنی مثالوں کے ذریعے سمجھائے۔ اس کے بعد نئے الفاظ کو ایک ایک کر کے تختہ سیاہ پر لکھو اور پڑھو۔ طلباء سے اجماعی اور انفرادی دونوں طور پر چند بار پڑھوائے۔ اور مشق کرائے۔ حروف گنوا کر سچے بھی کرائے۔ بعد میں ایک ایک جملہ اس طرح پڑھائے۔ کہ ہر ایک جملے کے ایک ایک لفظ پر پائمنٹ رکھ کر صاف اور واضح طور پر پڑھنا جائے۔ اور طلباء بھی مدرس کے ساتھ ساتھ پڑھتے

جائیں۔ پھر اُن سے اجتماعی اور انفرادی دونو طور پر پڑھولے۔ صحت تلفظ کا خیال رکھے۔ تختہ سیاہ پر سے پڑھنے کے بعد کتاب میں سے اسی طرح پڑھوائے۔ ہر ایک لفظ پر انگلی رکھ کر پڑھتا جائے۔ طلباء بھی اُس کے پیچھے اُسی طرح پڑھتے جائیں۔ جب اس طرح تمام سبق ختم ہو جائے۔ تو اُس کو پہلے اجتماعی طور پر پھر چند طلباء سے علاحدہ علاحدہ پڑھوانا چاہئے۔ کتابیں بند کروا کے نئے الفاظ کے بچے اور معنی پوچھنے چاہئیں۔

۶۔ طریقہ تعلیم جماعت دوم + جب بچوں کو قاعدے کے فقرے اور

پیرگراف پڑھنے کی مہارت ہو جائے۔ تو پھر چھوٹی چھوٹی کہانیوں کی کتابیں شروع کرانی چاہئیں۔ جن کا مضمون مناسب۔ مفید اور دلچسپ ہو۔ اور بچوں کے تجربے میں آچکا ہو۔ اور اس دھنگ سے بیان کیا گیا ہو۔ کہ اُن کے دلوں میں پڑھنے کا شوق پیدا ہو جائے۔ اور اُن کا مذاق بڑھے۔ جذبات کو بھی آہستہ آہستہ تخریب ہو۔ عبارت سلیس ہو۔ فقرے چھوٹے چھوٹے قابل فہم ہوں۔ نئے الفاظ کی تعداد زیادہ نہ ہو۔ لیکن جماعت کی ترقی و استعداد کے موافق ہو۔ جالوز وغیرہ جن کا بیان ہو۔ اُن کی تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ اور تمام سبق مشکلات کے لحاظ سے بتدریج ہوں۔ علاوہ ان کے چند آسان آسان۔ دلچسپ نصیحت آمیز نظمیں بھی ہوں۔ جن کے پڑھنے سے علاوہ اخلاق کے لطف اور حظ حاصل ہو۔ چونکہ آئندہ کی ترقی اور بچوں کے پڑھنے کی عادات بہت کچھ اس وقت کی تعلیم پر منحصر ہیں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ بہت محنت اور باقاعدہ طور پر پڑھنا سکھایا جائے۔ غلطیوں کی اصلاح پوری طرح کی جائے۔ صحت تلفظ۔ تغیر لحن۔ مناسب وقت اور سمجھ کر پڑھنے کی عادت پیدا کی جائے۔ ہر ایک بات کو کافی طور پر دہرایا جائے۔ تاکہ الفاظ کی صورتیں اور آوازیں بخوبی ذہن نشین ہو جائیں۔ ان باتوں سے ظاہر ہے۔ کہ بغیر تیاری کے سبق اچھی طرح نہیں پڑھا سکتے۔ اس لئے چاہئے۔ کہ پہلے سبق کا اچھی طرح مطالعہ کر لو۔ اور عبارت کا مطلب اور

معنی سمجھ لو۔ شکل الفاظ۔ فقرے۔ محاورے اور ترکیبیں اور نئے نئے خیالات جو قابل تشریح ہوں۔ دیکھ لو۔ اور کتاب میں اُن پر نشان کر لو۔ اور جو جو مثالیں دینی ہوں۔ وہ سوچ لو۔ نیز سامان ضروری مثلاً نمونے۔ اشیاء۔ تصویروں۔ نقشے وغیرہ جتلیا کر لو۔ عبارت پڑھ کر یہ بھی معلوم کر لو۔ کہ خوش خوانی میں طلبا کیا کیا غلطیاں کریں گے۔ اور کس طرح درست کی جائیں گی۔ سبق کی تفہیم اور ترتیب جو مناسب ہو۔ کر لو۔ سبق میں جو جو نئے اور مشکل الفاظ ہوں۔ اُن کو پہلے ہی سے تختہ سیاہ پر نہایت خوشخط لکھ رکھو۔ تاکہ سبق پڑھانے وقت اُن کے لکھنے میں وقت صرف نہ ہو۔ اور اُس کو ایسی جگہ رکھو۔ کہ تمام جماعت اُسے اچھی طرح سے دیکھ سکے۔ اور طلبا کو یا منواری قطاروں میں یا قوس کی شکل میں مناسب فاصلے پر با ترتیب بٹھاؤ۔ اور خود ایسی جگہ کھڑے ہو۔ کہ تمام طلبا زیر نظر رہیں۔ اصل سبق شروع کرنے سے پہلے سبق کے متعلق کوئی بر محل۔ عام فہم۔ دلچسپ اور مختصر تمہید ہونی چاہئے۔ اگر نئے سبق کو سمجھنے سبق سے ربط ہو۔ تو چند سوالات کے ذریعے ربط دے کر یا نئے سبق کی چند موٹی موٹی باتیں بتا کر یا سبق کے متعلق طلبا سے کوئی اور سوالات کر کے تیا سبق شروع کر دو۔ مگر یہ یاد رہے۔ کہ تمہید اور سبق میں فاصلہ نہ ہو۔ دونوں آپس میں مربوط معلوم ہوں۔ اس کے بعد تختہ سیاہ کو جس پر سبق کے الفاظ پہلے ہی لکھ رکھے ہیں۔ طلبا کے سامنے کرو۔ ایک ایک پر پائمنٹر رکھ کر نہایت صحت و صفائی سے پڑھو اور طلبا سے اجماعی اور انفرادی دونوں طور پر چند بار کہلو اور شروع سے اخیر تک اور اخیر سے شروع تک اور مختلف ترتیب سے۔ اُس کے بعد کتاب میں سے فقرہ فقرہ بطور نمونے کے پڑھو۔ طلبا اپنی کتابوں میں دیکھتے رہیں۔ مشکل الفاظ اور فقروں کے معنی اور مطلب اُن سے پوچھو۔ جب ضرورت تصویریں اور اشیاء دکھاؤ۔ اور تختہ سیاہ پر تشریح کرو۔ جب اس طرح تمام سبق ختم ہو جائے۔ تو پھر اُسی طرح فقرہ فقرہ پڑھو۔ اور طلبا سے اجماعی طور پر پڑھاؤ۔ بعد میں انفرادی طور پر پہلے اچھے غاری سے۔ پھر

کمزور سے۔ اجتماعی پڑھنے میں جو غلطیاں طلبا کریں۔ اُن کو اُسی وقت درست کر دو۔ انفرادی میں جب قاری فقرہ ختم کر چکے۔ تب نمونہ دکھانے کی جتنی دفعہ ضرورت ہو۔ دکھاؤ۔ مگر یہ یاد رہے کہ نمونہ ہمیشہ یکساں ہونا چاہئے۔ طلبا سے بھی چھوٹی چھوٹی غلطیاں درست کراؤ۔ اس سے توجہ قائم رہتی ہے۔ جب تمام سبق ختم ہو جائے۔ تو نئے نئے الفاظ کے معنی اور بچے پوچھ لو۔ اور اُن کو چھوٹے چھوٹے فقروں میں استعمال کراؤ۔ اخیر میں مضمون پر سوال کرو۔ اور طلبا کو ہدایت کرو۔ کہ گھر پر سبق کو خوب یاد کریں۔

۷۔ طریقہ تعلیم جماعت سوم + اس جماعت اور دوسری جماعت کی کتابوں میں کچھ بہت فرق نہیں ہے۔ ان میں بھی اُسی طرح کے سبق ہوتے ہیں۔ اور سلسلہ بھی وہی ہے۔ مگر علاوہ کسانوں اور جانوروں وغیرہ کے بیان کے چند دلچپ تاریخی قصے اور بہادرانہ اور اخلاقی باتیں کسانوں کے پیرائے میں ہوتی ہیں۔ سبق بھی ذرا لمبے لمبے ہوتے ہیں۔ فقرے اور پیرے گراف بھی بڑے بڑے نئے الفاظ کی تعداد حسب ترقی و استعداد طلبا قدرے زیادہ ہوتی ہے۔ عبارت بھی ایسی کہ وہ غور سے پڑھ کر سمجھ سکتے ہیں۔ پڑھانے کا طریقہ بھی وہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ پڑھنے کے ذریعے طلبا کے فہم اور ادراک کو زیادہ ترقی دی جاتی ہے۔ اور پڑھنے ہی کے ذریعے اُن کی معلومات اور مذاق کو بڑھایا جاتا ہے۔

۸۔ طریقہ تعلیم جماعت چہارم و پنجم + اس درجے میں پہنچنے تک بچوں کے پڑھنے کی عملی مشکلات حل ہو چکتی ہیں۔ اب وہ عبارت کو دیکھ دیکھ کر خاصی طرح پڑھ سکتے ہیں۔ اس لئے اُن کی پڑھائی کی کتابوں میں ایسے مضمون ہونے چاہئیں۔ جن سے اُن کی معلومات اور مذاق بڑھیں۔ مشہور مشہور حیوانات۔ نباتات اور جمادات کے احوال۔ عام دستور اور رواج وغیرہ کے بیان۔ اخلاقی قصے اور کہانیاں۔ دلچسپ اور مفید توارتخی اور دیگر واقعات وغیرہ اور چیدہ چیدہ چھوٹی چھوٹی دلچسپ اور نصیحت آمیز نظمیں ہونی چاہئیں۔ عبارت بھی سادہ اور دلچسپ ہو۔ اصطلاحی الفاظ

بہت زیادہ نہ ہوں۔ سبق بھی بہتر سچ لمبے لمبے اور مختلف ہوں۔ اور اُن کی ترتیب بھی اس طرح سلسلہ وار اور منطقی ہو۔ کہ پہلی واقفیت سے سبقوں میں مدد ملے۔ اور معلومات کو بہتر سچ خود بخود وسعت ہو۔ جو طریقہ لوئر پرائمری کی جماعتوں کے پڑھانے کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس کے پڑھانے کا بھی وہی ہے۔ اب صرف اتنا زیادہ خیال رکھنا پڑتا ہے۔ کہ اجماعی پڑھنا کم ہو۔ اور انفرادی زیادہ۔ لفظوں اور مطلب کی تشریح ذرا مفصل ہو۔ اعلیٰ صفات خوش خوانی مثلاً ادراک اور تاکید کی طرف زیادہ توجہ کرنی چاہئے۔ اور خیال رکھنا چاہئے۔ کہ طلباء تغیر لحن سے یا وار طبعی پڑھیں۔ گا گا کہ ایک سر سے نہ پڑھیں۔ جو نمونہ پڑھنے کا دکھایا جائے۔ وہ مقدار میں زیادہ ہو۔ اور ایسی صفائی سے دکھایا جائے۔ کہ عبارت کی تمام خوبیاں واضح طور پر معلوم ہو جائیں۔ اور طلباء انہیں سمجھ کر مدرس کی تقلید کر سکیں۔ مشکل ترکیبیں اور صیغے وغیرہ اور دیگر ضروری صرف و نحو کی باتیں پوچھنی اور سمجھانی چاہئیں۔ مختلف الفاظ کے مرادف و مشتقات تختہ سیاہ پر لکھ کر بتانے چاہئیں۔ اس سے اُن کی لیاقت میں ترقی ہوتی ہے۔

۹۔ تربیت ذہنی + مدرس کو یہ بھی خیال رکھنا چاہئے۔ کہ پڑھانے وقت تربیت ذہنی کو بہت فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ یعنی الفاظ کو پہچاننے اور معمولی طور پر پڑھنے میں قوت مدد کی ترقی ہوتی ہے۔ الفاظ کی صورت شکل اور مضمون عبارت کے یاد رکھنے میں قوت حافظہ کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے۔ نظاروں کا خیال کرنے میں قوت متحید پر زور پڑتا ہے۔ اور عام الفاظ اور اصطلاحات کی تعریف کرنے میں قوت متصورہ کو کام میں لانا پڑتا ہے۔

۱۰۔ امتحان سبق + چونکہ مضمون سبق کا امتحان آخر میں آتا ہے۔ اس لئے اس کے واسطے اکثر وقت نہیں بچتا۔ یہ سچ ہے کہ جب کوئی کمائی یا دلچسپ قصہ پڑھایا جاتا ہے۔ تو اس کی صرف بڑی بڑی باتوں پر چند سوالات کرنے کے لئے وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جب نہایت مفید اور ضروری علم کی تحصیل زیر بحث ہو۔

تو پڑھنا کم چاہئے۔ اور اُس پر سوالات زیادہ ہونے چاہئیں۔ لہذا کافی وقت بچا رکھنا چاہئے۔ تاکہ ضروری امور پر سوالات کئے جاسکیں۔ اور اس طرح وہ طلباء کے دل پر بخوبی نقش ہو جائیں۔

اعلیٰ جماعتوں میں یہ طریقہ نہایت عمدہ ہوتا ہے کہ جب کوئی سبق بلحاظ مضمون نہایت مفید ہو۔ تو طلباء کو اُسے خاموشی کے ساتھ پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ اور پھر اُن سے امتیاضاً سوالات کئے جائیں۔ اس طرح ان کو مدرسہ چھوڑنے کے بعد خود سمجھ کر پڑھنے کی عادت پڑ جائیگی۔ امتحان لیتے وقت مدرس کو لازم ہے۔ کہ سبق کے بعد جو واقعات خود اُس کے ذہن میں موجود ہوں۔ اُن پر طلباء سے سوالات کرے۔ نہ کہ بار بار کتاب دیکھتا جائے۔ اور سوال کرتا جائے۔ اس طرح مدرس خود اپنے ہی الفاظ میں سوالات کرے گا۔ اور طلباء کو بھی اپنے ہی الفاظ میں جواب دینے کی عادت پڑے گی۔

خلاصہ

- ۱۔ مدعا پڑھنے کا شوق اور اُس کی مہارت پیدا کرنی۔ اور خاموشی کے ساتھ مطالعہ کتب سے علم حاصل کرنے کی قابلیت کو ترقی دینی۔
- ۲۔ مبتدئوں کو پڑھنا سکھانے کے لئے تین طریقے عمدہ ہیں۔
 - (۱) طرز بنی تہجی (Alphabetic method) ہر ہر حرف کے نام لے کر۔
 - (۲) طرز بنی الصوت (Phonic method) ہر ہر حرف کی آوازوں کے۔
 - (۳) طرز بنی دیکھو اور بولو۔ یا طرز بنی وگو (Look and say method) الفاظ کی عام شکل و صورت کے ذریعہ۔
- ۳۔ مبتدئوں کے لئے سب سے بہتر طریقہ طرز بنی تہجی۔ اور طرز بنی وگو کو ملا کر استعمال کرنا ہے۔ یعنی باقاعدہ الفاظ کے لئے پہلا اور بے قاعدہ الفاظ کے لئے دوسرا۔
- ۴۔ خوشخوانی کے اوصاف :-
 - (۱) تفصیل (Articulation) جس میں حروف صحیح کے صاف طور پر ادا کرنے کی طرف خاص توجہ ضروری ہے۔

- (۲) صحیح تلفظ (Pronunciation) جس کے لئے حروف کی حرکات و سکنات پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے +
 (۳) روانی (Fluency) جو زیادہ تر مشق پر منحصر ہے +
 (۴) تاکید (Emphasis) جس کے لئے مطلب کا بخوبی سمجھنا لازمی ہے +

- (۵) تغیر لحن (Modulation) تقلید مدرس پر زیادہ تر منحصر ہے +
 ۵۔ مدرس کا نمونہ دکھانا۔ اس سے دو مقصد حاصل ہوتے ہیں :-
 (۱) چھوٹے بچوں کو الفاظ ٹھیک طور پر بولنے اور لہجہ ازاں فرحت بخش اور عمدہ طور پر پڑھنے میں بڑی مدد ملتی ہے -
 (۲) بڑے بچوں کو ٹھیک ادا سے مطلب اور لہجہ سمجھنے میں مدد پہنچتی ہے +
 ۶۔ اجماعی طور پر پڑھنا -

- (۱) چھوٹی جماعتوں میں سب بچوں کو شغول رکھنے۔ صاف اور صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے اور پڑھنے کی رفتار یکساں اور ٹھیک رکھنے کے لئے نہایت مفید ہے +
 (۲) بڑی جماعتوں میں بعض اوقات مدرس کی تقلید کرنے کے لئے نہایت مفید ثابت ہوا ہے +
 ۷۔ اصلاح اغلاط -

- (۱) چھوٹی جماعتوں میں غلطی فوراً درست کر دینی چاہئے +
 (۲) بڑی جماعتوں میں اُس وقت تک انتظار کرنا چاہئے جب تک کہ طالب علم پورا فقرہ نہ پڑھ چکے +
 (۳) طلباء میں ایک دوسرے کی غلطیاں درست کرنے کا شوق بڑھانا چاہئے +
 ۸۔ توضیح و تشریح - (دیکھو صفحہ ۲۹۸) +
 ۹۔ امتحان سبق -

- (۱) سارے سبق کی بڑی بڑی باتوں پر سوال کرو۔
 اس کے کسی ایک حصے پر مفصل طور سے سوال نہ کرو +

(۲) سوالات بنانے میں کتابی عبارت کا استعمال نہ کرو۔

پڑھنے کے سبق پر اشارے جماعت دوم۔ لوئر پرائمری

سامان ضروری۔

ایک تصویر جس سے کہانی مذکور کی تشریح ہوتی ہو۔
تختہ سیاہ۔ جھاڑن۔ کھریا۔ پائمنٹر۔ کتب درسیہ۔

عبارت سبق۔

وہ ایک شخص کو شکار کا بہت شوق تھا۔ اس نے ایک گستا
بھی پال رکھا تھا۔ اُسے بہت پیار کرتا تھا۔ اور ہمیشہ اپنے ساتھ رکھنا
تھا۔ ایک دن شکار کو گیا۔ اور گستا کو گھر چھوڑ گیا۔ اُس سے
نہ ہونے سے شکار میں بھی مزا نہ آیا۔ شام کو پھر کہ آیا۔ تو گستا
اُسے دیکھتے ہی دم ہلانا دوڑا۔ اُس نے دیکھا۔ کہ کتے کا مُنہ اور
بچے لمو میں بھرے ہیں۔ اندر آیا۔ تو دیکھا۔ کہ جا بجا لمو کی
چھینٹیں بھی پڑی ہیں۔

اُس شخص کا ایک چھوٹا بچہ تھا۔ اُسے ادھر ادھر دیکھا۔
کہیں دکھائی نہ دیا۔ پکارا تو بھی نہ بولا۔ سمجھا کہ کتے نے ضرور
بچے کو مار ڈالا۔ بہت رنج ہوا۔ تلوار کیخچ کر دوڑا۔ اور بولا۔ کہ
ظالم! تو نے غضب کیا۔ میرے کیلچے کے ٹکڑے کو پھاڑ کھایا۔ غریب
گستا دیک کر زمین پر گر پڑا۔ اور اُس کی طرف ایسا دیکھنے لگا۔
جیسے کوئی کستا ہے۔ کہ رحم کرو۔ رحم کرو۔ مالک کی آنکھوں میں
دُنیا اندھیر ہو رہی تھی۔ ایک ایسی تلوار ماری۔ کہ کتے نے ایک
بچہ ماری۔ اور دم توڑ کر رہ گیا۔

بچہ اُس کا الگ کمرے میں سوتا تھا۔ گستا کی آواز سے وہ چونکا
اور رونے لگا۔ یہ اندر گیا۔ دیکھے۔ تو بچہ بچھونے پر لیٹا ہے۔
اور ایک بھڑپا اُس کے پاس مرا پڑا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ بھڑپا
اندر گھس آیا تھا اور بچے کو کھانا چاہتا تھا۔ اور کتے ہی نے

اُسے مار کر پیچھے کی جان بچائی تھی + ناک بہت بچتا یا۔ مگر پھر بچتا ہے کیا ہوتا تھا؟

۱۔ تمہید۔ مدرس بچوں کو تصویر دکھا کر ندریۃ سوالات کہانی کی طرف اشارہ کرے گا۔ اور اس طرح اُن کا شوق اور دلچسپی بڑھائے گا (اگر تصویر نہ ہو۔ تو آدمیوں کی وفاداری اور دیگر خوبیوں کا ذکر کہنے کے بعد کتوں کی وفاداری کا ذکر کرو۔ اور کہو۔ کہ آج ہم ایک ایسی ہی کہانی پڑھیں گے)۔
۲۔ حلقہ الفاظ کی مشق۔

شخص	ظالم	بیچ
شکار	غضب	گھس آیا
شوق	عزب	بچہ
بھینٹیں	رحم	بچتا یا

مدرس ان الفاظ کو تختہ سیاہ پر لکھ کر پہلے چار الفاظ کو فرداً فرداً خود پڑھے گا۔ اور طلبا سے اجماعی طور پر کہلوائے گا۔ اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر اسی طرح دوسرے اور تیسرے چار الفاظ کو لے گا۔ پھر ہر ایک لفظ کی طرف پائمنٹر سے اشارہ کر کے اوپر سے نیچے نیچے سے اوپر۔ دائیں سے بائیں۔ بائیں سے دائیں سب طرح خود پڑھے گا۔ اور طلبا سے اجماعی طور پر کہلواتا جائیگا۔

۳۔ پڑھنا اور بیان۔

(۱) مدرس اول پہلے فقرے کو پڑھے گا۔ پھر دو دو تین میں الفاظ ملا کر خود پڑھے گا۔ اور ساتھ ساتھ اجماعی طور پر طلبا سے پڑھواتا جائیگا۔ مشکل الفاظ کے معنی بھی تختہ سیاہ پر بیان کرتا جائیگا (دیکھو اشارات ذیل)

(ب) نمونہ دکھاتا۔ پہلے فقرے کو ٹھیک لب و لہجہ میں نہایت اچھی طرح پڑھے گا۔

(ج) طلبا کا اجماعی طور پر پڑھنا۔ جب پورا فقرہ پڑھ چکے تو طلبا سے اجماعی طور پر پڑھواتے گا۔

(د) انفرادی طور پر پڑھنا پھر دو تین خطبا سے اُسی فقرے کو انفرادی طور پر پڑھو ایٹکا +
دیگر فقروں کو بھی اسی طرح لیگا۔

۴۔ امتحان و اعادہ۔ سبق ختم ہونے کے بعد خطبا سے ایک ایک دو دو فقرے پڑھو ایٹکا۔ اور تمام سبق پر مختصر طور پر مندرجہ ذیل سوالات کریگا۔ اس بات کا بھی پورا خیال رکھیگا۔ کہ خطبا مکمل فقروں میں جواب دیں:-

(۱) اس شخص کو کس چیز کا شوق تھا؟ (۲) جب وہ شکار کو جاتا تھا۔ تو کسے ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا؟ (۳) ایک روز جب وہ گئے کو گھر چھوڑ گیا تھا۔ نو شام کو واپس آئے پر اُس نے سب سے پہلے کس کو دیکھا؟ (۴) اُس وقت کتنے کی کیا حالت تھی؟ (۵) گئے کے بچے کو میں بھرتے دیکھ کر اس نے کس کو تلاش کرنا شروع کیا؟ (۶) جب اُس کا بچہ آواز دینے پر بھی نہ بولا۔ تو وہ کیا سمجھا؟ (۷) اُس نے کتنے کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ (۸) اُس کا بچہ کہاں تھا؟ (۹) بچے کے پاس اور کون تھا؟ (۱۰) بھڑیے کو کس نے مارا تھا؟ (۱۱) اُس شخص کی پھر کیا حالت ہوئی؟ (۱۲) اس کہانی سے کتنوں کی نسبت کیا نتیجہ نکالتے ہو؟

تفصیلات اشارات

الفاظ اور جملے	طرز بیان	خلاصہ تختہ سیاہ
شکار	کسی جنگلی جانور کا نام لو۔ اُسے کیونکر مارتے ہیں؟ یہ شخص بھی جنگلی جانوروں کو خود مارا کرتا تھا۔ کتاب میں کیا لفظ استعمال کیا گیا ہے؟ پس شکار کے کیا معنی ہوئے؟ جانوروں کو خود مارتے کے لئے کیا لفظ کہہ سکتے ہیں؟	شکار = جنگلی جانوروں کو خود مارنا

خلاصہ تضحہ سیاد	طرز بیان	الفاظ اور جملہ
<p>شوق = کسی کام کو پسند کرنا اور اسے بار بار کرنا۔</p>	<p>مدرسہ سے جانے کے بعد تم کیا کرتے ہو؟ تم کیوں کھیلتے ہو؟ یہ شخص کیا کرتا تھا؟ پسند آنے کے لئے کتاب میں کیا لفظ استعمال کیا گیا ہے؟ پس شوق کے کیا معنی ہوئے؟</p>	<p>شوق</p>
<p>جا بجا = جگہ جگہ۔ کئی جگہ۔</p>	<p>خون کی چھینٹیں کہاں بڑی تھیں؟ (بابر کے کمرے میں) اس کے علاوہ اور کہاں؟ ایک جگہ تھیں یا کئی جگہ؟ کتاب میں کیا لفظ ہے؟ جا بجا کے کیا معنی ہوئے؟ کلیجہ کسے کہتے ہیں؟ اگر تمہارا کلیجہ نکال لیں۔ تو تمہارا کیا حال ہو؟ اس لئے کلیجہ جینے کے لئے بہت ضروری ہوا۔ ماں باپ کے خوشی سے جینے کے لئے سب سے ضروری کیا چیز ہوتی ہے؟ پس کلیجہ کے ٹکڑے سے کیا مراد ہے؟</p>	<p>جا بجا</p>
<p>کلیجہ کا ٹکڑا = پتہ۔</p>	<p>جب گٹا بلی کی طرف دوڑتا ہے۔ تو وہ اکثر کیا کرتی ہے؟ وہ کیوں چھپکے سے نکل جاتی ہے؟ ڈر کر گٹے نے کیا کیا؟ پس دبک کر گر پڑا کے کیا معنی ہوئے؟</p>	<p>کلیجہ کا ٹکڑا</p>
<p>دبک کر گر پڑا = ڈر کے مارے چھپکے سے گر پڑا۔</p>		<p>دبک کر گر پڑا</p>

الفاظ اور جملے	عزیز بیان	خاصۂ تختہ سیاہ
آنکھوں میں دُنیا اندھیر ہو رہی تھی۔	اندھیرے کمرے میں کیا دیکھ سکتے ہو؟ کیا رنج و غصہ کی حالت میں آدمی کچھ سوچ سکتا ہے؟ ایسی حالت میں دل کی آنکھوں کے سامنے کیا آ جاتا ہے؟ دل کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا ہوگا۔ تو کیا دکھائی دیگا؟ پس آنکھوں میں دُنیا کے اندھیر ہونے سے کیا مراد ہے؟ دم لینا کسے کہتے ہیں؟ مردہ آدمی سانس لے سکتا ہے؟ جب کسی کا دم ٹوٹ جائے۔ اور وہ بالکل سانس نہ لے سکے۔ تو اُس کی کیا حالت ہوتی ہے؟ سگتے کی نسبت کیا کتھا ہے؟ دم توڑ کر رہ گیا سے کیا مراد ہے؟	آنکھوں میں دُنیا اندھیر ہو رہی تھی = کچھ نہیں دکھائی دیتا تھا +
دم توڑ کر رہ گیا۔	دم توڑ کر رہ گیا = مر گیا +	

پڑھنے کے سبق پر اشارے

جماعت سوم۔ لورپرائمری

۱۔ تلفظِ الفاظ کی مشق۔

ظاہر	اک	ذلت
باطن	ٹوٹا	لخت
اتراتے	عزت	رحمت

(۱) مدرس ان الفاظ کو تختہ سیاہ پر لکھ کر اس طرح آگے
بڑھیکا۔

(۱) اوّل کے تین الفاظ کو لے کر ہر ایک لفظ کی طرف اشارہ کر کے پہلے خود پڑھیں گے۔ اور پھر طلباء سے اجماعی طور پر پڑھوائیں گے۔ اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر +

(۲) فرداً فرداً طلباء سے ایک ایک کر کے انہی الفاظ کو پڑھوائیں گے +

(۳) اس کے بعد باقی کے تین تین الفاظ کو لے کر پہلے کی طرح مشق کرائیں گے +

(ب) آخر میں ہر ایک لفظ کی طرف اشارہ کر کے۔ اوپر سے نیچے۔ نیچے سے اوپر۔ دائیں سے بائیں۔ بائیں سے دائیں سب طرح مشق کرائیں گے +

۲۔ پڑھنا اور بیان -

(۱) پہلے ایک قطعہ اشعار کو لے کر خود پڑھیں گے۔ اور طلباء سے اجماعی طور پر پڑھوائیں گے۔ اور مشکل الفاظ و اشعار کے معنی سمجھانا جائیں گے۔ بشرط ضرورت تختہ سیاہ پر بھی لکھیں گے (دیکھو مندرجہ ذیل اشارات) +

(ب) نمونہ دکھانا۔ قطعہ اشعار کو ٹھیک لب و لہجہ میں نہایت اچھی طرح پڑھیں گے +

(ج) طلباء سے اجماعی طور پر پڑھوانا۔ پورا قطعہ پڑھ چکنے کے بعد طلباء سے اجماعی طور پر پڑھوائیں گے +

(د) انفرادی طور پر پڑھنا۔ پھر دو تین طلباء سے اسی قطعہ کو فرداً فرداً پڑھوائیں گے۔ اسی طرح دیگر قطعات اشعار کو یگانہ +

۳۔ امتحان و اعادہ۔ جب سبق ختم ہو جائے۔ تو طلباء سے ایک ایک قطعہ اشعار پڑھوائیں گے۔ اور تمام سبق پر مندرجہ ذیل سوالات کریں گے۔ اس بات کی احتیاط رکھیں گے کہ طلباء پورے فقروں میں جواب دیں :-

(۱) ظاہر اور باطن میں جھوٹ کیسا ہوتا ہے ؟

(۲) جو لوگ جھوٹ کو سچ بتاتے ہیں۔ اُن کا کیا حال ہوتا ہے ؟

(۳) جھوٹ کا سودا کیسا ہوتا ہے ؟ اور اُس میں کیا ملتا ہے ؟ سچ سے اُس کا مقابلہ کرو ۔

(۴) جھوٹ سے کیا کیا خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ؟

(۵) سچ بات کا مزا کن لوگوں کو آتا ہے ؟

(۶) کیسا دل جھوٹ سے بے پروا ہوتا ہے ؟

نقشہ اشارات

اشعار	طرز بیان	خلاصہ تحتہ سیاہ
ظاہریں جھوٹ ہے میٹھا۔ باطن میں ہے زہر سے بڑھکا سچ گو ہے بظاہر کڑوا۔ انجام ہے اس کا اچھا اے لڑکو جھوٹ نہ بولو	پہلے شعر میں کس کا ذکر ہے ؟ جھوٹ ظاہر میں کیسا ہوتا ہے۔ اور باطن میں کیسا ؟ دوسرے شعر میں کس کا ذکر ہے ؟ سچ ظاہر میں کیسا ہوتا ہے ؟ مگر اس کا انجام کیسا ہوتا ہے ؟ پس جھوٹ اور سچ کی نسبت کیا بتایا گیا ہے ؟	انجام = آخر۔ نتیجہ۔
جو جھوٹ کو سچ ہیں بتاتے۔ اور دل میں ہیں اتراتے وہ گڑ میں ہیں زہر ملاتے۔ اک روز میں پکڑے جاتے اے لڑکو جھوٹ نہ بولو	جھوٹ کو کیا بتاتے ہیں ؟ اور دل میں کیا کرتے	اترانا = گھمنڈ یا غور کرنا۔ گڑ میں زہر

خلاصہ تختہ سیاہ	طرز بیان	اشعار
<p>ملانا = اچھی چیز میں بڑی چیز ملانا۔ یعنی بہت خراب کام کرنا +</p>	<p>ہیں؟ ایسے لوگ گڑ کا کیا کرتے ہیں؟ اس کام کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ گڑ میں زہر ملائے سے کیا مطلب ہے؟</p>	
<p>جھوٹ کا سودا جھوٹ کا بین دین یعنی جھوٹ بونا +</p>	<p>پہلے شعر میں کس کا ذکر ہے؟ جھوٹ کا سودا کیسا ہوتا ہے؟ جھوٹ کے سونے سے کیا مراد ہے؟</p>	<p>ہے جھوٹ کا سودا کھوٹا۔ ہر وقت ہے اس میں ٹوٹا جس پاس ہے سچا گوٹا۔ کب رتبہ ہے اُس کا چھوٹا اے لوگو جھوٹ نہ بولو</p>
<p>ٹوٹا = نقصان گھٹا +</p>	<p>جھوٹ بولنے سے ہمیشہ کیا ہوتا ہے؟ ٹوٹا کسے کہتے ہیں؟</p>	
<p>سچا گوٹا = اصلی اور کھری شے یعنی سچائی +</p>	<p>ٹوٹا اور ٹوٹا میں کیا فرق ہے؟ سچے گوٹے سے کیا مراد</p>	
<p>ذلت = حقارت +</p>	<p>ہے؟ جس کے پاس سچا گوٹا ہوتا ہے۔ اُس کا رتبہ کیسا ہوتا ہے؟</p>	
	<p>جھوٹ بولنے کا عزت پر کیا اثر ہوتا ہے؟ ذلت کیونکر آتی ہے؟ جھوٹ پر خدا کی طرف سے کیا ہوتا ہے۔ اور سچے پر کیا؟</p>	<p>جاتی ہے جھوٹ سے عزت۔ آتی ہے جھوٹ سے ذلت جھوٹ پر خدا کی لعنت۔ سچے پر خدا کی رحمت اے لوگو جھوٹ نہ بولو</p>

اشعار	طرحِ بیان	خلاصہ تفسیرِ سیاہ
جن لوگوں کو خوفِ خدا ہے۔ سچ بات کا اُن کو مزہ ہے جو دل کہ بدی سے بھرے۔ وہ جھوٹ سے بے پروا ہے اے لڑکے جھوٹ نہ بولو	پہلے شعر میں کیسے لوگوں کا ذکر ہے؟ ایسے لوگوں کو سچ سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ دوسرے شعر میں کیسے دل کا ذکر ہے؟ یہاں دل سے کیا مراد ہے؟ جن لوگوں کے دل بدی سے بھرے ہوتے ہیں اُن کا جھوٹ کی طرف کیا حال ہوتا ہے؟ جھوٹ کی طرف بے پروا ہونے سے کیا مراد ہے؟	جھوٹ سے بے پروا = جھوٹ کا خیال نہ ہونا +

پڑھنے کے سبق پر اشارے

جماعتِ پنجم۔ ایمرِ پر امری

عبارتِ مضمون سبق ۱۰ دُنیا میں جو چیزیں ہیں۔ کیا جاندار
اور کیا بے جان۔ ان سب کو موجودات کہتے ہیں۔ ان کو عموماً
تین بڑے طبقوں میں بانٹا ہے۔ جمادات۔ حیوانات۔ نباتات۔
ان کو موالید ثلاثہ بھی کہا کرتے ہیں۔ ان کے علم کو مجملہ علم
موجودات کہیں۔ تو بجا ہے +

جمادات میں جان نہیں ہوتی ہے۔ اُن کی پہچان یہ ہے :-
 اوّل۔ ان کی کیمیائی ترکیب سیدھی سادی اور دیرپا ہوتی ہے۔
 بعض جوہر مفرد ہیں۔ مثلاً سونا کہ اس کا ہر جزو سونا ہے۔
 اور سونے کے سوا اس میں اور کچھ نہیں ہے۔ اکثر دو تین
 مفرد جوہروں کے ملنے سے بنے ہیں۔ مثلاً نمک طعام کہ وہ
 دو مختلف عنصروں کے ملنے سے بنا ہے۔ سونے کو جتنی مدت
 چاہو۔ رکھ سکتے ہو۔ ہرگز نہیں گھے سڑیگا۔ یہی حال لوہے۔
 تانبے۔ اینٹ۔ پتھر وغیرہ چیزوں کا ہے +

دوم۔ ہر ایک خالص جمادی شے کا ہر حصہ یکساں ہوتا ہے۔
 خالص سونے کے پاسے کو جہاں سے جی چاہے۔ کاٹ ڈالو۔
 ہر ذرہ یکساں نکلیگا۔ یہی حال مرکبات کا ہے۔ شیشے کا گلاس
 نو۔ اور اُس کے ٹکڑے کر ڈالو۔ تو ہر ایک ٹکڑا خالص
 شیشہ ہے۔ اس بات کو یوں بھی کہا کرتے ہیں۔ کہ
 جمادی اجسام کے کل اجزا ہم جنس ہوا کرتے ہیں +
 سوم۔ ان اجزا میں کوئی معین اور غیر متغیر رشتہ اس قسم کا
 نہیں ہوتا۔ کہ اس میں خلل آنے سے جسم کے نظام یا
 خواص میں فرق آ جائے۔ بکری کا گلا کاٹ ڈالو۔ تو وہ
 بکری نہیں رہتی۔ لیکن نمک کا ڈلا توڑ کر چھوٹے چھوٹے
 ٹکڑے کر لو۔ تو بھی ہر ایک ٹکڑا بلکہ ذرہ نمک ہے +
 چہارم۔ ان کی کوئی معین اور غیر متغیر شکل نہیں ہوتی۔
 اور اگر بعض کی شکل منتظم بھی ہے۔ تو مثل لوز یا
 شکر پارے کے اُن کی سطح سپاٹ اور کنارے سیدھے
 نشیب و فراز سے صاف ہوتے ہیں +

پنجم۔ ان کے بڑھنے کا قاعدہ یہ ہے۔ کہ تہ کے اوپر تہ اور
 ذرے کے اوپر ذرہ جھاتے جاؤ۔ جتنا اور جس طرف چاہو۔
 بڑھا سکتے ہو۔ جانوروں اور درختوں کی نشو و نما میں جیسے
 چرٹھاؤ اترائو اور مینکاری تبدیلیاں ظہور میں آتی ہیں۔
 اُن میں نہیں ہوتیں +

۱- تمہید۔ اول مضمون سبق کے متعلق مدرس اس قسم کے سوالات کر کے طلباء کی توجہ اور شوق بڑھائیگا:-

(۱) کمرے کی چند اشیا کے نام نو (۲) کھیل کے میدان میں کن اشیا سے کام پڑتا ہے؟ (۳) باغوں اور جنگلوں میں زیادہ تر کس قسم کی اشیا نظر آتی ہیں؟ مٹی کوچوں میں تم کسے چلتے پھرتے دیکھتے ہو؟

آج کے سبق میں ہم تمام مختلف اشیا کی تقسیم اور ان میں سے بعض کے خواص کی نسبت چند حالات معلوم کریں گے۔

۲- پڑھنا بطور مطالعہ۔ اول مدرس پہلے پیرے گراف یعنی ”دنیا میں جو چیزیں ہیں“ سے لے کر ”تو بچا ہے“ تک طلباء سے پڑھوائیگا۔

پڑھتے وقت جن الفاظ کے تلفظ میں طلباء غلطی کریں گے۔ ان الفاظ کو مدرس تختہ سیاہ پر لکھ کر اور ان کا تلفظ دیگر طلباء سے دریافت کر کے خود صحیح تلفظ بتائیگا۔ اور تمام جماعت سے دو تین بار اجتماعی طور پر کہلوائے گے بعد غلطی کنندہ سے کہلوائیگا۔ اور اسی سے پھر وہی فقرہ پڑھوائیگا۔ مثال کے طور پر ہم فرض کر سکتے ہیں۔ کہ طلباء الفاظ ”موالید ثلاثہ“ اور ”مجملاً“ پر اٹکیں گے۔ (دیکھو نقشہ مشکلات جو ذیل میں درج ہے)۔

اسی طرح دوسرے پیریگراف کے بھی حسب ضرورت دو تین حصے کر کے پڑھوائیگا۔ اور مفصلہ ذیل الفاظ کے تلفظ میں طلباء کو شاید دقت پیش آئیگی۔ ”معین اور غیر متغیر رشتہ“۔ ”منتظم“۔ ”بیعادی“ (دیکھو نقشہ مشکلات)۔

۳- بیانات۔ ہر ایک پیرے گراف پڑھوانے کے بعد مدرس مشکل الفاظ اور جملوں کے معنی پر سوالات کریگا۔ اور طلباء کو نہ آنے پر خود بیان کریگا۔ اور حسب ضرورت تختہ سیاہ پر بھی لکھتا جائیگا۔ خود بیان کرنے کے بعد

طلبا سے پھر سوال کریگا۔ تاکہ طلباء کے دل پر بخوبی نقش ہو جائے۔ پہلے پیریگراف میں مفصلہ ذیل مشکلات معنی و مطلب طلباء کو پیش آئیں گی۔ موجودات۔ جمادات۔ حیوانات۔ نباتات۔ موالید ثلاثہ۔ مجملات +

اسی طرح دوسرے پیریگراف کو بھی پڑھوانے کے بعد اس پر سوالات کر کے مشکلات کا بیان کرتا جائیگا۔ بطور مثال اس میں بھی ہم فرض کر سکتے ہیں۔ کہ طلباء کو مفصلہ ذیل مشکلات پیش آئیں گی :-

اکثر۔ جمادی اجسام۔ معین و غیر متخیر رشتہ منظم۔ نشیب و فراز سے صاف۔ میعاد تبدیلیاں + (دیکھو نقشہ ذیل) +

۴۔ مدرس کا بطور نمونہ پڑھنا { اس طرح مشکلات کو بیان کرنے کے بعد مدرس پہلے اور طلباء کا تقلید کرنا۔

پڑھیگا۔ اور دو تین اچھے اور بُرے طلباء سے تقلید کرائیگا۔ اگر طلباء نے ٹھیک لب و لہجہ میں نہ پڑھا۔ تو پھر خود نمونہ دکھا کر پڑھوائیگا۔ اور بشرط ضرورت معنی و مطلب پر بھی سوالات کریگا +


۶۔ سبق کا اعادہ یا نظر ثانی۔ آخر میں مدرس طلباء سے اس قسم کے سوالات کریگا۔ جن میں انہیں غور کرنا پڑے۔ اور ان سے مکمل جملوں میں جواب لیگا +

(۱) دنیا کی تمام مختلف اشیا کو کیا کہتے ہیں؟ ان کے کتنے اقسام ہیں؟ (۲) اقسام کے نام بتاؤ + (۳) ان اقسام کے لئے اور کیا اصطلاح استعمال کی جاتی ہے؟ (۴) جمادات کس قسم کی اشیا ہوتی ہیں؟ (۵) ان کی کیا پہچان ہے؟ (۶) فقط ایک ایک شناخت مختلف طلباء سے پوچھیگا +

نقشہء مشکلات

مشکلات	طرز بیان	تختہ سیاہ
موجودات	موجودات کے کیا معنی ہیں؟ دنیا میں جو تمام اشیا موجود ہیں۔ اُن کے لئے کیا لفظ کتاب میں استعمال کیا گیا ہے؟ پس موجودات سے کیا مراد ہے؟	
جمادات حیوانات نباتات	مدرسہ مفصلہ ذیل اشیا پہلے سے متیا رکھیں گے:- لوہا۔ تانبا یا اور اور دھاتیں۔ نمک۔ پتھر۔ پھول۔ پتے یا کوئی پودا + کوئی جانور (اگر ممکن ہو)۔ لٹکے اور مدرسہ آدمیوں کا کام دینگے + ایک ایک چیز کو دکھا کر نام پوچھنے کے بعد مقابلہ کرائیں گے + اس طرح تین قسم کے تصور قائم کرنے کے بعد تین بڑی قسموں کے نام بتائیں گے +	جمادات = تمام بے جان اشیا یا معدنیات حیوانات = تمام قسم کے جانور نباتات = تمام درخت پودے اور گھاس پھوس
موالید ثلاثہ	۱۔ پہلے تلفظ کی صحت کریں گے۔ اور اضافت کی طرف بالخصوص توجہ دلائیں گے + ب۔ معنی بیان کرنے کے لئے یہ سوالات کریں گے۔ دنیا کی تمام اشیا کا کیا نام ہے؟ اُن کے تین اقسام بتاؤ + ان تینوں کے لئے یہاں کیا لفظ استعمال کیا گیا ہے؟ پس موالید ثلاثہ کے کیا معنی ہوتے؟	موالید ثلاثہ = جمادات۔ حیوانات۔ نباتات۔

مشکلات	طرز بیان	تختہ سیاہ
جملہ	<p>ج۔ مادے کی طرف بھی توجہ دلائیگا۔ مولید = جمع مولد = پیدا کیا ہوا = اشیاء ثلاثہ = تین چیزیں + پس مولید ثلاثہ کے کیا معنی ہوئے؟ لفظ فوراً کو تختہ سیاہ پر لکھیگا۔ اور تلفظ پوچھیگا۔ آخر کا حرف کیا ہے؟ ا کے اوپر دو زبر آتے ہیں۔ تو کس حرف کی مانند تلفظ ہوتا ہے؟ پس جملہ تختہ سیاہ پر لکھوں گا کیا تلفظ ہوا؟ کوئی اور مثال دو + جملہ سے کیا مراد ہے؟</p>	
اکثر جمادی اجسام	<p>اکثر کے بعد عموماً کیا کلمہ آیا کرتا ہے؟ یہاں کیا لفظ محذوف ہے؟ اکثر کے یہاں کیا معنی ہیں؟ جمادی اجسام کیا صیغہ ہے؟ اس کا واحد کیا ہے؟ جمادی کس لفظ سے نکلا ہے؟ جمادی اجسام کے کیا معنی ہوئے؟ کوئی اور لفظ بتاؤ جس کی جمع جسم سے اجسام کی طرح بنی ہو۔ (قسم سے اقسام) + پہلے معین کا ٹھیک تلفظ کہلوائیگا۔ پھر غیر متغیر کا اور پھر رشتہ کا۔ آخر میں تینوں کا ملا کر + معین کے کیا معنی ہیں؟ متغیر کس لفظ سے بنا ہے؟</p>	<p>اکثر = بہت سی موجودات جمادی اجسام = جمادات معین اور غیر متغیر رشتہ = ایسا تعلق جو یکساں رہتا ہے اور بدلتا نہیں +</p>

مشکلات	طرز بیان	تختہ سیاہ
منتظم	<p>غیر کے کیا معنی ؟ غیر متغیر کے کیا معنی ہوئے ؟ رشتہ سے کیا مراد ہے ؟ پس معین اور غیر متغیر رشتہ کے کیا معنی ہوئے ؟ (مدرس دو تین مثالوں سے توضیح کریگا۔ تک کو توڑ کر دکھائیگا۔ کہ اس کے ٹکڑوں بلکہ ذروں تک میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مگر کسی پھول یا پتے کو توڑ لیا جائے۔ تو وہ مرجھا کر گل سرط جاتا ہے باد جو دیکھ دیگر پتے جو درخت میں لگے رہتے ہیں۔ ویسے ہی ہرے بھرے بنے رہتے ہیں۔ اسی طرح کسی جاندار کی مثال لیگا۔)</p>	<p>منتظم = جس میں خاص انتظام پایا جائے</p>
	<p>اس لئے جمادات۔ حیوانات اور نباتات کے اجزا میں کیا فرق پڑا ؟ پہلے تلفظ ٹھیک کریگا۔ اور ظ کے زبر (ر) کی طرف خاص توجہ دلائیگا۔ منتظم کس لفظ سے نکلا ہے ؟ منتظم کے کیا معنی ؟ تختہ سیاہ پر دو تین اشکال بنا کر توضیح کریگا۔)</p>	

مشکلات	طرز بیان	تختہ سیاہ
<p>نشیب و فراز سے صاف</p>	<p>ایک شیشے کے ٹکڑے اور لکڑی کے ٹکڑے کو لے کر ان کے کناروں کا مقابلہ کرا بیگا۔ اور فرق پوچھیگا۔ نشیب کے کیا معنی؟ فراز کے کیا معنی؟ پس نشیب و فراز کے کیا معنی ہوئے؟ یہاں صاف سے کیا مراد ہے؟ پس نشیب و فراز سے صاف سے کیا مراد ہے؟</p>	
<p>میعادی تبدیلیاں</p>	<p>لفظ میعادی کے تلفظ کو ٹھیک کریگا۔ اور حروف 'ع' اور 'د' کی طرف خاص توجہ دلائیگا۔ میعادی کس لفظ سے بنا ہے؟ میعاد کے کیا معنی؟ میعادی کے کیا معنی ہوئے؟ 'ی' کے زیادہ کرنے سے کیا تبدیلی معنی میں ہوگئی؟ کوئی اور مثال اسی قسم کی بتاؤ۔ (ماہواری)۔ پس میعادی تبدیلیاں سے کیا مراد ہے؟ درختوں میں پھل پھول گئے اور آدمیوں کے پہلے بچہ ہونے۔ پھر خاص عرصہ بعد جوان ہونے اور پھر وقت معین کے بعد بوڑھا ہونے کی مثالیں دے کر۔ اور نمک و شیشے وغیرہ کے ساتھ مقابلہ کر کے توضیح کریگا۔</p>	<p>میعادی = جو ایک خاص وقت مقررہ کے بعد ظہور میں آئے۔</p>

دوسری فصل

لکھنا

۱۔ مدعا

لکھنا یہ لحاظ تربیت قوا اور فائدہ عملی نہایت ضروری اور مفید ہے۔
۱۔ عملی فائدے۔ ہم اپنے خیالات کو تحریر کے ذریعے ظاہر کر سکتے ہیں۔ اور لوگوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ بڑے بڑے فاضل دانا اپنے عمدہ خیالات۔ علمی باتیں اور مفید ایجادات تحریر میں آئندہ نسلوں کے لئے چھوڑ سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم فضل و عقلاء متقدمین کی تحریرات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اگر تحریر نہ ہوتی۔ تو یہ تمام علمی معانی کی کتابیں موجود نہ ہوتیں۔ اور ہم ازمنہ گزشتہ کے فضلا کے تجربوں و علوم سے محروم رہتے۔ لیکن دین اور دنیاوی کاروبار میں اس کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے بغیر کام چل ہی نہیں سکتا۔ سرکاری دفاتر میں دیکھو۔ تمام تحریر ہی کا کام ہے۔ چھاپے کے فن سے پہلے تمام کتابیں قلمی ہوتی تھیں۔ چنانچہ آج کل بھی چھپنے سے پہلے لکھی جاتی ہیں۔ دیگر مضامین کی تحصیل کا ذریعہ بھی ہے۔ بہت سی باتیں ہم لکھ کر یاد کرتے ہیں۔ لکھنے سے نقاشی میں بہت مدد ملتی ہے۔ غرض اس طرح کے فائدے عام ہیں۔ تفصیل کے ساتھ ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

ب۔ تربیت قوا۔ لکھنے سے اول مشاہدے اور غور کو ترقی ہوتی ہے۔ ہاتھ اور آنکھ کو تربیت ہوتی ہے۔ کیونکہ طلبا حروف اور ان کی ترکیبوں کو دیکھتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا پڑتا ہے۔ اس سے کسی قدر حافظے کو مدد ملتی ہے۔ چونکہ مشاہدہ توجہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے طلبا کو توجہ کرنے کی بھی عادت ہوتی ہے۔ مقابلہ اور اختلاف دریافت کرنے میں قوت تصدیق کو بھی کام کرنا پڑتا ہے۔

خوبصورتی کا مذاق بڑھتا ہے۔ صحت و صفائی اور احتیاط کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ جس سے اخلاق پر بڑا اثر ہوتا ہے، عام مدرسوں میں اس سے یہ غرض ہے۔ کہ طلباء اپنی کتاب کے فقرے اطلاق کے ذریعے آسانی اور صفائی سے لکھ سکیں، کسی مدرسے کے اچھے لکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس مدرسے کی قابلیت اور ضبط عمدہ ہے۔ طلباء کو غور سے مشاہدے کی عادت ہے اور وہ صحت و صفائی کا بہت لحاظ کرتے ہیں، والدین اپنے لڑکوں کا اچھا لکھنا دیکھ کر اُن کی ترقی تعلیم کا اندازہ کرتے ہیں۔ استاد کی تقریب زیادہ ہوتی ہے۔ زمانہ قدیم میں مدرسے کی شہرت اُس کے عمدہ اور خوبصورت لکھنے پر موقوف تھی۔ ان نواد پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا۔ کہ لکھنا جاننا نہایت ضروری ہے۔ خاص کر اُس قوم کے لئے جو شائستہ ہو۔ اور ترقی علوم میں بڑھی ہوئی ہو۔ پس اس کی تعلیم باقاعدہ طور پر کرنی ضروریات سے ہے، چونکہ لکھنا ایک عملی ترکیب ہے۔ اور اس سے ذہن پر بہت زور نہیں پڑتا، صرف مشاہدے اور نقل کا کام ہوتا ہے۔ اس لئے لازم ہے۔ کہ لکھنا ابتدا ہی سے شروع کر لیا جائے۔ اور چونکہ بچوں کو قسماً مشاہدے اور نقل کا شوق ہوتا ہے۔ اس سے مدرس اس کام میں فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور آسانی سے دلچسپ بنا سکتے ہیں اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک نمایاں ترقی دکھا سکتے ہیں، کامیابی حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ نمونہ جس کے موافق طلباء سے لکھوایا جائے۔ اچھا ہو۔ اس لئے استاد کے خط کا اچھا اور باقاعدہ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نمونہ بے فائدہ ہوگا۔ اور نتیجہ خراب رہیگا۔ جو جو ہائیتیں استاد لکھنے کے بارے میں کر لے۔ طلباء انہیں غور سے نہیں اور یاد رکھیں۔ لکھوائے ہیں یہ نسبت کثرت کے کیفیت کا زیادہ خیال لکھنا چاہئے۔ بہت سا لکھنا ضروری نہیں۔ ضروری یہ ہے۔ کہ اچھا لکھیں۔ یعنی صاف اور باقاعدہ آسانی اور جلدی اور صحت و صفائی ہو۔ حروف کی مقدار مناسب۔ شکل۔ دائرے۔ اسٹرا اور اجزا کا میلان صحیح خطوط کی اونچائی و گہرائی کا اندازہ درست۔ حرکت کا آپس کا بچہ مناسب اور اُن کی

ترکیب صحیح ہو۔ طلبہ کے لئے تختیوں اور کاپیوں پر چھوٹے برٹے مرتبے بنے ہوئے ہوں۔ پھر نمونے کو دیکھ کر لکھنے سے اُن کو خوب مشق ہو جائیگی۔ اور لکھنا اچھا ہو جائیگا۔ اول اول موٹی قلم سے لکھانا چاہئے۔ جب موٹا لکھنے میں مشق ہو جائے۔ اور صفائی سے لکھنا آجائے۔ تو پھر بتدریج ہارک لکھنا سکھانا چاہئے۔ اس کی تعلیم میں تین باتیں شامل ہیں۔ اول مدعا جس کا بیان شروع میں کیا گیا ہے۔ دوم وسائل۔ سوم طریقہ +

۲۔ وسائل +

چونکہ لکھنا ایک عملی ترکیب ہے۔ اس لئے اس میں بعض عملی باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً (۱) کتاب کے بیٹھنے کا ڈھنگ ایسا ہو۔ کہ اسے کسی طرح کی تکلیف اور رکاوٹ نہ ہو۔ لکھنا ٹیک کر سیدھا بیٹھے۔ جھک کر ہرگز نہ بیٹھے۔ (۲) کاپی یا تختی بائیں گھٹنے پر سیدھی سامنے رکھ کر بائیں ہاتھ سے پکڑے رہے۔ (۳) قلم کو انگوٹھے اور پہلی دو انگلیوں سے پکڑے۔ اور باقی دو انگلیاں پہلی دو انگلیوں کے ساتھ ملی رہیں۔ قلم کو بہت دبا کر نہیں پکڑنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے قلم کی روانی میں رکاوٹ ہوتی ہے۔ (۴) دوات دائیں طرف گھٹنے کے پاس قریب سے رکھنی چاہئے۔ (۵) روشنی وغیرہ کے لحاظ سے کمرے کے اسباب اور نشست طلبہ کی ترتیب مناسب ہو۔ روشنی یا تو پیچھے سے آگے کو یا بائیں سے دائیں طرف کو پڑے + علاوہ اس کے لکھنے کے سامان کا حیا کرنا بھی ضروریات سے ہے مثلاً تختہ سیاہ۔ سیٹ اور تختیاں۔ جن پر سررشتہ تعلیم کے رسائل خوشخطی کی ہدایتوں کے مطابق چھوٹے برٹے مرتبے بنے ہوئے ہوں۔ (ب) ایسی قلمیں جن کا قلم ٹھیک چھوٹے مربع کے ضلع کے برابر ہو۔ (ج) پنسل۔ قلم تراش۔ دیاں سیاہی۔ (د) بڑی بڑی چھٹی ہوئی کاپیاں یا تختیاں جن پر چھوٹے برٹے مربعوں کے ذریعے جلی قلم سے نمونے لکھے ہوئے ہوں یا صرف مرتبے ہی بنے ہوئے ہوں۔ یہ تین قسم کی ہیں۔ ایک کاپی سیٹ۔ دوسری بڑی بڑی جن کے سرے پر نمونے کے لئے ایک سطر چھٹی ہوئی ہوتی ہے۔ تیسری خالی +

کاپی سب کا طریقہ ناقص ہے۔ کیونکہ طلباء پہلی سطر اس کو دیکھ کر لکھتے ہیں۔ پھر اس کا کچھ خیال نہیں کرتے۔ دوسرے یہ بہت جلدی بکھٹ جاتی ہیں۔ اور میلی ہو جاتی ہیں۔ البتہ بہت احتیاط اور نگرانی سے تختہ سیاہ پر کے نمونے کے ساتھ ان کا استعمال کیا جائے۔ تو کسی قدر مفید ہے۔ دوسری قسم کی کاپیاں عموماً استعمال کی جاتی ہیں۔ خاص کر بڑی بڑی جماعتوں میں۔ یہ ایک آسان ترکیب ہے۔ اس میں وقت کی بھی کفایت ہے۔ لیکن بعض شخص اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ تاوقتیکہ اس کے لکھنے کی معمولی مشکلات کو سر نہ کر لیں۔ ان کا استعمال نہ کرنا چاہئے۔ تیسرے خالی کاپیاں یہ ڈھنک کٹی وجوہات سے غلط ہے۔ کیونکہ اول تو طلباء کو استاد کے نمونے کی نقل کرنے کی زیادہ تخریک ہوتی ہے۔ دوسرے جس طرح وہ استاد کو کرتے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تیسرے مختلف طلباء کی مختلف ترقی کے موافق ان کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس پر بڑا اعتراض یہ ہے کہ اگر استاد کا احتیاط خراب ہو۔ تو اس سے بجائے خاندے کے نقصان ہوتا ہے۔ اگر کاپیوں کے ہر ایک صفحے پر دو تین دفعہ نمونہ لکھا ہو۔ اور ان کو تختہ سیاہ پر کے نمونے کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ تو بہت مفید ہے۔ اور اس پر جو اعتراض اوپر بتائے گئے ہیں۔ نہیں ہو سکتے۔ (۴) تختہ سیاہ پر لکھنے کے لئے چاک کی قلمیں۔ (۵) استاد کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خوشخط اور باقاعدہ نمونے وغیرہ۔ اگر ان کو تختہ سیاہ کے نمونے کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ تو بہت مفید ہے۔ ان میں صرف حروف کی صورتیں ہی نہ ہوں۔ بلکہ ان کے حصوں کی ترکیب واضح طور پر دکھائی ہو۔ (۶) بلاٹنگ پیپر یعنی سیاہی چوس کے ٹکڑے بھی برابر ہونے چاہئیں۔ (۷) تمام سامان کو انتظام سے رکھنے اور وقت پر نکال دینے کا کام مانیٹر کے سپرد ہوتا چاہئے۔ اس میں بہت آرام رہتا ہے۔ وقت ضائع نہیں ہوتا۔ اور اس کے ضائع یا کم ہونے کی شکایت نہیں رہتی * ۳۔ لکھنا سکھانے کا طریقہ * اکثر لوگ یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ لکھنا

بہت آسان ہے۔۔۔ صرف ایک عملی ترکیب ہے۔ اس کے خاص طور پر لکھانے کی ضرورت نہیں۔ گو لکھنا آسان اور عملی ترکیب ہے۔ مگر جب تک اسے باقاعدہ طور پر محنت سے نہ سکھایا جائے۔ جو دنیا اس سے بھونہ ہے۔ ہرگز حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ یاد رکھو کہ خوشخطی غ کے ساتھ مشاہدہ اور توجہ کے ساتھ تقلید کرنے سے آتی ہے۔ زبانیاں یہ حالت مناسب سوالات کے ذریعہ پیدا کرو۔ اولیٰ اولیٰ سیدھی بیڑی طرحی لکیریں۔ نمونے اور مختلف شکلیں بنانی سکھاؤ۔ سیاہ پر ان کا نمونہ بنا کر دکھاؤ۔ پھر لہا کوں سے سیٹوں۔ تھانہ سیاہ۔ تختیوں پر نمونے کے موافق کچھاؤ۔ ان کے لکھوانے میں موٹی لمبی وغیرہ کے اندازے کا خیال رکھو۔ ان سے دو فائدے ہیں۔ ایک تو لڑکوں کے ہاتھ کو مشق اور تربیت ہوتی ہے۔ دوسرے حروف کی بناوٹ میں بہت مدد ملتی ہے۔ جب ان میں طلباء کو مشق ہو جائے۔ اور خود بغیر نمونے کے ایک اندازے کی لکیریں وغیرہ بنا سکیں۔ تو پھر اجزائے حروف رسالہ خوشخطی کی ہدایتوں کے مطابق لکھانے چاہئیں۔ جیسا کہ مختصر سا نمونہ ذیل میں دکھایا جاتا ہے:-

اجزائے حروف کا مختصر سا نمونہ

اجزائی شکلیں	اجزائے نام	ہدایتیں
۱	کھڑا خط	مربع کے ضلع کے برابر اوپر سے موٹا نیچے سے پتلا
—	پڑا خط	پوری قلم سے سیدھا خط دو مربعوں کے درمیان +
/	ترچھا خط	ترچھی قلم سے - دونوں سرے نوکدار - مربع کا قطر +
ر	ٹیرھا خط	ترچھی قلم سے - دونوں سرے نوکدار - کشتی نما +

اجزاء کی شکلیں	اجزاء کے نام	ہدایتیں
م	خمدار خط	آگے سے نصف قط - پیچھے سے نوکدار الٹا اور سیدھا - دونوں طرف سے کھجکتا ہے +
ر	مستقار نما خط	مستقار قلم کی نوک سے - نصف قط اور باقی حصہ اخفی قلم سے ڈھیڑا ہے قط - کل دو قط +
•	چوکونہ نقطہ	پورے قط سے اس طرح بنایا جائے کہ ایک قطر دوسرے پر عمود ہو +
•	خمیدہ نقطہ	پوری قلم سے چوکونہ نقطہ بنا کر پیچھے کے کونے کو جھکا دو +
•	گول نقطہ	ایک قط کا چوکونہ نقطہ بنا کر اوپر کی طرف سے آدھے قطر کے برابر گول کر دو - کل پیشانی ڈھیڑا ہے قط ہو +
•	دو کھوٹا نقطہ	پورے قط سے مربع بنا کر دونوں طرف کی نوکیں نکال دو +
U	سیدھا دائرہ	قلم کی نوک سے شروع کر کے بتدریج ترچھی کرتے ہوئے درمیان میں پورا قط بنا دو - پھر دوسری طرف اسی انداز سے ترچھی قلم کے ساتھ نوک پر ختم کر دو - عرض اور بلندی مربع کے ضلع کے برابر ہونی چاہئے اس دائرے کو پورا کرنے سے گول شکل بنتی ہے +
U	الٹا دائرہ	بنانے کا قاعدہ بدستور بالا - فقط فرق یہ ہے کہ اس کو پورا کرنے سے بیضوی شکل بنتی ہے +

اجزاء کی شکلیں	اجزاء کے نام	ہدایتیں
۳	دندانہ وار قط	خفی قلم سے پہلا دندانہ نصف قط اور دوسرا پورے قط کا بناؤ۔ اور پہلا دوسرے کی نسبت نصف قط اٹھا ہوا ہو۔

جب سہجے اجزاء سے حروف خوب طرح بنانے سیکھ جائیں۔ اور مربعوں کے درمیان اُن کو باقاعدہ صفائی کے ساتھ بناسکیں۔ تو پھر طریقہ تعلیم کے اس اصول کی رو سے کہ دآسان سے مشکل کی طرف جاوے نقشہ حات مجوزہ سرشتہ تعلیم کے مطابق تمام حروف کو اجزاء کی مشابہت کے لحاظ سے چار گروہوں میں تقسیم کر لینا چاہئے۔ مثلاً

پہلا گروہ۔ ا ب ک

دوسرا گروہ۔ ر ل اے د ہ و ف

تیسرا گروہ۔ ن ل ق ص س ش ی

چوتھا گروہ۔ ج ح ط ظ م

پھر آسانی کے لئے ترتیب بالا کے مطابق ہر ایک گروہ کے متعلق مشق کے طور پر دوبارہ مفرد اجزاء لے کر حروف کی تجزی کرکے دکھاؤ۔ تاکہ طالب علم سمجھ لے۔ کہ کس طرح مفرد اجزاء سے ترکیب پاکر سالم حروف بنتے ہیں۔ الغرض اسی طرح بتدریج ایک ایک مجموعہ لو۔ جب تک ایک مجموعے کے تمام حروف کے لکھنے میں خوب مشق نہ ہو جائے۔ دوسرا شروع نہ کرانا چاہئے۔ اس طرح کے مجموعے بنا کر لکھنا سکھانے میں یہ فائدے ہیں۔ کہ بچوں کی طبیعت پر

زور نہیں پڑتا۔ بتدریج آسان سے مشکل کی طرف جلتے ہیں۔ ایک حرف کی مشق سے دوسرے حرف کی بناوٹ میں بہت مدد ملتی ہے۔ بچوں کا دل نگاہتا ہے۔ مشق سے لکھتے ہیں۔ حروف کی پوری مشق ہوتی جاتی ہے۔ آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خط بہت اچھا ہو جاتا ہے۔ برعکس اس کے حروف کو حروف تہجی کی ترتیب سے سکھانے میں یہ نقص ہیں۔ کہ نہایت آسان کے بعد نہایت مشکل اور بعض وقت نہایت مشکل کے بعد نہایت آسان سکھانے پڑتے ہیں۔ جن کے بنانے کا ڈھنگ مختلف ہوتا ہے۔ قلم کا ہیر پھیر بہت جلدی بدلنا پڑتا ہے۔ جو کہ بچوں کے لئے آسان نہیں۔ ابھی ایک قسم کے حروف کی پوری مشق نہیں ہونے پاتی۔ کہ دوسرے مختلف حروف سکھانے پڑتے ہیں۔ جس سے کسی میں بھی پوری پوری مشق نہیں ہوتی۔ بچوں کو بہت تکلیف اور دقت معلوم ہوتی ہے۔ اور وہ گھبر جاتے ہیں۔ ترقی بھی کچھ نہیں ہوتی۔ یہ ترتیب منطقی بھی نہیں ہے۔ لکھنے کے سبق شروع کرنے سے پہلے جو سامان ضروری ہو۔ اُس کو پہلے مہیا کر لینا چاہئے۔ اور قرینے سے رکھ لینا چاہئے۔ کہ تمام طلباء اُسے دیکھ سکیں۔ چاک کی قلمیں ایسی بنا لینی چاہئیں۔ جن سے بے تکلف تختہ سیاہ پر لکھا جاسکے۔ چاقو۔ چند قلمیں اور پنسل بھی پاس موجود ہونی چاہئے۔ پھر دیکھنا چاہئے۔ کہ طلباء کے لئے تمام سامان ضروری مثلاً کاپیاں یا تختیاں جن پر چھوٹے بڑے مرتبے بنے ہوئے ہوں۔ قلمیں جن کے قلم چھوٹے مرتبوں کے ضلعوں کے برابر ہوں۔ اور دو اتیں وغیرہ سب موجود ہیں۔ پھر طلباء کو مناسب قطاروں میں اس طرح بٹھانا چاہئے۔ کہ سامنے کی قطار میں چھوٹے چھوٹے ہوں اور پیچھے کی قطار میں بڑے بڑے اور درمیان میں اتنا فاصلہ ہو۔ کہ کسی کو مزاحمت نہ ہو۔ پھر کاپیاں اور قلمیں جن کا انتظام جماعت کے مانیٹر کے سپرد ہونا چاہئے۔ تقسیم کرا دی جائیں۔ جن حروف کا لکھنا سکھانا ہو۔ اُن کو ایک ایک کر کے

تختہ سیاہ پر لکھو۔ کچھنے وقت تمام طلباء کو اپنی طرف متوجہ کرو۔ حروف کے حقیقوں کی بناوٹ اور ترکیب اور مرتبوں سے اُن کا تعلق اچھی طرح سمجھاؤ۔ قلم کا بہرہ پھر ساتھ ساتھ دکھاتے جاؤ۔ غرض حروف کی شکلیں اُن کے ذہن نشین کرو۔ جن باتوں کا یاد رکھنا ضروری ہے۔ وہ نمونہ دکھاتے وقت بتاتے جاؤ۔ اور طلباء سے پوچھتے جاؤ۔ اس سے دو فائدے ہیں۔ ایک تو طلباء کی توجہ قائم رہتی ہے۔ دوسرے وہ باتیں اُن کو یاد ہو جاتی ہیں۔ جو نمونہ دکھایا جائے وہ بہت صاف اور خوشنود ہونا چاہئے۔ اگر نمونہ چند الفاظ ہوں۔ یا کوئی فقرہ ہو۔ تو اُس کے معنی بتانے چاہئیں۔ اس سے یہ فائدہ ہے۔ کہ اُنہی تعلیم تحریر میں کئی باتیں ذہن نشین ہو جاتی ہیں۔ نمونے کی مقدار اور اشکال جماعت کی استعداد کے موافق ہونی چاہئے۔ جب نمونہ لکھا جا چکے۔ تو طلباء کو بذریعہ ڈرل کھینے کے لئے آمادہ کرو۔ ون (One) کے حکم پر طلباء اپنی کاپیاں اٹھالیں۔ ٹو (Two) کے حکم پر اُن کو مناسب طور سے پکڑ لیں۔ تھری (Three) کے حکم پر قلبیں پکڑ لیں۔ اور فور (Four) کے حکم پر لکھنا شروع کر دیں۔ اُن کو تاکید کرو۔ کہ ہر نمونے کے موافق نقل کرنے کی کوشش کریں۔ آہستہ آہستہ سمجھ سمجھ کر صفائی سے لکھیں۔ جلدی نہ کریں۔ جب تک اصلاح نہ ملے ہیں۔ دوبارہ کھینے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ اصلاح بغیر دوبارہ کھینے سے غلطیوں کی مشق ہوتی ہے۔ جو لڑکے نمونے کے مطابق نہیں لکھتے۔ اُس کی وجہ یہ ہے۔ کہ نگارنی خوب نہیں کی جاتی۔ اس لئے وہ نمونے کی نقل کرنے کی جگہ اپنے ہی جیسے خط کی مشق کئے جاتے ہیں۔ اور بہت سا کھ ڈالتے ہیں۔ جس سے انہیں نمونے کا خیال نہیں رہتا۔ اور طبیعت بھی اُگتا جاتی ہے۔ جب طبیعت اُگتائی ہوئی ہوتی ہے۔ تو اچھا نہیں لکھا جاتا۔ پس مدرس کو چاہئے۔ کہ خوب نگارنی کرے۔ اور یہ باتیں نہ ہونے دے۔

۴۔ اصلاح +

جب طلباء نمونے کو دیکھ دیکھ کر لکھ رہے ہیں۔ یا وصلیوں کو دیکھ دیکھ کر۔ تو مدرس کو چاہئے۔ کہ اُن کے درمیان پھرتا رہے اور خوب نگارنی رکھے۔ لیکن اُنہی کے تھوڑے میں کسی کو روکے

نہیں۔ جہاں کسی کو غلطی کرتے دیکھے۔ فوراً پنسل سے یا قلم سے درست کر دے۔ جس حرف یا حصہ حرف کی غلطی ہو۔ اس کی اصلاح اُسی کے اوپر کر دے۔ عام غلطیوں کی اصلاح تختہ سیاہ پر کرنی چاہئے۔ غلطیوں کو ذرا مبالغے سے لکھنا چاہئے۔ اور ان کی اصلاح ان کے ساتھ ساتھ۔ پھر ان کا آپس میں مقابلہ کر کے غلطیاں نکلوانی چاہئیں۔ پھر الفاظ کی غلط صورتوں کو مٹا کر درست صورتوں کی مشق کرانی چاہئے۔ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ اصلاح سے تمام طلباء کو فائدہ پہنچے۔ اور وہ بار بار انہیں غلطیوں کا اعادہ نہ کریں۔ اصلاح کی مشق کے بعد پھر نمونے کے موافق لکھواؤ۔ اور حسب طریقہ مذکورہ بالا اصلاح کرو۔ سبق کے آخر میں سٹیٹنڈ۔ شوکیس وغیرہ کا حکم دو۔ سب کی مشق دیکھ لو۔ اور ضروری ہدایت کرو۔ اور مناسب ہو۔ تو ہر ایک کو بموجب اس کی تحریر کے نمبر دو۔ جو عمدہ لکھیں اور ترقی کرتے نظر آئیں۔ ان کا دل بڑھاؤ۔ بے پرواہی اور مستیوں کو تنبیہ کرو۔

۵۔ نقل نویسی یعنی کتاب کو دیکھ کر لکھنا۔

جب طلباء کاپیوں یا نمونوں کو دیکھ دیکھ لکھنے کی عمارت پیدا کر لیں۔ تو پھر ان کو کتاب میں سے دیکھ کر نقل کرنے کی مشق کرانی چاہئے۔ اس سے طلباء کو عبارت لکھنے کی مشق ہوتی ہے۔ اور خط بھی اچھا ہوتا ہے۔ اور املا لکھنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ نا تجربہ کار مدرس اکثر اس کام کو آسان سمجھ کر طلباء کو اپنے آپ پر چھوڑ دیتے ہیں اور سکھاتے کچھ نہیں۔ اس کے سکھانے اور اصلاح وغیرہ کی ایسی ہی ضرورت ہے۔ جیسی لکھنے کی۔ جو کچھ نقل کرانا ہو۔ طلباء کو ہدایت کرو۔ کہ کتاب کھول کر اسے غور سے پڑھیں۔ پھر اس کو تختہ سیاہ پر لکھو۔ اور طلباء سے نقل کراؤ۔ اور غلطیوں کی اصلاح برابر کرو۔ جب تمام عبارت لکھوائی جا چکے۔ تو تختے کو الٹ دو۔ اور طلباء کو ہدایت کرو۔ کہ اپنی کاپیوں کے دوسرے صفحے پر وہی عبارت کتاب کو دیکھ کر لکھیں جب تمام عبارت لکھ چکیں۔ تو پھر تختہ سیاہ ان کے سامنے کر دو۔

اور طلبا سے کہو۔ کہ اپنی تحریر کا اس سے مقابلہ کریں۔ اور جو غلطیاں ہوں۔ اُن کو درست کریں۔ تم اس اثنا میں جماعت میں پھر کرام غلطیاں جو ہوں۔ اُن کو تختہ سیاہ پر لکھ کر دکھاؤ۔ اور درست کرو۔ یہی عمل دوبارہ کراؤ۔ جب طلبا کو خاصی مشق ہو جائے۔ تو پھر بغیر مدد تختہ سیاہ طلبا سے خود نقل کرنے کے لئے کہو۔

خلاصہ و دیگر ضروری امور جو یاد رکھنے کے قابل ہیں

۱۔ لکھنا اکثر عملی فائدہ کی غرض سے سکھاتے ہیں۔ مگر یہ لکھنا ہاتھ اور قوت فیصلہ کی تربیت کا بھی ایک نہایت عمدہ ذریعہ ہے۔

۲۔ سہولتِ قرائت۔ خوبصورتی۔ پھرتی اور باقاعدگی عمدہ لکھنے کے خواص ہیں۔

۳۔ لکھنا سکھاتے وقت مدرس کو خیال رکھنا چاہئے کہ

(۱) طلبا کی نشست ٹھیک ہو۔

(ب) قلم ٹھیک طور پر پکڑیں۔

(ج) تختیاں یا کاپیاں مناسب جگہ پر رکھی ہوں۔

(د) قلمیں اور دواتیں سب عمدہ ہوں۔

(۴) روشنی بائیں طرف سے آتی ہو۔

۴۔ اسباق بندرتج مرتب ہوں۔ مشابہ حروف کے مجموعے بنائے جائیں۔ اور آسان حروف کو پہلے سکھایا جائے۔ اور مشکل حروف کو بعد میں۔

۵۔ لکھنے کے سبق کا خاکہ :-

(۱) تختہ سیاہ اور طلبا کی تختیوں یا کاپیوں پر ایک ہی

قسم کے خطوط لکھے ہوں۔

(۲) طلبا کے لئے تمام ضروری سامان متیا کرنا چاہئے۔

اور انہیں اس طرح بٹھانا چاہئے۔ کہ سب تختہ سیاہ کو بخوبی دیکھ سکیں۔

- (۳) اس کے بعد حرف - لفظ یا جملہ تختہ سیاہ پر لکھنا چاہئے۔
اور کچھ وقت برابر بیان کرتے رہنا چاہئے۔
- (۴) حروف وغیرہ کی تحلیل کرنی چاہئے۔ اور مشکل باتوں کی
عرفت خاص توجہ دینی چاہئے۔
- (۵) پھر طلباء سے نمونے کی ایک دو مرتبہ نقل کرائی جائے۔
- (۶) جب طلباء نمونے کی نقل کرتے ہوں۔ تو مدرس کو جماعت
میں پھر کر ہر ایک طالب علم کو اصلاح دینی چاہئے۔
- (۷) بعد ازاں عام نقلیوں کی اصلاح تختہ سیاہ پر طلباء کی
مدد سے کرنی چاہئے۔
- (۸) پھر طلباء سے درمیان سطریں اپنے سامنے لکھوانی چاہئیں۔
- (۹) سب ختم کرنے سے پہلے مدرس کو تمام کاپیاں دیکھ کر
نمبر وغیرہ دینے چاہئیں۔ اور جن لڑکوں نے محنت و کوشش
کی ہو۔ ان کی تحسین کرنی چاہئے۔

لکھنے کے سبق کا نمونہ

خاکہ و اشارات

۱- تیاری :-

- (۱) سامان - مدرس پہلے سے ایک تختہ سیاہ پر چھوٹے اور
بڑے مرتبے کھینچے ہوئے تیار رکھیگا۔ اور دیگر سامان مثلاً
قلمیں - دوایتیں اور تختیاں یا کاپیاں وغیرہ سب طلباء کے
پاس ہونگی۔ کاپیوں یا تختیوں پر مدرس طلباء سے مناسب
مقدار کے یکساں مرتبے بنوائیگا۔ مدرس تختہ سیاہ کو جماعت
کے سامنے دائیں طرف اس طرح رکھیگا۔ کہ اگلی قطار سے
تقریباً ۴ فٹ کا فاصلہ رہے۔ اور ۵۴ درجہ کا زاویہ بنے۔
- (ب) نشست طلباء - بچوں کو اس طرح بیٹھائیگا۔ کہ ہر ایک
قطار میں طلباء کی تعداد برابر ہو۔ اور ان کے درمیان فاصلہ

کافی اور یکساں رہے۔ مگر بڑے لڑکوں کی قطاریں عموماً
بیزیب پیچھے ہوتی چاہئیں۔ اور چھوٹوں کی آگے +

۲۔ زبانی تعلیم۔

(۱) نمونہ تختہ سیاہ پر لکھنا۔ اول لفظ "قسم" تختہ سیاہ
پر نہایت احتیاط کے ساتھ خوشخط لکھیگا۔ اور کہتے وقت
حروف ق۔ س۔ م کی ترکیب اور بناوٹ۔ جوڑ ٹوڑ اور
اوچائی۔ لمبائی۔ چوڑائی وغیرہ پر طلباء کی توجہ مبذول
کرتا جائیگا +

دب، حروف کی تحلیل۔ لفظ قسم تختہ سیاہ پر لکھ کر
حروف کے اجزاء اور ان کی ترکیب میں طرح بیان کریگا
جس طرح کہ نقشہ ذیل میں درج ہے۔ (دیکھو نقشہ نمبر ۲) +
۳۔ بیٹھنے اور قلمیں سنبھالنے کی مشق۔ پہلے مدرس طلباء
کو ٹھیک طور پر بٹھا کر کاپیاں۔ قلمیں وغیرہ تقسیم کرائیگا
اور پھر اس طرح مشق کرائیگا +

اول (One) طلباء اپنی اپنی کاپیاں یا تختیاں ٹھیک طور پر
اپنے سامنے رکھ لیٹے +

دو (Two) طلباء بائیں ہاتھ سے کاپیاں سنبھال لیٹے یا انہیں
بستر پر رکھینگے +

تھری (Three) طلباء اپنی اپنی قلمیں اٹھائیٹے +

فور (Four) طلباء لکھنا شروع کریں گے +

۴۔ لکھنا اور نگرانی۔ جس وقت طلباء لکھتے ہوں گے۔ مدرس ایک
ایک کے پاس جا کر دیکھتا بھالتا رہیگا۔ اور اصلاح دیتا جائیگا +

۵۔ عام غلطیوں کی اصلاح۔ عام غلطیوں کو ذرا سبلف کے
ساتھ تختہ سیاہ پر لکھیگا۔ اور صحیح و غلط کا مقابلہ کر کے
لکات ضروری کو ذہن نشین کر دیگا۔ لفظ قسم کے لکھنے
میں طلباء غالباً اس طرح کی غلطیاں کریں گے۔ دیکھو نقشہ

نمبر ۱ +


نقشہ نمبر (۱)

غلطی	طرز صحت	تختہ سیاہ
<p>ق کی گھنڈی کی بجائے گول نقطے کی جگہ کسی اور قسم کا نقطہ +</p>	<p>اصلی حرف یعنی ق کو تختہ سیاہ پر لکھ کر اور غلطی کا صحیح علامت سے مقابلہ کر اگر طلباء کی غلطی دکھائیگا اور صحیح علامت ذہن نشین کرائیگا +</p>	<p>غلط صحیح قسم قسم</p>
<p>س کے دندلے ایک ہی سیدھ میں ہونے یا دوسرا سرا اوپر کو اٹھا ہوا +</p>	<p>اس صورت میں بھی پہلے اصلی حرف یعنی س تختہ سیاہ پر لکھیگا۔ اور غلط و صحیح دندلوں کا مقابلہ کر اگر صحیح طرز کو بذریعہ سوالات طلباء کے دل پر نقش کرایگا +</p>	<p>س قسم قسم</p>
<p>س کے دندلے کم و بیش بنانا +</p>	<p>مدرس ق اور س کے سروں کو علیحدہ علیحدہ لکھ کر اور ان کے پاس ہی هم بنا کر دکھائیگا۔ اور رفتہ رفتہ انہیں جوڑ کر نکلائیگا۔ کہ لفظ قسم میں تین ہی دندلے رہینگے۔ جوڑنے سے س کے دندلے کم و بیش نہیں ہونگے۔ جیسا کہ بعض طلباء نے کیا ہے۔ مدرس غلط اور صحیح الفاظ کو تختہ سیاہ پر لکھیگا +</p>	<p>قسم قسم قسم</p>

۴۔ مشتق - طلباء سے غلطیوں کو صحیح کر کے انہیں دو تین دفعہ

لکھو ایڑکا - اور آخر میں سینڈ (Stand) شو بکس (Show books) کے حکم دے کر کاپیوں کو خود جا کر دیکھیگا - اور مناسب موقعوں پر شایاش وغیرہ کے الفاظ بھی استعمال کریگا +

نقشہ نمبر ۲

حروف	تحلیل	نقشہ سیاہ
ق	<p>(۱) اجزائے ترکیبی - گھنڈی - دائرہ - دو نقطے + (۲) مدرس بتائیگا - کہ گھنڈی کیونکر بنتے ہیں گھنڈی ایک گول نقطہ ہوتا ہے - جو ایک قط کا چوکور نقطہ بنا کر اوپر کی طرف سے آدھے قط کے برابر گول کرنے سے بنتا ہے - جس کی کل پیشانی ڈیڑھ قط ہوتی ہے + (۳) دائرہ کیونکر بنتے ہیں + قلم کی نوک سے شروع کرتے ہیں - اور بتدریج ترچھی کرتے ہوئے درمیان میں پورا قط بنا کر دوسری طرف اسی انداز سے ترچھی قلم کے ساتھ نوک پر ختم کر دیتے ہیں - عرض اور اونچائی پورے ایک مربع میں آنی چاہئے + (۴) بتائیگا - کہ دو نو کو ملا کر گھنڈی سے ڈرا اوپر - دو نقطے رکھ لیتے ہیں - اونچائی پانچ قط ہو - اور نقطے کی پیشانی اور آخر نوک میں دو قط کا فاصلہ ہو + (۵) بتائیگا - کہ چپ اسے اور حروف کے پہلے ملاتے ہیں - تو صرف گھنڈی اور نقطے ہی بہ جلتے ہیں - دائرہ نہیں بنتے +</p>	

تختہ سیاہ

تخلیل

حروف

س

(۱) اجزائے ترکیبی - دندلے - دائرہ +
(۲) بتائیکا کہ دندلے کیونکہ بناتے ہیں -
خفی قلم سے پہلا دندان نصف اور
دوسرا پورے قطر کا بناؤ۔ اور پس
دوسرے کی نسبت نصف قطر + چٹائی
ہوگا +

(۳) دائرہ اسی طرح اور اسی مقدار کا
بناتے ہیں - جس طرح قی کا +

(۴) دوا کو ملائے کیونکہ ہیں - دندان دار
قطر کو دائرے سے اس طرح ملائے
ہیں - کہ دائرے کی اخیر نوک سرے
کی نوک سے ایک قطر پہنچی رہے - اور
کس ادبجائی پانچ قطر اور چٹائی ساٹھے
چار قطر ہو +

(۱) اجزائے ترکیبی - چونکہ نقطہ گردن +
(۲) بتاؤٹ - چونکہ نقطہ کو دو قطر کی
گردن کے ساتھ پانچ نقطے کے الف
کے سر پر اس طرح ملاؤ - کہ سر
سے نوک گردن تک دو یا ڈھائی قطر
میں آجائے - کل طول سات یا ساٹھے
سات قطر ہو +

م

تیسری فصل

بجے

۱- اردو حروف تہجی کے نقص +
زبان کے حروف تہجی ناقص ہیں۔ بجے سکھانے میں یہ دقتیں پیش آتی ہیں۔

(۱) ایک آواز ظاہر کرنے کے لئے کئی علامات ہیں۔ مثلاً ز۔ ذ۔ ض۔
ث۔ س۔ ص۔ ت۔ ط وغیرہ +

(۲) بعض حروف الفاظ میں بولے ہی نہیں جاتے۔ مثلاً خود اور
خولش میں واو۔ بالکل میں ل۔ اور نظام الدین میں ا
ول +

(۳) ایک حرف بعض وقت دوسرے حرف کی آواز دیتا ہے۔ جیسے
چیلے۔ موٹے۔ زکوٰۃ۔ صلوٰۃ میں۔ے اور و ا کی آواز
دیتے ہیں +

۲- فوائد + ایسی ایسی شکلات کے سبب سے بجے یاد کرنے میں

دقت ہوتی ہے۔ اور بہت وقت صرف ہوتا ہے۔ اس لئے بجے
سکھانے کے لئے عمدہ وسائل اور طریق کی ضرورت ہے۔ اس بات
کی ہمارے پاس کوئی تاریخ موجود نہیں ہے۔ جس سے معلوم
ہو۔ کہ اردو زبان کے بجے زائد سابق میں اس طرح سکھانے
کے لئے مگر اتنا تو سب کو معلوم ہے۔ کہ ان کی طرف کچھ توجہ
نہ کی جاتی تھی۔ ان کی تعلیم صرف اتفاق پر چھوڑ دیتے تھے۔
اگر سکھاتے بھی تھے۔ تو صرف گھوٹ گھوٹ کر یاد کرتے تھے۔
الفاظ کی صورتوں کی شناخت آنکھ سے کم کراتے تھے۔ پڑھنے
اور ہجوں میں کچھ تعلق نہ رکھتے تھے۔ اس لئے سچے ناقص رہ جاتے
تھے۔ مگر آج کل ان کی طرف خاص توجہ کی جاتی ہے۔ جس کے بجے
ناقص ہوتے ہیں۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ اُس نے عمدہ تعلیم نہیں

پائی ہے۔ علاوہ اس کے غلط لکھنے کرنے سے مطلب بدل جاتا ہے۔ اگرچہ لکھنے سکھانا ضروریات سے نہیں ہے۔ پھر بھی اس کو الفاظ کی صورتیں صحیح لکھنے کا اور حافظے کو ترقی دینے اور توجہ کی عادت پیدا کرنے کا ذریعہ خیال کرنا چاہئے۔ بچوں کی تعلیم خود کوئی علم و مقصود بالذات کام نہیں۔ چونکہ بچوں کا حافظہ ابتدا میں نیز ہوتا ہے۔ اور بچے یاد رکھنا اچھے حافظے پر موقوف ہے۔ اس لئے بچے ابتدا ہی میں سکھانے چاہئیں۔

۳۔ بچے سکھانے کا طریقہ + جو جو دقتیں اوپر بیان کی گئی ہیں۔ ان سے معلوم ہوگا۔ کہ بچے سن سن کر یا زبانی گھوٹ گھوٹ کر نہیں آسکتے۔ بلکہ زیادہ تر دیکھنے اور یاد رکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ پس جن جن امور سے مدد ملتی ہے۔ اور جن جن وسائل اور اصول کا خیال رکھنے سے آسانی ہوتی ہے۔ اور کامیابی سے بچے یاد ہوتے ہیں۔ وہ مختصر طور پر ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں۔

۴۔ وسائل + (۱) بچے کرنا پڑھنے کے ذریعے طبعاً آتا ہے۔ کیونکہ پڑھنے میں طلبا الفاظ کو متواتر دیکھ دیکھ کر پڑھتے ہیں۔ اس طرح ان کی صورتیں ان کے ذہن میں نقش ہو جاتی ہیں۔ اس لئے طلبا کو چاہئے۔ کہ پڑھنے کے اثنا میں الفاظ کی صورتوں کو غور اور توجہ سے دیکھیں۔ تاکہ شکل اور نئے الفاظ کے بچے ان کے ذہن نشین ہو جائیں۔ جو شخص غور اور توجہ سے پڑھتا ہے۔ اس کے لئے اکثر درست اور صحیح ہوا کرتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ پڑھنا اور بچے کرنا لازم و ملزوم ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پڑھنے میں تو ہم آوازوں کو ملا کر الفاظ بناتے ہیں۔ اور بچوں میں ان حروف کا نام لیتے ہیں۔ جن سے وہ الفاظ مرتب ہوتے ہیں۔ مدرس کو چاہئے۔ کہ پڑھنے کے سبق کے اثنا میں مشکل اور نئے الفاظ کو تختہ سیاہ پر لکھے۔ ان کی بناوٹ اور صورتوں کی طرف طلبا کو متوجہ کرے۔ اور بچے کرائے۔ اور کاپیوں میں ان کی نقل کرائے +

(۲) کتاب میں سے عبارت نقل کرانا یعنی دیکھ دیکھ کر لکھنا

لکھنے کے مضمون میں اس کا مفصل بیان کیا گیا ہے۔ یہاں صرف اس لحاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ کہ بچوں کے یاد کرنے میں اس سے بہت مدد ملتی ہے۔ طلبا لفظ کی صورت اور اُس کے حروف کو بار بار اُنکھ سے دیکھتے ہیں۔ اور پھر لکھتے ہیں۔ جس سے وہ اُن کے دلوں پر نقش ہو جاتے ہیں۔ جب طلبا عبارت نقل کر کے لکھتے ہوں۔ تو اُن کی نگرانی بخوبی کرنی چاہئے۔ اور غلطیوں کی اصلاح کرنی۔ چاہئے۔

(۳) بے قاعدہ الفاظ کے بچے سکھانے کے لئے مدرس کو چاہئے کہ اُن کو تختہ سیاہ پر لکھے۔ اور بچے کرائے۔ چھوٹے چھوٹے فقروں میں استعمال کر کے معنی اور مطلب سمجھائے۔ اور طلبا سے اُن کی کاپیوں میں نقل کرائے۔ یہ عمل بار بار کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ اُن کے بچے اور معنی طلبا کے ذہن نشین ہو جائیں۔ (۴) جن الفاظ کے بچے تقریباً یکساں ہوں۔ اُن کے مجموعے بنا لینے چاہئیں۔ پھر ایک ایک مجموعے کے الفاظ فقروں میں استعمال کر کے تختہ سیاہ پر لکھ کر پڑھوانے چاہئیں۔ اور کلیوں میں نقل کرا دینے چاہئیں۔

(۵) بچوں کے سبق بھی علیحدہ ہونے چاہئیں۔ اور مدرس کو چاہئے۔ کہ اس مضمون کو بھی اور مضامین کی طرح دلچسپ بنا کر پڑھائے۔ کیونکہ جب تک کوئی بات دلچسپ نہ ہو۔ طلبا اُس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

(۶) اعلیٰ جماعتوں میں اشتقاق کے ذریعے بچے سکھانا بہت فائدہ دیتا ہے۔ ایک تو بہت سے الفاظ اور اُن کے معنی آجاتے ہیں۔ دوسرے اُن کے بچے بہت آسانی سے یاد ہو جاتے ہیں۔ ایک مادے سے جتنے الفاظ بن سکیں۔ اُن سب کو تختہ سیاہ پر لکھو۔ طلبا کو عام تغیر و تبدل دکھاؤ۔ پھوٹے پھوٹے فقروں میں استعمال کراؤ۔ اور اُن سے اُن کی کلیوں میں نقل کراؤ۔

(۷) اعلیٰ بچے سکھانے کا ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ مگر یہ زیادہ تر بچوں کی آزمائشی مشق کے لئے مفید ہے۔ اس کے فائدے اور

سکھانے کے طریق علیحدہ بیان کئے گئے ہیں۔

(۴) مدرس کے پاس ایک کاپی ہونی چاہئے۔ جس میں مترادف اور مشکل الفاظ۔ اور اوروں۔ عام پیشوں۔ زراعت و زمینداری کے آلات کے نام اور دیگر محاورات جو کار و بار و معاملات میں اکثر بولے جاتے ہیں۔ درج ہوں۔ اور اس کو چاہئے۔ کہ اُن کو چھوٹے چھوٹے فقروں میں استعمال کرے اُن کے معنی سمجھائے۔ اور تختہ سیاہ پر لکھ کر سچے کرائے۔ اور دو چار دفعہ نقل کر لے پھر بطور اظہار لکھوائے۔

۵۔ اصول ۱ (۱) بچے سکھانے میں آنکھ سے کام لینا چاہئے کیونکہ الفاظ کی صورتیں اُس کے ایسی ذہن نشین نہیں ہوتیں۔ جیسی دیکھ کر۔ دیکھتے دیکھتے لفظ اور اُس کے حروف کی تصویریں ذہن پر نقش ہو جاتی ہیں۔ اور دیر تک یاد رہتی ہیں۔ جب کسی لفظ کے بچوں میں شبہ ہو جاتا ہے۔ تو اس کو لکھ کر دیکھتے ہیں۔ آنکھ فوراً بنا دیتی ہے۔ کہ کونسی صورت درست ہے۔ اس سے بھی ظاہر ہے۔ کہ صحیح بچوں کا آنا زیادہ تر آنکھ کی عادت پر منحصر ہے۔ بہ نسبت کان کی عادت کے۔ پس آنکھ کو الفاظ کی صورتیں غور سے دیکھنے کی تربیت دینا نہایت ضروری ہے۔

(۲) کان سے کام لینا چاہئے۔ اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ بچے بول بول کر یاد کئے جائیں۔ اول الفاظ کی صورتیں دیکھنے اور پھر اُن کے بچے سننے سے اثر زیادہ گہرا ہونا ہے۔

(۳) الفاظ کے معنی جاننے سے بھی بچوں کے یاد کرنے میں بہت مدد ملتی ہے۔ پس ضروری ہے۔ کہ جب کسی لفظ کے معنی یاد کرائے ہوں۔ تو اُس کو فقروں میں استعمال کرے معنی سمجھاؤ لفظ کے معنی اور استعمال جاننے سے بچے یاد رہتے ہیں۔

(۴) اول اول الفاظ کی صحیح صورتیں ہی طلباء کو سکھانی چاہئیں۔ غلط صورتیں لکھ کر درست کرنے کا دستور ٹھیک نہیں۔ کیونکہ غلط صورتیں بار بار دیکھنے سے ذہن نشین ہو جاتی ہیں۔ اور صحیح صورتوں کو لکھنے وقت یا بتاتے وقت شبہ پڑ جاتا ہے۔

درازی کو چاہئے۔ کہ جب تک غلیبا عبارت کو غور سے نہ پڑھ لیں اور الفاظ کے سچے اچھی طرح نہ دیکھ لیں۔ اظہار نہ کھوئے۔ اور جو بحر غلطیاں طلبا کرتے۔ اُن کو اپنے پرہیزگار سے درست نہ کر سب اور نہ دوسروں کی غلطیاں دیکھنے سے۔

(۵) صبح۔ شام۔ غایت۔ بہت۔ کچھ۔ مختصر میں۔ الفاظ کی صورتیں پڑھنے کے سبقوں میں اور دیگر مقاموں میں دیکھتے اور اکثر لکھتے رہتے ہیں۔ یہاں اُن کو متواتر تکرار سے خود بخود یاد ہو جاتی ہیں۔ درس کو چاہئے۔ کہ مناسب اور باقاعدہ مشق سے عیا میں یہ عادت پیدا کر سکے۔

(۶) بچے۔ بدمذہب۔ رکھانے چاہئیں یعنی پسے یا قاعدہ الفاظ کے بچے۔ دو دو چار چار الفاظ لے کر چھوٹے چھوٹے آسان فقروں میں استعمال کرو۔ مثلاً۔ اور معنی سمجھا کر نقل کراؤ۔ اس کے بعد بقاعدہ الفاظ کے بچے اسی طرح سکھاؤ۔

(۷) مقابلہ۔ جن الفاظ کی صورتوں میں مشابہت ہو۔ اُن کو تختہ سیاہ پر لکھو۔ اور مقابلہ کرا کے مشابہت لکھو اور جن الفاظ کی صورتیں مختلف ہوں۔ اور آواز یکساں یا بالعکس اس کے۔ اُن کو بھی تختہ سیاہ پر لکھ کر مقابلہ کراؤ۔ اور فقروں میں لاکر معنی سمجھاؤ۔

خلاصہ

۱۔ اردو زبان کے حروف تہجی میں کئی نقص ہیں :-

(۱) ایک ہی آواز کے لئے کئی علامات +

(۲) بعض حروف بولے نہیں جاتے +

(۳) ایک حرف دوسرے حرف کی آواز دیتا ہے +

۲۔ بچے سکھانے میں مفقود ذیل وسائل کا استعمال کرو +

(۱) پڑھتے وقت طلبا سے نئے اور مشکل الفاظ بنور مشاہدہ کراؤ +

(۲) عبارت کی نقل کراؤ +

(۳) بل قاعدہ الفاظ تختہ سیاہ پر لکھ کر اور فقروں میں استعمال

کر کے اُن کے معنی سمجھاؤ اور کابیوں میں نقل کراؤ +

- (۴) متشابہ حروف کے مجموعے بنا کر بچے سکھاؤ۔
 (۵) بچوں کے سبق علیحدہ ہونے چاہئیں۔
 (۶) اعلیٰ جماعتوں میں بذریعہ اشتقاق بچے سکھانا بہت مفید ہوتا ہے۔
 (۷) املا بھی بہت عمدہ ذریعہ ہے۔
 (۸) مدرس کو خاص خاص الفاظ کی ایک فہرست تیار کر لینی چاہئے۔
 ۳۔ اصول جو بچے سکھاتے وقت کام میں لانے چاہئیں:-
 (۱) آنکھ سے کام لو۔
 (۲) کان سے کام لو۔
 (۳) پہلے معنی بخوبی ذہن نشین کر دو۔
 (۴) الفاظ کی صحیح صورتیں ہی طلباء کے ذہن نشین کرو۔
 (۵) عادت سے بھی کام لو۔
 (۶) تدریج کا خیال رکھو۔
 (۷) مقابلہ کرنے سے بھی بڑا فائدہ ہوتا ہے۔

چوتھی فصل

املا

۱۔ فوائد و استعمال + املا بچے سکھانے کا عمدہ ذریعہ ہے۔ بشرطیکہ جو عبارت لکھوائی ہو۔ طلباء اس کا پہلے ہی سے بخوبی مطالعہ کر لیں۔ شکل الفاظ کے بچے کتاب کو دیکھ دیکھ کر اور لکھ لکھ کر یاد کر لیں۔ اور لکھانے کے بعد اصلاح کامل ہو۔ مگر زیادہ تر اس کا مدعا بچوں کی آزمائشی مشق ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ طلباء کو الفاظ کے بچے یاد ہیں یا نہیں۔ جو وہ نہیں جانتے۔ وہ جان جاتے ہیں۔ اور غلطیوں کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ باقاعدہ طور پر املا لکھوانے سے طلباء کو آسانی اور جلدی سے لکھنے کی مشق ہوتی ہے۔ تحریر بھی اچھی ہو جاتی ہے۔

اور بجے بھی درست ہو جاتے ہیں۔ سُن سُن کر بھرتی سے لکھنے کی عادت ہوتی ہے۔ مدرّس کے صحت و صفائی کے ساتھ پڑھنے سے طلباء کے تلفّظ پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ وہ عبارت کو واضح طور پر پڑھے۔ الفاظ کا تلفّظ صحت و صفائی سے ادا کرے۔ عبارت املا کو طلباء تیار کر لیتے ہیں صحت کرنے کے عادی بننے میں۔ زبان دانی اور انشا پردازی کی ترقی میں بھی کسی قدر مدد ملتی ہے۔ علاوہ ان عملی فوائد کے املا طاقت توجّہ اور قوّت حافظہ کی ترقی اور آنکھ کی تربیت کا بڑا ذریعہ ہے۔ کیونکہ الفاظ کی صورتوں کو غور سے دیکھ دیکھ کر یاد کرنا پڑتا ہے۔ صحت و صفائی کا خیال رکھنے سے اخلاق پر بھی خاصہ اثر ہوتا ہے۔

۲۔ عام ہدایتیں + املا کے سبقوں میں امور ذیل کا خیال رکھنا چاہئے :-

(۱) املا بڑی بڑی جماعتوں کو لکھونا چاہئے۔ کیونکہ چھوٹی جماعتوں کے طلباء نہ بجے صحیح لکھ سکتے ہیں۔ اور نہ صحیح ترکیبوں سے واقف ہوتے ہیں۔ اگر انہیں املا لکھوایا جائیگا۔ تو وہ بہت غلطیاں کریں گے۔ اس سے بجائے فائدے کے نقصان ہوگا۔ اُن کو کتاب میں سے دیکھ دیکھ کر لکھنے کی مشق کرائی جائے۔ اس سے وہ املا کے لئے تیار ہو جائے ہیں۔ بچوں اور تحریر میں بھی بہت درستی ہو جاتی ہے۔

(۲) جو عبارت لکھوانے کے لئے منتخب کی جائے۔ وہ طلباء کی استعداد کے موافق ہو۔ اور ایسی ہو۔ جس میں صرف بچوں کی چند مشکلات ہوں۔ اور جس کو طلباء بخوبی سمجھ سکیں۔ بہتر ہے کہ یہ اُن کی درسی کتاب میں سے ہو۔ اور مقدار میں مناسب یعنی ۵ یا ۶ سطروں سے زیادہ نہ ہو۔ اور اُس کے ساتھ ۶ یا ۷ غلط الفاظ بھی ہوں۔ یہ بڑی بھاری غلطی ہے۔ کہ املا کے لئے بہت زیادہ عبارت منتخب کر لیتے ہیں۔ اور بہت سا وقت اُس کے لکھوانے میں خرچ کر دیتے ہیں۔ اصلاح کے لئے بہت تھوڑا وقت رہ جاتا ہے۔ حالانکہ اصلاح کو زیادہ وقت دینا چاہئے۔

(۳) درسی کتاب کے جس حصّے میں سے املا لکھوانا ہو۔ طلباء کو

ہدایت کرو۔ کہ اُسے گھر پر سے تیار کر لائیں۔ یعنی اُسے غور سے دوچار دفعہ پڑھ لیں۔ مشکل الفاظ کے بجائے دیکھ کر یاد کر لیں۔ جو حصہ تیار کرنے کے لئے مقرر کیا جائے۔ وہ مقدار میں مناسب ہو۔

(۴) اِلا عموماً کا بیوں پر لکھوانا چاہیئے۔ اس سے تین فائدے ہیں اول تو طلباء سوچ کر اور احتیاط سے لکھتے ہیں۔ کیونکہ کاغذ پر الفاظ کو کم مٹا سکتے ہیں۔ دھڑائی کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دوم خط پتھر اور حساب و کتاب وغیرہ کاغذ پر لکھے جاتے ہیں۔ اس کے لئے وہ تیار ہوتے ہیں۔ سوم اُس سے ترقی طلباء معلوم ہوتی رہتی ہے۔

(۵) مدرس کو چند سطر میں ایک صاف کاغذ پر بطور اِلا کے نمونے کے مناسب نقطہ کی قلم سے خوشخط لکھ کر رکھ لینی چاہئیں۔ اور اِلا لکھوانے سے پہلے طلباء کو دکھانی چاہئیں۔ کہ وہ سب اسی نمونے کے موافق اِلا لکھیں۔

(۶) اگر اِلا کی عبارت طلباء گھر پر سے تیار کر کے نہ لائے ہوں تو اِلا لکھوانے سے پہلے وہ عبارت تیار کر لینی چاہئے۔ اگر درسی کتاب میں سے ہو۔ تو وہ فقرہ فقرہ اجماعی طور پر طلباء سے پڑھاؤ۔ مطلب اور معنی بخوبی سمجھاؤ۔ صحت تلفظ کا خیال رکھو۔ مشکل فقرے اور الفاظ تختہ سیاہ پر لکھ کر کھلاؤ۔ غیر معمولی ترکیبوں کو خاص کر اچھی طرح سمجھاؤ۔ اور ذہن نشین کراؤ۔ اگر عبارت درسی کتاب میں سے نہ ہو۔ تو اُس کو تختہ سیاہ پر لکھ کر اسی طرح پڑھاؤ۔ اور نقل کراؤ۔ پھر تختہ سیاہ کو الٹ دو۔ اور اِلا لکھاؤ۔

۳۔ اِلا لکھوانے کا طریقہ: [تیاری]۔ اِلا شروع کرنے سے پہلے طلباء کو اس ترتیب سے پڑھاؤ۔ کہ نہ وہ ایک دوسرے کے تراجم ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے کی نقل ہی کر سکیں۔ اور تختہ سیاہ کو ایسی جگہ رکھو۔ کہ سب اُس کو دیکھ سکیں۔ خود ایسی جگہ کھڑے ہو جہاں تمام طلباء زیر نظر رہیں۔ ادھر ادھر پھرنے سے مگرانی

اچھی نہیں ہو سکتی۔ پھر تمام سامانِ نوشتنی مہیا دیکھ لو۔ یا مانیٹر سے جس کے سپرد اُس کا انتظام ہو۔ تقسیم کرا دو۔ اور ہدایت کرو۔ کہ املا خوشخط صاف اور ستھرا لکھیں۔ کاپیوں پر دھبے نہ ڈالیں اور الفاظ کو مشامع کرنے لکھیں۔ بلکہ غور سے الفاظ کو سنیں۔ پھر لکھیں۔ ہدایت کرنے کے بعد تھخہ سیاہ کو اگر اُس پر املا کی عبارت اور مشکل الفاظ لکھے ہیں۔ تو اُلٹا دو۔ عبارت کو ایک دفعہ صاف اور واضح طور پر پڑھ کر سن دو۔ پھر بذریعہ ڈرل لکھنے کے لئے آمادہ کرو +

املا پولنا۔ پھر عبارت کو خصوصاً تھوڑا کر کے صاف۔ واضح اور مناسب آواز سے بول کر لکھواؤ۔ ایک دفعہ سے زیادہ نہ بولو۔ اس طرح طلباء کو توجہ سے سننے کی عادت ہوتی ہے۔ اور لکھنے کے اثنا میں اُن کا ہرج نہیں ہوتا۔ جو الفاظ ایک دفعہ بول کر لکھوائے جائیں۔ وہ یا ربط ہوں۔ اور ان کی تعداد جماعت کی استعداد اور ترقی کے موافق ہو۔ اور اُن کے لکھنے کے لئے کافی وقت دو۔ تاکہ طلباء صفائی اور احتیاط سے لکھ سکیں۔ کیونکہ ابرا کے سبقوں میں، جملیں اور تحریر دونوں کی روایتی ملحوظ ہے۔ طلباء کو اس بات کا عادی ہونا چاہئے۔ کہ جب وہ الفاظ لکھ چکیں۔ تو تمہاری طرف دیکھنے لگیں۔ اور جب تم دیکھو۔ کہ سب لکھ چکے ہیں۔ تو اور الفاظ اسی طرح بولکر لکھواؤ +

اصلاح۔ جب تمام عبارت اور الفاظ لکھوائے جا چکیں۔ تو سب کی اصلاح کرنی چاہئے۔ بعض مدرس خیال کرتے ہیں۔ کہ ہمارا کام صرف املا لکھوا دینا ہے۔ مگر اُن کا یہ خیال غلط ہے۔ عمدہ اصلاح پر ہی ایسے سبقوں سے فائدہ ہو سکتا ہے۔ اور کامیابی ہوتی ہے۔ اگر اصلاح اچھی طرح نہ کی جائے۔ تو بجائے فائدے کے نقصان ہوتا ہے۔ طلباء پر برا۔ مست۔ کاہل اور دھوکہ دینے والے بن جاتے ہیں۔ وقت ضائع جاتا ہے۔ بجائے ترقی کے تنزل ہوتا ہے۔ ضبط میں فرق آ جاتا ہے۔ اور مدرس

کی قدر نہیں رہتی۔ پس محنت اور قاعدے سے اصلاح کرنی چاہئے۔
اصلاح کے چند طریقے ہم ذیل میں بترتیب بیان کرتے ہیں :-
(۱) مدرس تمام طلباء کی کاپیاں خود دیکھ کر اصلاح کرے۔
یہ طریقہ سب سے اچھا ہے۔ اس میں اصلاح بخوبی ہوتی
ہے۔ مدرس ہر ایک طالب علم کی تحریر اور غلطیوں سے واقف
ہوتا ہے۔ اس کی درستی کے لئے مناسب وسائل اور تجویزیں
سوجھ سکتا ہے۔ طلباء کے باہمی غلطیوں پر نشان کرنے کا جو
اعتراض ہے۔ وہ اس پر عائد نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ کہہ سکتے
ہیں۔ کہ جب مدرس کاپیاں دیکھتا ہو۔ تو اس اثنا میں طلباء
کیا کریں۔ اس کے لئے یہ تجویز ہے۔ کہ اُن کو کوئی کام دیا
جائے۔ بہتر ہوگا۔ کہ وہ آمودہ املا کے لئے کسی اور عبارت
کی نقل کریں۔ اصلاح کا یہ طریقہ اس وقت کارآمد ہو سکتا
ہے۔ جبکہ جماعت میں طلباء تھوڑے ہوں +

(۲) طلباء خود اپنی کتابوں میں سے یا تختہ سیاہ پر سے جس پر عبارت
املا لکھی ہو۔ دیکھ دیکھ کر اپنی غلطیوں پر نشان کریں۔ اور
اُن کی اصلاح کریں۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے۔
کہ طلباء اپنی نسبت حسن ظن کے سبب سے تمام غلطیوں پر
نشان نہیں کرتے۔ بہت سی غلطیاں نظر انداز ہو جاتی ہیں۔
لیکن اگر استاد اُن کے درمیان پھر کر سب کو اچھی طرح
دیکھتا رہے۔ اور آخر میں جب وہ غلطیوں کی میزان لگا چکیں۔
تو اُن میں سے کوئی سے دو چار طلباء کو بلا کر اُن کی کاپیاں پڑھتا لے
تو وہ بددیانتی کرنے کی جرأت نہ کریں گے۔ اور غلطیوں کو غور
سے دیکھ کر نشان کریں گے۔ اس طریقہ کا یہ فائدہ بھی ہے۔
کہ وہ ایک دوسرے کی غلطیاں نہیں دیکھ سکتے +

(۳) تمام طلباء کی کاپیاں بذریعہ ڈرل بدلوا دی جائیں۔ ”وَن“ کے
حکم پر ہر ایک قطار کے تمام لڑکے اپنی کاپیاں دائیں ہاتھ
میں لے لیں۔ ”ٹو“ کے حکم پر ہر ایک اپنی کاپی اپنے دائیں
ہاتھ کے لڑکے کو دے دے۔ اور اخیر کا لڑکا اپنی کاپی

بچے رکھ دے۔ ”تھری“ کے حکم پر اسی طرح پھر دے دیں۔
 اور دائیں ہاتھ کا اخیر کا لٹکا دو فو کاپیاں جو بچے رکھی
 ہیں۔ بائیں ہاتھ کے اخیر کے دو لٹکوں کو دے دے۔ اس
 کے سوا کاپیاں بدلوانے کے اور طریق بھی ہیں۔ اُستاد کو
 چاہئے کہ وہ طریقہ اختیار کرے جس سے آسانی بدل سکیں
 اور کام میں خلل نہ ہو۔ ہماری رائے میں یہی طریقہ جو بیان
 کیا گیا ہے۔ اچھا ہے۔ عموماً اسی سے بدلوانی چاہئیں۔ جب
 کاپیاں طلبا بدل چکیں۔ تو اُن سے کہو کہ وہ کتابوں میں سے
 یا تختہ سیاہ پر سے جس پر عبارتِ اِلا اور الفاظ پہلے ہی
 سے خوشخط لکھے ہیں۔ دیکھ دیکھ کر غلطیوں پر نشان کرتے
 جائیں۔ مدرس پیچھے سے سب کو غور سے دیکھنا جائے۔ کہ
 آیا وہ غلطیوں پر ٹھیک نشان لگاتے ہیں یا نہیں۔ اس
 طرح وہ تمام طلبا کی تحریر دیکھ سکتا اور معلوم کر سکتا
 ہے۔ کہ انہوں نے کیا لکھا ہے۔ جب ضرورت رفع نقص کے
 لئے ہدایت کر سکتا ہے۔ بعض وقت ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ اُستاد
 الفاظ کے بجائے بول جاتا ہے۔ اور طلبا سُن کر غلطیوں
 پر نشان کرتے جاتے ہیں۔ مدرس کو چاہئے کہ اس بات
 کی نگرانی رکھے۔ کہ ہر ایک لٹکا اس کے ساتھ ساتھ الفاظ کے
 ججوں کا مقابلہ کرتا اور غلطیوں پر نشان لگاتا جاتا ہے۔ یا
 مدرس ایک ایک فقرہ پڑھتا جاتا ہے۔ الفاظ کے بجائے کرتا جاتا
 ہے۔ اور مشکل الفاظ بول بول کر تختہ سیاہ پر لکھا جاتا ہے۔
 طلبا سُن کر اور دیکھ دیکھ کر غلطیوں پر نشان
 کرتے جاتے ہیں۔ جب طلبا غلطیوں پر نشان کر چکیں۔ تو
 کاپیاں بھر بدوادو۔ اور انہیں صحت دو۔ کہ وہ اپنی اپنی
 کاپیوں کو اچھی طرح دیکھ لیں۔ اس اثنا میں مدرس تمام
 جماعت میں پھر کر سب کا لکھنا دیکھ لے۔ اور جس لٹکے کو
 کوئی شبہ ہو۔ دُور کرے۔ عام غلطیوں کی اصلاح تختہ سیاہ
 پر کرے۔ اچھی طرح سمجھائے۔ اور مناسب ہدایت کرے۔

اصلاح کی "مشق"۔ جب طلبہ اپنی کتابیاں دیکھ چکیں اور شک و شبہ رفع کر لیں۔ تو پھر اُن کو حکم دو۔ کہ وہ یہ ایک غلطی کی اصلاح کو تختہ سیاہ سے دیکھ دیکھ کر پانچ چھ مرتبہ لکھیں۔ جن کی کوئی غلطی نہ ہو۔ اور جو اصلاح کچھ چکیں۔ اُن سے کہو۔ کہ تمام عبارت کو کتاب میں سے نقل کر دیں۔ جب طلبہ اس طرح مصروف ہوں۔ تو اُن کے درمیان پھر کر پانچھ سے دیکھنے رہو۔ اور حسب ضرورت اصلاح کرتے رہو۔ تاکہ وہ غلطیوں پر غلطیاں نہ کئے جائیں۔ اچھے لکھنے کی داد دو۔ اور جن طلبہ نے خراب لکھا ہو۔ انہیں تنبیہ کرو۔ اخیر میں قلمیں اور کتابیاں رکھ کر مشکی الفاظ کے سبب زبانی پوچھ لو۔ اور ہدایت کرو۔ کہ احادیث کی عبارت کو گھر پر صاف اور ستھرا کتاب میں سے نقل کر کے لکھ لائیں۔ علم غلطیاں جو اکثر طلبہ کریں۔ اُن کو اپنی ٹوٹ جگہ میں لکھ لو۔ اور پھر آئندہ اظہار میں لکھواؤ۔ تاکہ اُن کی پوری اصلاح و مشق چر جائے۔ جب سبق ختم ہو چکے۔ تو سامان نوشتنی مائٹرسب سے لے کر جمع کر لے۔ اور مقررہ جگہ پر رکھ دے۔

۴۔ اظہار کو مزیت عقلی کا ذریعہ بنانا + اظہار سے تربیت عقلی میں بڑی مدد مل سکتی ہے۔ اظہار اس طرح لکھوانا چاہئے۔ کہ عمدہ ذہنی عادات ڈالنے میں خوب مدد ملے۔ ان اسباق میں یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ طلبہ نہایت غور سے سنیں۔ ٹھیک الفاظ کو یاد رکھیں۔ صحیح معنوں کا محتاط خیال کرتے جائیں۔ الفاظ کو جلدی جلدی نہایت احتیاط کے ساتھ لکھیں۔ اور برابر متوجہ رہیں + یہ فوائد اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں۔ جبکہ ضبط عمدہ ہو۔

جس وقت طلبہ لکھنے میں مشغول نہ ہوں۔ تو انہیں مدرس کی طرف دیکھنے رہنا چاہئے۔ اور اسی کی طرف اپنا دھیان رکھنا چاہئے اس صورت میں کوئی طالب علم کسی دوسرے طالب علم کی کاپی پر دیکھنے کی جرأت تک نہیں کر سکتا۔ لیکن بعض اوقات اچھے سے اچھے مدرس بھی وجوہات ذیل کے سبب فوائد مذکورہ بالا حاصل نہیں کر سکتے۔ (۱) اظہار لکھوانے سے پہلے وہ ایک دفعہ تمام عبارت کو پڑھنا بھول

جاتے ہیں۔ (۲) بہت ہی کم الفاظ ایک دفعہ میں بولتے ہیں۔ جن کے یاد رکھنے میں طلباء کو کچھ بھی کوشش نہیں کرنی پڑتی اور (۳) انہیں الفاظ کو فضول بار بار دہرائے جاتے ہیں وہ مناسب یہ ہے۔ کہ پہلے تمام عبارت کو ایک مرتبہ پڑھ دینا چاہئے۔ کیونکہ عام مطلب کے سمجھنے سے طلباء کو غور کرنے۔ الفاظ کو فوراً جان لینے اور بعض اوقات، سچوں میں بھی بڑی مدد ملتی ہے۔ جو الفاظ یا جملے ایک ہی دفعہ بولے جائیں۔ وہ کافی طویل ہونے چاہئیں۔ تاکہ طلباء کو قوتِ حافظہ سے کام لینا پڑے۔ اور اسی وجہ سے انہیں بار بار بھی نہیں دھرانا چاہئے۔ الفاظ کو کترہ کہنے کی ضرورت سے بچنے کے لئے طلباء اور مدرس کو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہنا چاہئے۔ جس وقت کہ مدرس املا لکھوا رہا ہو۔ تو اسے الفاظِ نہایت صحت و صفائی کے ساتھ بولنے چاہئیں۔ مگر اس طرح نہیں۔ کہ طلباء کو بچھے فوراً معلوم ہو جائیں۔ یا ان کو کہ تاوقتیکہ الفاظ کے نیچے الفاظ کے ہجڑوں کی طرف اشارہ نہیں کرنا چاہئے (ایگریٹ)

خلاصہ

- ۱۔ اگر املا شعیب طور پر لکھوایا جائے۔ تو بچے یاد کرنے کا نہایت عمدہ ذریعہ ہو سکتا ہے۔
- ۲۔ املا کے ذریعے صحیح الفاظ ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ غلطیاں درست ہو جاتی ہیں۔ اور عمدہ ذہنی اخادات ڈالنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔
- ۳۔ پہلے سے املا کے لئے تیاری کرنی لازمی ہے۔
 - (۱) چھوٹی جماعتوں میں دو باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔
 - (۱) ایک روز عبارت کی نفس کراؤ۔ دوسرے روز املا لکھوایا جائے۔
 - (۲) املا لکھوائے سے پہلے مشکل الفاظ کے بچے و معنی وغیرہ بخوبی سمجھا دو۔
 - (۲) بڑی جماعتوں میں طلباء سے کہو۔ کہ دو صفحے گھر پر سے دیکھ لائیں۔ اور مشکل الفاظ کی فہرست تیار کر لیں۔

- ۴۔ املا لکھواتے وقت ان چار قواعدوں پر عملدرآمد کرو:-
 (۱) جماعت پر نظر رکھو۔ اور جب طلبا لکھنے میں مشغول نہ ہوں۔ تو تمہاری طرف دیکھتے رہیں +
 (۲) پہلے تمام عبارت ایک دفعہ پڑھ دو +
 (۳) جتنے الفاظ ایک دفعہ بولو۔ ان کی تعداد نہ زیادہ ہونے کم +
 (۴) کمر رہولنے کی ضرورت نہ پڑے +
 (۵) غلطیوں پر نشان لگاتے۔ اور ان کی اصلاح کرنے کے لئے بہت کافی وقت بچا رکھنا چاہئے۔ ورنہ طلبا پر غلطیوں کا اثر ہمیشہ قائم رہیگا +
 (۶) انقض املا کی خوب تیاری کرنی چاہئے۔ صفائی کے ساتھ بولنا چاہئے۔ اور نہایت احتیاط سے درست کرنا چاہئے +

املا کے سبق پر اشارات

جماعت پنجم (پرائمری)

- مدعاے عام۔ توتیت حافظہ اور توجہ کی ترقی اور لکھنے کی مشق +
 مدعاے خاص۔ الفاظ کے ہجوں میں طلبا کا امتحان +
 ۱۔ عبارت املا کی تیاری۔ ادہلی کی عبارات کی خوبصورتی اور نشان بازاروں کی رونق۔ اسامین زبیت کی اخراط و عمدگی۔ علم و ہنر کے چرچے۔ احررت و صنعت کے سرشمے۔ اباشندوں کی وضع قطع۔ لباس۔ گفتگو۔ میلے تیو ہاروں کی دھوم دھام۔ اب اس گئے وقت میں بھی۔ انخر کے قابل ہے +
 ادہلی والوں نے باہر جا کر اڑے بڑے جاہ و مناصب پائے۔ کوٹھیاں اور کارخانے جمائے۔ لیکن جب دیکھا۔ ادہلی کی ہی خاک پاک کی آرزو کرتے دیکھا۔ اور جب سنا۔ ادہلی ہی کے سوئے گاتے سنا +
 (۱) عبارت مذکور کو (جو طلبا نے اب تک نہیں پڑھی ہے) مدرس

آہستہ آہستہ اور صاف طور پر پڑھو اور لکھا۔

(۲) طلباء سے دریافت کرنے کے بعد مشکل الفاظ اور جملوں کو بیان کر دیا۔

مشکل الفاظ اور جملے

طرز بیان

سامان زینت کی افراط

زینت کے کیا معنی؟ زندگی۔ یہاں
زندگی بسر کرنی۔ افراط کے کیا معنی؟
کثرت۔

پس سامان زینت کی افراط سے کیا
مراد ہے؟

اشیا جو زندگی بسر کرنے کے لئے
درکار ہوتی ہیں۔ اُن کی کثرت یعنی
وہ دہلی میں بکثرت ملتی ہیں۔

صنعت و حرفت کے کرشمے

کرشمہ کسے کہتے ہیں؟ نظر۔
یہاں صنعت و حرفت کے کرشموں
سے کیا مراد ہے؟

(دہلی میں) صنعت و حرفت کا کام
بڑی خوبصورتی سے ہوتا ہے۔

اس گئے وقت میں بھی

گئے وقت کے لفظی معنی کیا ہیں؟
وقت جو ہو چکا۔ محاورے میں اور کیا معنی
آتے ہیں؟ خواب اور زوال کا زمانہ۔

”اس گئے وقت میں بھی“ سے کیا
مراد ہے؟ باوجودیکہ اب دہلی کے لئے زمانہ
خواب آ گیا ہے۔ تو بھی۔

دہلی ہی کے سوہنے گلے مٹنا

سوہنے کے کیا معنی؟ راگ۔ گیت۔
گل فقرے کے کیا معنی ہوئے؟
دہلی ہی کے راگ گلے مٹنے یعنی اُسی
کی تعریف کرتے مٹنا۔

(۳) مفصلہ ذیل نسخے اور شکل الفاظ متحدہ سیاہ پر لکھیگا:-

عمارات	اقراط	وضع
خوبصورتی	حرف	قطع
روشن	صنعت	مناصب
زیت	کشتے	سوہنے

(۴) طلباء سے اجماعی طور پر کہلوا کر اور بذریعہ سوالات مقابلہ کر کے بخوبی ذہن نشین کریگا۔

(۵) یہی الفاظ طلباء سے اپنی اپنی کاپیوں میں لکھوائیگا۔

۲۔ نشست اور قلمپس نسبتاً لینے کی مشق - مفصلہ ذیل حکم دیکر طلباء کو لکھنے کے لئے تیار کریگا:-

ولن (One) - طلباء کاپیاں کھول کر اپنے سامنے میزوں پر اُن کے کناروں کے متوازی رکھیں گے۔

ٹو (Two) - طلباء قلمپس اٹھائیں گے۔

تھری (Three) - تمام طلباء مدرس کی طرف متوجہ ہونگے۔

۳۔ مدرس کا اٹلا لکھوانا اور طلباء کا لکھنا

(۱) مدرس کی جگہ - جماعت کے سامنے دائیں طرف آگے کی قطار سے چار فٹ آگے کھڑا ہوگا۔

(۲) طلباء کا رخ - جب تک مدرس جملہ بولتا رہیگا - طلباء اُس کی طرف دیکھیں گے - اور لکھنا نہیں شروع کریں گے - بلکہ جب وہ بول چکیگا - تو لکھنا شروع کریں گے۔

(۳) اٹلا بولنا - مدرس ہر ایک جمے کو ایک ہی دفعہ بہت صاف طور پر بولیگا۔

(۴) الفاظ اور جملوں کی طوالت - جس قدر طلباء ترقی کریں گے جائیگا - مدرس الفاظ کی تعداد بڑھاتا جائیگا - عبارت مذکور میں نشان شدہ الفاظ کو ایک ہی مرتبہ سمجھا بولیگا۔

۴۔ غلطیوں کی تصحیح -

(۱) اگر جماعت چھوٹی ہوگی۔ تو مدرس خود جا کر ہر ایک طالب علم کی غلطیاں علیحدہ علیحدہ درست کریگا۔ اور اس اثنا میں منہیں کچھ اور کام دے دیگا۔ مثلاً ترجمہ وغیرہ +
(۲) غلطیاں ٹھیک کرتے وقت کسی خاص قسم کے نشان لگائے جائیں گے۔ مثلاً

(۱) تغیرات کے گرد ایک دائرہ O +

(ب) غلطیوں کے اوپر ایک لکیر — +

(ج) الفاظ متروک کی جگہ علامت فراموشی (۸) +

(۳) آخر میں غلطیوں کی میزان اور تاریخ صفحے پر نیچے لکھ دیگا +

(۴) اگر جماعت بڑی ہوگی اور کافی وقت نہ ہوگا۔ تو مفضلہ ذیل طریقہ اختیار کریگا :-

(۱) پہلے طلباء کی کاپیاں اس طرح آپس میں بدلوائیگا :-

ون (One) ہر ایک قطار کی دائیں طرف کا لٹکھ اپنی اور

اپنے پاس کے لٹکے کی کاپی لے کر کھڑا ہو جائیگا +

ٹو (Two) باقی تمام لٹکے اپنی اپنی کاپیاں دائیں طرف

کے لٹکے کے سامنے سرکا دیں گے +

تھری (Three) ہر ایک اپنے سامنے کی کاپی کو پھر دائیں

طرف کے لٹکے کے سامنے سرکا دیگا +

فور (Four) ہر ایک قطار کے دائیں طرف کے لٹکے جو

کھڑے ہیں۔ کاپیاں لے جا کر اُسی قطار کے دو بائیں

طرف کے لٹکوں کے سامنے رکھ دیں گے +

(ب) پھر طلباء سے کہیگا۔ کہ کتابیں کھول کر غلطیاں ٹھیک

کرتے جاؤ۔ یا خود الفاظ کے بجائے بوتا جائیگا۔ اور لٹکے

غلطیاں درست کرتے جائیں گے +

(ج) پہلے کی طرح ون (One) - ٹو (Two) وغیرہ کہ کر کاپیاں

بدلوائیگا۔ اس جگہ فرق صرف اتنا ہوگا۔ کہ دائیں طرف

کی بجائے بائیں طرف کے لٹکے کھڑے ہوں گے۔ اور

کاپیاں بھی بائیں طرف کو سرکائی جائیں گی +
(۵) خود جا کر کاپیاں دیکھیگا۔ اور عام غلطیاں معلوم کرلیگا +

۵۔ صحیح الفاظ کا ذہن نشین کرنا۔

(۱) عام غلطیاں۔ ان الفاظ کے ٹھیک پہلے تختہ سیاہ پر لکھ کر
طلبا کے ذہن نشین کرلیگا۔ اور دو دو تین تین دفعہ طلباء سے

اپنی اپنی کاپیوں میں لکھواڈیگا +

(۲) فہرست مشکلات۔ ہر ایک لڑکا اپنی اپنی غلطیوں کو ایک

ایک دفعہ اپنی کاپی کے آخر میں لکھیگا۔ اور اس طرح رفتہ

رفتہ ایک فہرست مشکل الفاظ کی طلباء تیار کرتے جائیں گے +

پانچویں فصل

گریمر یعنی صرف و نحو (GRAMMAR)

کسی مضمون کی تعلیم شروع کرنے سے

۱۔ گریمر یعنی قواعد کیا ہے ؟

پہلے خواہ پڑھنا ہو یا لکھنا۔ حساب ہو یا صرف و نحو۔ یہ جاننا نہایت

ضروری ہے۔ کہ کیا پڑھانا ہے۔ اور کس طرح پڑھانا ہے۔ جو

تعلیم مدرسے میں دی جاتی ہے۔ وہ اُس واقفیت پر مبنی ہونی چاہئے۔

جو طلباء کو مدرسے کی چار دیواری کے باہر حاصل ہوتی ہے۔

جب لڑکا مدرسے میں آکر داخل ہوتا ہے۔ اس کو اپنی مادری

زبان اس قدر بولنی ضرور آتی ہے۔ کہ وہ اُس سے اپنی ضرورتوں

اور خواہشوں کا اظہار اوروں پر کر سکتا ہے۔ اس لئے مدرسے

کو ابتدا ہی سے تعلیم تمہیں دینی پڑتی۔ کیونکہ لڑکے مدرسے میں داخل

ہونے سے پہلے اپنے خیالات کو نہ صرف ٹوٹے پھوٹے الفاظ

بلکہ پورے جملوں میں ظاہر کرنا اپنی ماں اور دیگر احباب سے

سیکھ چکے ہیں۔ اس لئے مدرسے کو یہ بات ضرور یاد رکھنی چاہئے۔

اور خیال رکھنا چاہئے۔ کہ جو تعلیم لڑکے نے گھر پر حاصل

کی ہے۔ اُسے کام میں لائے۔ اور اسی پر اپنی تعلیم کی بنارکھے۔ اور یہ بھی یاد رہے۔ کہ زبان گرم کر کے قاعدوں سے نہیں بنتی۔ بلکہ گرم کر کے قاعدے زبان سے نکالے جاتے ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا چاہئے۔ کہ گرم کیا ہے۔ اور ہمیں اس کی تعلیم دینے میں کیا کیا کرنا چاہئے؟

صرف و نحو سے وہ تمام قواعد مراد ہیں۔ جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص تحریر و تقریر میں ملحوظ رکھتے ہیں۔ زبان جملوں یا فقروں سے مل کر بنی ہے۔ فقرے لفظوں کے ملاپ سے بنے ہیں۔ اور لفظ حرفوں سے۔ مثلاً یہ جملہ لوٹ محبت کرو۔ اس کے پہلے لفظ کو لو۔ اور دیکھو۔ کہ صرف و نحو اس کی بابت ہمیں کیا بتاتی ہے؟

اول تو صرف و نحو سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ لفظ کس قسم کا ہے؟

دوسرے۔ وہ یہاں کس صورت میں آیا ہے؟

تیسرے۔ اس صورت میں کیوں آیا ہے؟

چوتھے۔ یہ کس سے مشتق ہے۔ یعنی اس کا مادہ کیا ہے؟

پس صرف و نحو یعنی کئی زبان کے قوانین کے علم سے مندرجہ ذیل باتیں مفہوم ہوتی ہیں :-

(۱) لفظوں کی تقسیم جو ان کے عملوں کے بموجب کی گئی ہو۔
(۲) گردانیں یا وہ تغیر و تبدل جو لفظوں کی صورت میں واقع ہوتے ہیں۔

(۳) ترکیب نحوی یا وہ قاعدے جن سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ لفظوں کا آپس میں کیا رشتہ اور لگاؤ ہے؟

(۴) اشتقاق جس سے لفظوں کی بناوٹ اور اصلیت معلوم ہو جائے۔

۲۔ قواعد سکھانے سے کیا فائدہ ہے؟

ہونا چاہئے۔ کہ مجھے کیا پڑھانا ہے۔ بلکہ یہ بھی جاننا چاہئے۔ کہ یہ کیوں پڑھانا ہے؟

ہر ایک مضمون کے پڑھانے کے دو اغراض ہونے چاہئیں۔

اول۔ اس کا عملی فائدہ۔ یعنی ایسی صحیح و انقیادت کا حاصل ہونا۔ جو تعلیم کی آئندہ زندگی میں کارآمد ہو۔

دوم۔ تربیت ذہنی جو اس مضمون کی تعلیم سے حاصل ہوتی ہے۔
 گریمر کی تعلیم کے بھی یہی دو اغراض ہیں۔ عملی فائدہ اور تربیت ذہنی۔
 اگر اس مضمون کے عملی فائدے کو دیکھیں۔ تو ایسا ہنر ہے۔ جس سے ہمیں صحیح صحیح لکھنا اور بولنا آ جاتا ہے۔ اور اگر اس کی تربیت ذہنی پر غور کریں۔ تو وہ ہماری ذہنی تربیت کا ایک اچھا وسیلہ بن سکتا ہے۔ اگر اس کی تعلیم ٹھیک طور سے کی جائے۔ تو اُس سے خیالات کا صحیح صحیح ظاہر کرنا اور قوائے متصورہ۔ فیصد و استدلال کا استحکام حاصل ہوتا ہے۔ اور بچوں میں ٹھیک ٹھیک اور باقاعدہ سوچنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ گریمر کی تعلیم کے نقص۔ اس بات میں مطلق کایم نہیں۔ کہ معمولی مضامین جو درسوں میں پڑھائے جاتے ہیں۔ ان سب میں گریمر کی تعلیم بہت ناقص ہے۔ اس کے تین سبب ہیں :-
 ۱۔ اس کی تعلیم بہت جلد شروع کر دیتے ہیں۔ یہ اپر پرائمری کی ادنیٰ جماعت کے لئے مقرر ہے۔ جس میں تو یا دس سال کی عمر کے بچے پڑھتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں میں وہ تو نہیں ہوتے۔ جن کی مطالعہ صرف و نحو کے لئے ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مانا کہ مدرس کے طرز تعلیم سے بہت سی دقتیں جاتی رہیں گی۔ لیکن بعض دقتیں گریمر کی ایسی ذاتی دقتیں ہیں۔ جن کا دور کرنا محال ہے۔ مثلاً تو یا دس برس کے لوگوں سے یہ امید نہیں کر سکتے۔ کہ صفات خارجیہ یا امور مادیہ کو بخوبی سمجھ لیں۔ کیونکہ گریمر کے ابتدائی سبق اسم اور فعل کے بارے میں ہوتے ہیں۔ جن میں ان صفات سے کام لینا پڑتا ہے۔

۲۔ اس کی تعلیم استخراجی طرز پر ہوتی ہے۔ بجائے افراد کے یہ انواع سے شروع ہوتی ہے۔ بجائے مثالوں کے تعریفوں سے

شروع کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ طلبہ ہر ایک بیان کو اس لئے تسلیم کر لیتے ہیں۔ کہ اُستاد نے بتایا ہے۔ حالانکہ ہونا یہ چاہئے۔ کہ مثالوں کے ذریعہ طلبہ کی عقل پر زور ڈال کر خود اُن سے تعریفیں اور قاعدے اخذ کرائے جائیں۔

۳۔ قوتِ حافظہ پر بے فائدہ دباؤ اور بوجھ ڈالا جاتا ہے۔ بعض گریمر کے مصنفوں کا اطمینان نہیں ہوتا۔ تا وقتیکہ وہ تقسیم در تقسیم بدرجہ غایت نہ کر دیں۔ اور تمام قاعدوں کے مستثنیات نہ لکھ دیں۔ اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔ وہ بیجا یہ بد بخت طالب علموں کو یاد کرنا ضروری ہوتا ہے۔ بیشک معلم کو اختیار ہے۔ کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہ نہ دے۔ لیکن اس خیال سے کہ مبادا امتحان اُن میں سے سوال پوچھ لے۔ وہ انہیں بھی پڑھانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

۴۔ صرف و نحو کی تعلیم کا صحیح طریقہ: **اول۔ طریق استقرائی استعمال**

گرو۔ گرومر کی کتب درسیہ اُس جگہ سے شروع ہوتی ہیں۔ جس جگہ ہمارے نزدیک انہیں ختم ہونا چاہئے۔ اور جہاں سے ہم شروع کرتے ہیں۔ وہاں وہ ختم ہوتی ہیں۔

کتب درسیہ کی تقلید کرنے یعنی تعریف سے جو واقعات پر غور کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ شروع کرنے کی بجائے یہ زیادہ مناسب ہے۔ کہ ہم واقعات سے شروع کر کے تعریف تک پہنچیں۔ یہ قدرتی طریق ہے۔ یعنی ایسا طریق۔ جس سے گرومر کو علم کا درجہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ گرومر کے قاعدے زبان سے بنے ہیں۔ زبان گریمر کے قاعدوں سے نہیں بنی ہے۔

یہ وہ طریق ہے۔ جس سے گرومر کے تمام عام قاعدے دریافت ہوتے ہیں۔ یہ وہ طریق ہے۔ جس سے وہ تمام علم جو کتابی نہیں۔ جمع ہوتا ہے۔ یہ طریق استقرائی ہے۔ اس میں تین عمل ہوتے ہیں:-

۱۔ مثالوں کی جانچ پڑتال۔

۲- ان کو ترتیب دینا :

۳- ان سے عام قاعدہ نکالنا :

پس تعریف سے شروع کرنے کی بجائے پہلے طلبہ سے ان الفاظ کی جانچ پڑتال کرانی چاہئے۔ جن سے تعریف نکل سکتی ہے۔ انہیں ان کا عمل دریافت کرنے دینا چاہئے۔ اور اگر وہ معلوم کر سکیں۔ تو وہ صفات بھی معلوم کراؤ۔ جو خاص قسم کے الفاظ میں مشترک پائی جاتی ہیں۔ اور ان صفات عامہ کے اظہار کے لئے انہیں سے کوئی لفظ پوچھو۔ اور بالآخر خود انہی سے اس کی تعریف نکلاؤ۔ اگر نہ نکال سکیں۔ تو ان کی مدد کرو۔ ڈاکٹر ایبٹ صاحب کا قول ہے۔ کہ ”جب تک تعریف کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ تعریف ہرگز نہ بتاؤ“ اور جب نیچے اپنی تعلیم کے اظہار کے لئے تعریف کی ضرورت محسوس کرنے لگیں۔ تو اغلباً وہ ضرور اُسے سمجھ جائیں گے۔ اور یاد رکھیں گے۔ دوسرے۔ طلبہ سے کام لو۔ نئے معلم اکثر طلبہ سے کام لینے کی بجائے خود ان کا کام کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا غلطی ہوگی :

اگر بچوں میں دلیل لانے اور منطقی طور پر سوچنے کی عادات پیدا کرنی ہیں۔ تو انہیں اس طرح تعلیم دینی چاہئے۔ کہ وہ خود غور و فکر کرنا سیکھیں۔ حقیقت کو دریافت کریں۔ اور مشکلات کا سامنا کر کے انہیں سر کر لیں :

مدرس کو چاہئے کہ درس دیتے وقت سقراطی سوالات پوچھے۔ کیونکہ ان سے طلبہ ذوق و شوق ظاہر کرتے ہیں۔ متوجہ رہتے ہیں۔ حقیقت کو معلوم کر لیتے ہیں۔ اور ان میں ٹھیک ٹھیک اور منطقی طور پر غور و فکر کرنے کی عادات پیدا ہوتی ہیں :

۱- سقراطی سوالات سے وہ سوالات مراد ہیں۔ جن کے ذریعے مدرس طلبہ پر پہلے ان کی غلطیاں ظاہر کرتا ہے۔ اور پھر صحیح واقعات معلوم کرنے میں ان کی رہنمائی کرتا ہے :

تیسرے۔۔ جلدی نہ کرو۔ گرمی کی تعلیم میں، ہمیں آہستہ آہستہ اور سوچ سمجھ کر چمنا چاہئے۔ یہ مضمون مشکل ہے۔ اور امور خارجیہ کا ہے۔ ہمیں بچوں کو خیالات کی نسبت سوچنا۔ اور خود استدلال اور تصفیہ کرنا سکھانا ہے۔ جو بات وہ نہیں سمجھ سکتے۔ وہ انہیں بتانی بے فائدہ ہے۔ جس راہ وہ نہیں چل سکتے۔ اُس پر انہیں چلائے سو دے۔ تمیزی سے جانا اور اپنے ساتھ انہیں امداد دھندلے جانا لا حاصل ہے۔

اگر طلبہ ہر ایک بات کو دوسری بات سیکھنے سے پہلے خوب ذہن نشین کر لیں۔ تو پھر ناکامی کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ بچے گو آہستہ آہستہ چلیں گے۔ لیکن بڑے جیسے ہوئے اور درست قدم رکھیں گے۔ اور اس بات کا بالکل اندیشہ نہ ہوگا۔ کہ وہ راہ میں تھک کر بیٹھ جائیں گے۔

مین صاحب نے اس بارے میں لکھا ہے۔ کہ ”ہمیں خوب معلوم ہے۔ کہ جو تعلیم ہم حاصل کرتے ہیں۔ اُسے صحیح اور واضح بنانے میں بڑی دقت اُٹھانی پڑتی ہے۔ اور بڑا وقت صرف ہوتا ہے۔ لیکن جو وقت مدرسوں میں غیر واضح اور روکھی پیمکی تعلیم میں ضائع ہوتا ہے۔ اُس وقت کا اُس پر چھایم حصہ بھی صرف نہیں ہوتا۔“

اگر معلم آہستہ آہستہ چلے۔ تو کوئی مشکل باقی نہ رہیگی۔ معمولی لیاقت کے لڑکے اُس بات کو جس میں صحیح غرض درکار ہو۔ ایک وقت میں بہت تھوڑا سمجھتے ہیں۔ اگر معلم اُس میں جلدی کرے گا۔ تو بچے کا دماغ پرانندہ اور ابتر ہو جائیگا۔

ہم نے اکثر دیکھا ہے۔ کہ معلم ہتھکڑیوں کی جماعت کو ایک ہی سبق میں تمام اجزائے کلام کی تعریفیں بتا دیتے ہیں۔ اس صورت میں اگر طلبہ سوالوں کا وہی تباہی جواب دیں۔ تو کیا تعجب ہے۔

اگر طلبہ کو اس طرح پر گریمر کی تعلیم دی جائے۔ تو خواہ اُن کو پچھ سال تک پڑھاتے رہو۔ جب دیکھو گے۔ ہمنوز روز اول ہی پاؤ گے۔

لیکن اگر دوسری بات کو شروع کرنے سے پہلے پہلی بات کو طلبہ اچھی طرح سمجھ جائیں۔ اور اگر بالفرض ایک مہینہ اسم کے اقسام میں۔ دوسرا تذکیر و تانیث کا فرق جاننے میں۔ تیسرا وحدت و جمع کی تمیز میں۔ چوتھا فاعل و مفعول وغیرہ کی پہچان میں لگا دیں۔ اور اسی طرح کلے کے باقی اقسام بھی پڑھائے جائیں۔ تو وہ بہ نسبت دیگر سینکڑوں طلبہ کے جو ساری عمر مدرسے میں رہ کر بھی اتنا حاصل نہ کریں گے۔ دو سال کے عرصے میں گریمر میں طاق ہو جائیں گے۔ اور اس محنت کا جو اس پر صرف ہوئی ہے۔ کافی ثبوت دینگے۔

۵۔ الفاظ کی تقسیم۔ گریمر میں اور مضامین کی طرح تقسیم سے بہت کام پڑتا ہے۔ تقسیم کرنے یا اقسام بنانے میں یہ ضروری ہے۔ کہ کوئی خاص بات منتخب کی جائے۔ جو اصول کا کام دے۔ اور اس پر کاربند رہنا چاہئے۔ ورنہ ابتری پڑ جائیگی۔

مثلاً کتب خانے کی کتابوں کی قسمیں کئی طرح پر ہو سکتی ہیں۔ اول بلحاظ مضامین۔ دوسرے بلحاظ ضخامت۔ تیسرے بلحاظ مصنف۔ وغیرہ وغیرہ۔ لیکن جب ہم ایک طرح پر قسمیں بنانی شروع کر دیں۔ تو پھر اُس کا برابر پابند رہنا ضروری ہے۔

اسی طرح سے لفظوں کے اقسام میں یا تو ہم شروع کے حروف کا خیال رکھیں۔ جیسا کہ لغت کی کتابوں میں ہوتا ہے۔ یا اخذ کا۔ یعنی وہ الفاظ کس کس زبان سے لئے گئے ہیں۔ لیکن گریمر میں جو لفظوں کے اقسام بناتے ہیں۔ وہ ان اصول میں سے کسی پر بھی مبنی نہیں۔

کیونکہ گزمر کے اقسام لفظوں کے عمل کے بموجب ہوتے ہیں۔ یعنی یہ کہ کوئی خاص لفظ جملے میں کیا کام دیتا ہے۔ اس بات کے جاننے سے پہلے کہ کوئی لفظ کس قسم کا ہے۔ ہمیں ہر ایک قسم کی ٹھیک ٹھیک حدود معلوم ہونی چاہئیں۔ ان حدود کا مقرر کرنا گویا اُس کی تعریف نکالنا ہے۔

کسی شے کی تعریف نکالنے میں اول ہم اُسے کسی ایک قسم کی قرار دیتے ہیں۔ پھر ہم بعض خواص ایسے بتاتے ہیں۔ جو سوائے اس کے اُس قسم کی کسی اور شے میں نہیں پائے جاتے۔ مثلاً متوازی الاضلاع وہ ذو اربعۃ الاضلاع ہے۔ جس کے مقابل کے اضلاع متوازی ہوں۔ یہاں ذو اربعۃ الاضلاع ایک قسم ہے۔ جس میں متوازی الاضلاع شامل ہے۔ اور ”جس کے مقابل کے اضلاع متوازی ہوں“۔ وہ خواص ہیں۔ جو سوائے متوازی الاضلاع کے کسی اور ذو اربعۃ الاضلاع شکل میں نہیں پائے جاتے۔

یا

جو لفظ کسی اسم کی بجائے بولا جائے۔ اُسے اسم ضمیر کہتے ہیں۔ یہاں لفظ تو جنس ہے۔ اور اسم کی بجائے بولا جائے۔ وہ خاصہ ہے۔ جو سوائے اسم ضمیر کے کسی اور لفظ میں نہیں پایا جاتا۔ یا یہ کہو۔ کہ یہ خاصہ ایسا ہے۔ جس سے اسم ضمیر کی دیگر الفاظ سے تمیز ہو جاتی ہے۔ صحیح صحیح تعریف بتانے میں بڑی احتیاط اور عقل درکار ہے۔ اگر تعریف صحیح نہ ہو۔ تو طلبہ مغالطے میں پڑ جاتے ہیں۔ اگر تمہارا گز یا بیجا نہ ہی درست نہ ہو۔ تو تم کسی چیز کو درست نہیں ناپ سکتے۔

اگر اسم صفت کی تعریف یہ کریں۔ کہ اسم صفت وہ اسم ہے۔ جس میں بھلائی پائی جائے۔ تو یہ تعریف درست نہیں۔ کیونکہ جن اسموں میں برائی یا اور کوئی صفت پائی جائے۔ انہیں بھی اسم صفت کہتے ہیں۔

لیکن یہ یاد رہے۔ کہ چھوٹے بچوں کو ہمیشہ علمی تعریف بتائی مشکل ہے۔ اول اول ایسی تعریفیں بتانی چاہئیں۔ جو آسانی سے سمجھ میں آجائیں۔ اور جو کچھ ان سے مفہوم ہو۔ وہ صحیح بھی ہو۔ مثلاً اسم ظرف وہ اسم ہے۔ جس سے کسی شے کی نسبت کب اور کہاں معلوم ہو۔ یہ ایسی تعریف ہے۔ جو ابتدائی نصاب کے لائق ہے۔ کیونکہ اگرچہ یہ غیر مکمل ہے۔ لیکن غلط بالکل نہیں ہے۔ بلکہ بالکل صحیح ہے۔ اگرچہ ساری حقیقت اس میں شامل نہیں ہے۔

۶۔ قاعدے اور تعریفیں کس طرح سکھانی چاہئیں۔
استقرائی سے سکھاؤ۔ طلباء کے

سمنے مثالیں پیش کرو۔ سوالوں کے ذریعہ ان سے لفظ کا عمل یا قاعدہ نکلواؤ۔ جس کی مثالوں سے توضیح ہوتی ہے۔ ان سے جملے بناؤ۔ تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ انہیں لفظ کے عمل یا قاعدے کا پورا پورا تصور ہو گیا ہے۔ اصطلاح بتاؤ۔ اور سب سے آخر میں تعریف یا قاعدہ نکلواؤ۔ تعریف یا قاعدہ سبق کے آخر میں آنا چاہئے۔ نہ کہ شروع میں۔

مثلاً اگر اسم کی تعریف سکھانی ہو۔ تو تختہ سیاہ پر چند فقرے ایسے لکھ دیں۔ کہ جن میں سے ہر ایک میں اسم شامل ہو۔ پھر طلبہ کی توجہ ہر ایک اسم کی طرف تام بتانے کے بغیر مبذول کرانی چاہئے۔ اور طلبہ سے اس کا عمل دریافت کرانا چاہئے۔ اس سے انہیں معلوم ہو جائیگا۔ کہ جو الفاظ منتخب کئے ہیں۔ ان کا عمل ایک ہی ہے۔ اور اس لئے وہ ایک ہی قسم کے ہیں۔ پھر اس قسم کا نام بتانا چاہئے۔ جس سے وہ تعلق رکھتے ہیں۔ اور طلبہ سے اس کی تعریف جیسی وہ کر سکیں۔ نکلوانی چاہئے۔ اور اس کو ٹھیک کر کے تختہ سیاہ پر لکھ دینا چاہئے۔ تاکہ وہ اسے یاد کر لیں۔ اور شروع سے اخیر تک جہاں تک ممکن ہو۔ بہت کم بتانا چاہئے۔ یہ مثال طویل استقرائی کی

تعلیم کی ہے۔ جس سے ابتدائی خاص خاص مثالوں پر غور کرنے سے خود اپنی قوت استدلال کے ذریعے اُس نتیجے تک پہنچ جاتا ہے۔ جو مطلوب ہے۔ اور یہ نتیجہ گیر میں کوئی تعریف یا قاعدہ ہوتا ہے + سبق میں اس سے دوسرا درجہ طریق استخراجی کا ہے۔ جس میں تعریف سے شروع کرتے ہیں۔ اور یہ دریافت کرتے ہیں۔ کہ دئے ہوئے جملے کا کونسا لفظ اس قاعدے کے ماتحت ہے۔ یا اس قسم کا ہے۔ جس کی تعریف بنائی گئی ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ طریق استفرائی میں جزد سے کل کی طرف جاتے ہیں۔ اور طریق استخراجی میں کل سے جزد کی طرف +

تعلیم گیر کے ہر ایک سبق میں وہ مشقیں جن میں طریق استخراجی سے کام لینا پڑے۔ تعلیم کا جزو اعظم ہونی چاہئیں۔ ایسی ہی مثالوں کے ذریعے قاعدہ بچوں کی سمجھ میں آتا ہے۔ اور اُن کے ذہن نشین ہوتا ہے +

۷۔ گرومر کی تعریفوں سے قواعد عقلیہ کی تربیت ہوتی ہے +

بچوں کے گرومر میں تعریفوں سے بہت کام پڑتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے۔ کہ بچوں کے قواعد عقلیہ کی تربیت پر اس کا اچھا یا بُرا اثر بہت ہوتا ہے واضح اور صحیح تعریفوں سے خیالات میں وضاحت اور صحت پیدا ہوگی۔ اور غیر واضح اور غلط تعریفوں سے خیالات میں پرالگدگی پیدا ہوگی۔ جسے اُستاد کو چاہئے۔ کہ صحیح اور اچھی تعریف کو دیگر تعریفوں سے تمیز کر لے +

تعریف کسے کہتے ہیں۔

تعریف سے اُن صفات یا خواص کا بیان مراد ہے۔ جس سے کسی خاص چیز کی دیگر اشیا سے تمیز و تشخیص ہو سکے۔ یا یہ بتا سکیں۔ کہ اس میں کیا کیا ہونا چاہئے۔ اور کیا کیا نہیں۔ گرومر کی اصطلاح کی تعریف اُس جنس کے بیان کرنے سے کی جاتی ہے۔ جس کی وہ ایک قسم ہے۔ اور ان خاص خاص صفات کا اظہار کرنے سے جو سوائے اس کے اس جنس کی کسی اور قسم میں نہیں پائی جاتیں۔ پس تمام اقسام کلمے کے اُس جنس کے متعلق ہیں۔ جسے الفاظ کہتے ہیں۔ اور جنس کی وہ جدا جدا قسمیں ہیں +

پس کلمے کی کسی قسم کی تعریف ٹھیک طور پر اس طرح کر سکتے ہیں۔ کہ یہ بتا دیں۔ کہ وہ کس جنس (لفظ) سے تعلق رکھتی ہے۔ نیز وہ اوصاف بھی بتا دیں۔ جو اس کے سوا اصل جنس کی کسی اور قسم میں نہ پائے جاتے ہوں۔ یعنی ایسی صفات جن میں وہ کلمے کی دیگر اقسام سے مختلف ہو۔ مثلاً

قسم	جنس	فرق (خاصہ)
فعل	وہ لفظ ہے	جس سے کسی زمانے میں کسی کام کا کرنا یا ہونا یا سہنا سمجھا جائے۔

عمدہ تعریف کے خواص۔

عمدہ تعریف وہ ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل تین باتیں پائی جاتی ہوں :-

(۱) اس میں اس قسم کے تمام ضروری اوصاف درج ہوں جس کی تعریف کی جائے۔ یہ بات جنس اور خاصہ بتانے سے ہو سکتی ہے ۔ جیسا کہ مندرجہ بالا مثال سے ظاہر ہے *
اسم کی یہ تعریف۔ کہ اسم وہ شے ہے۔ جس سے کسی کا نام ظاہر ہوتا ہے۔ ناقص ہے *

اگر یہ کسی اور وجہ سے ناقص نہیں۔ تو اس وجہ سے ضرور ناقص ہے۔ کہ اس سے اسم کی وہ جنس جس کے وہ متعلق ہے۔ درست مفہوم نہیں ہوتی۔ اسم شے نہیں۔ بلکہ لفظ یا کلمہ ہے *

(۲) عمدہ تعریف وہ ہے۔ جس میں صرف اُسی قسم یا نوع کا جس کی تعریف کی گئی ہے۔ سارا حال درج ہو *

اس سے صحت وہ قسم یا نوع ظاہر ہو۔ ساری قسم یا نوع اور سوائے اُس قسم یا نوع کے اور کچھ نہ ظاہر ہو۔ مثلاً
فعل۔ وہ لفظ یا کلمہ ہے۔ جس سے کسی زمانے میں کام کا کرنا پایا جائے۔ صحیح تعریف نہیں۔ کیونکہ اس کا اطلاق محدود ہے۔ اس تعریف سے تمام فعلوں کی تعریف نہیں ہوتی۔ کیونکہ بعض فعلوں میں صرف ہونا یا سہنا پایا جاتا ہے *

یا صفت وہ لفظ ہے۔ جو کسی شے کی تعریف کرے۔ یہ تعریف

بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس کا اطلاق بڑا محدود ہے۔ اس میں بُرائی کے معنی شامل نہیں۔ پس یہ تعریف جامع نہیں ہے۔
(۳) عمدہ تعریف وہ ہے۔ جو ایسے الفاظ میں کی جائے۔ جن کو ہر ایک شخص سمجھ سکے۔

کسی نامعلوم کی تعریف اس سے بھی زیادہ نامعلوم سے کرنی بڑا بھاری نقص ہے۔ مثلاً

اسم وہ کلمہ ہے۔ جو اپنے معنی بالاستقلال بغیر زیادتی دوسرے لفظ کے ظاہر کرے۔ یا

اسم موصول وہ لفظ یا کلمہ ہے۔ کہ جب تک اُس کے ساتھ کوئی اور جملہ مذکور نہ ہو۔ اس قابل نہیں۔ کہ فاعل یا مفعول۔ مبتدا یا خبر بن سکے۔ یا

فعل وہ کلمہ ہے۔ جس سے کرنا یا ہونا یا سنا مع تعلق زمانے کے سمجھا جائے۔ دراصل بُری تعریفیں ہیں۔ کیونکہ بچوں کے لئے ان کی زبان کا سمجھنا ایسا ہی مشکل ہے۔ جیسا ترکی۔ عبرانی وغیرہ کا۔

۸۔ گیر بڑھانے کی ترتیب + بڑے بڑے تجربہ کار معلموں کی رائے ہے۔ کہ گرامر کی تعلیم جملے سے جسے زبان کی اکائی سمجھنا چاہئے۔ شروع کرنی واجب ہے۔ بچہ زیادہ تر جملوں کے بار بار دہرانے سے زبان سیکھتا ہے۔ اور ان الفاظ کے معنوں کا خیال نہیں کرتا۔ جن سے کہ وہ جملے بنتے ہیں۔ ہر ایک جملہ کسی ایک خیال کا پورا پورا اظہار ہوتا ہے۔ لہذا گیر کی تعلیم کو جملے سے شروع کرنا مناسب ہے۔ اگر اس میں کسی طرح کا کلام ہے۔ تو یہ ہے۔ کہ ضابطہ گورنمنٹ کے بموجب اُس کی تعلیم اس وقت سے دو تین سال پہلے شروع ہو جاتی ہے۔ کہ بچے اس کے سمجھنے کے لائق ہوں۔ پس یہ مان کر کہ گرامر کی تعلیم جملے سے شروع کی جائے۔ ہمیں سب سے پہلے متدیولوں کو جملے کا تصور دلانا چاہئے۔

بچوں کے دوبرو چند چیزیں رکھ دو۔ اور اُن سے کہو۔ کہ ہر ایک کی نسبت کچھ بتائیں۔ جو کچھ وہ بتائیں۔ اُس کو تختہ سیاہ پر لکھو۔

اور اُس کے مقابل انہیں لفظوں کی ترتیب بدل کر لکھ دو۔ مثلاً
 ہشتیار لڑکے انعام پاتے ہیں + پاتے لڑکے ہیں ہشتیار انعام +
 پرند درخت پر گھا رہا ہے + ہے درخت گھا رہا پر پرند +
 اب ان الفاظ کا جو دائیں طرف لکھے ہوئے ہیں۔ بائیں طرف لکھے
 ہوئے الفاظ سے مقابلہ کراؤ۔ تو طلبہ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ اگرچہ دونو
 صورتوں میں الفاظ وہی ہیں۔ لیکن دائیں طرف لکھے ہوئے الفاظ کے
 کچھ معنی ہیں۔ اور بائیں طرف کے الفاظ کے کچھ معنی سمجھ میں
 نہیں آتے۔ اس سے وہ یہ نتیجہ خود بخود نکال لینگے۔ کہ جملہ بمعنی
 تب ہی ہوگا۔ جبکہ ان لفظوں کو جن سے وہ بنا ہے۔ کسی
 خاص ترتیب سے رکھا جائے۔ اس وقت انہیں یہ بتانا چاہئے۔
 کہ لفظوں کے اُس مجموعے کو جس کے معنی ہوں۔ جملہ کہتے ہیں۔
 اُس کے بعد معلم کو چاہئے۔ کہ طلبہ سے روزمرہ کی اشیاء کی نسبت
 جملے بنوائے۔ اور خاص کر اُن چیزوں کی نسبت جو موجود ہوں۔
 اس کے بعد جملے کے دو بڑے اجزاء کی طرف توجہ دلائی جائے۔
 آسان آسان جملوں کے ذریعے یہ سکھانا کچھ مشکل نہ ہوگا۔
 کہ ہر ایک جملے کے دو بڑے جزو ہو سکتے ہیں۔ ابتدا میں اس
 سے زیادہ جملے کی تحلیل کی ضرورت نہیں۔ ابتدائی مشق زبانی
 ہوتی چاہئے۔ اس کے بعد اسم اور فعل کا حال بتانا چاہئے۔
 ان کو ایک ساتھ جملوں کے ذریعے جملے کے الفاظ کی ترتیب میں
 بڑی عمدگی سے سکھا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پہلے تمہیداً اُن میں
 سے ہر ایک کا حال جداگانہ بتا دیا گیا ہو۔ پھر اُس کے کچھ مدت
 بعد اسم صفت و اسم ظرف وغیرہ کا حال بتانا چاہئے۔ اور اجزاء
 کلام کی فروعات مثلاً اسم معرفہ ہوگا یا نکرہ۔ فعل لازم ہوگا۔ یا
 متعدی سکھانی چاہئیں +

بعض اشخاص کی رائے ہے۔ کہ ترکیب صرفی سے پہلے ترکیب نحوی
 سکھانی چاہئے۔ اور اُن کا یہ بیان ہے۔ کہ ترکیب نحوی ترکیب صرفی
 کی نسبت زیادہ دلچسپ ہے۔ اور اس سے فائدہ بھی زیادہ ہوتا
 ہے۔ کیونکہ اُس سے زبان کا زور اور اُس کے معنوں کی باریکی

معلوم ہوتی ہے۔ جو نہایت مفید ہے۔ نیز اُس کے بغیر بعض باتوں مثلاً حالت فاعلی اور مفعولی کا حال طلب کی سمجھ میں اچھی طرح نہیں آ سکتا۔ لہذا گریمر کی تعلیم مندرجہ ذیل نقشے کے مطابق ہونی چاہئے:-

۱۔ (۱) سیدھے سادے جملے۔ جن میں صرف فعل۔ فاعل ہوں۔ لینے چاہئیں۔ پھر طلبہ کی غفلت پر زور ڈال کر اُن سے ہر ایک جملے کے دو بڑے جزو یعنی ایک مسند اور دوسرا مسند الیہ نکلوانے چاہئیں۔

(ب) پھر بتانا چاہئے۔ کہ مسند الیہ عموماً اسم ہوتا ہے۔ اسم کے معنی اس طرح سمجھانے چاہئیں۔ کہ اول تختہ سیاہ پر چند مثالیں لکھ کر طلبہ سے اسم یا نام نکلوانے چاہئیں۔ پھر اُنہیں سے اسم کی تعریف نکلوانی چاہئے۔ پھر اُس تعریف کو مختلف اسموں پر عائد کرانا چاہئے۔

(ج) اسی طرح فعل کا سبق پڑھانا چاہئے۔

۲۔ اس کے بعد صفت۔ اسم ضمیر۔ حرف جر اور حرف عطف وغیرہ سکھانے چاہئیں۔

جہاں تک ہو سکے۔ ان کی تعریفیں خود طلبہ سے مثالوں کے ذریعے بطریق استفراغ نکلوانی چاہئیں۔ اور پھر پڑھنے کے اسباق میں استخراجی طور پر عائد کرانی چاہئیں۔

۳۔ بعد ازاں اجزائے کلام کی تقسیم اور گردانیں بتانی چاہئیں۔ یعنی اسم نکرہ ہوگا یا معرف۔ فعل لازم ہوگا یا متعدی وغیرہ وغیرہ۔ یہ اس طرح بتائی جائیں۔ کہ طلبہ کو اُن کی ضرورت محسوس ہو۔ اور وہ اُن کا فائدہ بخوبی سمجھیں۔

۴۔ اس کے بعد آسان آسان جملوں کی ترکیب نحوی کرانی چاہئے۔ اور مسند اور مسند الیہ کے خواص بتانے چاہئیں۔

۵۔ کسی پیریگراف کے جملوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے مشکل جملوں کی ترکیب کرانی چاہئے۔ اس کے بعد پیچیدہ جملوں کی ترکیب اور ترکیب نحوی کے قاعدوں پر بحث کرانی چاہئے۔

خلاصہ

۱- صرف و نحو سے وہ تمام قواعد مراد ہیں۔ جو اعلیٰ تعلیم یافتہ اشخاص تحریر و تقریر میں ملحوظ رکھتے ہیں +

۲- صرف و نحو سکھانے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ
(۱) صحت کے ساتھ لکھنے اور بولنے میں یہ مضمون ہماری رہنمائی کرتا ہے +

(۲) اور اس مضمون کے مطالعہ سے قراء استدلال کو تقویت پہنچتی ہے +

۳- صرف و نحو کی تعلیم میں مفضلہ ذیل نقص پائے جاتے ہیں :-

- (۱) اس مضمون کی تعلیم بہت جلدی شروع کرتے ہیں +
- (۲) اس کی تعلیم استخراجی طرز پر دیتے ہیں +
- (۳) اور بدرجہ غایت تقسیم در تقسیم کرنے سے قوت حافظہ پر بے فائدہ دباؤ اور بوجھ ڈالتے ہیں +

۴- صرف و نحو کی تعلیم دیتے وقت :-

- (۱) طرز استقرائی کا استعمال کرو +
- (۲) خود طلبہ سے جانچ پر طمان کرادو +
- (۳) سقراطی سوالات پوچھ کر طلبہ کو غور و خوض کرنے پر مجبور کرو +
- (۴) جلدی مت کرو۔ اور آگے چلنے سے پہلے ہر ایک بات بخوبی ذہن نشین کر دو +

۵- الفاظ کی تقسیم میں خیال رکھو کہ

- (۱) تقسیم اقسام کسی خاص اصول پر مبنی ہو +
- (۲) ہر ایک قسم کی تمام صفات اُس میں آجائیں +
- (۳) اور یہ تقسیم ابہام سے بری ہو +

۶- عمدہ تعریف کے خواص :-

- (۱) تعریف کردہ شے کے تمام ضروری اوصاف اُس میں شامل ہوں +
- (۲) جملہ کی ہر ایک فرد پر عائد ہو۔ کسی اور جماعت پر نہیں +
- (۳) نہایت آسان اور سیدھے سادے الفاظ میں ظاہر کی گئی ہو +

۷۔ قاعدے اور تعریفیں استقرائی طور پر سکھانی چاہئیں۔ اور استخراجی طور پر انہیں کام میں لانا چاہئے +
۸۔ گریڈ پڑھانے کی ترتیب :-

- (۱) جملے کے معنی اور دو ضروری اجزاء میں اُس کی تقسیم۔
اس کے بعد ہی اسم اور فعل کے سبق +
- (۲) اسم صفت اور اسم ظرف۔ اس کے بعد جملے کے بڑے بڑے ضروری اجزاء اور کلمے کے دیگر اقسام +
- (۳) اجزائے کلام کی فروغات اور آسان جملوں کی ترکیب +
- (۴) کسی آسان عبارت کے جملوں کو علیحدہ علیحدہ کرنا۔ اور مشکل جملوں کی ترکیب +
- (۵) ترکیب نحوی کے قواعد اور مرتب و پیچیدہ جملوں کی ترکیب +

اسم۔ پہلا سبق

مضمون و طریقہ تعلیم	خلاصہ تختہ سیاہ
۱۔ آدمیوں کے نام۔ جماعت کے چند طبقہ کے نام پوچھو۔ اور انہیں تختہ سیاہ پر لکھو +	بے چند ہر نشان دین محمد رحمت مسیح آدمیوں کے نام
۲۔ چیزوں کے نام۔ ہاتھ میں سلیٹ یا کتاب لے کر لوگوں سے پوچھو۔ کہ اس کا بھی کچھ نام ہے۔ اگر ہے تو کیا۔ اسے تختہ سیاہ پر لکھ دو۔ بچوں سے مدرسے کی چیزوں کے نام پوچھو۔ مثلاً میز۔ کرسی۔ نقشہ۔ تختہ۔ اور ان کو تختہ سیاہ پر لکھ دو +	سلیٹ کتاب چیزوں کے نام میز کرسی نقشہ تختہ

مضمون و طریقہ تعلیم	خلاصہ تختہ سیاہ
<p>۳- مقامات کے نام۔ لوگوں سے پوچھو۔ کہ تمہیں کسی شہر۔ گاؤں یا ملک کا نام آتا ہے۔ جو وہ بتائیں۔ تختہ سیاہ پر لکھ دو +</p> <p>۴- اسم کی تعریف۔ اب لڑکوں کی توجہ اس امر واقعی کی طرف دلاؤ۔ کہ جو الفاظ ہم نے تختہ سیاہ پر لکھے ہیں۔ سب نام ہیں۔ خواہ آدمیوں کے۔ خواہ مقامات کے۔ اور خواہ چیزوں کے +</p> <p>اب طلباء کو بتانا چاہئے۔ کہ چونکہ نام کو اسم کہتے ہیں۔ لہذا ایسے تمام الفاظ کو اسم کہتے ہیں +</p> <p>اب اسم کی تعریف نکلاؤ۔ اور حسب ضرورت مناسب الفاظ ہیں تختہ سیاہ پر لکھ کر اجماعی طور پر کہلاؤ +</p>	<p>ادبلی۔ آگرہ۔ مقامات کے پنجاب۔ لاہور۔ نام ہندوستان۔ جاپان +</p> <p>اسم وہ لفظ یا کلمہ ہے۔ جو کسی (ا) آدمی (ب) جگہ یا مقام (ج) یا چیز کا نام ہو +</p> <p>ان میں سے اسم چنوب۔ رام روٹی کھاتا ہے۔ گوبند پیٹنگ اڑاتا ہے۔ گھوڑے گھاس چرتے ہیں۔ تارے آسمان پر چمک رہے ہیں۔ لاہور۔ پنجاب کا دار الحکومت ہے۔ اور دریائے راوی پر واقع ہے +</p>
<p>۵- مشق۔ پھر بہت سے فقرے لکھ کر طلبہ سے کہو۔ کہ ان میں سے اسم چنیں۔ اور آدمیوں۔ چیزوں اور مقامات کے نام علیحدہ علیحدہ کر دیں +</p> <p>سٹیٹوں پر اس طرح لکیریں کچھوا لینی چاہئیں۔</p>	<p>آدمیوں کے نام مقامات کے نام چیزوں کے نام</p>

فعل - پہلا سبق

خلاصہ تختہ سیاہ

مضمون و طریقہ تعلیم



گنتا

سپاہی

بچہ

طوطا

گنتا بھونکتا ہے

۱۔ کام جو کیا جائے۔
 اول۔ تختہ سیاہ پر چند اسم لکھو۔ مثلاً
 گنتا۔ سپاہی۔ بچہ۔ طوطا +
 دوم۔ پھر بچوں سے پوچھو۔ کہ گنتا
 کیا کیا کرتا ہے۔
 بھونکتا ہے۔ کاٹتا ہے۔ دوڑتا ہے +
 بتاؤ۔ کہ سپاہی کیا کیا کرتا ہے۔
 لڑتا ہے۔ کوچ کرتا ہے۔ گولی
 چلاتا ہے +
 بتاؤ۔ بچہ کیا کیا کرتا ہے۔
 روتا ہے۔ ہنستا ہے۔ گھٹنیوں چلتا
 ہے +
 بتاؤ۔ طوطا کیا کیا کرتا ہے۔
 ہوتا ہے۔ اڑتا ہے۔ پھونکتا ہے +
 ہر ایک سوال کے بعد معلم
 طلبہ کے جوابات میں سے وہ فعل
 چُن لے۔ جو اس کے مطلب کے
 مطابق ہوں۔ اور انہیں تختہ
 پر لکھ دے +
 سوم۔ پھر اس طرح سوال کرنے چاہئیں۔
 بھونکتا ہے۔ اس سے ہمیں گنتے
 کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے۔
 اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے۔
 کہ گنتا کیا کرتا ہے +

خلاصہ مختصہ سیاہ	مضمون و طریقہ تعلیم
سپاہی روتا ہے۔	روتا ہے۔ اس سے ہمیں سپاہی کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے۔ (سپاہی کا کام) +
بچہ روتا ہے۔	روتا ہے۔ اس سے ہمیں بچے کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے۔ اس سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بچہ کیا کرتا ہے +
طوطا اڑتا ہے۔	اڑتا ہے۔ اس سے ہمیں طوطے کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ طوطا کیا کرتا ہے +
دروازہ بند کیا جاتا ہے۔	۲۔ کام جو کسی شے پر واقع ہوں۔ اول۔ اب نختہ سیاہ پر پتہ اور اسے لکھو۔ مثلاً دروازہ۔ روٹی۔ سیٹ۔ چور +
روٹی کھائی جاتی ہے۔	دوم۔ لوگوں سے اس طرح پوچھو۔ بتاؤ۔ دروازے کا کیا کیا جاتا ہے۔ دروازہ بند کیا جاتا ہے۔ کھولا جاتا ہے +
سلیٹ صاف کی جاتی ہے۔	بتاؤ۔ روٹی کا کیا کیا جاتا ہے۔ کھائی جاتی ہے۔ خریدی جاتی ہے۔ بیچی جاتی ہے + سلیٹ کی نسبت حلب سے پوچھو۔ اس کا کیا کیا جاتا ہے۔
چور مارا جاتا ہے۔	صاف کی جاتی ہے۔ توڑی جاتی ہے + بتاؤ۔ چور کا کیا کیا جاتا ہے۔ مرا جاتا ہے۔ جینانے میں بھیجا جاتا ہے۔ اس کے ہند لگائے جاتے ہیں +

خلاصہ تختہ سیاہ

مضمون و طریقہ تعلیم

سوم۔ اپ پھر ان سے سوال کرو۔
 'بند کیا جاتا ہے'۔ اس سے ہمیں
 دروازے کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے۔
 (یہ کہ دروازے کا کیا کیا جاتا ہے) +
 'کھائی جاتی ہے'۔ اس سے ہمیں روٹی
 کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے۔
 (یہ کہ روٹی کا کیا کیا جاتا ہے) +
 'صاف کی جاتی ہے'۔ اس سے ہمیں
 سیٹ کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے۔
 (یہ کہ سیٹ کا کیا کیا جاتا ہے) +
 ۳۔ فعل کا کام۔

اول۔ لڑکوں سے کہو۔ کہ ہم نے تختہ سیاہ
 پر دو قسم کے الفاظ کے اوپر
 خط کھینچا ہے +
 اول قسم کے الفاظ کو دیکھنے سے
 معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی شے کیا
 کام کرتی ہے +
 دوسری قسم کے الفاظ کو دیکھنے
 سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا
 کیا کیا گیا ہے +

دوم۔ اس کے بعد فعل کی تعریف نکلاؤ۔
 فعل وہ لفظ (کلمہ) ہے۔ جس سے
 ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی
 شے کیا کام کرتی ہے۔ یا اس کا
 کیا کیا جاتا ہے۔ اس تعریف کو
 تختہ سیاہ پر لکھو۔ طلبہ اس کو
 دہرائیں۔ اور یاد کریں +
 تعریف۔ فعل وہ کلمہ
 ہے۔ جس سے پایا جاتا
 ہے۔ کہ
 ۱۔ کوئی شے کیا کام کرتی
 ہے۔ یا
 ۲۔ اس کا کیا کیا جاتا
 ہے +

خلاصہ تختہ سیاہ	مضمون و طریقہ تعلیم
<p>مشق - بٹی چوٹا پکڑتی ہے۔ ندی مندر کے پاس بہتی ہے۔ مجرم قید کیا گیا۔ رکوں کو انعام دیا گیا +</p>	<p>فعل 'ہونا' کا کام دوسرے سبق کے لئے رکھنا چاہئے + ۴۷- مشق - مشق کے لئے طلبہ کو مثالیں دو۔ اور اُن سے کہو۔ کہ فعل چُن کر اُنہیں ترتیب وار رکھیں۔ کہ کوئی شے کیا کام کرتی ہے۔ یا اس کا کیا کیا جاتا ہے۔ سلیٹوں پر اس طرح لکیریں کھجوا لینی چاہئیں - فعل</p>
<p>کوئی شے کیا کرتی ہے</p>	<p>کسی شے کا کیا کیا جاتا ہے</p>

فعل 'ہونا' کے سبق پر اشارات

خلاصہ تختہ سیاہ	مضمون و طریقہ تعلیم
<p>۱۔ میں مرد ہوں + ب۔ چینی سفید ہے + ج۔ تم لڑکے ہو + د۔ وہ راجا تھا +</p>	<p>۱۔ مثالیں - تختہ سیاہ پر ا۔ ب۔ ج۔ د جگہ لکھ کر بتاؤ۔ کہ الفاظ 'ہوں'۔ 'ہے'۔ 'ہو' اور 'تھا' سے ہونا پایا جاتا ہے۔ یعنی ان سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ کوئی شے کیا ہے + ۲۔ لڑکوں کو بتاؤ۔ کہ یہ الفاظ فعل ہیں۔ اور ان سے یہ نکلاؤ۔ کہ فعل سے کسی چیز کا کام کرنا مثلاً گٹا بھونکتا ہے۔ اس چیز پر کام کیا جانا۔ مثلاً گھنٹہ بجایا گیا۔ یا</p>

خلاصہ تختہ سیاہ	مضمون و طریقہ تعلیم
<p>تعریف - فعل وہ لفظ (کلمہ) ہے جس سے یہ پایا جائے۔ کہ (۱) کوئی چیز کیا کام کرتی ہے + (۲) اُس چیز پر کیا کام واقع ہوتا ہے + (۳) وہ چیز کیا ہے +</p>	<p>اب بچوں کو بہ نسبت سابق فعل کی کامل تعریف بتانی چاہئے۔ فعل کی تعریف - فعل وہ لفظ ہے جس سے یہ پایا جاتا ہے کہ (۱) کوئی چیز کیا کام کرتی ہے - (۲) اُس پر کیا کام واقع ہوتا ہے - یا (۳) وہ کیا ہے +</p> <p>۳۔ لڑکوں کو یہ بات بتا دینی چاہئے کہ ہونا فعل سے یہ پایا جاتا ہے کہ کوئی شے کیا ہے - اس کی تمام صورتیں ہے - ہو - ہوں - تھا - ہیں - تھے - ہوگا - ہونگے فعل ہیں +</p> <p>۴۔ مشق - لڑکوں سے کتب درسی کے کسی صفحے پر جتنے فعل ہونا فعل سے متعلق ہوں - دریافت کرو +</p>
<p>نا تجربہ کار مدرس نے دیکھا ہوگا کہ مندرجہ بالا سبقوں میں ایک ہی بات کو بار بار دہرایا گیا ہے۔ اگر ہمارا یہ منشا ہو کہ جو بات بچوں کو بتائی جائے۔ وہ اُسے اچھی طرح سمجھ جائیں۔ اور یاد رکھیں۔ تو ابتدائی سبقوں میں ایک ہی بات کو بار بار دہرانا بہت ضروری ہوگا۔ بے شک یہ اُمید نہیں کر سکتے کہ جو سوال ان مثالوں میں کئے گئے ہیں۔ طلبہ اُن کا وہی جواب دیں گے۔ جو یہاں لکھا گیا ہے۔ جواب مطلوبہ نکلانے میں اکثر اوقات بڑا صبر اور حکمت درکار ہوگی۔ اگر لڑکے کسی بات کا جواب نہ دے سکیں۔ تو وہی سوال دوسرے پیرائے میں پوچھنا چاہئے۔ اور اگر ممکن ہو۔ تو اس طرح صورت میں پوچھنا جائے۔ مثلاً پوچھو کہ روٹی کا کیا</p>	

کیا جاتا ہے۔ اگر طالب علم جواب نہ دے سکے۔ تو اُس سے پوچھا جائے۔ کہ کبھی تم نے روٹی کھائی۔ وہ کہیگا۔ جی ہاں۔ تو پھر تم نے کیا کیا۔ اُسے کھا لیا۔ تو پھر روٹی کا کیا کیا گیا۔ اگر پھر بھی بچہ جواب نہ دے سکے۔ اور حیران رہے۔ تو معلم کو چاہئے۔ کہ محذوفی سوالات کرے۔ روٹی کا کیا کیا گیا؟ روٹی کھائی گئی +

اگر معلم صبر و حکمت سے کام لے کر بھی صحیح جواب طلبا سے نہ نکلا سکے۔ تو وہ اُنہیں جواب بتا دے۔ اور اُن سے اُس کا اعادہ کرائے۔ اُسے چاہئے۔ کہ جو جواب بالکل غلط نہ ہو۔ اور اُس سے یہ پایا جاتا ہو۔ کہ طالب علم نے اُس پر غور و خوض کیا ہے۔ تو اُسے یا تو صحیح کر دے۔ یا اُس میں اُس کی مدد کرے۔ ایسے جوابات کو رد ہرگز نہ کرے +

صفت

مضمون و طریقہ تعلیم	خلاصہ تختہ سیاہ
۱۔ چیزوں کی صفات جو جملے پچھلے سبق میں استعمال کئے تھے۔ اُنہیں پھر تختہ سیاہ پر لکھو۔ اور طلبہ سے مناسب صفتیں نکلاؤ۔ مثلاً کتے کو بھونکتے کس نے سنا ہے۔ وہ کس قسم کا کتا تھا۔ بڑا کتا۔ کالا کتا۔ وحشی کتا + سپاہی کو کس نے دیکھا ہے۔ وہ کیسا سپاہی تھا۔ بہادر سپاہی۔ بڑا سپاہی۔ خوبصورت سپاہی + بچے کو روتے کس نے سنا ہے۔ وہ کس طرح کا بچہ تھا۔ شریر بچہ۔ خوبصورت بچہ۔ چھوٹا بچہ +	۱۔ کتا بھونکتا ہے۔ ب۔ سپاہی لڑتا ہے۔ ج۔ بچہ روتا ہے۔ د۔ طوطا اڑتا ہے۔ بڑا کتا بھونکتا ہے۔ بہادر سپاہی لڑتا ہے۔ شریر بچہ روتا ہے۔

خلاصہ تختہ سیاہ	مضمون اور طریقہ تعلیم
چھوٹا طوطا اُڑتا ہے۔	<p>طوطے کو اُڑتے کس نے دیکھا ہے۔ وہ کس قسم کا طوطا تھا۔ ہرا طوطا۔ چھوٹا طوطا۔ خوبصورت طوطا + ہر ایک سوال کے بعد معتم طلبہ کے جوابات سے اُس لفظ کو چُن لے۔ جو اس کے مطلب کے موافق ہو۔ اور اُسے تختہ سیاہ پر لکھ دے +</p>
	<p>۲۔ اب اس طرح سوال کرے۔ بڑا۔ اس سے ہمیں کتے کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے۔</p>
	(یہ کہ کتا کس قسم کا ہے) +
	<p>بہادر۔ اس سے ہمیں سپاہی کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے۔</p>
	(یہ کہ سپاہی کیسا ہے) +
	<p>شریر۔ اس سے ہمیں بچے کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے۔</p>
	(یہ کہ بچہ کس طرح کا ہے) +
	<p>چھوٹا۔ اس سے ہمیں طوطے کی نسبت کیا معلوم ہوتا ہے۔</p>
	(یہ کہ طوطا کس قسم کا ہے) +
	صفت کی تعریف۔
	لڑکوں کو بتاؤ۔ کہ ہر ایک لفظ۔ بڑا۔
	بہادر۔ شریر۔ چھوٹا کسی چیز کی تعریف
	بتاتا ہے۔ یعنی اُس چیز کا بیان
	کرتا ہے۔ اُنہیں بتاؤ۔ کہ ایسے
	تمام الفاظ کو صفت کہتے ہیں +

مضمون و طریقہ تعلیم	خلاصہ تختہ سیاہ
<p>۳۔ صفت کی تعریف نکلاؤ۔ صفت وہ لفظ (کلمہ) ہے۔ جو کسی چیز کی تعریف بتائے + اس تعریف کو تختہ سیاہ پر لکھو۔ اور طلبہ سے اسے بار بار کہلاواؤ۔ اور اُن کو یاد کراؤ +</p> <p>۴۔ مشق۔ طلبہ کو صفت چُسنے کے لئے مثالیں دو +</p>	<p>تعریف صفت وہ کلمہ ہے۔ جو کسی شے کی تعریف بتائے۔ مشق۔ اچھا آدمی سب کو عزیز معلوم ہوتا ہے۔ پتے سبب عمدہ ہوتے ہیں۔ کھٹے انگور بُرے ہوتے ہیں۔ چھوٹا نالہ بڑے دریا میں جاگتا ہے وغیرہ وغیرہ +</p>

ترکیب نحوی۔ پہلا سبق

مضمون و طریقہ تعلیم	خلاصہ تختہ سیاہ
<p>معلم کو ایسے جملے لینے چاہئیں جن سے طلبہ پہلے ہی سے واقف ہوں + جملے میں کون کون سے جزو ہوتے ہیں۔ ۱۔ معلم جملوں کو اول تختہ سیاہ پر لکھے۔ پھر اس طرح سوال کرے :- جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کوئلہ کالا ہے۔ تو ہم کس چیز کا ذکر کرتے ہیں؟ (کوئلے کا) اور ہم کوئلے کا کیا ذکر کرتے ہیں؟ (یہ کہ وہ کالا ہے)</p>	<p>(۱) کوئلہ کالا ہے۔</p>

مضمون و طریقہ تعلیم	خلاصہ تشریح سیاہ
<p>جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ نول کشور لڑکا ہے۔ تو ہم کس چیز کا ذکر کرتے ہیں؟ (نول کشور کا)</p>	<p>(ب) نول کشور لڑکا ہے۔</p>
<p>اور ہم نول کشور کی نسبت کیا ذکر کرتے ہیں؟ (یہ کہ وہ لڑکا ہے) جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ کتا بھونکتا ہے۔ تو ہم کس کا ذکر کرتے ہیں؟ (کتے کا)</p>	<p>(ج) کتا بھونکتا ہے۔</p>
<p>اور ہم کتے کی نسبت کیا ذکر کرتے ہیں؟ (یہ کہ وہ بھونکتا ہے) جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ بچہ روتا ہے۔ تو ہم کس کا ذکر کرتے ہیں؟ (بچے کا)</p>	<p>(د) بچہ روتا ہے۔</p>
<p>ہم بچے کا کیا ذکر کرتے ہیں؟ (یہ کہ وہ روتا ہے) اب بچوں کو بتاؤ۔ کہ جب ہم کسی چیز کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلاً کوئلے کا۔ اور کہتے ہیں کہ وہ کالا ہے۔ تو ان الفاظ سے جو ہم کہتے ہیں۔ جملہ بنتا ہے + نول کشور لڑکا ہے + جملہ ہے۔ کتا بھونکتا ہے + جملہ ہے۔ بچہ روتا ہے + جملہ ہے۔</p>	<p>کوئلہ کالا ہے = جملہ</p>
<p>اس اعاوے کا منشا یہ ہے۔ کہ لفظ جملہ اور اُس کے معنی لفظوں کے دلوں پر نقش ہو جائیں +</p>	

مضمون و طریقہ تعلیم

خلاصہ تختہ سیاہ

۲۔ مسند الیہ۔

طلبہ سے یہ بات نکلاؤ کہ ہر جملے کے کم از کم دو جزو ہوتے ہیں۔
(ا) وہ چیز جس کی نسبت کچھ کہا جائے +
(ب) جو کچھ اس شے کی نسبت کہا جائے +
لڑکوں سے کہو کہ وہ لفظ جو اس چیز کو ظاہر کرے۔ جس کا ذکر کیا جائے۔

مسند الیہ کہلاتا ہے +

مسند الیہ کو طلبہ کے دل پر نقش کرنے کے لئے مندرجہ ذیل سوالات کرو:-

- (۱) کوئلہ۔ جملے کا کونسا جزو ہے؟ کیوں؟
(ب) نوکشور۔ جملے کا کونسا جزو ہے؟ کیوں؟
(ج) کتا۔ جملے کا کونسا جزو ہے؟ کیوں؟
(د) بچہ۔ جملے کا کونسا جزو ہے؟ کیوں؟

۳۔ مسند سے کسی چیز کا بیان پایا جاتا ہے۔

لڑکوں کو بتاؤ کہ جملے کا وہ جزو جس میں اس کا بیان یا ذکر ہو مسند کہلاتا ہے + مسند۔

طلبہ سے نکلاؤ کہ مسند سے کسی شے کا کام ظاہر ہوتا ہے +

مسند کو طلبہ کے ذہن نشین کرنے کے لئے مندرجہ ذیل سوال کرو:-

جملہ ۱ میں 'کالا' ہے، جملے کا کونسا جزو ہے؟ کیوں؟

جملہ ۲ میں 'لڑکا' ہے، جملے کا کونسا جزو ہے؟ کیوں؟

۱۔ کوئلہ کالا ہے۔

ب۔ نوکشور لڑکا ہے۔

مسند الیہ	مسند
کوئلہ	کالا ہے۔
نول کشور	لڑکا ہے۔
کتا	بھونکتا ہے۔
بچہ	روتا ہے +

مضمون و طریقہ تعلیم	خلاصہ تختہ سیاہ
جملہ ج میں بھونکتا ہے، جملے کا کونسا جزو ہے؟ کیوں؟	ج - کٹا، بھونکتا ہے۔
جملہ د میں روتا ہے، جملے کا کونسا جزو ہے؟ کیوں؟	د - بچہ روتا ہے۔
۴- خلاصہ - اخیر میں طلبہ سے یہ نکلواؤ۔ کہ (۱) مسند الیہ اُس چیز یا آدمی یا جگہ کا نام ہے۔ جس کا ذکر کیا جائے۔ مسند الیہ ہمیشہ اسم ہوا ہے۔ (۲) مسند وہ ہے جو یہ بتائے کہ وہ چیز (۱) کیا ہے۔ (۲) کیا کام کرتی ہے۔ (۳) مسند الیہ اور مسند سے مل کر محمد بن ہے۔	(۱) مسند الیہ جس شخص - جگہ یا چیز کا ذکر کیا جائے۔ اُسے مسند الیہ کہتے ہیں + (۲) مسند وہ ہے جس سے یہ پایا جاتا ہے کہ کوئی شے (۱) کیا ہے (۲) کیا کام کرتی ہے۔ (۳) مسند الیہ اور مسند سے مل کر محمد بن ہے۔

اسم نکرہ و معرف

مضمون و طریقہ تعلیم	خلاصہ تختہ سیاہ
۱- عام نام۔ تختہ سیاہ پر ا۔ ب۔ ج جملے لکھ کر طلبہ سے پوچھو۔ کہ جب ہم کہتے ہیں۔ مدلولہ سبق یاد کرتا ہے یا نہ کرتا ہے؟ اس مراد اُس لڑکے سے ہوتی ہے؟ اس لڑکے سے؟ اُس لڑکے سے؟ کسی خاص لڑکے سے؟ طلبہ سے نکلواؤ۔ کہ فقط لڑکا ایسا نام ہے۔ جو کسی خاص لڑکے کا نام نہیں۔ بلکہ تمام لڑکوں پر صادق ہو سکتا ہے۔	۱- لڑکے سبق یاد کرتا ہے +

خلاصہ تختہ سیاہ	مضمون و طریقہ تعلیم
ب۔ وہ شہر گیا ہے	ب۔ جب ہم کہتے ہیں کہ وہ شہر گیا ہے۔ تو ہم کس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہیں؟ کسی خاص شہر کی طرف؟ طلبہ سے یہ نکلواؤ۔ کہ شہر کا اطلاق تمام شہروں پر ہو سکتا ہے۔ یعنی یہ ایک عام چیز کا نام ہے +
ج۔ دریا پہاڑ سے نکلتا ہے +	ج۔ اسی طرح طلبہ سے نکلواؤ۔ کہ دریا اور پہاڑ کسی خاص دریا اور پہاڑ کے نام نہیں۔ بلکہ عام دریا اور پہاڑوں کو بتلاتے ہیں +
۱۔ لڑکا سبق یاد کرتا ہے + د۔ راج نرائن سبق یاد کرتا ہے +	۲۔ خاص نام۔ (۱) ۱۔ ب اور ج جملوں کے نیچے د۔ ی اور ف جملے لکھو۔ اور طلبہ سے نکلواؤ۔ کہ راج نرائن ایسا نام ہے جو تمام لڑکوں یا مردوں پر عائد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ کسی خاص لڑکے یا مرد کا نام ہے +
ب۔ وہ شہر گیا ہے + ی۔ وہ امرتسر گیا ہے + ج۔ دریا پہاڑ سے نکلتا ہے + ف۔ سندھ کیلاش سے نکلتا ہے +	۳۔ اسم مکملہ و معرقہ۔ اب بتلاؤ۔ کہ (۱) بعض ناموں کا اطلاق ایک ہی قسم کی تمام اشیا پر ہوتا ہے۔ مثلاً لڑکا۔ شہر۔ دریا۔ پہاڑ۔ کہ ہر ایک لڑکے کو لڑکا کہہ سکتے ہیں۔ اور

مضمون و طریقہ تعلیم	خلاصہ تختہ سیاہ
<p>بر ایک شہر کو شہر۔ وغیرہ وغیرہ*</p> <p>ب۔ بعض نام ایک قسم کی چیزوں میں سے کسی خاص چیز کے نام کو بتاتے ہیں۔ مثلاً راج نرائن۔ امرتسر۔ سندھ۔ کیلاش۔</p> <p>(۲) ۱۔ پھر بتاؤ۔ کہ جو نام ایک ہی قسم کی ہر ایک شے پر عائد ہو سکتے ہیں۔ انہیں عام نام یا اسمِ مکمرہ کہتے ہیں۔</p> <p>ب۔ وہ نام جو ایک قسم کی کسی خاص شے کا نام ہو۔ اُسے خاص نام یا اسمِ معرفہ کہتے ہیں۔</p> <p>۴۔ تعریف۔</p>	<p>اسمِ مکمرہ وہ اسم ہے جو ایک ہی قسم کی ہر ایک شے کا نام ہو۔</p> <p>اسمِ معرفہ وہ اسم ہے جو کسی خاص آدمی۔ جگہ یا چیز کا نام ہو۔</p>
<p>اسمِ مکمرہ اور معرفہ بتاؤ۔</p> <p>شش نرائن اچھا لڑکا ہے۔</p> <p>جانکی اپنے گھر چلی گئی۔</p> <p>لکھنؤ دریا سے گومتی پر واقع ہے۔</p> <p>دہلی ہندوستان کا دار الخلافہ ہے۔</p>	<p>اسمِ مکمرہ اور معرفہ کی تعریف تختہ سیاہ پر لکھو۔ اور طلبہ سے کہو۔ کہ انہیں دہرائیں اور یاد کر دیں۔</p> <p>۵۔ مشق۔</p> <p>چند مثالیں لکھ کر طلبہ سے اسمِ مکمرہ اور معرفہ پوچھو۔</p>
<p>اسم</p> <p>مکمرہ</p> <p>معرفہ</p>	<p>اسم</p>
<h2 style="text-align: center;">فعل معروف و مجهول</h2>	
<p>مضمون و طریقہ تعلیم</p> <p>۱۔ فعل معروف و مجهول۔</p> <p>تختہ سیاہ پر آدھ خط لکھو۔ اور</p>	<p>خلاصہ تختہ سیاہ</p>

خلاصہ تختہ سیاہ

مضمون و طریقہ تعلیم

(۱) زید نے بکر کو مارا۔
(ب) بکر مارا گیا +
فعل معروف -
زید نے بکر کو مارا
فعل مجہول -
بکر مارا گیا +

طلبہ سے نکلواؤ۔ کہ
جملہ (۱) میں فعل کا فاعل یعنی
کام کرنے والا معلوم ہے +
جملہ (ب) میں فاعل معلوم نہیں +
طلبہ سے یہ بھی نکلواؤ۔ کہ آ اور ب
میں فعل کی مختلف صورتیں ہیں۔
۱۔ اگر فعل کا فاعل یا کام کرنے والا
معلوم ہو۔ تو وہ فعل معروف
کہلاتا ہے۔ جیسا جملہ آ میں +
ب۔ جب فعل کا فاعل معلوم نہ ہو۔
جیسا جملہ ب میں۔ تو فعل مجہول
ہوتا ہے +
پھر بتاؤ۔ کہ فن مجہول متعدی فعل
سے بنتا ہے۔ مصدر متعدی کے ماضی
مطلق پر مصدر 'جانا' زیادہ کر دینے
سے مصدر مجہول بن جاتا ہے +
۲۔ مشق -

مشق

کبوتر مارا گیا +
کتا بھونکتا ہے +
اس کی ٹانگ کاٹی گئی +
میرا گھوڑا فروخت
کیا گیا +
تمہارا طوطا بولتا ہے +
مدرسہ بند کیا گیا +

طلبہ کو چند مثالیں دو۔ اور اُن سے
کہو۔ کہ فعل معروف اور مجہول
علحدہ علیحدہ کریں +

افعال

معلوم	مجہول

زمانے

خلاصہ تختہ سیاہ

مضمون اور طریقہ تعلیم

۱۔ زمانہ حال

تختہ سیاہ پر جملہ آؤ لکھو۔ اور طلبہ سے نکلواؤ۔ کہ جب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ میں دیکھتا ہوں۔ تو اُس سے یہ پایا جاتا ہے۔ کہ میں اب یعنی اس وقت دیکھتا ہوں۔ اور کسی اور وقت نہیں +

۲۔ زمانہ ماضی

تختہ سیاہ پر جملہ ب لکھو۔ اور طلبہ سے نکلواؤ۔ کہ جب یہ کہا جائے۔ کہ میں نے اُس کو دیکھا تھا۔ تو اُس سے موجودہ وقت مراد نہیں۔ بلکہ شاید کل یا پچھلا ہفتہ۔ بہر حال ایسا وقت مراد ہے۔ جو گزر گیا +

۳۔ زمانہ مستقبل

تختہ سیاہ پر ج لکھو۔ اور طلبہ سے نکلواؤ۔ کہ جب یہ کہا جائے۔ کہ میں اُس کو دیکھونگا۔ تو اُس سے نہ موجودہ وقت مراد ہے۔ نہ گزرا ہوا۔ بلکہ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ اُس کو کل یا پرسوں یا کسی آنے والے وقت میں دیکھونگا +

۴۔ زمانے

پھر بتاؤ۔ کہ کوئی کام تین اوقات

خلاصہ تختہ سیاہ

مضمون و طریقہ تعلیم

میں سے ایک نہ ایک وقت میں ہوتا ہے۔ حال۔ ماضی یا مستقبل میں۔ اور طلبہ سے نکلواؤ۔ کہ فعل کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ جن سے (۱) زمانہ حال۔ مثلاً میں دیکھتا ہوں۔ (۲) زمانہ ماضی۔ مثلاً میں نے دیکھا تھا۔ (۳) زمانہ مستقبل۔ مثلاً میں دیکھوں گا۔ ظاہر ہوتا ہے + طلبہ سے پوچھو۔ کہ گریمر میں زمانہ کسے کہتے ہیں۔ اور نکلواؤ۔ کہ جس وقت میں کوئی کام کیا جائے۔ اُسے فعل کا زمانہ کہتے ہیں + زمانے کی تعریف بتاؤ۔

فعل کی اُس حالت کو جس سے کسی کام کے کرنے کا وقت معلوم ہو۔ زمانہ کہتے ہیں

طلبہ سے نکلواؤ۔ کہ زمانے تین ہیں۔ اور انہیں بتاؤ۔ کہ

(۱) جب فعل کی حالت سے یہ پایا جائے۔ کہ کام موجودہ وقت میں ہو رہا ہے۔ تو فعل زمانہ حال میں ہوتا ہے +

(۲) جب یہ پایا جائے۔ کہ کام گزشتہ وقت میں ہوا۔ تو اُسے زمانہ ماضی کہتے ہیں +

(۳) جب یہ پایا جائے۔ کہ کام وقت آئندہ میں ہوگا۔ تو اُسے زمانہ مستقبل کہتے ہیں +

۱۔ زمانہ حال۔

میں دیکھتا ہوں۔

۲۔ زمانہ ماضی۔

میں نے دیکھا تھا۔

۳۔ زمانہ مستقبل۔

میں دیکھوں گا۔

مضمون و طریقہ تعلیم	خلاصہ تختہ سیاہ						
<p>۵۔ مشق - طلبہ کو مثالیں دے کر کہو۔ کہ اُن میں سے فعل چُنیں اور بتائیں کہ ہر ایک میں کونسا زمانہ ہے ؟</p> <p>افعال</p>	<p>مشق</p> <p>افعال کی زمانوں کے بموجب تقسیم کرو۔</p> <p>بشن نرائن مجھے کچھ روپیہ دیگا۔</p> <p>طوطا بول رہا ہے۔</p> <p>آفتاب غروب ہو گیا۔</p> <p>روپ نرائن خوب کوشش کریگا۔</p> <p>میں نے سید احمد کو دکھا تھا۔</p> <p>جگت نرائن کو آم بہت بھاتے ہیں۔</p> <p>سید محمد سارے سیدب کھا جائیگا۔</p> <p>جے سنگھ کے پاس روپیہ تھا۔</p> <p>پریم مسیح بہت اچھا ہے۔</p>						
<table border="1"><tr><th>حال</th><th>ماضی</th><th>مستقبل</th></tr><tr><td></td><td></td><td></td></tr></table>	حال	ماضی	مستقبل				
حال	ماضی	مستقبل					

چھٹی فصل

انشا پردازی (COMPOSITION)

۱۔ انشا پردازی میں کن کن امور کا خیال رکھنا چاہئے ؟

۲۔ خیالات کو بذریعہ تقریر یا تحریر ظاہر کرنے کے فن کا نام انشا پردازی ہے۔

انشا پردازی کی ابتدائی تعلیم صرف و نحو کے ساتھ ساتھ اس طرح شروع کرا دینی چاہئے۔ کہ جو قواعد طلباء صرف و نحو میں پڑھیں۔ ان کا صحیح استعمال ظاہر کرنے کے لئے فقرے اور جملے بناتے رہیں۔

مدرس میں انشا پردازی سکھانے کی یہ غرض ہے۔ کہ طلباء کو زبان صاف نشر میں صحیح طور پر لکھنی آ جائے۔

انشا پر دانی کی مشقوں میں معلم کو مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے :-

۱۔ زبان صاف - عام فہم اور بامحاورہ ہو۔ جو کچھ طالب علم کہے۔ وہ صاف - عام فہم طریق میں بیان کرے۔ الفاظ ایسے ہوں۔ جن سے وہ واقف ہو۔ اور جو اُس کے مطلب کو بخوبی ظاہر کریں۔ بڑی بڑی اور مفقہ اور رنگین عبارتوں سے بچنا چاہئے +

۲۔ زبان صحیح ہو۔ جو زبان فقرے بنانے میں استعمال کی جائے۔ وہ صحت کے معیار کے مطابق ہو۔ اس موقع پر گریمر کے قاعدوں کی واقفیت سے بڑا کام نکلیگا۔ جب کوئی طالب علم غلطی کرے۔ تو اُسے وہ قاعدہ بتانا چاہئے۔ جس کی خلاف ورزی کی گئی ہے +

۳۔ وضاحت و فصاحت - اس امر ضروری کی طرف توجہ ضرور کرنی چاہئے۔ اور اسے بڑی احتیاط سے سکھانا چاہئے۔ جو کچھ کہا جائے۔ یا لکھا جائے۔ اُس سے کہنے والے یا لکھنے والے کا مطلب صاف واضح ہو جائے۔ اور کسی طرح کا اُس میں ابہام باقی نہ رہے +

۴۔ زبان پُر زور ہو۔ نثر کو پُر زور کرنے کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ جو کچھ کہا جائے۔ مختصر اور بامعنی ہو۔ الفاظ نیچے چنے ہوں۔ اور اس ترتیب سے ہوں۔ کہ نظر فوراً اُن پر پڑے۔ عبارت پیچیدہ اور مشکل نہ ہو +

۵۔ انشا پر دانی کی تعلیم شروع ہی سے ہونی چاہئے۔ اور ابتدائی تعلیم بالواسطہ ہو۔ یعنی جس سے طلباء اور باتوں کے ذریعے بغیر کوشش ارادی انشا سیکھیں۔ معلم جو زبان بولتا ہے۔ طلباء اُس کی تقلید سے انشا سیکھتے ہیں۔ پس معلم کی زبان صاف - صحیح اور بامحاورہ ہو۔ اور طلباء بولنے یا لکھنے میں جو غلطیاں کریں۔ وہ اُن کو فوراً روک دے +

۶۔ انشا پر دانی کس طرح حاصل ہوتی ہے +

طلباء کو اپنا مطلب صفائی سے مناسب زور کے ساتھ صحیح اور با محاورہ زبان میں ادا کرنا سکھانا چاہئے۔ المختصر اُن کو مناسب موقعوں پر مناسب الفاظ کا استعمال کرنا سکھایا جائے۔
یہ تین باتوں پر موقوف ہے :-

(۱) خیالات صاف ہوں +

(ب) الفاظ کا ذخیرہ کافی ہو +

(ج) اقسام کلمہ کا صحیح استعمال کرنا آتا ہو +

کوئی شخص اپنا مطلب صاف طور پر ادا نہیں کر سکتا۔ تا وقتیکہ وہ خود اُسے اچھی طرح پر نہ جانتا ہو۔ اور نہ اُس شخص کی تحریر اور تقریر میں اثر ہو سکتا ہے۔ جس کے پاس مناسب الفاظ کا کافی سرمایہ نہ ہو۔ اور نہ وہ زبان کی غلطیوں سے بچ سکتا ہے۔ جب تک کہ وہ صرف و نحو کے قاعدوں سے واقف نہ ہو +

صحیح الفاظ کا مناسب موقعوں پر استعمال بتانے کے لئے دھن میں بہت کچھ گنجائش ہے۔ مگر اس میں کامیابی مقررہ قواعد پر دھیان کرنے سے اس قدر حاصل نہیں ہوتی۔ جتنی عمدہ نمونوں کی نقل اور مشق کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ عمدہ انشا پردازی اچھی کتابوں کے پڑھنے۔ نیک صحبت میں رہنے اور عمدہ طرز گفتگو کو سننے اور اس میں شریک ہونے سے آتی ہے۔ جن بچوں کو بولنا اچھا آتا ہے۔ اُنہیں اچھا لکھنا بھی جلد آ جاتا ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں۔ کہ لڑکے بڑے ہو کر صحیح لکھنا سیکھیں۔ تو ہمیں چاہئے۔ کہ بچپن میں اُنہیں صحیح بولنا سکھائیں۔ بچوں کو انشا پردازی سکھانے سے پہلے صحت کے ساتھ جملوں کا بولنا سکھانا چاہئے۔ اور اُس کی تعلیم شروع ہی سے ہونی چاہئے +

۳۔ ابتدائی تعلیم + پھولے پھولے بچوں سے بھی اُن اشیا کی

نسبت جو اُن کے سامنے رکھی جائیں۔ فرقے بنانے کی مشق کرانی چاہئے۔ اور اُن سے عام اشیا کی نسبت جنہیں وہ روزمرہ دیکھتے ہیں۔ اور جن کا اُنہیں شوق ہے۔ گفتگو کرنی چاہئے۔ اگر بچوں سے سوالوں کا جواب پورے جملوں میں لیا جائے۔ تو اُس سے بھی

بہت کچھ مدد ملتی ہے۔ ایسے ادھورے جواب تسلیم نہ کرنے چاہئیں۔ جن سے یہ معلوم ہو۔ کہ بچے کا خیال تو صحیح تھا۔ اور اگر سوچ کر جواب دیتا۔ تو اس کا جواب بھی صحیح ہوتا۔ اس بات میں بہت کوشش کرنی چاہئے۔ کہ جو کچھ بچوں کو کہنا ہے۔ وہ صاف صاف اور پورا پورا کہیں۔ اور جب کبھی جواب ٹکڑوں میں دیں۔ تو اگلا سوال پوچھنے سے پہلے اُن ٹکڑوں کو ملا لینا چاہئے۔ اس سے طلباء کے خیالات ٹھیک ٹھیک اور واضح ہو جائینگے۔ اُن کے الفاظ کا ذخیرہ بڑھیکا۔ اور وہ زبان پر حاوی ہوتے جائینگے۔

اس ابتدائی تعلیم کا موقع پڑھنے اور گریمر کے اسباق میں بہت ملتا ہے۔ کیونکہ گریمر کے سبقوں میں متعلموں کو قاعدوں کی تمثیل کے لئے جملے بنانے پڑتے ہیں۔ اور پڑھنے کے سبقوں میں ان سے الفاظ کے معنی پوچھے جاتے ہیں۔ اور اُن کا صحیح استعمال ظاہر کرنے کے لئے اُن سے جملے بنوائے جاتے ہیں۔ غرضیکہ متعلموں کو صحت سے بولنا سکھانے اور خیالات کو صاف الفاظ میں ظاہر کرنے کے لئے ہر ایک ایسے سبق سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ جس میں زبانی جواب دینے کا موقع ملے۔

ایسے سبقوں سے فائدہ اُسی صورت میں حاصل ہوگا۔ جبکہ معلم کی زبان بلحاظ الفاظ کی چیدگی۔ خیالات کی باقاعدہ ترتیب اور طرز گفتگو کی سادگی اور سلاست کے طلباء کے لئے ایک نمونہ ہو۔ لیکن معلم کی زبان طلباء کے لئے نمونے کا کام اسی صورت میں دیگی۔ جبکہ وہ اُس مضمون کو جو اُسے پڑھانا ہے۔ پوری پوری طرح سمجھے۔ کیونکہ گفتگو کی صفائی ہمیشہ خیالات کی صفائی پر مبنی ہوتی ہے۔

(اسی طرح ایک اور ضروری امر کا اطلاق مدرسے کی تمام پڑھائی پر ہو سکتا ہے۔ شروع سے لے کر آخر تک معلم کی یہ کوشش ہونی چاہئے۔ کہ طلباء کے الفاظ کا ذخیرہ بڑھے۔ جب کبھی کوئی نیا لفظ بتائے۔ تو اُس کا مقابل یا نقیض دوسرا لفظ بھی

بتا دے +

اس ابتدائی تعلیم کے درمیان بھی تحریری انشا پردازی شروع کرا سکتے ہیں۔ شروع شروع میں محدود سوالوں کے جواب لکھوانے چاہئیں۔ جن کے جواب آسان مفرد جملوں میں ادا ہو سکیں۔ پھر ایسے ایسے دو یا دو سے زیادہ جملوں کو ملا کر ایک جملہ بنوانا چاہئے + کتاب سے عبارت نقل کرانے اور املا لکھوانے سے بھی تحریری انشا پردازی میں مدد ملتی ہے۔ کیونکہ ان سے صرف بخیر ہی درست لکھنے نہیں آتے۔ بلکہ جملوں کو صحت کے ساتھ ظاہر کرنا بھی آ جاتا ہے +

۴۔ تحریری انشا پردازی کا پہلا درجہ +

انشا پردازی کے پہلے درجے میں ہمیشہ بڑی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ اور اس کے آسان اور صاف کرنے کے لئے خاص محنت و توجہ درکار ہے۔ مسلسل قصہ کہانی لکھنے کی ابتدائی کوشش یہ ہے۔ کہ کسی چھوٹی سی کہانی کو سن کر لکھا جائے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ طلبا کو کہانی کتاب سے پڑھ کر سنائی جائے یا زبانی۔ زبانی سنانے سے اُن کے دل پر زیادہ نقش ہوگا۔ اگر پڑھ کر سنائی جائے۔ تو وہ اُس کو اختصار اور وضاحت کے ساتھ اور غالباً چیدہ الفاظ میں لکھ سکیں گے +

چونکہ ایک دفعہ کا زبانی سنانا یا پڑھ کر سنانا کافی نہیں۔ اس لئے یہ مناسب ہے۔ کہ ان دونوں طریقوں کے فائدوں کو ملا لیا جائے۔ یعنی اول کہانی زبانی سنائی جائے۔ اور پھر پڑھ کر۔ اس طرح پر بیان میں اختلاف ہوگا۔ اور یہ بڑا ضروری امر ہے۔ کیونکہ اگر کہانی زبانی نہ سنائی جائے۔ بلکہ دو تین مرتبہ صرف پڑھ کر سنائی جائے۔ تو بہت سے لڑکے کتابی الفاظ لکھ دیں گے۔ اور یہ بجائے انشا پردازی کی مشق کے حافظے کی مشق ہو جائیگی +

شروع شروع میں ہی کافی نہیں۔ کہ طلبا کو کہانی زبانی یا پڑھ کر سنائی جائے۔ اور لڑکوں سے کہا جائے۔ کہ اس کو لکھو۔ بلکہ

جب معلم کہانی سنا چکے۔ تو چاہئے۔ کہ وہ طلباء سے سوال کرے۔ تاکہ اُسے معلوم ہو جائے۔ کہ وہ اُسے سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اور اُس کی موٹی موٹی باتیں تختہ سیاہ پر لکھ دے۔ پھر کہانی پڑھ کر سُنائے اور تمام جماعت سے اسے زبانی کہلوائے۔ اس طرح پر کہ ایک جملہ ایک طالب علم سنائے۔ دوسرا دوسرا طالب علم۔ و علیٰ ہذا۔ جو جو جملہ سنائیں۔ اول اس پر بحث کی جائے۔ پھر صحیح کرنے اُسے تختہ سیاہ پر لکھا جائے۔ اب لڑکے خیالات اور اُن کی ترتیب سے اس قدر واقف ہو جائیں گے۔ کہ وہ کہانی کو کاغذ پر لکھ سکیں گے *

۵۔ مشکل مشقیں * تعلیم کی کامیابی کا مدار اس بات پر ہے۔ کہ اُسے بتدریج مشکل بنایا جائے۔ جو مشقیں طلباء سے پہلے کرائی گئی ہیں۔ اُن میں اُنہیں (۱) پھوٹے پھوٹے جملے بنانے

(۲) دو یا دو سے زیادہ جملوں کو ملا کر ایک جملہ بنانے اور

(۳) بہت سے جملوں کو ملا کر کہانی بنانے

کی مشق ہو چکی ہے۔ اب طلباء کو کتب درسیہ کا خلاصہ۔ جو اب مضمون۔ خطوط نویسی اور پرچہ امتحانات کے جوابات لکھنا سکھانا ہے۔ اس کام میں طلباء کو زیادہ تر اپنی ہی عقل سے کام لینا پڑیگا۔ مناسب خیالات کے لئے سوچ بچار کرنا ہوگا۔ اور انہیں قدرتی اور منطقی طور پر ترتیب دینا پڑیگا۔ مگر ان مشقوں کے کرانے میں یہ احتیاط لازم ہے۔ کہ جو مضمون طلباء کو لکھنا ہو۔ اول اس کا انہیں پورا پورا تصور دلایا جائے۔ انشا پر داری سکھانے کا بڑا مدعا یہ ہے۔ کہ طلباء میں اپنے خیالات صاف اور واضح طور پر ادا کرنے کا ملکہ پیدا کر دیا جائے۔ مگر وہ اپنے خیالات صرف اسی حالت میں صاف اور واضح طور پر ادا کر سکتے ہیں۔ جبکہ اُنہیں اُن کا تصور بھی صاف اور واضح ہو۔ پس ہمیں ایسے مضامین چننے چاہئیں۔ کہ جن کا تصور ٹھیک ٹھیک اور صاف صاف ہو سکے۔ یا ایسے امور واقعی جن سے طلباء پہلے ہی سے

خواہ بذریعہ مطالعہ کتب یا خواہ بذریعہ ذاتی مشاہدہ و تجربہ واقف ہوں +
مضمون نویسی شروع کرنے میں طلباء کو دو مشکلات پیش آتی ہیں :-

اول۔ اپنے مطلب کے موافق مناسب خیالات کو منتخب کرنا +
دوم۔ اُن کو اس طرح ترتیب دینا کہ سننے یا پڑھنے والا اُنہیں فوراً سمجھ جائے +

کچھ عرصے تک مناسب ہے کہ معلم اُن کی اس طرح مدد کرے کہ اُن سے جو مضمون لکھوانا ہو۔ اُس کے متعلق ایسے محقول سوالات کرے۔ جن کے ذریعے وہ اپنے کام کے لئے مناسب مصالح فراہم کریں۔ اور اُن کو بتائے۔ کہ بڑی بڑی باتوں کو کس ترتیب سے رکھا جائے۔ اور خود اُن کو مناسب ترتیب سے تختہ سیاہ پر لکھ دے۔ یہ بھی مناسب ہے۔ کہ ہر ایک لڑکے سے کاغذ پر جدا جدا مضمون لکھوانے سے پہلے ساری جماعت سے زبانی جواب مضمون بنوایا جائے۔ مگر اس طریق امداد کو رفتہ رفتہ کم کر دیا جائے +

(جب تک طالب علم اپنے مضمون کا ایسا خاکہ نہ بنا لیں۔ جس سے مضمون کے متعلق موٹی موٹی باتیں اور اُن کی ترتیب ظاہر ہو۔ اُنہیں کسی حالت میں مضمون لکھنے کی اجازت نہ دی جائے۔ خواہ وہ اس مضمون کو بغیر کسی اور کی مدد کے خود ہی کیوں نہ لکھیں +

اعلیٰ جماعتوں کے طلباء کے لئے انشا پر دانی کی مشق کے واسطے خطوط نویسی سے بڑھ کر اور کوئی مشق نہیں۔ اس کی جزئیات بتانے میں بڑی احتیاط واجب ہے۔ سوائے اِس کے مدرس کو اس میں کسی طرح کی دقت پیش نہیں آتی +

معلم کو چاہئے۔ کہ شروع شروع میں تختہ سیاہ پر ایک دو چٹھیاں بطور نمونے کے طلباء کی مدد سے لکھ دے۔ جب طلباء اپنی چٹھیاں آپ لکھنے لگیں۔ تو معلم پہلے اُن سے چٹھی کے مضمون پر گفتگو کرے۔ اور اُس کے متعلق موٹی موٹی باتیں باقاعدہ ترتیب سے تختہ

سیاہ پر لکھ دے۔ اور کوشش کرے۔ کہ طلباء خطوط اس طرح پر لکھیں۔ کہ

(۱) گویا وہ بکتوب الیہ سے باتیں کر رہے ہیں +
(۲) جب تک ایک بات کو ختم نہ کر لیں۔ دوسری لکھنی شروع نہ کریں +

(۳) القاب و آداب اور تعظیم و تکریم کا خیال رکھیں +
یہ بات بھی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ کہ خطوط نویسی کے کاغذوں (نوٹ پیپر) پر خط لکھے جائیں۔ اور اُن کو اچھی طرح تہ کر کے لفافوں میں ڈالا جائے۔ اس بات کی احتیاط بھی لازم ہے۔ کہ کاغذ پر دھبہ وغیرہ نہ پڑے۔ اور اس پر مناسب حاشیہ چھوڑا جائے۔ اور اس قسم کی اور چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھا جائے +

خلاصہ و دیگر ضروری امور جو مد نظر رکھنے چاہئیں

۱۔ خیالات کو صحت و صفائی کے ساتھ بذریعہ تحریر یا تقریر ظاہر کرنے کا ہنر انشا پر دازی کہلاتا ہے +

۲۔ صحت کے ساتھ بولنے یا لکھنے کا ہنر تقلید اور عمل سے حاصل ہوتا ہے +

۳۔ طلباء کو صحت کے ساتھ بولنا سکھانے کے لئے۔
(۱) عمدہ نمونہ دکھاؤ +

(ب) ہمیشہ اُن کا ذخیرۃ الفاظ بڑھاتے رہو +

(ج) اور مکمل جملوں میں جواب لو +

۴۔ تحریری انشا پر دازی کی مشق مفصلۃ ذیل طریقے پر بتدریج کرانی چاہئے۔۔

(۱) طلباء سے نہایت آسان مفرد جملے بنوانے۔ جن میں دیکھی

ہوئی اشیا یا دیگر روزمرہ کی باتوں کا ذکر ہو +

(ب) مفرد جملوں کو ملا کر مرکب جملے بنوانے +

(ج) مفرد جملوں کے اجزا کو پھیلوانا اور پیچیدہ جملے

بنوانے +

۵۔ اسباق انشا پر دانی میں مفصلہ ذیل باتیں داخل ہو سکتی ہیں :-

(۱) کسی کہانی کا بیان کرانا +

(ب) نہایت آسان جواب مضمون - جس میں مدرسے یا گھر کے متعلق امور کا ذکر ہو +

(ج) خطوط نویسی +

۶۔ کسی کہانی کا بیان کرنا :-

(۱) خود کہانی بیان کرو +

(ب) اُس کہانی پر سوالات کرو +

(ج) ضروری ضروری واقعات کو تختہ سیاہ پر لکھو +

(د) تقریری انشا پر دانی - یعنی ہر ایک طالب علم سے ایک ایک جملہ بناؤ +

(۵) طلباء کو اپنی اپنی جگہ بھیج کر اُن سے وہ کہانی لکھواؤ +

۷۔ جواب مضمون لکھنا :-

(۱) ایک ہفتہ پہلے مضمون مقرر کر دو - اور طلباء کو یہ بتا دو -

کہ کہاں سے وہ اس مضمون کے متعلق ضروری واقعات

حاصل کر سکتے ہیں +

(ب) سوالات کرو - اور موزوں واقعات متعلقہ مضمون نکلواؤ +

(ج) بڑے بڑے اور ضروری واقعات تختہ سیاہ پر لکھو +

(د) واقعات کی ترتیب پر بحث کر کے انہیں ٹھیک طرح مرتب کرو +

(۵) طلباء سے وہ جواب مضمون زبانی پوچھو +

(و) آخر میں طلباء کو اپنی اپنی جگہ بٹھا کر وہ جواب مضمون لکھواؤ +

۸۔ خطوط نویسی -

(۱) ایک دو خطوط بطور نمونہ تختہ سیاہ پر لکھو +

(ب) القاب و آداب - تاریخ - مضمون کی ترتیب - انجام اور پتہ

لکھنے کی طرف خاص توجہ مبذول کرو +

ساتویں فصل

اسباق الاشیا

۱- اسباق الاشیا سے کیا مراد ہے ؟ ان اسباق کے دو خواص

ہوتے ہیں :-

اول - ان میں کسی شے کا ذکر ہوتا ہے - جو طلبا کے حواس کے رو برو موجود ہوتی ہے ؟

دوم - ان اسباق کو اس طرح پڑھاتے ہیں - کہ اشیا کے خواص بذریعہ مشاہدہ و تجربہ خود طلبا دریافت کر سکیں ؟

۲- استعمال و فوائد

پس اسباق الاشیا خاص اشیا پر سبق ہوتے

ہیں - لیکن اگر مدرس اشیا چھوڑ کر اُن کی نسبت طلبا کے ساتھ صرف گفتگو کرتا رہے - تو ان سبقوں سے خاک فائدہ نہیں ہو

سکتا - مگر ہاں - برعکس اس کے اگر مدرس طلبا سے اشیا کا مشاہدہ کرائے - اور بذریعہ حواس اُن کے خواص معلوم کرنے میں طلبا

کی رہنمائی کرے - اور جو کچھ طلبا خود معلوم کر سکتے ہیں - اُسے آپ نہ بتائے - اور اُس شے کا خاکہ تختہ سیاہ پر کھینچ کر دکھائے -

اور طلبا سے اُس کی نقل کرائے - تو بے شک بچوں کی قوت مشاہدہ تربیت پائیگی - اگر وہ اشیا آس پاس دستیاب ہو سکتی

ہیں - تو بچوں کو نگر و نواح کی اشیا کا شوق ہوگا - اگر اعلیٰ جماعتوں میں اسباق کی ترتیب ایسی رکھی جائے - کہ طلبا کو

مقابلہ کرنے اور نوعیں بنانے کا موقع ملے - اور تعلیم بتدریج منطقی طرز پر کی جائے - تو طلبا کی عقل یعنی قوت فیصلہ

اور قوت استدلال کو بڑا فائدہ پہنچے گا - یاد رکھو - کہ اس ذہنی تربیت کے ساتھ ہی طلبا کا ذخیرہ واقفیت بھی بڑھتا

جائے گا - اس طرح خیالات کے زیادہ ہونے سے مناسب اور مفید

الفاظ اور اصطلاحوں کی ضرورت بھی معلوم ہوگی۔ اور اگر یہ اصطلاحیں مناسب موقعوں پر بتائی جائیں گی۔ اور طلباء جتنے الامکان مکمل جموں میں سوالات کے جواب دیں گے۔ تو اُن کا ذخیرہ الفاظ بڑھیکے گا۔ اور انہیں زبان پر قدرت حاصل ہوگی۔

الغرض طلباء میں اُن کے خود کوشش کرنے۔ صبر و استقلال کے ساتھ تجربے کرنے۔ اور ٹھیک طور پر خیالات کا اظہار کرنے۔ یا یوں کہو۔ کہ مکمل جملوں میں جواب دینے سے نہایت عمدہ اور نفیس اخلاقی و عقلی عادات پڑ جائیں گی۔ اور جبکہ طلباء پودوں اور جانوروں کی عجیب و غریب بناوٹ اور صنعت الہی کی خوبصورتی کو دیکھیں گے۔ تو اُن کی طبیعت قدرت کی طرف مالوس ہوگی۔ اُن کے مذاقی تاثرات بڑھیں گے۔ وہ جانوروں پر مہربانی اور رحم کرنا سیکھیں گے۔ اور اُس خالق حقیقی کی عظمت و عزت کا خیال اُن کی نظروں میں بہت زیادہ ہو جائیگا۔

۳۔ اسباق الاشیا کی فہرست تیار کرنا۔

کچھ اسباق تو از روئے ضابطہ تعلیم پنجاب مقرر ہوتے ہیں۔ اور کچھ خود مدرسوں کو منتخب کرنے پڑتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے۔ کہ ایسے اسباق کا انتخاب کرتے وقت کن اصول پر کاربند ہونا چاہئے۔ ہم مختصر طور پر تین ضروری اصول بیان کرتے ہیں:-

(۱) ایسی اشیا کا انتخاب کرنا چاہئے۔ جن کی موزوں توضیح ہو سکے۔ جن اشیا کی موزوں توضیح نہ ہو سکے۔ اُن پر سبق نہیں پڑھانے چاہئیں۔

(۲) شروع کے اسباق میں ایسی اشیا لینی چاہئیں۔ جن سے طلباء بخوبی آشنا ہوں۔

(۳) اسباق کو اس طرح بتدریج مرتب کرنا چاہئے۔ کہ طلباء باقاعدہ طور پر مطالعہ علوم کے لئے تیار ہو جائیں۔ یعنی واقعات کو باہم مربوط اور ایک دوسرے سے وابستہ کر سکیں۔

۴۔ اسباق الاشیا کی تیاری۔

سبق پڑھانے سے پہلے کسی مستند

کتاب سے مضمون کا بخوبی مطالعہ کرو۔ نظرِ غور سے اس شے کا معائنہ کرو۔ اور جو باتیں اس کی بابت بتانی چاہتے ہو۔ شاہدے اور تجربے سے اُن کی تحقیق و تصدیق کرو۔ تختہ سیاہ پر جو خاکے کھینچے ہوں۔ اُن کی خوب مشق کرو۔ تجربوں کو کئی بار دہراؤ۔ اور سبق کے اشارے بڑی احتیاط سے تیار کرو۔ خود اُس شے کا مطالعہ کرو۔ محض کتابیں پڑھ لینا اس ضروری تیاری کا کام ہرگز نہیں دے سکتا۔ اُس شے کا یہ خیال کر کے مطالعہ کرو۔ کہ جماعت ہمارے سامنے بیٹھی ہے۔ یعنی اس سے اس طرح کام لو۔ جس طرح تمہاری مدد سے تمہارے طلباء اُس سے کام لینگے۔ اُسے دیکھو بھالو۔ توڑو پھوڑو۔ اور اُس پر طرح طرح کے تجربے کرو۔ کتابوں کا صرف اتنا ہی فائدہ ہے۔ کہ جو باتیں تمہیں اُس شے میں دیکھنی اور معلوم کرنی ہیں۔ اُن کا تمہیں پتہ لگ جائے۔

۴۔ اسباق الاشیا کا پڑھانا

مفصلہ ذیل امور تدرِ نظر رکھو:-
(۱) حتیٰ الامکان اصلی اشیا سے سبق کی توضیح کرو۔ اگر ممکن ہو۔ تو جس شے پر سبق پڑھاؤ۔ وہی شے بطور نمونے کے ہر ایک طالب علم کے ہاتھ میں دو۔ جو اسباق پتوں۔ اناج اور جڑوں وغیرہ پر ہوتے ہیں۔ اُن میں اُس شے کا نمونہ ہر ایک لڑکے کو دے سکتے ہو۔ لیکن جانوروں کے اسباق میں ہر ایک لڑکے کے لئے ایک ایک جانور دینا کرنا قطعی ناممکن ہے۔ ایسی صورت میں مدرس کو نمونوں اور تصویروں سے کام لینا چاہئے۔ اگر طلباء اُس جانور سے آشنا ہوں۔ تو اُس کا صحیح اور خوشنما نمونہ مع ایک تصویر کے جس میں اُس جانور کے بچے اور دیگر اشیاے گرد و فواح بھی موجود ہوں۔ جن سے اُن کے ذہنِ ڈول وغیرہ کا ٹھیک تصور طلباء کے ذہن نشین ہو سکے۔

خلاصہً عمدہ توضیح کا کام دیتا ہے۔ بعض حالتوں میں اصلی

اشیا کی نسبت نمونے زیادہ مفید ثابت ہوتے ہیں۔ مثلاً جب وہ شے بذات خود بہت بچھوٹی سی ہو۔ تو اُس کا ایسا نمونہ بہت بہتر ہوگا۔ جو اصلی شے کی نسبت بڑا ہو۔ اور جس میں تمام حصے وغیرہ نہایت صاف طور پر دکھائی دیتے ہوں۔ بشرطیکہ وہ شے خود بھی نمونے کے پاس ہی موجود ہو۔ بعض اوقات اُس شے کو بآسانی نہیں چھو۔ پختہ کر سکتے۔ اور نہ اُسے توڑ پھوڑ سکتے ہیں۔ مثلاً دل وغیرہ۔ ایسی صورتوں میں بھی صحیح نمونوں کا مہیا کرنا نہایت لازمی ہے۔ خواہ بذریعہ اشیا توضیح کرو۔ خواہ بذریعہ نمونجات و تصاویر۔ بڑے بڑے حصوں اور اجزا کے خاکے تختہ سیاہ پر کھینچنے لازمی ہیں۔ (دیکھو ہدایت ذیل نمبر ۷)۔

(۲) اشیا کے خواص بذریعہ سوالات طلباء کے حواس سے کام لے کر خود طلباء ہی سے لکھواؤ۔ اسباق الاشیا میں مدرس کا بڑا مقصد تربیت حواس بڑھا کرنا ہے۔ تربیت حواس کے معنی مشق کے ذریعے حواس کو ترقی دینا ہے۔ یہ ترقی قوت تمیز کی ترقی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور ایسی ہی مشق سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو بتدریج۔ باقاعدہ اور با ترتیب ہو۔ یہ بھی خیال رکھو۔ کہ کسی ایک خاص حس کی تربیت نہیں۔ بلکہ تمام حواس کی تربیت کرنی چاہئے۔ بہت سے مدرس اسباق الاشیا میں صرف حس باصرہ سے کام لیتے ہیں۔ اور توقع یہ رکھتے ہیں۔ کہ طلباء صرف دیکھ کر ہی بتادیں کہ وہ شے صاف ہے یا کھردری۔ سخت ہے یا نرم۔ ہلکی ہے یا بھاری۔ یہ خواص حس لامسہ ہی کے ذریعے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور اگرچہ یہ ممکن ہے۔ کہ طالب علم شے کی شکل و صورت کی بدولت ان کی موجودگی استنباط کر لے۔ تاہم ان قسم کی واقفیت شے کو ہاتھ میں لینے

اور بغور دیکھنے بھالنے ہی سے فی الواقع حاصل ہو سکتی ہے۔ ایک حس دوسری حس کا کام نہیں دے سکتی۔ پس جب کوئی خاصیت سکھانی ہو۔ تو پہلے اپنے دل میں یہ سوال کرو۔ کہ اس خاصیت کا تصور کس حس کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔ اور پھر سبق میں وہ خاصیت سکھاتے وقت اُسی خاص حس سے کام لو۔ تمام خواص تجربوں سے ثابت کرو۔ اور تجربے اپنی زبرد نگرانی خود طلبا سے کراؤ۔

(۳) پہلے شے کے متعلق وہ باتیں لو۔ جو طلبا کو بخوبی معلوم ہیں۔ معلوم سے نا معلوم کی طرف چلو۔ بہت سے مدرس شے کے سبق کو اُس کی خاصیتوں سے شروع کرتے ہیں۔ اور اس کے استعمال و فوائد کے بجل سے حال پر ختم کر دیتے ہیں۔ یہ ترتیب شاید مخزن العلوم کے لئے موزوں ہو۔ مگر کسی جانی پہچانی شے کے سبق میں ٹھیک سلیقہ تعلیم یہی ہے۔ کہ جو استعمال و فوائد طلبا کو معلوم ہیں۔ اُن سے سبق شروع کیا جائے۔ اور پھر بذریعہ مشاہدہ و تجربہ طلبا سے وہ خواص نکلائے جائیں۔ جن کے باعث اس شے سے ایسا ایسا کام لیا جاتا ہے۔

(۴) جب افرادِ اشیا پر سبق دینا ہو۔ تو ذاتی خواص پر زور دو۔ اور جب انواعِ اشیا پر سبق ہو۔ تو صفاتِ مشترکہ دریافت کرنے میں طلبا کی رہنمائی کرو۔ مثلاً سیمے یا کسی اور خاص دھات پر سبق پڑھاتے وقت اُس کی غیر شفافانی۔ فلزی چمک وغیرہ پر توجہ نہ کرو۔ کیونکہ یہ خاصیتیں اکثر دھاتوں میں مشترک ہیں۔ اور دھاتوں کے سبق میں سکھانی چاہئیں۔ نہ کہ کسی خاص دھات کے سبق میں۔ اسی طرح گائے کے سبق میں اُس کے ذاتی خواص یعنی معدہ۔ جھٹے ہوئے منہ اور

پینے کے دانت لینے چاہئیں۔ لیکن ایسی باتیں کہ گائے کے بچے زندہ پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بچوں کو دود پلاتی ہے۔ اس کا خون گرم ہوتا ہے۔ اور پھیپڑوں کے ذریعے سانس لیتی ہے۔ وغیرہ۔ یہ سب دود پلانے والے جانوروں کے سبق میں بتانی چاہئیں +

(۵) سبق کے مختلف حصوں کو باہم مربوط کر دو۔
شے کے حصص اور صفات کو ترتیب وار لو۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ کہ کسی شے کے خواص کو اس کے فوائد سے کس طرح وابستہ کر سکتے ہیں۔ کچھ کچھ اُسی طرح کسی جانور کے متعلق بھی امور باہم مربوط ہو سکتے ہیں۔ اگر مدرس سبق جانور کی خوراک سے شروع کرے۔ تو پہلے یہ بتائے۔ کہ وہ جانور اپنی خوراک کی موجودگی معلوم کیونکر کرتا ہے۔ اس سے مدرس کو اُس کے آلات احساس کے بیان کرنے کا موقع ملے گا۔ بعد ازاں یہ سمجھائے۔ کہ وہ اپنی خوراک پکڑتا کس طرح ہے۔ اور اس میں اُس کے اعضا و عادات کا ذکر کرے۔ آخر میں یہ بتائے۔ کہ وہ اپنی خوراک چباتا اور ہضم کرتا کیونکر ہے۔ اور بایں نہج کسی خاص خواص کی طرف توجہ مائل کرے۔ جو اُس کے دانتوں اور آلات انضمام میں ہوں +

(۶) غور سے مشاہدہ کرانے کے بعد صحت کے ساتھ بیان کراؤ۔ یاد رکھو۔ کہ شے کے سبق کی ایک غرض یہ بھی ہے۔ کہ طلباء کا ذخیرہ الفاظ اور قوتِ بیانیہ بڑھے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ سبق میں اصطلاحی الفاظ کی بھرمار کر دی جائے۔ شروع میں باتیں سادہ اور سلیس زبان میں بیان کراؤ۔ اور پھر صرف عند الضرورت نئی اصطلاحیں بتاؤ +

(۷) جب کبھی ممکن ہو۔ جزئیاتِ تختہ سیاہ کے

خاکوں کے ذریعہ ذہن نشین کرو۔ جانوروں کے اسباق میں اُس وقت بھی جبکہ اصلی جانور تمثیلات کے طور پر استعمال کئے جائیں۔ اُن کے مختلف حصّوں کی ساخت تختہ سیاہ کے خاکوں کے ذریعے اور بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ اور اگر یہ خاکے طلباء کی آنکھوں کے سامنے کھینچے جائیں۔ اور دورانِ سبق میں پُر کئے جائیں۔ تو یہی نہیں ہوتا۔ کہ علم حاصل کردہ زیادہ صاف اور واضح ہو جاتا ہے۔ اور دیر تک حافظے میں جمع رہتا ہے۔ بلکہ طلباء میں شوق بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اور قائم رہتا ہے۔ علاوہ ازیں ایسے خاکوں سے مدرس مختلف اعضا کی شکل و صورت اور مقام کو بھی روشن کر سکتا ہے۔ اور ضروری باتوں پر توجہ جانے کی خاطر فضول جزئیات کو چھوڑ سکتا ہے۔ جو خاکے مدرس تختہ سیاہ پر کھینچے۔ طلباء کو اُن کی نقل اپنی نوٹ بکوں میں کرتے ہیں۔ کیونکہ ہاتھ اور آنکھ دونوں کی تربیت ساتھ ساتھ ہونی چاہئے۔

(۸) اختتام سبق سے پہلے اطمینان کر لو۔ کہ کل شے کی صاف واضح تصویر طلباء کی آنکھوں میں کھینچ گئی ہے۔ ہر ایک جزو کا علیحدہ علیحدہ مطالعہ کرنے کے بعد یہ ضروری ہے۔ کہ اس شے کو یہ ہیئت مجموعی لیا جائے۔ اُسے ٹکڑوں ہی کی صورت میں نہیں رہنے دینا چاہئے۔ بلکہ بشرط امکان تحلیل کے بعد ٹکڑے جوڑ کر پھر اصلی پوری شے بنانی چاہئے۔

خلاصہ

۱۔ اسباق الاشیا سے وہ اسباق مراد ہیں۔ جن میں بچے بذریعہ حواس اصلی اشیا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور اپنی ہی سعی و کوشش سے اُن کے خواص دریافت کرتے ہیں۔

۲۔ اسباق الاشیا کے فوائد۔

- (۱) عادت مشاہدہ پیدا ہوتی ہے +
- (ب) بچے غور کرنا سیکھتے ہیں۔ (تصویر باندھنا۔ فیصلہ کرنا اور دلیل لانی) +
- (ج) طلباء کی واقفیت بڑھتی ہے +
- (د) بچوں کا ذخیرہ الفاظ زیادہ ہوتا ہے۔ اور انہیں اپنے خیالات صاف اور واضح طور پر ظاہر کرنے کی مشق ہوتی ہے +

(۵) بچوں میں موجودات کے مشاہدے کا شوق بڑھتا ہے۔ اور اس طرح وہ بہت بشاش رہتے ہیں +

۳۔ کسی شے پر سبق پڑھانے کی تیاری کرنے کے لئے مدرس کو اُس شے کا معائنہ کرنا چاہئے۔ خود اُس کے متعلق تمام واقفیت حاصل کرنی چاہئے۔ یہ تصفیہ کر لینا چاہئے۔ کہ مجھے کیا پڑھانا ہے۔ اور کس ترتیب سے پڑھانا ہے۔ اور تجربوں اور تختہ سیاہ کے خاکوں کی مشق کر لینی چاہئے +

۴۔ اسباق الاشیا پڑھانے کے قاعدے۔

(۱) جتنے الامکان اشیا کی تعداد کافی ہو۔ تاکہ ہر ایک لڑکے کو وہ شے مل سکے +

(۲) جتنے الامکان اصلی شے سے سبق کی توضیح کرو +

(۳) اشیا کے خواص بذریعہ حواس دریافت کرنے میں طلباء کی رہنمائی کرو +

(۴) معلوم سے نا معلوم کی طرف چلو +

(۵) جب علیحدہ علیحدہ اشیا کا ذکر ہو۔ تو ذاتی خواص پر زور دو۔ اور جب اشیا کی نوعوں کا۔ تو خواص مشترکہ پر +

(۶) سبق کے مختلف حصوں کو باہم مربوط کرو +

(۷) غور سے مشاہدہ کرانے کے بعد صحت کے ساتھ بیان کراؤ +

(۸) جب کبھی ممکن ہو۔ جزئیات تختہ سیاہ کے خاکوں کے

ذریعے ذہن نشین کرو +

۹۔ اختتام سبق سے پہلے اطمینان کر لو۔ کہ کل شے کی صاف واضح تصویر طلباء کی آنکھوں میں کھج گئی ہے +

بطح کے سبق پر اشارات

سامان۔ دو تختہ سیاہ جن میں سے ایک پر بطح کی تصویر کھجی ہوئی ہو۔ پانی کی بالٹی۔ مینڈک اور مینڈک کے پاؤں۔ بطح کا سر۔ پاؤں۔ پر۔ رُواں + مدعا۔ بچوں کو مشاہدہ کرانا اور جو کچھ وہ مشاہدہ کرتے ہیں۔ اُس پر دلیل لانی سکھانا +

مضمون	طرز تعلیم
۱۔ بناوٹ۔۔ (۱) سر۔ گول +	بطح کی شکل دکھا کر سبق شروع کریگا + (۱) سر دکھا کر بذریعہ سوالات نکلوایگا۔ کہ سر گول ہے +
(۲) چونچ۔ لمبی۔ چپٹی + (۳) پنجم۔ تین انگلیاں آگے اور ایک پیچھے۔ آگے سے ملی ہوئیں۔ اور جھٹی منڈی ہوئی۔ چھوٹی انگلی پیچھے کو +	(۲) بچوں سے مشاہدہ کرا کے نکلوایگا + (۳) طلباء کو مشاہدہ کرا کے اُن سے ہر ایک بات نکلوایگا +
(۴) پر۔ کسی قدر نرم۔ نہایت ہلکا +	(۴) پر بچوں کے ہاتھ میں دے کر دکھائیگا۔ اور اُن سے پوچھیگا۔ کہ وہ کیسے ہیں +
(۵) رُواں۔ تمام جسم رُواں سے ڈھکا ہوتا ہے۔ نہایت ہی خوبصورت۔ نرم۔ گرم اور ہلکا +	(۵) بچوں سے معاینہ کرا کے پہلے کی طرح یہ باتیں بھی نکلوایگا +

طرز تعلیم	مضمون
<p>(۶) اگر طلبا کو یہ بات معلوم نہیں ہے۔ تو اُنہیں بالفعل بتائیگا۔ اور اُس کا فائدہ آگے بتائیگا +</p>	<p>(۶) پروں میں تیل کی چکناہٹ +</p> <p>نوٹ۔ دوسرے تختہ سیاہ پر خلاصہ سبق لکھتا جائیگا۔ جو آخر میں دکھایا گیا ہے +</p> <p>بذریعہ سوالات اعادہ بھی کرتا جائیگا +</p> <p>۲۔ ہر ایک حصے کے خاص فوائد و استعمال۔</p>
<p>(۱) ایک مینڈک کو پانی میں ڈالیگا۔ اور طلبا کی توجہ اُس کے تیرنے کی طرف مبذول کریگا۔ پنچہ طلبا کو دکھائیگا۔ اور تجربہ کر کے جھٹی کا فائدہ ظاہر کریگا۔ ایک ٹکڑی کا ٹکڑا اس طرح کاٹیگا۔ کہ اُس کے تین سرے نکلتے رہیں۔ اور کسی بچے سے کہیگا۔ کہ اُسے پانی میں ڈال دے۔ ایک اور ٹکڑی کا ٹکڑا اسی طرح کاٹ کر کسی اور بچے کو پانی میں ڈالنے کے لئے دیگا۔ مگر اُس پر کوئی چیز منڈھی ہوئی ہوگی +</p> <p>اس تجربے کے ذریعے جھٹی دار پنچے کا فائدہ نکلائیگا +</p>	<p>(۱) پنچہ۔ بناوٹ اور محل کے لحاظ سے تیرنے کے لئے بالخصوص مفید اور کارآمد ہے +</p>

طرز تعلیم	مضمون
<p>(۲) پانی میں پروں کو ڈال کر دکھائیگا۔ کہ وہ پانی میں تیر سکتے ہیں۔ کوئی ایسی چیز لے کر پانی میں ڈالیگا۔ جو ڈوب جائے۔ مگر پروں کے ساتھ بائد کہ ڈالی جائے۔ تو نہ ڈوبے۔ اس طرح پروں کا استعمال نکلائیگا۔</p>	<p>(۲) پر۔ پلکے ہونے کی وجہ سے تیرنے کے لئے نہایت مفید ہوتے ہیں۔</p>
<p>(۳) چونکہ بطخ پانی میں رہتی ہے۔ اس لئے اُسے گرم رکھنے کے لئے کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اب یہ بتانا ہوگا۔ کہ پانی کو روئیں تک پہنچنے سے کیونکر روکنا چاہئے۔</p>	<p>(۳) رُرواں۔ بطخ کو گرم رکھنے کے لئے۔</p>
<p>(۴) کسی شے کو پانی میں ڈال کر دکھائیگا۔ کہ وہ تر ہو جاتی ہے۔ اب اُس پر تیل یا کسی قسم کی چکنائی مل کر پانی میں ڈالیگا۔ اور پھر پانی کا اثر طلبا سے پوچھیگا۔ اس طرح تیل کا فائدہ دکھائیگا۔</p>	<p>(۴) تیل۔ روئیں کو خشک رکھتا ہے۔</p>
<p>(۵) چھوٹی چھوٹی چیزوں کو پانی میں باسانی پکڑ سکتی ہے۔ اور اس لئے بطخ پانی میں رہنے والا جانور ہے۔</p>	<p>(۵) چوہچ۔ چھوٹی چھوٹی پھلیوں کے پکڑنے کا کام دیتی ہے۔</p>
<p>(۱) عادات بہت کچھ طلبا سے نکلائی گئی ہیں۔</p>	<p>۳۔ عادات۔ گھونسلا۔ خوراک۔ (۱) پانی میں رہنے کے قابل۔</p>

طرز تعلیم	مضمون
<p>(۲) اور خوراک بھی دو چار سوالات کر کے نکلائی جا سکتی ہے *</p> <p>(۳) گھونسلا کہاں ہو سکتا ہے - غالباً کس چیز کا بنا ہوا ہو سکتا ہے؟ بطخ کے پاس کیا سامان ہوتا ہے - گرم رکھنے کے لئے کیا ہونا چاہئے؟</p>	<p>(۲) خوراک - کیڑے اور چھوٹی بھوٹی مچھلیاں *</p> <p>(۳) گھونسلا - دریا یا تالاب کے کنارے - گھاس پھوس کا بنا ہوا - جس پر رُواں بچھا ہوا ہوتا ہے *</p>
<p>(۱) انڈا دکھا کر مرغی کے انڈے سے مقابلہ کرائیگا - اور استعمال پوچھیگا *</p> <p>(۲) سرد ملکوں میں زیادہ تر ایڈر بطخ سے دستیاب ہوتا ہے * زیادہ رُواں کیوں ہوتا ہے؟ خدا کی قدرت ظاہر ہوتی ہے * (۳) جماعت کے سامنے پر کی قلم بنا کر دکھائیگا - اور اُس سے لکھیگا *</p> <p>نوٹ - عادات اور فوائد وغیرہ کا اعادہ کریگا - آخر میں تمام سبق کا اعادہ کریگا *</p>	<p>۴- فوائد-</p> <p>(۱) انڈے - کھاتے ہیں *</p> <p>(۲) رُواں - بستروں اور تکیوں میں بھرتے ہیں *</p> <p>(۳) پر - قلمیں بناتے ہیں *</p>

خلاصہ تختہ سیاہ

بطح

سہر - گول +
 چونچ - لمبی - پیچی +
 پنچہ - تین انگلیاں آگے جھٹی منڈھی ہوئی - { تیرنے میں مدد دیتے ہیں +
 پر - ہلکے اور نرم -
 رُواں - گرم - ہلکا - نرم - جسم کو گرم رکھتا ہے +
 پر - تیل سے چکے ہوتے ہیں - روئیں کو خشک رکھتے ہیں +
 بطح زیادہ وقت تک پانی میں رہتی ہے - چھوٹے چھوٹے کیڑوں اور
 مچھلیوں پر گزارہ کرتی ہے - اپنا گھونسل گھاس پھوس کا بناتی
 ہے - اور اُس میں رُواں بچھاتی ہے + ہم اس کے اندر
 کھاتے ہیں - رُواں تکیوں میں بھرتے ہیں - اور پروں کے
 قلم بناتے ہیں +

آٹھویں فصل

جغرافیہ

۱- جغرافیہ سے کیا مراد ہے + جغرافیہ وہ علم ہے جس میں زمین کے
 اُن حالات کا بیان ہوتا ہے - جو انسان کی بود و باش سے تعلق
 رکھتے ہیں - یعنی تقسیم خشکی و تری - جوار بھاٹا اور لہریں وغیرہ -
 ساحل کی بناوٹ اور ٹوٹ پھوٹ - پہاڑوں کی بلندی اور اُن کا
 رخ - دریاؤں کی لمبائی - چوڑائی اور رفتار - پہاڑیوں کا وجود اور
 گرد و نواح کی زمین پر اُن کا خاص اثر - پودوں اور درختوں

کے اقسام جو زمین پر اُگتے ہیں۔ تمام حیوانات جو خشکی۔ تری۔ یا ہوا میں رہتے ہیں۔ مختلف قسم کی ہوائیں اور پادل۔ کُہر۔ مینہ۔ اولے اور برف۔ سردی۔ گرمی۔ موسموں کا تغیر و تبدل۔ سورج جو دن کے وقت روشنی دیتا ہے۔ اور چاند جو رات کا بادشاہ ہے۔ اور خود کرۂ زمین جو خدا تعالیٰ کی کائنات کا ایک جزو قبیل ہے۔

۲۔ جغرافیہ سکھانے کا مدعا۔ ہم جغرافیہ اس لئے سکھاتے ہیں۔ کہ یہ علم نہایت ہی مفید اور دلچسپ ہے۔ سوداگروں کو یہ فائدہ پہنچتا ہے۔ کہ وہ تجارت کے لئے ایسے مقامات پسند کر سکتے ہیں۔ جہاں اُن کو زیادہ سے زیادہ منافع ہو سکتا ہے۔ اور ایسے رشتوں سے مال اور اسباب لاتے اور لے جاتے ہیں۔ جہاں فاصلہ کم طے کرنا پڑتا ہے۔ خرچ کم بیٹھتا ہے۔ اور حفاظت زیادہ ہوتی ہے۔ ناظرین اخبارات واقعات روزمرہ کو زیادہ شوق اور فرحت کے ساتھ سمجھ سکتے ہیں۔ اور جو لوگ تواریخ کے شوقین ہیں۔ اور اقوام کی سرگزشت بخوبی سمجھنا اور زمانہ گزشتہ کی صحیح اور صاف ذہنی تصاویر اُتارنا چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے بھی جغرافیہ کا مطالعہ نہایت ضروری و لازمی ہے۔ درحقیقت جغرافیہ پڑھانے سے دو قسم کے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ اول تو علی فوائد جن سے روزمرہ کے کاروبار میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اور دوم ذہنی تربیت جس سے قوائے عقلیہ تیز ہوتے ہیں۔ ہم نہایت مختصر طور پر ان دونوں طرح کے فوائد کا بیان کرتے ہیں۔

(۱) علی فوائد۔ یاد رکھو۔ کہ جغرافیہ زیادہ تر علی فوائد کی غرض سے سکھایا جاتا ہے۔ اس لئے موجودہ واقعات سے باخبر رہو۔ اور حتی الامکان ان واقعات کا ذکر کر کے اور جو کچھ پڑھاؤ۔ اُس کا روزمرہ کی زندگی سے تعلق دیکر طلباء میں اس مضمون کا شوق پیدا کرو۔ مثلاً جو پوشاک طلباء پہنتے ہیں۔ اُسے اُن ممالک سے مربوط کرو۔ جہاں سے وہ کپڑا بن کر آتا ہے۔ یہ سمجھاؤ۔ کہ کیوں اُن ممالک میں وہ کپڑا دیگر ممالک کی نسبت زیادہ سستا بنتا ہے۔

کس وجہ سے اس ملک میں ہم وہ کپڑا ایسا سستا نہیں بنا سکتے۔ اور یہ بھی بتاؤ۔ کہ کس راستے سے وہ کپڑا ہمارے ہاں آتا ہے۔ اسی طرح اُن اشیاء کا ذکر کرو۔ جو غیر ممالک سے ہندوستان میں آتی ہیں۔ اُس زمین کی خاصیت اور آب و ہوا کی طرف خاص توجہ دلاؤ۔ جہاں کہ وہ اشیاء پیدا ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی سمجھاؤ۔ کہ وہ اشیاء ہندوستان میں کیوں نہیں پیدا ہو سکتیں۔ وہ راستہ بھی دکھاؤ۔ جس سے وہ آتی ہیں۔ اور وہ بڑے بڑے شہر اور قصبے بھی بتاؤ۔ جو راستے میں پڑتے ہیں۔ لڑائیوں اور ایجادوں سے بھی فائدہ اٹھاؤ۔ اس وقت بر اعظم یورپ کے بہت سے ملکوں کے درمیان لڑائی ہو رہی ہے۔ لہذا اب ان ملکوں میں طلباء کا شوق پیدا کرنے کے لئے نہایت عمدہ موقع ہے۔

(۲) ذہنی تربیت۔ اگر جغرافیہ کی تعلیم ٹھیک طور پر دی جائے۔ تو وہ تربیت ذہنی کا ایک نہایت عمدہ ذریعہ بن سکتا ہے۔ طلباء سے ضلع کے طبعی حالات اور نمونے اور تصاویر وغیرہ بغور معاینہ کرا کے اور معاینہ کردہ باتوں کو صحت کے ساتھ بیان کرا کے اُن کی قوت مشاہدہ کی تربیت کرو۔ واقعات کو مربوط کرنے اور سمجھ کر دہرانے سے اُن کی قوت حافظہ پر زور ڈالو۔ واضح طور پر بیان کرنے اور نمونوں تو ضیحات کے استعمال سے اُن کی قوت متخیلہ کو ترقی دو۔ اور واقعات کا مقابلہ کرانے۔ عام حقائق بطور نتائج نکالوانے اور ہر ایک ملک کی آب و ہوا اور پیداوار کی وجوہات معلوم کرانے سے اُن کی قوت استدلال کی تربیت کرو۔

۱۰۔ تعلیم جغرافیہ + پس تعلیم جغرافیہ میں ہم مدرس کے کام کو مختصر طور پر یوں بیان کر سکتے ہیں۔

(۱) ضلع کی ہیئت طبعی پر اسباق گفتگو کے ذریعے یا نمونوں اور تصویروں کے استعمال سے طلباء کو اصطلاحات جغرافیہ کے

معنی کے ٹھیک اور صاف تصورات دلانا *

(ب) مسلسل اسباق کے کورس کے ذریعے - جن میں پہلا سبق کمرۂ جماعت کے خاکے پر ہو - اور آخری سبق ملک یا صوبے کے نقشے پر - طلباء کو یہ سمجھانا کہ جغرافیہ کی باتیں نقشے پر کیسے ظاہر کرتے ہیں *

(ج) بیانات اور نقشہ جات کی مدد سے اپنے طلباء میں غیر ملکوں کی - اور اپنے ملک کے اُن حصوں کی - جو اُن کے مشاہدے میں نہیں آئے ہیں - صاف - صحیح اور واضح ذہنی تصاویر بنالینے کی مہارت پیدا کرنا *

(د) طلباء سے ان ذہنی تصاویر کا مقابلہ کرا کے وہ عام حقائق نکلوانے جو علم جغرافیہ کے عالی شان ایوان کی بنیاد ہیں *

(۴) طلباء کو یہ سکھانا کہ جغرافیہ کے حالات کی وجوہات بیان کرنے کے لئے ان عام حقائق اور اصول کا استعمال کس طرح کرتے ہیں *

۴- اوصاف مدرس *

جغرافیہ ایک نہایت ہی وسیع مضمون ہے - اور توارخ سے بہت قریبی تعلق رکھتا ہے - علم طبقات الارض - علم نباتات - علم حیوانات - علم بنی نوع انسان اور علم ہیئت سے بھی اسے بڑی مدد ملتی ہے - اس لئے جو مدرس جغرافیہ پڑھانے میں کامیابی حاصل کرنی چاہتا ہے - اُس کی واقفیت نہایت وسیع ہونی چاہئے - اور اس میں مختلف قسم کی لیاقت ہونی چاہئے - اس کے لئے چند علوم طبعی سے آشنا ہونا لازمی ہے - اور یہ بھی ضروری ہے - کہ ایک دو علوم میں اُس نے عملی کارروائی کی ہو - تاکہ اُسے علم کا اصلی مذاق ہو - سیر و سیاحت کی کتب کا مطالعہ بھی ضروری ہے - تاکہ اُسے مقامات اور اشیا کا ٹھیک تصور ہو - واضح طور پر اور مشروح بیان کرنے کی قابلیت بھی لازمی ہے - تاکہ جو باتیں وہ طلباء کے سامنے بیان کرے - وہ اُن کے ذہن پر بخوبی نقش ہو جائیں -

اسباق جغرافیہ اکثر اوقات اس وجہ سے نہیں بگڑتے۔ کہ مدرس لائق نہیں ہوتا۔ بلکہ اس وجہ سے خراب ہو جاتے ہیں۔ کہ مدرس کو کافی واقفیت نہیں ہوتی +

۵۔ اسباق اولیہ کی وسعت + شروع میں دو باتیں لازمی ہیں۔
اول تو طلبا کو اصطلاحات جغرافیہ کے معنی کا صاف اور واضح تصور دلانا۔ اور دوم نقشہ سمجھنے کی قابلیت اُن میں پیدا کرنا۔ درحقیقت پہلی بات دوسری بات میں شامل ہے۔ کیونکہ جب تک طلبا کے تصورات صاف اور واضح نہ ہوں گے۔ نقشے کی علامات اُن کے لئے بالکل بے معنی ہوں گی۔ نقشہ سمجھنے کے لئے چاروں سمتوں کی واقفیت بھی لازمی ہے۔ کیونکہ جب تک یہ واقفیت نہیں ہوتی۔ مختلف مقامات کی جگہ کا اندازہ نہیں لگ سکتا۔ اس لئے طلبا کو تین باتیں سمجھانی ہیں۔ یعنی اصطلاحات کا صاف تصور دلانا۔ واقعات جغرافیہ کے حالات کو نقشے کی علامات سے مربوط کرنا۔ اور یہ بتانا کہ مختلف مقامات ایک دوسرے سے کس طرف واقع ہیں +

۶۔ بطور گفتگو گرد و نواح کی چیزوں پر زبانی سبق پڑھانا + شروع کے سبق گرد و نواح کی چیزوں پر بطور گفتگو ہونے چاہئیں۔ حتی الامکان یہ سبق باہر کھلے میدان میں ہوں۔ مدرس کو لازم ہے۔ کہ طلبا کو مدرس سے کے قرب و جوار میں لے جائے۔ گرد و نواح کے طبعی حالات اُن سے بغور مشاہدہ کرائے۔ اور پھر طلبا سے کہے۔ کہ جو کچھ تم سے مشاہدہ کیا ہے۔ اُسے ٹھیک طور پر بیان کرو۔ ایک ہی مقام پر مختلف اوقات میں جا سکتے ہیں۔ اور ہر دفعہ نئے واقعات معلوم کر سکتے ہیں۔ مثلاً شروع میں یہ دیکھ سکتے ہیں۔ کہ سطح زمین ناہموار ہے۔ اور اس میں نشیب و فراز ہیں۔ دوسری مرتبہ یہ دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ ندیوں کا بہاؤ کس طرف ہے۔ تیسری دفعہ یہ معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ زمین کیسی ہے۔ اور اُس میں کس قسم کے درخت اُگتے ہیں۔ اور اُس ضلع میں کیا کیا اجناس بوئی جاتی ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

بعد ازاں اُس ضلع کا نمونہ بنا کر مدرسے میں اُس کے ذریعے اُن تمام واقعات کو دُہرانا چاہئے۔ تاکہ ضلع کے حالات طبعی و ساخت وغیرہ کا ٹھیک اور صاف تصور طلباء کے واضح طور پر ذہن نشین ہو جائے۔ اس نمونے کی مدد سے طلباء فوراً ایک نظر میں اُس ضلع کے بڑے بڑے حالات طبعی دیکھ سکیں گے۔ اور اُنہیں مناسب اصطلاحات جغرافیہ سے مربوط کر کے تعبیر کر سکیں گے۔

اگر مدرس طلباء کو مدرسے کے وقت میں باہر نہ لے جا سکے۔ تو تعطیل کے روز یہ چھل قدمی باسانی ہو سکتی ہے۔ لیکن بالفرض یہ بھی ناممکن ہو۔ تو مدرس طلباء سے کہ دے۔ کہ اگلی جمعرات کو ہمارا سبق ”دریا کی سیر“ پر ہوگا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ جمعرات سے پہلے تم کسی روز وہاں تک خود ہو آؤ۔ اور جو کچھ تنہا راستے میں دیکھ بھال سکو۔ وہ جمعرات کو میرے سامنے بیان کرو۔ اس قسم کی باتیں بغور مشاہدہ کرنا۔ کہ زمین کا رنگ کیسا ہے۔ سڑک کے کنارے پر کس قسم کے درخت اُگ رہے ہیں۔ کھیتوں میں کس طرح کے پودے ہیں۔ کیسے کیسے پھول کھل رہے ہیں۔ وہاں کیا کام ہو رہا ہے۔ دریا کا چڑھاؤ کتنا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ جب وہ روز مقررہ آ پہنچے۔ تو طلباء سے اس قسم کے سوالات کیے۔

تم کن کن کھیتوں میں سے ہو کر گزرے تھے؟

زمین کا رنگ کیسا تھا؟

سڑک کے کنارے پر کس قسم کے درخت اُگے ہوئے

تھے؟

لوگ کھیتوں میں کیا کر رہے تھے؟

کھیتوں میں کن کن اشیاء کی فصلیں بوئی ہوئی تھیں؟

کس قسم کے پھول کھل رہے تھے؟

تم نے کن پرندوں کو دیکھا؟

دریا چڑھاؤ ہوا تھا یا اُترا ہوا؟

اُس کا بہاؤ کبھر تھا؟

پانی گدلا تھا یا صاف ؟

وغیرہ وغیرہ +

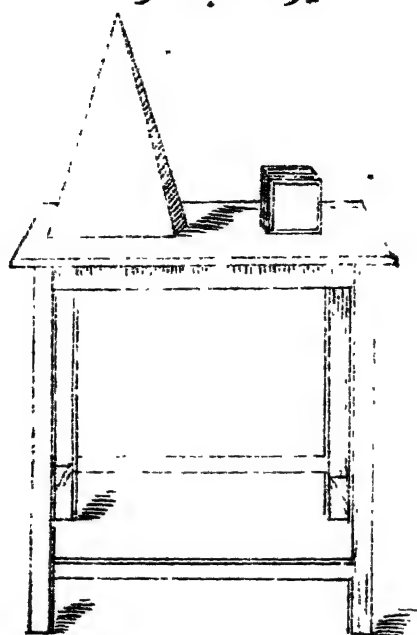
ایسے سبق اگرچہ اتنے مفید تو نہیں ہوتے۔ جتنے وہ سبق ہوتے ہیں۔ جو باہر کھلے میدان میں دئے جاتے ہیں۔ اور طلباء خاص مدرس کی زیر نگرانی اشیا کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ تاہم ان سے بھی تعلیم میں بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ ان سبقوں کے ذریعے طلباء اپنی آنکھوں سے کام لینا اور بغور مشاہدہ کرنا سیکھ سکتے ہیں۔ قابل دید اشیا کو طلباء دیکھ سکتے ہیں۔ اور ضلع کی گرد و نواح سے کسی قدر واقفیت حاصل کر سکتے ہیں +

۷۔ نقشہ کا مطلب سکھانے کا طریقہ + اس قسم کے چند اسباق کے

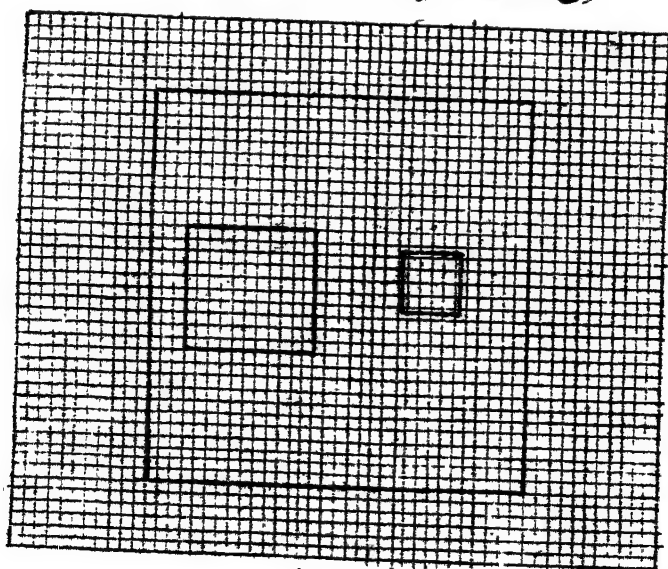
بعد طلباء کو جغرافیے کے بہت سے حالات طبعی سے واقفیت ہو جائیگی۔ اب انہیں یہ سکھانے کا موقع ہے۔ کہ ان حالات کو نقشہ پر کیونکہ ظاہر کرتے ہیں۔ نقشے کے سمجھنے میں طلباء کو اس وقت بڑی بھاری مشکل یہی پیش آتی ہے۔ کہ علامت اور اصلی شے کو ایک دوسرے سے مربوط کر سکیں۔ طلباء کو یہ سمجھانے کے لئے اُن سے اشیا کے خاکے کچھوانے چاہئیں۔ جن کا ہر ایک خط فوراً اصلی شے سے منسوب کیا جاسکے۔ سب سے پہلے کسی چھوٹی سی میز پر اشیا رکھ کر اُن کے خاکے کھینچنے چاہئیں۔ بعد ازاں کمرہ جماعت کا۔ پھر مدرسے اور احاطہ مدرسے کا۔ اس کے بعد ضلع۔ صوبے اور ملک کے نقشوں کے معنی سمجھانے چاہئیں۔ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ کہ مقامات کے محل وقوع سمجھنے کے لئے بڑی بڑی سمتوں کا جاننا ضروری ہے۔ اس لئے فہرست اسباق میں یہ مضمون یعنی اطراف کا سمجھانا بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ نقشہ کے معنی سمجھانے کے لئے مفصلہ ذیل طریقہ بہت مفید ہو سکتا ہے :-

(۱) ایک چھوٹی میز پر کوئی کتاب یا کوئی دوات یا کوئی اور شے رکھ کر اُس کا خاکہ تختہ سیاہ پر کھینچنا چاہئے۔ اس خاکے کی لمبائی چوڑائی اصلی میز کے برابر ہونی چاہئے۔ اس کے ذریعے

میز - مکعب - مخروط

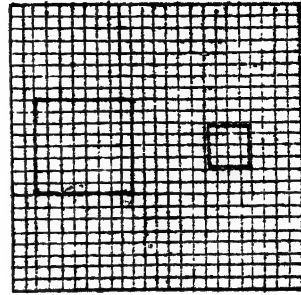


مربع دار تختہ سیاہ پر میز کی سطح کا نقشہ

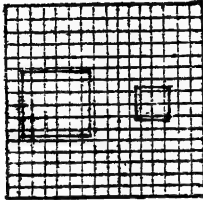


پلیٹ اول

پلیٹ دوم



پلیٹ سوم



وہی نقشہ جس کا پیمانہ کم ہے

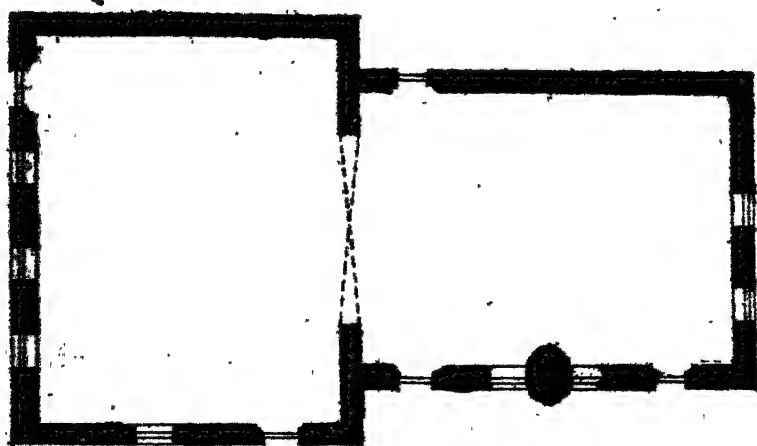
طلبا یہ سمجھ جائیں گے۔ کہ خاکے سے کیا مراد ہے۔ بچوں کو اس کی نقل اپنی کاپیوں یا سلیٹوں پر کر لینی چاہئے۔ جن پر تختہ سیاہ کی ہی طرح مرتبے یا خطوط کھینچے ہوئے ہوں۔
(دیکھو پلیٹ اول) :

(۲) وہی خاکہ تختہ سیاہ پر پھر کھینچو۔ مگر لمبائی وغیرہ تین چوتھائی ہو۔ ایک اور خاکہ اسی میز کا کھینچو۔ مگر اصلی لمبائی چوڑائی (قد و قامت) کا نصف حصہ ہو۔ اس سے طلبا کو پیمانے کا اندازہ ہو جائیگا۔ (دیکھو پلیٹ دوم و سوم) :

(۳) پھر کمرہ جماعت کا ایک خاکہ کھینچنا چاہئے۔ جس میں دروازوں اور کھڑکیوں کے محل وقوع بھی دکھائے جائیں۔ اس مطلب کے لئے بچوں سے کمرہ نہواؤ۔ خود قدم رکھتے جاؤ۔ اور طلبا سے کہدو کہ گنتے جائیں۔ بعد ازاں ایک دو بچوں سے قدم رکھواؤ۔ اور اپنے اور بچوں کے قدموں کی تعداد کا فرق طلبا پر ظاہر کرو۔ اس سے یہ معلوم ہوگا۔ کہ ناپنے کے لئے ایک ہی پیمانے

کی ضرورت ہے۔ اس وقت گزروں کا ذکر کرنا چاہئے۔ اور پھر کمرے کی لمبائی چوڑائی احتیاط کے ساتھ ناپو۔ بعد ازاں خاکہ کھینچنا شروع کرو۔ مگر تختہ سیاہ کو فرش پر پٹ ڈال لینا چاہئے۔ تاکہ خطوط اور دیواروں کا تعلق زیادہ صاف اور واضح طور پر سمجھ میں آ جائے۔ کھینچتے وقت ہر ایک خط کے معنی۔ لمبائی اور رُخ پر سوالات کرتے جاؤ۔ ہر اس طرح چاروں دیواریں کھینچ دو۔ پھر طلباء سے دروازوں اور کھڑکیوں کے محل وقوع معلوم کراؤ۔ اور خاکے میں دروازے اور کھڑکیاں درج کرو۔ آخر میں طلباء سے کہو۔ کہ اپنی اپنی کلیں میں اس کی نقل کر لیں۔ (دیکھو پلیٹ چارم) +

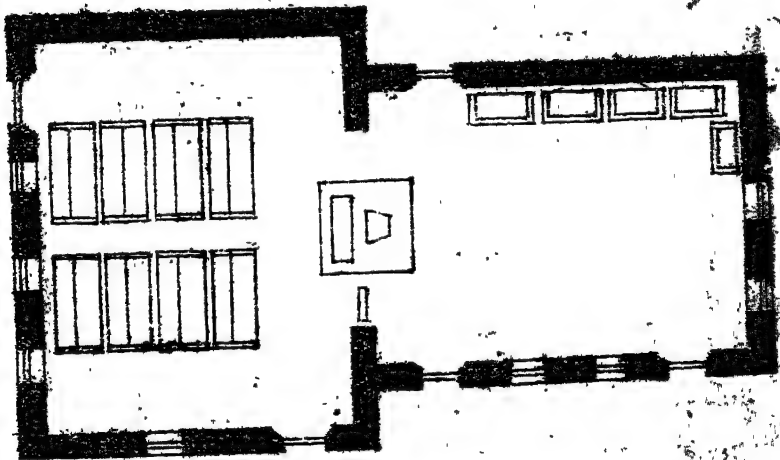
مدرسے کا خاکہ



پلیٹ چارم

(۴) اس کے بعد کمرہ جماعت کا ایک آؤ خاکہ کھینچو۔ اور اس میں تختوں اور میزوں کی جگہ بھی ظاہر کرو۔ پہلے کمرہ جماعت کے خاکے کی طرح طلباء کو اس مفصل خاکے کے بنانے میں خوب کام کرنا اور مشغول رہنا پڑیگا۔ جتنے خطوط کھینچے ہیں۔ اُن میں سے ہر ایک خط کا مطلب۔ محل وقوع اور لمبائی پتوں ہی کو بتانی ہوگی۔ مدرس اُن کا صرف ہادی رہیگا۔ پہلے کی طرح طلباء کو اس کی نقل اپنی کاپیوں میں کر لینی چاہئے۔ (دیکھو پیٹ ۵۱۸)

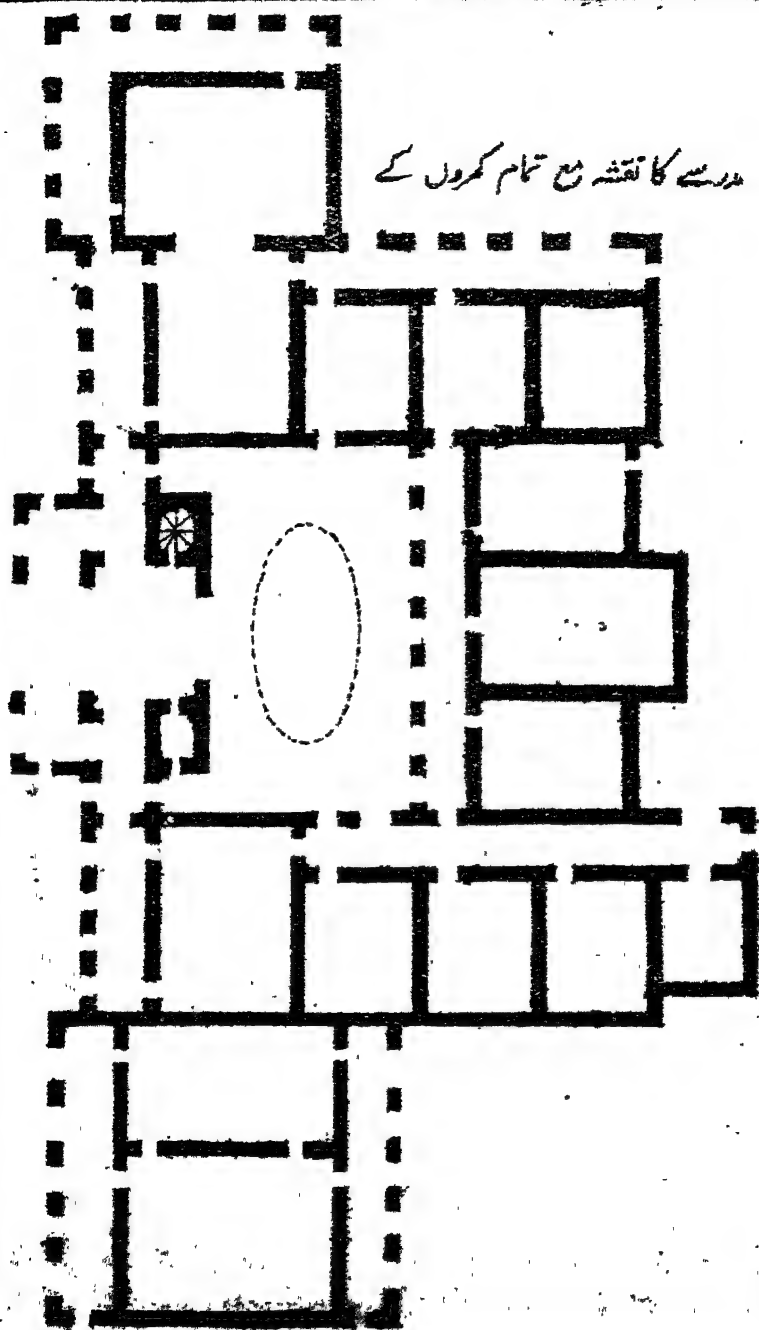
مدرسے کا خاکہ مع میزوں اور تختوں کے



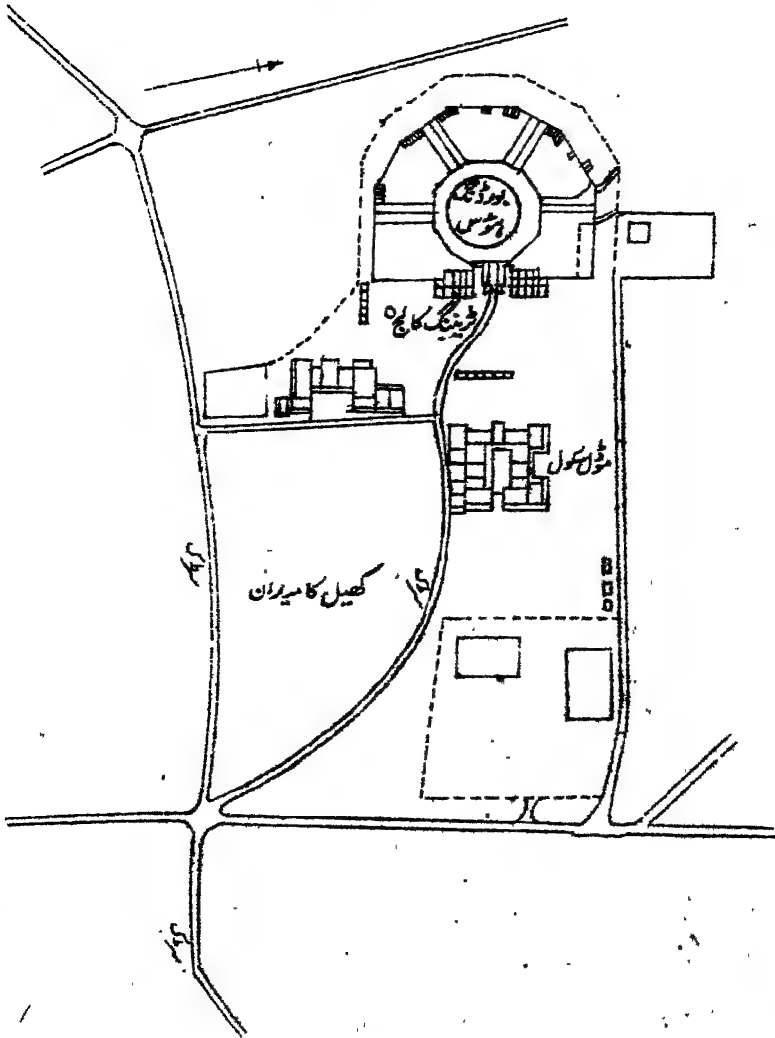
پلیٹ پنجم

(۵) اس کے بعد مدرسے کا خاکہ۔ جس میں مختلف کمروں کی جگہ ظاہر کرو۔ اس کی نقل اپنی کاپیوں میں کر لینی چاہئے۔ (دیکھو پیٹ ۵۱۸)

درس سے کا نقشہ مع تمام کمروں کے



مدرسے کے احاطے کا نقشہ



(۶) احاطہ مدرسے کا خاکہ۔ خود طلباء ہی کو اپنے اپنے قدروں سے ناپنا چاہئے۔ یہ خاکہ کھیل کے میدان میں باکسانی کھیج سکتا ہے (دیکھو پلیٹ ہفتم)۔

(۷) اطراف۔ اطراف کا معلوم کرنا دو پہر کے وقت سورج کی طرف اشارہ کر کے باکسانی سکھایا جا سکتا ہے۔ بچوں کو کسی دن دھوپ کے وقت باہر کھیل کے میدان میں لے جاؤ۔ ایک بانس زمین میں سیدھا گاڑ کر اس کے سایہ کی طرف ان کی توجہ مبذول کرو۔ بچوں کو بتاؤ۔ کہ سایہ کا خط شمالاً جنوباً واقع ہے۔ پھر ایک بچے کو سورج کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا کرو۔ اور اس سے کہو کہ پہلوؤں کی طرف سیدھے ہاتھ پھیلاؤ۔ اس کا سایہ صلیب بنا ہوگا۔ اس سے اصطلاحات مشرق و مغرب طلباء کو سکھاؤ۔ اس کے بعد چارزراؤں کی قلع بنا نکال کر اس کی سوئی کی طرف طلباء کی توجہ مائل کر کے دکھاؤ۔ کہ اس کا سرا اسی رخ واقع ہے۔ جس طرف کہ بانس کا سایہ۔ اختتام سبق پر اصطلاحوں کو دہراؤ۔ اور پوچھو کہ قرب و جوار کے بڑے بڑے مقامات میں پہنچنے کے لئے ہمیں کس طرف جانا پڑیگا۔ کسی آئندہ سبق میں یہ بتانا ہوگا۔ کہ نقشے میں شمال اوپر کی طرف ہوتا ہے۔ جنوب نیچے کی طرف۔ مشرق دائیں ہاتھ کو اور مغرب بائیں ہاتھ کو۔ اس غرض سے نقشہ زمین پر رکھنا چاہئے۔ تاکہ طلباء کرے کی چھت اور شمال کی نسبت مغالطے میں نہ پڑیں۔

(۸) اب ضلع کا نمونہ بنا کر طلباء سے پوچھو۔ کہ اس ضلع کے بڑے بڑے حالات طبعی کیا کیا ہیں۔

(۹) تختہ سیاہ پر ضلع کا نقشہ کھینچنا۔ نمونہ اور تختہ سیاہ پاس پاس فرش پر رکھ دو۔ اور طلباء کی مدد سے نمونے کے مطابق تختہ سیاہ پر نقشہ کھینچ جاؤ۔ اور ایک ایک بات ختم کرنے کے بعد دوسرے کا باہم مقابلہ

بھی کرتے جاؤ۔

(۱۰) آخر میں ضلع کا چھپا ہوا نقشہ طلبہ کے سامنے لا کر دکھاؤ۔
اور اُن سے کہو۔ کہ ضلع کے بڑے بڑے حالات طبعی نقشے
پر دکھائیں۔

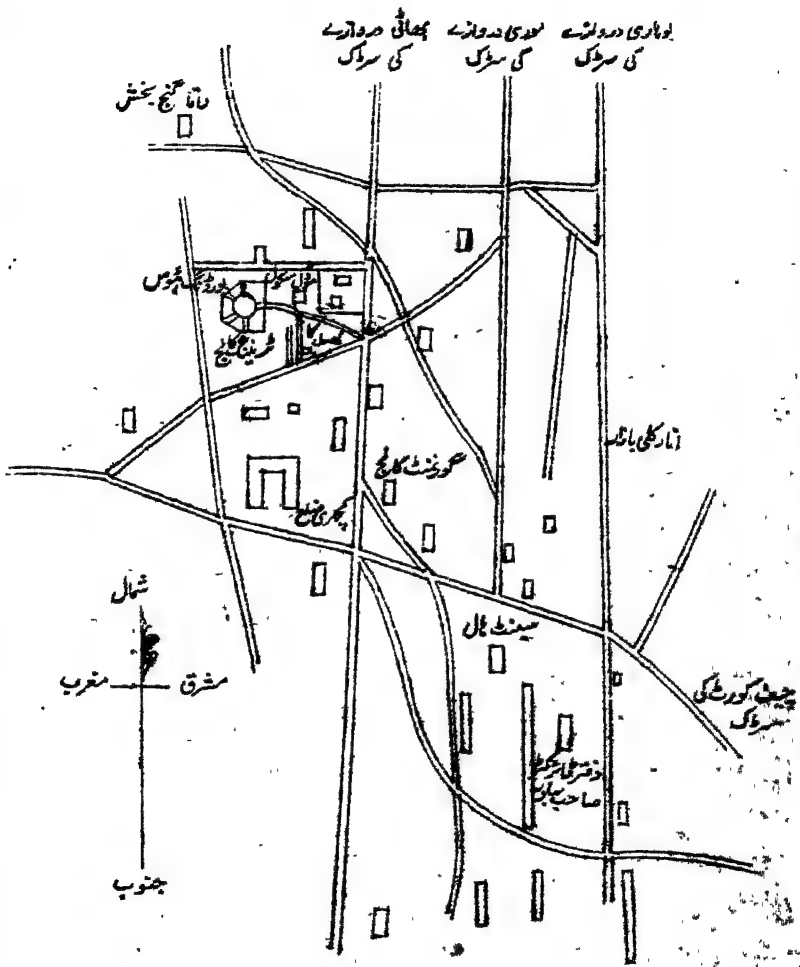
۱۱۔ اصطلاحات کی تعریفیں
سکھانے کا طریقہ۔

اب طلبہ چند حالات طبعی کا مشاہدہ کر چکے
ہیں۔ اُن کا خیال بچوں کے دل میں پیدا
ہو گیا ہے۔ اور وہ اُن اصطلاحوں سے بھی آشنا ہو گئے ہیں۔ جو
اُن حالات کو تعبیر کرتی ہیں۔ اُنہوں نے پہلے اشیا سے خیالات
کی طرف ترقی کی ہے۔ اور پھر خیالات سے الفاظ کی طرف۔
اس موقع پر اُنہیں اصطلاحات کی تعریفیں سکھانی چاہئیں۔
تاکہ وہ اُن کا ٹھیک استعمال کر سکیں اور خیالات اُن کے دل
میں بالکل صاف اور واضح ہو جائیں۔ تعریفیں سکھاتے وقت
مدرس کو وہ تمام ہدایات مد نظر رکھنی چاہئیں۔ جن کا ذکر
تعمیریت ذہنی میں ہو چکا ہے۔ ہر ایک اصطلاح سے کوئی
خاص تصور ظاہر ہوتا ہے۔ اور تصور قائم کرنے کے لئے
مقابلہ۔ تجرید اور تعمیم لازمی ہیں۔ اس لئے جغرافیہ میں جن
شعبہ کی تعریف سکھانی منظور ہو۔ (۱) اس کی کافی اور
مختلف مثالیں طلبہ کے سامنے پیش کرنی ضروری ہیں۔ مثلاً
اگر جزیرے کی تعریف سکھانی ہو۔ تو مختلف شکل کے چھوٹے
بڑے جزیرے نمونے میں شامل ہونے چاہئیں۔ یعنی نہاڑی
جزیرے۔ پست جزیرے۔ آتش خیز جزیرے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اگر وہاں
کی تعریف سکھانی ہو۔ تو نمونے میں سب طرح کی راسیں ہونی
چاہئیں۔ یعنی بلند راسیں۔ جو یک وقت اپنے انجام پر پہنچ
جاتی ہیں۔ نہاڑی اور پتھریلی راسیں جو بلندی سے رفتہ رفتہ سطح
سمندر تک جا پہنچتی ہیں۔ وہ راسیں۔ جن میں سبزہ فار میلان
ہوتے ہیں۔ اور وہ پست راسیں۔ جو دیر سے پڑھتی
ہیں۔ (۲) پھر اُن کی مشابہت معلوم کرنے کے لئے طلبہ
سے اُن کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ (۳) بعد ازیں نئی اصطلاح

بتانی چاہئے۔ اور اسے تختہ سیاہ پر لکھ کر۔ واضح طور پر بیان کر کے۔ اور طلباء سے اجماعی طور پر کہلوا کر اُن کے دلوں پر بخوبی نقش کر دینی چاہئے۔ (۴) اب طلباء سے اس کی تعریف پوچھنی چاہئے۔ اور تعریف کو ٹھیک الفاظ میں بیان کر کے تختہ سیاہ پر لکھنا چاہئے۔ (۵) اس کے بعد طلباء کو یہ سمجھانا چاہئے۔ کہ نقشے پر اسے کیونکر ظاہر کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لئے ایک تختہ سیاہ فرش پر رکھ کر نمونے کا خاکہ اس پر کھینچو۔ اس سے طلباء سمجھ جائیں گے۔ کہ نمونے کو نقشے پر کیونکر ظاہر کرتے ہیں۔ (۶) آخر میں کسی حک یا بر اعظم کا نقشہ نکال کر طلباء سے جنیروں یا راسوں یا دیگر حالات طبعی کی مثالیں جن پر سبق پڑھایا گیا ہو دریافت کرنی چاہئیں۔

۹۔ جغرافیہ ضلع سکھانے کا طریق +
جماعت سوم یا چوتھی کو ضلع کا جغرافیہ پڑھاتے وقت اس نمونے کا متواتر استعمال کرتے رہو۔ جو نقشے کے معنی سمجھاتے وقت کام میں لایا گیا تھا۔ لیکن اتنا خیال رہے۔ کہ ہر ایک اصطلاح کو عام طور پر استعمال کرنے کی بجائے اس کا اطلاق ضلع کے ہر ایک پہاڑ۔ دریا وغیرہ پر کرتا چاہئے۔ اور طلباء پر یہ امر بخوبی روشن کر دینا چاہئے۔ کہ پہاڑوں کی سمت اور ضلع کے ڈھلان میں کیا تعلق ہوتا کرتا ہے۔ ضلع کے ڈھلان اور دریاؤں کے رخ میں کیا۔ دریاؤں کے رخ اور قصبوں اور شہروں کے محل وقوع میں کیا۔ اور ضلع کی پیداوار اور لوگوں کے پیشوں میں کیا علاقہ ہوتا ہے۔ اور حقیقت مختلف واقعات کا صرف بتانا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ انہیں واضح طور پر بیان بھی کرنا چاہئے۔ (دیکھو پیٹ ہشتم) +

۱۰۔ صوبے۔ حک یا بر اعظم کا جغرافیہ سکھانے کا طریق +
جو جگہ طلباء کے مشاہدے سے نہ گزری ہو۔ اس کا جغرافیہ پڑھانے میں پانچ امور مد نظر رکھنے چاہئیں۔ یعنی (۱) جو واقعات پڑھانے ہوں۔ (۲) جن ترتیب سے یہ واقعات پڑھائے جائیں۔



(۳) جس طرز سے اُمہیں پرٹھایا جائے۔ (۴) جس طرح اُن واقعات کو یاد رکھا جاسکے۔ اور (۵) جس طریقے سے یہ حاصل کردہ علم آئندہ بآسانی اور پوری طرح یاد رہ سکے۔ الغرض ہمیں واقعات کے انتخاب - اُن کی ترتیب - اُن کے طرز تعلیم - اُن کے باہمی تعلق - اور اُن کے اعادے پر غور کرنا چاہئے۔ ہم ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ مختصر طور پر بیان کرتے ہیں :-

۱۔ انتخاب واقعات - ہم نے جغرافیہ کی تعریف اس طرح بیان کی ہے۔ کہ جغرافیہ وہ علم ہے جس میں زمین کے اُن حالات کا بیان ہوتا ہے۔ جو انسان کی بود و باش کے ساتھ وابستہ ہیں۔ انتخاب واقعات میں ہمیشہ اس تعریف کا خیال رکھنا مفید ہوتا ہے اس لئے ایسے واقعات منتخب کرنے چاہئیں۔ جو باشندگان ملک کی خصلت - اُن کے پیشوں اور اُن کی بسوادی پر اثر ڈالتے ہوں۔ اپنے ہی ملک کی مثال لیجئے۔ دریائے گنگا کے میدانوں کی زرخیزی کے سبب سے گرد و نواح کی اقوام کی توجہ اُن کی طرف مبذول ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان پر بار بار حملے ہوتے رہے۔ پس اس طرح بتا سکتے ہو۔ کہ ہندوستان میں اس قدر مختلف قومیں کیوں پائی جاتی ہیں + چونکہ یہاں معدنیات بہت کم ہیں اور لوہا اور کوئلہ تقریباً بالکل نہیں پایا جاتا۔ اس لئے اس ملک میں کارخانے بہت ہی کم ہیں۔ اور لوگ زیادہ تر زراعت کرتے ہیں + چونکہ ضروریات زندگی نہایت آسانی سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔ اور آب و ہوا گرم ہے۔ اس لئے باشندگان ہنگامہ میں وہ چستی و چالاکي اور عالی حوصلگی نہیں پائی جاتی۔ جو اُن ملک کے باشندگان میں پائی جاتی ہے۔ جہاں ضروریات زندگی نہایت مشکل سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ اور جہاں کی آب و ہوا سرد ہوتی ہے + پس ہمیں مکرر یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ جغرافیہ پرٹھاتے وقت اُن واقعات پر زیادہ غور دو۔ جن کا اثر لوگوں کی خصلت اور اُن کے پیشوں وغیرہ پر

ضرور بالضرور ہوتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مندرجہ ذیل باتیں سکھاتی چاہئیں۔ ملک کا طبعی حال۔ اشیائے پیداوار۔ لوگوں کا کار و بار جس پر یہودی ملک کا انحصار ہوتا ہے۔ ان شہروں اور قصبوں کے محل وقوع۔ جو اس کار و بار کے مرکز ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی ریلیں۔ جن کے ذریعے پیداوار ملک کے آدھ حصوں میں جاتی ہے۔ یا ان بندرگاہوں میں۔ جہاں سے وہ غیر ملک کو بھیج دی جاتی ہے۔

ب۔ کس ترتیب سے واقعات سکھائے چاہئیں۔ پڑھتے وقت کتب درسیہ کی ترتیب۔ مدرس کو نظر انداز کر دینی چاہئے۔ مدرس کا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ ملک کی صورت شکل کی تصویر عام طور پر طلباء کے ذہن نشین ہو جائے۔ اس لئے خاص حصے شرح و بسط کے ساتھ پڑھانے سے پہلے تمام ملک کا مجمل حال بتا دینا چاہئے۔ ہندوستان ہی کی مثال لیجئے۔ پہلے ایک نمونے کے ذریعے یہ واضح کر دینا چاہئے۔ کہ ہندوستان دراصل دو مشغلوں سے بنا ہے۔ جن کے گرد پہاڑ واقع ہیں۔ اول ہندوستان شمالی کا بڑا میدان جو کوہ ہمالہ۔ کوہ سیمان اور ہندیا چل سے گھرا ہوا ہے۔ دوسرا مشرق وسط مرتفع دکن ہے۔ تیسرا کوہ ست پڑا اور مشرقی گھاٹ اور مغربی گھاٹ کے بیچ میں واقع ہے۔ یہ بھی بتانا چاہئے۔ کہ ہندوستان شمالی کو اردو کی تربت نے دو بڑے حصوں میں منقسم کر دیا ہے۔ اسی طرح ہندوستان کی آب و ہوا بھی اول عام طور پر بیان کرنی چاہئے۔ پھر سطح زمین۔ پھر ہندوستان کے محل وقوع۔ سطح کی بلندی اور پہاڑوں کے رخ پر چند سوالات کرو۔ پھر یہ بتاؤ۔ کہ چونکہ موسم گرما میں سورج ہمارے سر پر ہوتا ہے۔ اس لئے ہوا گرم ہو کر پھیلتی ہے۔ اور اس کی جگہ کچھ سرد ہوا کی زیادہ سرد ہوائیں آکر لیتی ہیں۔ مگر چونکہ یہ ہوائیں سمندر سے آتی ہیں۔ اس لئے یہ بخارات آبی سے بھر جاتی ہیں۔ جب مغربی گھاٹ پر پہنچتی ہیں۔ تو ٹھکرا کر

کرہ ہوائی کے سرد طبقوں میں اوپر کو اٹھتی ہیں۔ جہاں بخارات جم کر بارش کی صورت میں زمین پر گرتے ہیں۔ اس لئے جب یہ ہوائیں دکن میں سے گزرتی ہیں۔ تو پہلے کی نسبت خشک ہوتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے مغربی گھاٹ کے مشرق میں بہت کم بارش ہوتی ہے۔ لیکن خلیج بنگالہ میں سے گزرتے وقت ان میں اور بخارات آبی مل جاتے ہیں۔ اور جب یہ ہوائیں ہمالہ کی چوٹیوں سے ٹکرا کر اوپر کو اٹھتی ہیں۔ تو سرد طبقوں میں پہنچ کر بخارات۔ پھر بارش کی صورت میں تبدیل ہو کر مشرقی بنگالے کے میدانوں پر گرتے ہیں۔ اسی طرح جو موسمی ہوائیں شمال مشرق سے آتی ہیں۔ انہیں بھی بیان کرنا چاہئے۔ پس ہند کی عام طبعی ہیئت اور آب و ہوا کا تصور دلا کر ملزوں کو ملک کی طبعی تقسیم تفصیل وار اور مشرح پرطھانی چلے۔ اول کوہ ہمالہ کو لینا چاہئے۔ جس میں اس کے چاروں بڑے سلسلے اور پنج کی گھاٹیوں کا بیان ہوگا۔ یعنی کوہ شوالک کے پست پہاڑ اور دکن کی گھاٹی جہاں چاء بوٹی جاتی ہے۔ ہمالہ کے وہ بیرونی سلسلے جن میں بہت سے صحت افزا مقام واقع ہیں۔ اور وہ نہایت بلند سلسلے جو ہمیشہ برف سے ڈھکے رہتے ہیں۔ ساتھ ہی بڑی بڑی چوٹیوں کی بلندی بھی بتا دینی چاہئے۔ اس کے بعد اس قطعہ پر سبق پڑھانا چاہئے۔ جس کو دریائے سندھ سیراب کرتا ہے۔ پہلے اس قطعہ کی حدود اور ڈھلان کی طرف طلباء کی توجہ مبذول کرو۔ بعد ازاں منبع سے لے کر دہانے تک دریاے سندھ کی گزرگاہ نکھاٹ ملک کی ہیئت بیان کرو۔ اور مختلف معاونوں کی طرف طلباء کی توجہ دلاؤ۔ علاوہ انہیں بڑے بڑے شہروں کی جگہ اور شہرت کی وجہ بھی بیان کرتے جاؤ۔ اس کے بعد اس قطعہ پر سبق پڑھاؤ۔ جو دریائے گنگا سے سیراب ہوتا ہے۔ پھر دکن پر سبق پڑھاؤ۔ اور مشرقی اور مغربی گھاٹ۔ دریائوں کا روم۔ پہاڑوں کی سہارا چوٹیاں جن پر مضبوط قلعے بنے ہوئے ہیں۔ سیاہ زمین اور

روٹی کی کاشت وغیرہ۔ ان سب کا بیان نہایت مشخّ اور واضح طور پر کرو۔

اب پیداوار کا ذکر کرنا چاہئے۔ یہ بتانے کی کوشش کرو۔ کہ خاص اصلاّع میں خاص اجناس کیوں پیدا ہوتی ہیں اور لوگوں کے کار و بار پر اُن کا کیا اثر ہوتا ہے۔ مثلاً سن کی حالت میں مدرّس کو یہ بتانا چاہئے۔ کہ اس جنس کی کاشت کے لئے عمدہ زمین اور گرم آب و ہوا کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ جنس زمین کی طاقت بہت جلد جذب کر لیتی ہے۔ اور اس لئے صرف انہی زمینوں میں اُس کی کاشت ہو سکتی ہے۔ جن میں ہر سال کھاد پڑتی رہے۔ مشرقی بنگالے کے دریاہر سال طغیانی پر آتے ہیں۔ اور جب اپنے معمولی چنیل پر پہنچ جاتے ہیں۔ تو بہت سی کچھڑ سٹی جھوڑ جلتے ہیں۔ جس سے زمین بہت زیادہ طاقتور ہو جاتی ہے۔ پس زمین کو اس طرح سال بسال کھاد پہنچتی رہتی ہے۔ اور اس لئے یہاں سن کی کاشت ہو سکتی ہے۔ اور یہ جنس مشرقی بنگالے کے کارخانوں کے کام آتی ہے۔ اسی طرح مدرّس کو یہ بیان کرنا چاہئے۔ کہ دکن اور صوبجات متحدہ آگرہ و اودھ میں کیوں روٹی کی کاشت ہوتی ہے۔ جس کا بمبئی کے کارخانوں میں کپڑا بناتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ بھی بتانا چاہئے۔ کہ امرتسر میں کیوں ریشمی کپڑا بناتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

مختلف اصلاّع کی پیداوار پر غور و خوض کرنے کے بعد ہمیں ریلوں کا خیال آتا ہے۔ کیونکہ عموماً ریلوں ہی کے ذریعے قدرتی پیداوار کو اُن مقاموں تک لے جاتے ہیں۔ جہاں اُن کا کپڑا وغیرہ بننا کہے۔ ملک کے مختلف حصّوں میں بھیجتے ہیں۔ اور ایسی بندرگاہیں میں لے جاتے ہیں۔ جہاں سے وہ اشیا غیر محالک کو بھیجی جاتی ہیں۔ ریلوں کا ذکر کرتے وقت بھی مدرّس کو جو واقعات وہ پہنچا چکا ہے۔ اُن کے دہرانے کا بہت عمدہ موقع مل سکتا ہے۔ وہ یہ بتا سکتا ہے۔ کہ شاہد کے ہمسافرت وغیرہ کیوں کہ وہ

وہاں بازاروں میں فروخت ہوتے ہیں۔ جو اناج پنجاب میں پیدا ہوتا ہے۔ وہ کرلجی تک ریل میں جاتا ہے۔ اور جو ہاتھی دانت کے کھلونے وغیرہ دہلی میں بنتے ہیں۔ وہ ریلوں ہی کے ذریعہ بمبئی اور کلکتہ تک پہنچتے ہیں۔ مدرس یہ بھی بتا سکتا ہے۔ کہ جو کلیں انگلستان سے آتی ہیں۔ وہ سن کن راستوں سے ریلوں کے ذریعہ ان مقامات تک پہنچتی ہیں۔ جہاں کارخانے قائم کئے جلتے ہیں۔ یا مدرس یہ فرض کر سکتا ہے۔ کہ ایک شخص ولایت سے بمبئی کو روانہ ہوتا ہے۔ تو جو جو قابل دید اور مشہور مشہور مقامات اس کے راستے میں آئینگے۔ اور جس ترتیب سے وہ ان کے پاس سے گزرے گا۔ اور جو دلچسپ اور مشہور واقعات وہ ہر ایک جگہ دیکھ سکیگا۔ وہ سب بیان کئے جاسکتے ہیں۔

دو باتوں کا مدرس کو بالخصوص خیال رکھنا چاہئے۔ اول تو یہ کہ حصوں کو مفصل و شرح پڑھانے سے پہلے کل کو مجمل طور پر بتا دینا چاہئے۔ اور دوم یہ کہ مختلف امور کو قدرتی طور پر اس طرح ترتیب دے لینا چاہئے۔ محل وقوع۔ سطح۔ آب و ہوا۔ پیداوار۔ پشمی۔ شہر اور قصبے۔

ج۔ طرز تعلیم۔ ہر ایک ملک کا جغرافیہ پڑھاتے وقت مدرس کو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ ہمارا مڈعا یہ ہے کہ طلباء کی آنکھوں میں اس ملک کی صورت شکل کی صاف واضح تصویر کچھ جائے۔ اُسے بخوبی یاد رکھ سکیں۔ اور مختلف واقعات کا تعلق معلوم کر سکیں۔ اس مقصد کو پورا کرنے کا سب سے بہتر طریقہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

(۱) سبق شروع کرنے سے پہلے اس ملک کا نمونہ اور خاکہ تیار کر رکھو۔ اور ایک تختہ سیاہ بھی جتیا کر لو۔ جو خطہ سبق سمجھنے کے کام آئیگا۔

(۲) ملک کا محل وقوع اور رقبہ وغیرہ نقشہ بڑا نظم کی مدد سے دکھاؤ۔ اور حدود اربعہ خاکہ میں درج کرتے جاؤ۔

(۳) پھر نمونہ دکھا کر طلبہ سے اس کا معائنہ کراؤ۔ اور پھر

بہاؤ کہاں واقع ہیں۔ ملک کا ڈھلان کس طرف ہے۔ دریا کہاں کہاں بہتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

(۴) جوں جوں طلبا مختلف حالات طبعی نمونے سے دریافت کرتے جائیں۔ ہر ایک کی شکل و صورت واضح طور پر بیان کرتے جاؤ۔ حتیٰ الامکان نظاروں وغیرہ کی تصاویر طلبا کو دکھاؤ۔ اور ایک ایک کو خاکہ تختہ سیاہ میں درج کرتے جاؤ۔ اور ہر ایک کا کچھ مشہور حال بھی بتاؤ۔

(۵) بیان کرتے وقت ہمیشہ اشیاء معلومہ کا حوالہ دو۔ تاکہ طلبا نیچ اور نا معلوم باتوں کو معلوم باتوں کے ذریعہ باسانی اور بخوبی سمجھ سکیں۔ ضلع۔ صوبے۔ اور ملک کی خاص خاص بلندیاں۔ فاصلے اور رقبے طلبا کو بخوبی معلوم ہونے چاہئیں۔ اور متواتر ان کے ساتھ مقابلہ کرتے رہتا چلیں۔

(۶) پیداوار کا ذکر کرتے وقت اشیاء پیداوار کے نمونے طلبا کو دکھاؤ۔

(۷) سلسلہ کوہ کو ان کے انجام کی راسوں یا سروں سے مر لوط کرو۔ دریا کی گھاٹیوں کو ان کی کھاڑیوں سے۔ آب و ہوا اور زمین کو پیداوار سے۔ اور اشیاء پیداوار کو آبادی کے مرکزوں اور باشندوں کے پیشوں سے۔

(۸) جہاں کہیں ممکن ہو۔ اثنائے تعلیم میں استقرائی سوالات کرو۔ اور ہر ایک بات کے ختم کرنے کے بعد اور کل سبق کے اختتام پر طلبا سے امتحانی سوالات کرو۔

جغرافیہ ایسا مضمون ہے۔ جس میں دلائل قاطع و براہین ساطع کی اتنی ضرورت نہیں ہوتی۔ جتنی کہ واضح طور پر بیان کرنے کی۔ اس لئے طلبا سے سقراطی سوالات کرنے کا بہت موقعہ نہیں ملتا۔ چار کی چوٹی ابورسٹ کی بلندی یا بمبئی کی آبادی طلبا سے نہیں نکلوا سکتے۔ مگر طلبا یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں۔ کہ خاص دریا تیز یا سست کیوں ہیں۔ بمبئی یا رانی گنج میں اس قدر کارخانے کیوں ہیں۔ اور کلکتہ اور کراچی سے کسی خطہ کا اسباب چاروں

میں لا کر غیر مالک کو جاتا ہے۔

(۹) ہر ایک پوری بات کے اختتام پر یہ بھرتی سے سوالات کرنے کے بعد طلباء کی مدد سے خلاصہ سبق تختہ سیاہ پر درج کرو۔ اختتام سبق پر طلباء کو یہ خلاصہ اپنی کاپیوں میں نقل کر لینا چاہیے۔ اور جتنے الامکان طلباء اس کی مدد سے تمام سبق یا اٹھس کا کوئی حصہ گھر سے لکھ لائیں۔

(۱۰) جو نقشہ تم تختہ سیاہ پر کھینچو۔ وہی طلباء سے کھجواؤ۔ اور جو واقعات اثنائے سبق میں پڑھنا چاہئے۔ وہی نقشے میں درج کراؤ۔

دسواقعات کا تعلق مشابہت و اختلاف ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ کہ واقعات کا تعلق کس طرح ظاہر کرنا چاہئے مثلاً باشندوں کے پیشوں کو پیداوار سے مربوط کرنا۔ اور نباتی پیداوار کو زمین اور آب و ہوا سے۔

ہم نے یہ بھی بتایا ہے۔ کہ مالک غیر کا متواتر اپنے ملک سے مفاید کرنا چاہئے۔ مگر مدرس کو سطح زمین کے مختلف حصوں کا بھی آپس میں اکثر مفاید کرنے رہنا چاہئے۔ مثلاً یورپ کے تین جنوبی جزیرہ نماؤں کا مقابلہ ایشیا کے تین جنوبی جزیرہ نماؤں کے ساتھ کرو۔ اور یہ دکھاؤ۔ کہ دو صورتوں میں:-

(۱) مغربی جزیرہ نما مستطیل شکل کی سطح مرتفع ہیں۔ جو پہاڑوں سے گھری ہوئی ہیں۔ اور جن کی بہت سی زمین بخر ہے۔

(۲) درمیانی جزیرہ نماؤں کے جنوب میں ایک ایک جزیرہ ہے۔ (سلسلی اور لٹکا)۔

(۳) مشرقی جزیرہ نما صودت شکل میں بالکل بے قاعدہ اور نہایت بے ڈھنگے ہیں۔ اور ان کے ساحل سے کچھ دور ایک ایک مجمع الجزائر واقع ہے۔

یا مدرس یورپ اور ایشیا کا مقابلہ کر کے دکھا سکتا ہے۔

یورپ اور ایشیا دونوں کے شمال میں ایک ایک میدان ہے۔ اور ایک بڑا عظیم کے ساحل سے کچھ دور بحر اعظم میں

جزیروں کا ایک ایک مجمع ہے (جزائر برطانیہ و جزائر جاپان) +
(۳) ہر دو بر اعظموں میں بڑے بڑے سلسلے کوہ کا رخ
مشرق سے مغرب کو ہے +

(۴) ہر ایک بر اعظم کے جنوب میں تین تین جزیرے نمایں +
یا تمام بر اعظموں کا مقابلہ کر کے ظاہر کرو کہ

(۱) شمالی امریکہ کے جنوب مشرق میں جزائر عرب الہند واقع ہیں +

(۲) جنوبی امریکہ کے جنوب مشرق میں جزائر فاک لینڈ واقع ہیں +

(۳) افریقہ کے جنوب مشرق میں مدغاسکر واقع ہے +

(۴) یورپ کے جنوب مشرق میں مجمع الجزائر یونان واقع ہے +

(۵) ایشیا کے جنوب مشرق میں مجمع الجزائر مشرقی ہند واقع ہے +

(۶) آسٹریلیا کے جنوب مشرق میں جزائر نیوزی لینڈ واقع

ہیں +

پس طلباء سے یہ نتیجہ نکالوا سکتے ہو کہ عموماً تمام بر اعظموں
کے جنوب مشرق کی طرف زمین برابر پھیلی ہوئی ہے۔ اور اس مسلسل
زمین کے بلند حصے سطح سمندر کے اوپر جزائر کی صورت میں
نمودار ہوئے ہیں +

اس طرح مشابہت دکھانے کے بعد اختلاف کی طرف
طلباء کی توجہ مبذول کرنی چاہئے۔ کوہ ایلیس اور کوہ ہمالہ ہی
کی مثال لے لیجئے۔ پہلے ان دونوں کا مقابلہ کر کے مشابہت ظاہر
کرو۔ اس طرح کہ

(۱) دونوں وسط میں سب سے زیادہ بلند ہیں +

(۲) دونوں کی شکل نصف دائرہ کی ہے +

(۳) وہ تو کاٹھلان شمال کی طرف زیادہ ہے۔ اور جنوب کی
طرف تقریباً عمود وار ہے +

(۴) دونوں ہی میں جھیلیں واقع ہیں +

یہ واقعات بتاتے کے بعد مدرس کو ان دونوں کا اختلاف
ظاہر کرنا چاہئے +

کوہ ہمال	کوہ ایلپس
(۱) مغربی حصہ مشرقی کی نسبت پست ہے۔	(۱) مغربی حصہ مشرقی کی نسبت اونچا ہے۔
(۲) نصف دائرے کے سرے شمال کی طرف ہیں۔	(۲) نصف دائرے کے سرے جنوب کی طرف ہیں۔
(۳) جنوبی ڈھلان میں چبوترے سے بنے ہوئے ہیں۔	(۳) جنوبی ڈھلان زیادہ عمود وار ہے۔
(۴) چند خطرناک درے ہیں جن میں سے گزرنا نہایت دشوار ہے۔	(۴) بہت سے درے ہیں جن میں سے باسانی گزر سکتے ہیں۔
(۵) صرف جنوب کی طرف سے دریا نکلتے ہیں۔	(۵) شمال جنوب دونوں طرف سے دریا نکلتے ہیں۔
(۶) بڑی بڑی گھاٹیوں وسیع میدانوں اور سنان جنگلوں سے گھرا ہوا ہے۔	(۶) سمندری ہوائیں تمام حصوں سے آکر ٹکراتی ہیں۔

پس مدرس کو مفصل ذیل امور یاد رکھنے چاہئیں :-

(۱) مدرس کی ہدایات کے موافق طلبا کو خود مقابلہ کرنا چاہئے +

(۲) اول مشابہت کی باتیں لینی چاہئیں +

اس طرح پڑھانے سے طلبا کی قوت مقابلہ ہی کی تربیت نہیں ہوتی۔ بلکہ نیچے جو کچھ سیکھتے ہیں۔ اُسے بخوبی یاد بھی رکھ سکتے ہیں +

II- نقشہ تختہ سیاہ - چسپا ہوا نقشہ - اور نقشہ کشی +

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ ہر ایک ملک کا جغرافیہ پڑھاتے وقت جو خاکہ

پہلے سے تختہ سیاہ پر کھینچا ہوا ہو۔ مدرس کو اس میں واقعات رفتہ رفتہ درج کرتے جانا چاہئے۔ یہاں ہم ذرا تاکید کے ساتھ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ واقعات کو ذہن نشین کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جو نقشہ تختہ سیاہ پر کھینچا جاتا ہے۔ ان سے تعلیم صاف واضح اور معین ہو جاتی ہے۔ طلبا کی قوت مشاہدہ تیز اور مستحکم ہوتی ہے۔ ان کی توجہ ایک وقت میں ایک ہی بات پر

قائم رہتی ہے۔ اور مدرس ملک کا قصور ایسے کافی بڑے پیمانے پر دلا سکتا ہے۔ کہ تمام جماعت بخوبی دیکھ سکے۔ اور واقعی طور پر طلباء پر مظاہر کر سکتا ہے۔ کہ نقشہ کس طرح کھینچنا چاہیے۔ چھپا ہوا نقشہ۔ مگر چھپے ہوئے نقشوں میں جو دیوار پر لٹکتے ہیں۔ یہ خوبی ہوتی ہے۔ کہ وہ رنگین ہوتے ہیں۔ اور اس لئے ملکوں کی حدود و تقسیم سکھانے کے لئے سب سے بہتر ہوتے ہیں۔ اور چونکہ نقشہ تختہ سیاہ کی نسبت ان کا رقبہ بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے ممالک کے محل وقوع ان میں زیادہ صاف طور پر نظر آتے ہیں۔ لہذا ممالک کی حدود اور ان کے محل وقوع ہمیشہ دیوار کے نقشوں کی مدد سے سکھانے چاہئیں۔ تمام سبق میں دیوار کے نقشے کا برابر حوالہ دیتے رہو۔ اور نقشہ تختہ سیاہ کا متواتر اس سے مقابلہ کرتے جاؤ۔ لیکن طلباء کو اس نقشے کے ذریعہ خود واقفیت حاصل کرنی بھی سکھانی چاہئے۔ ان سے کہو کہ جو واقعات نقشے میں درج ہیں۔ انہیں دریافت کریں۔ صرف یہی کافی نہیں۔ کہ جو نام نقشے میں درج ہیں۔ انہیں معلوم کر لیا اور بس۔ اس لئے بعض اوقات چھپے ہوئے نقشے کی مدد سے واقعات دریافت کرنے پر بھی ایک دو سبق دینے چاہئیں۔ یہ کام اس طرح ہو سکتا ہے۔ ہندوستان کا نقشہ لے کر مدرس پرچے

کھلتے سے راس کماری تک ہندوستان کا طول کتنا ہے ؟

کابل سے لے کر ہدیائے سالون تک عرض کتنا ہے ؟

دکن کے دریا کس طرف کو بہتے ہیں ؟

دکن کا ڈھلان کس طرف کو ہے ؟

ظہر سب سے زیادہ گنجان کہاں ہیں ؟ وغیرہ وغیرہ ۔

یہی سوالات کی مدد سے طلباء دیوار کے نقشے کے ذریعہ بہت

سے ضروری واقعات نہایت خوشگوار اور دلچسپ طرز پر

سیکھ سکتے ہیں۔ جن کو اگر کتاب ہزاروں میں سے یاد کیا

جائے۔ تو ایسے دلچسپ اور مفید ثابت نہ ہوں +
 نقشہ کشی۔ لیکن جو واقعات نقشہ تخیل سیاہ کی مدد سے
 سکھائے جاتے ہیں۔ اور دیوار کے نقشے کی مدد سے اُن
 پر نظر ثانی کی جاتی ہے۔ وہ اُس وقت تک بخوبی ذہن نشین
 نہیں ہوتے۔ جب تک کہ خود طلباء سے نقشے نہ کھولے جائیں۔
 ہمیشہ اس امر کا خیال رہے۔ کہ لڑکوں سے نقشہ کھولنے
 کا یہ مقصد ہوتا ہے۔ کہ جو واقعات طلباء نے جغرافیہ کے
 گھنٹے میں پڑھے ہیں۔ وہ اُن کے دل پر بخوبی نقش ہو
 جائیں۔ اس لئے جغرافیہ سیکھنے کی غرض سے بھیجے ہوئے
 نقشوں کی صرف نقل کر لانا بالکل فضول ہے۔ خواہ انہیں
 کتنی ہی صفائی اور خوبصورتی کے ساتھ کھینچا جائے۔
 جو نقشہ مدرسہ تخیل سیاہ پر کھینچے۔ وہ دراصل نقل کرنے
 کے لئے ایک نہایت عمدہ نمونہ ہے۔ اور طلباء سے اُسی کی نقل
 کرانی چاہئے۔ اگر نقشہ طلباء سے گھر پر کھوایا جائے۔ تو اُس
 میں صرف وہی واقعات درج کرانے چاہئیں۔ جو مدرسے میں
 طلباء کو گھنٹہ جغرافیہ میں سکھائے گئے ہیں +

خلاصہ

- ۱۔ جغرافیہ وہ علم ہے۔ جس میں زمین کے اُن تمام حالات کا بیان
 ہوتا ہے۔ جو انسان کی بوجہ و باش سے تعلق رکھتے ہیں +
- ۲۔ جغرافیہ زیادہ تر اعلیٰ قراءت کی غرض سے سکھایا جاتا ہے۔ مگر
 مطالعہ جغرافیہ سے طلباء کے توالے مشاہدہ۔ تصدیق
 اور استدلال کی بھی تربیت ہو سکتی ہے +
- ۳۔ جغرافیہ پڑھانے میں کئی امور شامل ہیں۔ یعنی طلباء کا خیالات
 حاصل کرنا۔ حالات طبعی کو اُن کی علامات سے خوب کرنا۔
 غیر جانکاب کی ذہنی تصاویر بنانا۔ واقعات کا مقابلہ کر کے عام
 نتائج نکالنا +
- ۴۔ اساتذہ کے سبق مدرسے کی اُسی پالیسی کی چیزوں پر مبنی ہوں

ہونے چاہئیں۔ تاکہ طلباء اُن واقعات کا خود مشاہدہ کر کے اُنہیں سمجھ سکیں +

۵۔ نقشے کے سمجھنے میں بڑی دقت ہی ہوتی ہے۔ کہ حالات طبعی کو اُن کی علامات سے منسوب نہیں کر سکتے +

۶۔ بچوں کو یہ سکھانے کے لئے مدرسے اور نمونوں کے خاکے کھینچنے چاہئیں۔ جن میں ہر ایک خط کو اصلی شے سے منسوب کیا جائے +

۷۔ تعریفیں اور اضلاع و ممالک کی بناوٹ سکھانے کے لئے نمونوں کا استعمال کرنا چاہئے +

۸۔ ممالک کا حال سکھاتے وقت :-

(۱) ضروری واقعات کا انتخاب کرو +

(۲) ان واقعات کی قدرتی ترتیب رکھو +

(۳) ہر ایک بات نہایت واضح طور پر بیان کرو۔ اور تخیل کی مدد کے لئے خاکے۔ تصاویر۔ نمونے اور اشیا مہیا کرو +

(۴) جس قدر واقعات پڑھاتے جاؤ۔ اُنہیں خاکہ تختہ سیاہ میں درج کرتے جاؤ +

(۵) واقعات کا مختصر خلاصہ ایک اور تختہ سیاہ پر لکھتے جاؤ +

(۶) نقشہ مدرسہ کھینچے۔ اُس کی نقل طلباء سے کرائی جائے۔

خلاصہ سبق طلباء اپنی کاپیوں میں درج کر لیں۔ اور کل سبق یا اُس کے کسی جزو کا حال وہ گھر سے لکھ لائیں +

۹۔ واقعات میں باہمی تعلق ہونا چاہئے۔ اُن کا تعلق صاف طور پر واضح کرنا چاہئے۔ اور مدرسہ کو ممالک کا خوب مقابلہ کرنا چاہئے +

۱۰۔ نقشے تختہ سیاہ پر کھینچے جاتے ہیں۔ اور اشلے بن میں پُر کئے جاتے ہیں۔ اُن کے ذریعہ نہایت ہی عمدہ تعلیم ہوتی ہے +

۱۱۔ طلباء کو اس طرح تعلیم دینی چاہئے۔ کہ وہ دیوار کے نقشوں کا خود مشاہدہ کر کے واقعات دریافت کر سکیں +

۱۲۔ طلباء سے نقشے کچھاؤ۔ اور جو واقعات اسباق جغرافیہ میں سکھائے جائیں۔ اُنہیں ہی نقشوں میں درج کراؤ +

جزیرہ نما اور خاکنہ کے سبق پر اشارات

مذہباً۔ پتے یہ پڑھ چکے ہیں۔ کہ جزیرہ کسے کہتے ہیں۔ اب اُن کی واقفیت اس طرح بڑھائی جائیگی۔ کہ

- (۱) وہ جزیرہ نما اور خاکنہ کے صات تصور قائم کریں +
(۲) ان نئے تصورات کو موزوں الفاظ میں ظاہر کریں +

(۳) انہیں نقشے پر پہچانیں +

سامان مٹی کا نمونہ۔ لیکن کے پکچر لیسز کا ایک نقشہ { One of Bacon's Picture Lessons }

طریقہ تعلیم

سُرخ

۱۔ نئے واقعات کا نمونہ سے سکھانا۔
۱۔ مدرس طلبا کے سامنے ایک نمونہ رکھیگا۔ جس میں خشکی۔ تری۔ چند جزائر۔ ایک لمبا سا جزیرہ نما جو ایک پتلے اور تنگ قطعہ کے ذریعہ ملحق ہوگا۔ دکھائے جائیگے۔ پھر وہ طلبا سے پوچھیگا۔ کہ جزیرہ دکھاؤ۔ جزیرہ کسے کہتے ہیں۔ اور یہ مشاہدہ کرائیگا۔ کہ پانی میں سے گزر کر جزیرے تک پہنچ سکتے ہیں +

(۱) جزیرہ نما

۲۔ پھر طلبا سے جزیرہ نما کا مشاہدہ کرائیگا۔ اور یہ معلوم کرنے میں اُن کی رہنمائی کریگا۔ کہ جزیرہ نما کے تقریباً سب طرف کشتی جا سکتی ہے (نمونے کے ساتھ ایک کاغذ کی کشتی کا استعمال کیا جا سکتا ہے) +

(۲) خاکنہ

۳۔ مدرس پوچھیگا۔ اگر کشتی خشکی کے اس حصے کے چاروں طرف جا سکتی۔ تو اسے کیا کہتے؟ یہ جزیرہ کیوں نہیں ہے؟ اس کو جزیرہ بنانے کے لئے کیا کر سکتے تھے؟ (نمونے میں) خشکی کا کوئی ایسا حصہ بتاؤ۔ جو تقریباً جزیرہ ہے۔ وہ ایک جزیرہ دکھاؤ۔ وہ دونوں میں فرق کیا ہے؟ وغیرہ +

۴۔ طلبا سے کہیگا۔ کہ اس تنگ قطعہ کو کیا کہتے

سُرخ

طریقہ تعلیم

پھسو کر دیکھو۔ جسے اگر کاٹ ڈالیں۔ تو جزیرہ نما جزیرہ بن جائے۔ اُس کا پتلا پن بتایا جائیگا۔ اور اس بات کی طرف طلباء کی توجہ دلائی جائیگی۔ کہ وہ تنگ قطعہ ایک خشکی کے حصے کو زمین سے ملاتا ہے۔

۲۔ نئے حالات کا تذکرہ تصاویر دکھانا اور موزوں الفاظ میں ظاہر کرنا۔
۵۔ تصویر دکھا کر طلباء سے کہا جائیگا۔ کہ (۱) جزیرہ (دب) خشکی کا وہ حصہ جو تقریباً جزیرہ ہو۔ اور (ج) خشکی کا تنگ قطعہ دکھاؤ +

۶۔ اب مدرس نئی اصطلاحیں بتائیگا۔ اور تختہ سیاہ پر لکھ کر اجماعی طور پر کہلوائیگا۔ اور بجٹے کرائیگا +
۷۔ جماعت کا امتحان لیگا۔ (د) نقشے پر علامات دکھا کر نام پوچھیگا۔ (ب) نام بتا کر نقشے پر اُن کی علامات پوچھیگا۔ (ج) اس طرح سوال کریگا۔ جزیرہ کہتے ہیں؟ "جزیرہ" نام کسے کہتے ہیں؟ وغیرہ +

۸۔ مدرس نمونہ اور ایک تختہ سیاہ جماعت کے سامنے رکھیگا۔ اور نمونے کا خاکہ تختہ سیاہ پر کھینچیگا۔ اس اثنا میں طلباء سے مختلف سوالات کرتا رہیگا +
۹۔ مدرس جزیرہ نما اور خاکنارے کے نام تختہ سیاہ پر لکھیگا۔ اور طلباء سے کہیگا۔ کہ نقشہ ایشیا میں جزیرہ نما اور خاکنارے دکھاؤ +

نویں فصل

حساب

حساب کی تعریف میں دو باتیں داخل ہیں :-
۱۔ حساب وہ علم ہے جس میں اُن اصول پر بحث کی جاتی

ہے۔ جن پر اعداد کے قاعدے مبنی ہیں +
دوم۔ یہ ایک فن ہے۔ جو شمار اور گنتی کا طریقہ سکھاتا ہے +
۲۔ مقایع تعلیم جیسا حساب کی تعریف سے ظاہر ہے۔ اس کے پڑھانے کے بھی دو مدعا ہیں :-

اول۔ بحیثیت علم ہونے کے اس کی تعلیم طلبہ کو اس غرض سے دی جاتی ہے۔ کہ اُن کے توالے عقلیہ کی تربیت ہو۔ اور چونکہ ریاضی کی یہی ایک شاخ ہے۔ جس کی تعلیم ابتدائی مدارس میں دی جاتی ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اُس کو ایسے طریق سے پڑھایا جائے۔ کہ طلبہ میں ٹھیک طور پر سوچنے۔ سمجھنے۔ استدلال کرنے کی قوت پیدا ہو +

دوم یہ کہ طلبہ کو اعمال حسابیہ کے برتنے کا طریق آ جائے۔ تاکہ اُن کو آئندہ عمر میں تجارت۔ لین دین اور روزمرہ کے کاروبار میں سہولت ہو۔ یہاں پر یہ امر بتانا ضروری ہے۔ کہ اگرچہ احکم کا پہلا فرض یہ ہے۔ کہ اُس کے شاگرد گنتے۔ شمار کرنے اور حساب کے سوال حل کرنے میں پورے مشاق ہو جائیں۔ تاہم اُس کا یہ بھی فرض ہے۔ کہ اُن کے توالے عقلیہ کی بھی ساتھ ساتھ تربیت کرے۔ اور چونکہ یہ دونو باتیں آپس میں متناقض نہیں ہیں۔ اس لئے ان کا ساتھ ساتھ حاصل کرنا کوئی دشوار امر نہیں +

۳۔ حساب پڑھانے میں کامیابی حاصل کرنے کے عام وسائل + ذریعے سکھانے چاہئیں +

۱۔ معلوم سے غیر معلوم صداقتوں کو حاصل کرو۔ اور اعداد مجرّد کا تصور اعداد مفروں کے دلچسپ عبارتی سوالات کے ذریعے پیدا کرو۔ اعداد کا تصور دلانے میں بچوں کی قوت لامسہ اور بصرہ کو استعمال میں لاؤ +

۲۔ ایک ہی بات کو کئی طرح سمجھانا چاہئے۔ مثلاً ایک کومرٹ بھی نہ معلوم ہوتا چاہئے۔ کہ ۳۰ میں سے ۲۰ نکالیں۔ تو ۱۰ رہتے ہیں۔ یکم یہ بھی معلوم ہونا چاہئے۔ کہ ۳۰ اور ۲۰ کا فرق ۱۰ ہے +

بیس سے بہ قدر دس کے بڑا ہے۔ اور بیس تیس سے بہ قدر دس کے چھوٹا ہے +

(۳) جب تک ایک اصول اچھی طرح ذہن نشین نہ ہو جائے۔ دوسرا شروع نہ کرنا چاہئے +

(۴) تعلیم کی ترقی بتدریج ہونی چاہئے۔ ایک ہی وقت میں بہت سا پڑھا دینے کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔ اور روزمرہ کی ترقی ایسی ہونی چاہئے۔ کہ طالب علم کو ناگوار نہ گزرے +

(۵) سبقوں کو بار بار دہرانا چاہئے۔ نا تجربہ کار معلم کا میلان عموماً یہ ہوتا ہے۔ کہ تھوڑے وقت میں بہت سا پڑھا دے۔ تاکہ نمایاں ترقی ظاہر ہو۔ اور اُس کو یہ یاد نہیں رہتا۔ کہ اگر مبنیاد پختہ نہ ہوگی۔ تو جو تعمیر اس پر کی جائیگی۔ وہ جلدی یا کچھ دیر میں گر جائیگی +

چھوٹے بچوں کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے۔ کہ اُن کے پچھلے سبق وقتاً فوقتاً دہرائے جائیں۔ تاکہ جس راستے سے وہ گزرے ہیں۔ اُس کی یاد اُن کے دلوں پر قائم رہے +

(۶) سوالات روزمرہ کی باتوں پر ہونے چاہئیں۔ تاکہ طالب علم کو یہ معلوم ہو۔ کہ جو واقفیت وہ حاصل کر رہا ہے۔ وہ اُس کو کھیلوں اور روزمرہ کے کاموں میں مدد دیگی۔ پس ابتدائی حالت میں سوالات ایسی اشیا پر کرو۔ جن سے طلبہ مانوس ہوں۔ مثلاً کھلونے وغیرہ +

۴۔ مارج تعلیم + حساب کی تعلیم میں ہم مفصلہ ذیل مدارج کا لحاظ رکھیں :-

اول۔ ابجد خواں بچوں کا درجہ۔ اس درجے میں جو بچے تعلیم پاتے ہیں۔ وہ بذریعہ محسوسات علم حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہی وقت ہے۔ جبکہ وہ اُن اشیا کا تصور اپنے ذہن میں پیدا کر سکتے ہیں۔ جن کو وہ محسوس کرتے ہیں۔ انسان اپنی عمر کے ہر ایک حصے میں علم کی قدر پر بڑی سہولت سے علم حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن اس ابتدائی حصہ عمر میں خصوصاً اس طریق سے بچہ کو اور کوئی

طریق کار گر نہیں ہو سکتا +

دوم۔ درجہ اور پرائمری۔ ایک سال سکول میں تعلیم پانے کے بعد بچے اور پرائمری کے درجے میں داخل ہوتے ہیں۔ اس وقت اُن کی عمر ایسی ہو جاتی ہے۔ کہ وہ تعلیم کے عملی قواعد بآسانی سیکھ سکیں۔ مثلاً پڑھنے میں روانی۔ لکھنے میں خوشخطی۔ حساب کے ابتدائی قواعد کے استعمال کرنے میں پھرتی اور صحت اس عمر میں اچھی طرح آ سکتی ہے +

سوم۔ درجہ اپر پرائمری۔ جب لڑکے اس درجے میں داخل ہوتے ہیں۔ تو اُن میں قوت استدلال کی ترقی نمودار ہونے لگتی ہے۔ اور اس واسطے اس کو اکثر کام میں لانا چاہئے۔ یہی وقت ہے۔ جبکہ حساب کے اُن اصول کی عقلی طور پر اُن کو تعلیم دی جائے۔ جن پر قواعد مبنی ہیں +

اب ہم ان تینوں درجوں کی تعلیم کا علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے ہیں +

اول۔ امجد خواں بچوں کی تعلیم

۱۔ مدعا۔ علم کا فائدہ دل و دماغ کو مالا مال کرنے اور اُن کی قوتوں کو بڑھانے میں اُس طریق پر منحصر ہے۔ جس سے علم حاصل ہو۔ پہلے زمانے میں معلم اس بات کی پروا نہیں کرتے تھے۔ کہ اُن کے شاگرد علم کس طرح حاصل کرتے ہیں۔ لیکن اب تجربے سے یہ بات معلوم ہوئی ہے۔ کہ طلباء کے دل و دماغ پر جو اثر پیدا ہوتا ہے۔ اور آخر میں جو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ وہ علم کی مقدار پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اُس طریق کی خوبی پر مبنی ہے۔ جس سے علم حاصل کیا جائے +

بعض دماغ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ وہ علم سے پڑھتے ہیں۔ لیکن اُن میں قوت استعمال نہیں ہوتی۔ بعض ایسے ہوتے ہیں۔ کہ علم تو بخوبی پڑھتا ہے۔ لیکن اُن میں قوت استعمال بہت زیادہ

ہوتی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ کوئی لڑکا جس کو حساب کی تعلیم ٹھیک طور پر دی گئی ہے۔ بظاہر اپنے زمانہ طفولیت میں کچھ زیادہ ترقی نہ دکھائے۔ لیکن جو کچھ اُس نے پڑھا ہے۔ وہ اُس کی آئندہ عمر میں زیادہ بار آور ہوگا۔

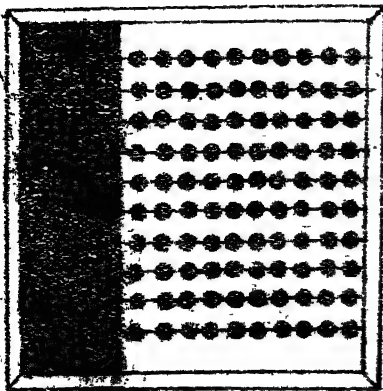
استاد کا فرض ہے۔ کہ طلبہ کو چھوٹے چھوٹے اعداد اور اُن کے باہمی تعلق کا تصور ٹھیک طور پر دلائے۔ اور اعداد پر جو چھوٹے چھوٹے عمل کئے جاتے ہیں۔ اُن کو اچھی طرح سمجھنے اور برتنے کی طاقت اُن میں پیدا کرے۔

(ب)۔ معیار تعلیم۔ ایک سے ۱۰۰ تک گنا اور لکھنا۔

آلات جن کے ذریعے جیسا اوپر ذکر آچکا ہے۔ کہ طلبہ کو گنتی گنتی سکھائی جائیگی { ایسی اشیاء کے ذریعے سکھانی چاہئے۔ جن کو وہ دیکھ سکیں اور خود استعمال کر سکیں۔ اس غرض کے لئے چند قسم کے آلات استعمال کئے جاتے ہیں۔ جن میں سے ہم بعض کا ذکر کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں +

(۱) بال فریم (Ball-frame) دگولیوں کا چوکھٹا جس کی تصویر

حسب ذیل ہے +



ایک لکڑی کا مربع شکل کا چوکھٹا ہوتا ہے۔ جس میں دس تار ہوتے ہیں۔ ہر ایک تار میں دس مختلف رنگ کی گولیاں ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک گولی کے ساتھ ایک سیاہ لکڑی کا تختہ لگا ہوتا ہے۔ جن کو ایک ایک دوسری جانب کھسکا سکتے ہیں۔ تاکہ جن گولیوں کی ضرورت

نہ ہو۔ وہ اس کی آرٹ میں آ جائیں۔ چوکھٹا کافی بڑا ہونا چاہئے۔
اور گولیوں کا رنگ خوب روشن ہونا چاہئے۔ تاکہ لٹکے اُن
کو دور سے تمیز کر سکیں +

نوٹ۔ ایسا بال فریم صوفیہ کے پاس ہی نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ رنگوں
کے پاس بھی ہونا چاہئے۔ تاکہ وہ بھی اُس کو اُسی طرح سے استعمال کر سکیں
جس طرح معلم اُن کے سامنے کرتا ہے +

(۲) مختلف قسم کی اشیا مثلاً چھوٹی چھوٹی ایک ہی لمبائی کی
لکڑیاں جو جدا جدا بھی ہوں۔ اور دس دس کے بچڑوں میں بھی
ہوں۔ اور گولیاں جو تھیلیوں میں پڑی ہوئی ہوں۔ اور اسی قسم
کی اور چیزیں +

قرأت اعداد و کتابت اعداد۔ عدد کو دو طرح سے ظاہر کر سکتے
ہیں۔ لفظوں کے ذریعے یا شکلوں کے ذریعے۔ جب طلبہ کو اعداد کا
لفظوں کے ذریعے ظاہر کرنا سکھاتے ہیں۔ تو اس کو ہم قرأت
اعداد کہتے ہیں۔ اور جب شکلوں کے ذریعے سکھاتے ہیں۔ تو اُس
کو کتابت اعداد کہتے ہیں۔ پس ظاہر ہے۔ کہ قرأت اعداد زبانی
بھی سکھائی جا سکتی ہے۔ اور لکھ کر بھی۔ لیکن جس درجے کا ہم
ذکر کر رہے ہیں۔ اس میں صرف زبانی سکھانی چاہئے +

جب چند چیزیں لڑکوں کے سامنے رکھی جاتی ہیں۔ اور اُن سے
کہا جاتا ہے۔ کہ اُن کو گنیں یا اُن کی تعداد معلوم کریں۔ تو یہ مثال
قرأت اعداد کی ہے۔ اور جب اُن سے یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اُس عدد
کو سلیٹ پر لکھیں۔ تو اُس کو کتابت اعداد کہتے ہیں۔ پس ظاہر
ہے۔ کہ قرأت اعداد اور کتابت اعداد ساتھ ہی ساتھ سکھانی چاہئے۔
جب اعداد کا تصور لڑکوں کے دل میں بیٹھ جائے۔ تو اُن کی
شکلوں سے انہیں فوراً مانوس کرنا چاہئے +

بچوں کو اشیا کی گنتی سکھانا۔ پیشتر اس کے کہ اعداد پر بات
ہو دئے جائیں۔ یہ بات ضروری ہے۔ کہ بچوں کو اُن کے ناموں
سے واقفیت پیدا کرائی جائے۔ اس قسم کی مشق کے واسطے یہ
ضروری ہے۔ کہ بچوں کے پاس بھی ایسی چیزیں ہونی چاہئیں۔

جیسی اُستاد کے پاس ہیں۔ اور یہ اشیا جتنے الوسع بہت قسم کی ہوتی چاہئیں۔ جس وقت سبق پڑھایا جائے۔ تو بچوں کو اُستاد کی تقلید کرنی چاہئے۔ مثلاً اگر اُستاد دو گولیاں ہاتھ میں اٹھائے۔ تو لڑکوں کو بھی دو گولیاں اٹھانی چاہئیں۔ اور جب اُستاد کہے۔ ایک گولی اور ایک گولی دو گولیاں ہوتی ہیں۔ تو لڑکے بھی اپنی زبان سے یہی الفاظ نکالیں +

دو چیزوں کا گنتا۔ دفعہ اول۔ جو اشیا استعمال کی جائیں۔ اُن پر گفتگو + جو چیزیں گنی جائیں۔ پہلے اُن کی نسبت کچھ گفتگو کرنی چاہئے۔ تاکہ لڑکوں میں دلچسپی پیدا ہو۔ مثلاً پہلے بال فوٹم کی گولیوں کے مختلف رنگوں پر کچھ گفتگو ہونی چاہئے +

دفعہ دوم۔ گنتے میں اُستاد کی تقلید + اُستاد اپنے ہاتھ میں ایک گولی اٹھاتا ہے۔ اور لڑکے اس فعل کی تقلید کرتے ہیں۔ پھر وہ اُس کو میز پر رکھ دیتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ میرے پاس ایک سُرُخ گولی ہے۔ اور لڑکے بھی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس ایک سُرُخ گولی ہے۔ پھر اُستاد دوسری گولی اٹھاتا ہے۔ اور میز پر رکھتا ہے۔ اور لڑکے اُستاد کے ساتھ ساتھ کہتے ہیں۔ کہ ہمارے پاس دو گولیاں ہیں۔ یہی عمل نیلی گولیوں سے کرنا چاہئے۔ یا اور جس رنگ کی گولیاں موجود ہوں۔ اس طرح سے لڑکے اپنی انگلیاں۔ کان۔ ہاتھ وغیرہ گنیں گے۔ جتنے کہ یہ افعال اور الفاظ بخوبی مانوس ہو جائیں گے +

دفعہ سوم۔ اُستاد کی مدد کے بغیر گنتا۔ معلم لڑکوں سے کہتا ہے۔ کہ دو سُرُخ۔ سفید یا نیلی گولیاں گنو۔ یا اپنی انگلیاں۔ آنکھیں۔ کان وغیرہ گنو۔ لڑکے ان چیزوں کو اس طرح سے گنتے ہیں۔ جیسا کہ دفعہ دوم میں بیان کیا گیا ہے۔ صرف فرق اتنا ہوتا ہے۔ کہ یہ عمل بغیر اُستاد کی مدد کے ہوتا ہے +

دفعہ چہارم۔ ایک ایک طالب علم کا جدا جدا گنتا + اب ایک ایک لڑکے کو بلا کر انہی باتوں کی مشق کرائی جاتی ہے +

دفعہ پنجم۔ چیزوں کی تعداد کا معلوم کرنا + اس سے پہلے کہ

ہے۔ کہ لڑکے اپنے دل میں اُن اشیا کی تعداد کو جھٹ پٹ معلوم کر لیں۔ جو اُن کے سامنے موجود ہوں۔ اور صرف دیکھنے سے کسی چیز کی تعداد کو بتا سکیں۔ مثلاً اُستاد ہاتھ میں دو پنسلیں اٹھاتا ہے۔ اور طالب علم فوراً جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم دو پنسلیں دیکھتے ہیں۔ پھر علیحدہ علیحدہ طالب علموں کو بلانا چاہئے۔ اور اُن سے کہنا چاہئے۔ کہ جو چیزیں میز پر موجود ہوں۔ اُن میں سے دو نکال دیں۔ جس وقت وہ ان چیزوں کو نکالیں۔ تو ان کو زبان سے بھی کہنا چاہئے۔ کہ ”میرے پاس ایک لیموں ہے“۔ ”میرے پاس دو لیموں ہیں“۔

کسی عدد کا سکھانا۔ کسی عدد کے سکھانے میں پہلے طلبہ کی پہلی واقفیت پر سوالات ہونے چاہئیں۔ اور پھر اس عدد کا گنا سکھانا چاہئے۔ پھر اس کے اجزائے ترکیبی سکھانے چاہئیں۔ اور سب سے آخر میں اُس کی شکل یعنی ہندسے سے واقفیت دلانی چاہئے۔ نیچے سات کے عدد پر مفصل اشارے لکھے جاتے ہیں +

سات کے عدد پر سبق پڑھانے کے اشارات

آلات۔ بال فیم۔ لکڑیاں یا کوڑیاں۔ (اُستاد اور لڑکوں دونو کے پاس ہونی چاہئیں)

سرخیاں	طریقہ تعلیم
طلبہ کی پہلی واقفیت یعنی چھ کے عدد پر سوالات	(۱) معلم چھ گولیاں۔ لکڑیاں یا کوڑیاں بچوں کو دکھاتا ہے۔ اور پھر تختہ سیاہ پر چھ لکیریں کھینچتا ہے اور پوچھتا ہے۔ کہ کتنی ہیں ؟

سرخیاں

طریقہ تعلیم

(۲) طلبہ کو مندرجہ علحدہ ملاتا ہے۔ اور چھ چھ چیزیں آٹھواتا ہے +

(۳) پھر چھ کے اجزائے ترکیبی کے امتحان کرنے کے واسطے تین گولیاں اور لکڑیاں دکھاتا ہے اور پوچھتا ہے کہ ان میں کتنی اور ملائی جائیں کہ چھ ہو جائیں +

(۴) اس بات کا امتحان کرتا ہے کہ آیا چھ کے ہندسے سے بھی لڑکے واقف ہیں +

(۱) استاد بال فریم پر ایک ایک گولی کو حرکت دیتا ہے۔ یا میز پر ایک ایک لکڑی رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ سات پوری ہو جاتی ہیں۔ اور لڑکے اس کے ساتھ ساتھ باوازا بلند گنتے ہیں۔ یہی مشق کوڑیوں اور آواز اشیا پر کرانی چاہئے +

معلم ہر ایک بھروسے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور لڑکے اس کے ساتھ ساتھ گنتے ہیں سات گولیاں سات لکڑیاں۔ علیٰ ہذا القیاس +

(۲) اب طلبہ اپنے اپنے بال فریم پر گولیوں کو لکڑیوں اور کوڑیوں کو سمیٹتے اور باوازا بلند سمیٹتے ایک گولی۔ دو گولیاں۔ علیٰ ہذا القیاس +

(۳) پھر ایک ایک طالب علم سے سات سات کے مجموعہ کے پہچاننے اور بنانے کی مشق کرائی جائیگی +

استاد چھ گولیوں یا لکڑیوں کو ترتیب دیتا ہے۔ اور لڑکے بھی دیکھ ہی کہتے ہیں۔ ہستاد ایک گولی یا ایک لکڑی کو چھ کے پاس رکھتا ہے۔ اور لڑکے بھی اس کی تقلید کرتے ہیں۔

سات کا عدد پڑھانا

سات کے اجزائے ترکیبی سکھانے

$$\begin{aligned} 7 &= 1 + 6 \\ 7 &= 2 + 5 \\ 7 &= 3 + 4 \end{aligned}$$

سرخیاں	طریقہ تعلیم
	<p>اور اسی طرح سے استاد لڑکوں سے یہ بات نکلاتا ہے۔ کہ چھ گولیاں اور ایک گولی سات گولیاں ہوتی ہیں۔ اور وہ اس فقرے کو اجتماعی طور پر کہتے ہیں۔ اب جس طرح یہ سکھایا ہے۔</p> <p>$1 + 4 = 5$ اسی طرح سے باقی دو عمل $2 + 3 = 5$ اور $3 + 2 = 5$ بھی سکھائو۔ اور پھر استاد متفرق مثالیں دیگا۔ مثلاً سات گولیوں میں سے ایک گئی۔ باقی کتنی رہیں۔ میرے پاس تین گولیاں ہیں۔ کتنی اور ملاؤں۔ کہ سات ہو جائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام مثالوں میں اشیاء کے متعلق سوالات ہونے چاہئیں۔</p> <p>(۱) استاد دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ چھ لکیریں علیحدہ علیحدہ تختہ سیاہ پر کھینچتا ہے۔ اور لڑکوں سے کہتا ہے۔ کہ ہر ایک مجموعے کے نیچے ٹھیک ہندسہ لکھو۔</p> <p>(۲) پھر استاد سات لکیریں تختہ سیاہ پر کھینچتا ہے اور لڑکوں سے کہتا ہے۔ کہ تم بھی سات لکیریں سلیٹ پر کھینچو۔ پھر وہ سات کا ہندسہ اس مجموعے کے نیچے لکھتا ہے اور لڑکوں سے کہتا ہے۔ کہ تم بھی اسی طرح سے سلیٹوں پر لکھو۔</p> <p>(۳) استاد ایک سے سات تک ہندسے بورڈ پر لکھتا ہے اور لڑکوں سے کہتا ہے۔ کہ وہ اسی قدر لکیریں اپنی اپنی سلیٹ پر کھینچیں۔</p>

سوالات جمع و تفریق

یہاں پر یہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم چند سوالات کسی خاص عدد کے متعلق لکھیں۔ تاکہ پڑھانے والے کو یہ بات معلوم ہو جائے۔ کہ ایسے عدد کے متعلق بھی بہت اقسام کے سوال ہو سکتے ہیں۔ اور ذہین معلم ان میں بھی بہت کچھ زیادتی کر سکتا ہے۔

- (۱) ایک قطار میں ۵ لڑکے ہیں۔ دوسری میں تین۔ کل کتنے ہیں؟
- (۲) آٹھ بچوں میں ۵ لڑکے ہیں۔ لڑکیاں کتنی ہیں؟
- (۳) پیری میز پر تین نارنگیاں ہیں۔ میں ان میں پانچ اور ملاؤں۔ تو کل کتنی ہوئی؟
- (۴) پچھن کے پاس آٹھ گولیاں ہیں اور سیتا کے پاس پانچ۔ تو پچھن کے پاس سیتا کی نسبت کتنی زیادہ ہیں؟

سوالات ضرب و تقسیم

- (۱) آٹھ لڑکوں نے پیسے کا ایک ایک آم لیا۔ بتاؤ۔ انہوں نے کل کتنے آم لئے؟
- (۲) میرے پاس ۸ پیسے ہیں۔ میں کتنے لڑکوں کو ایک ایک پیسہ دے سکتا ہوں؟
- (۳) میں نے دو سیب خریدے۔ ہر ایک کی قیمت چار چار پیسے تھی۔ میں نے کل کتنے پیسے خرچ کئے؟
- (۴) میرے پاس آٹھ آم ہیں۔ میں کتنے لڑکوں کو دو دو آم دے سکتا ہوں؟

سوالات کسروں کے متعلق

- (۱) دو دیکھو میرے پاس چار لیموں ہیں۔ میں ہر ایک کے دو برابر ٹکڑے کرتا ہوں۔ بتاؤ۔ میرے پاس کتنے ٹکڑے ہیں؟
- (۲) دیکھو میرے پاس آٹھ گولیاں ہیں۔ میں ان میں سے چار

لیتا ہوں۔ تمہارے لئے کونسا حصہ گولیوں کا بچا ؟

(۳) کونسا عدد ۸ کا نصف ہے ؟

(۴) ۸ میں دو کتنی دفعہ آتا ہے ؟

مختلف اقسام کے سوالات

(۱) پیر کے روز میرے تین سوال ٹھیک ہوئے۔ اور منگل کو بھی تین۔ بدھ کو دو۔ بتاؤ اُن تین دنوں میں میرے کتنے سوال ٹھیک ہوئے ؟

(۲) دو لڑکوں کے پاس دو دو پیسے ہیں۔ اور چار کے پاس ایک

ایک پیسہ۔ تو بتاؤ۔ اُن سب کے پاس کتنے پیسے ہیں ؟

(۳) تین لڑکوں کو پہلے گھنٹے میں چٹٹی مل گئی۔ دو کو دوسرے گھنٹے

میں۔ اور اب تین باقی ہیں۔ کل کتنے لڑکے ہیں ؟

(۴) میرے پاس ۸ پیسے ہیں۔ جن سے میں نے تین سیب دو دو

پیسے کو خریدے۔ بتاؤ۔ اب میرے پاس کتنے پیسے ہیں ؟

عدد مجرود کا تصور۔ معلم کو چاہئے کہ شروع میں عدد مجرود کا

تصور نہ دلائے۔ اس قسم کا تصور دلانے کے لئے بہتر طریقہ یہ ہے۔

کہ جس عدد کا تصور دلانا منظور ہو۔ مثلاً ۵ کا۔ تو ۵ نیلے رنگ کی

گولیاں۔ ۵ سفید رنگ کی اور ۵ بھوسے رنگ کی لو۔ اور اُن کو

ترتیب دیکر رکھو۔ اور پھر ہر ایک ڈھیری کی گولیوں کو منفصلہ

ذیل طریق پر علیحدہ علیحدہ گنو +

(۱) ایک سُرخ گولی۔ دو سُرخ گولیاں۔ تین سُرخ گولیاں۔ چار

سُرخ گولیاں۔ ۵ سُرخ گولیاں +

(ب) ایک گولی۔ ۲ گولیاں۔ تین گولیاں۔ چار گولیاں۔ ۵ گولیاں۔

اور پھر اس کے بعد اس طرح سے۔

(ج) ایک۔ دو۔ تین۔ چار۔ پانچ +

یہی عمل سفید اور بھوسے رنگ کی گولیوں سے کرنا چاہئے +

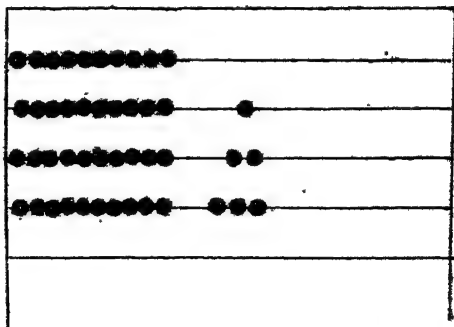
طریق عشری کا اصول۔ اگر طریق عشری کا اصول لڑکوں کو ابھی

نہ دیا جائے۔ تو دس سے اوپر کے ہندسوں کو استعمال

کرنے میں کچھ وقت پیش نہیں آتی۔ اعداد کی کمیت مقامی ابجد خواں طلباء کے اچھی طرح ذہن نشین کرانی چاہئے۔ تاکہ وہ فوراً ایسی باتیں بتا سکیں۔ کہ ۱۴ مساوی ہیں۔ ادا مائی اور ۴ اکائیوں کے +

دس سے انیس تک کی قرأت و کتابت اعداد

اس مضمون کو پہلے اچھی طرح سے پڑھا لینا چاہئے۔ پیشتر اس کے کہ ان اعداد پر اعمال حسابیہ کے استعمال کرنے کی کوشش کی جائے۔ کل مضمون کو ایک سبق میں پڑھانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ صرف اس قدر جو لڑکے اچھی طرح سے سمجھ سکیں +
آلات - کڑیاں - بال فریم - کڑیاں استاد کے پاس بھی ہونی چاہئیں - اور طلبہ کے پاس بھی +



دفعہ اول۔ لڑکے استاد کی تقلید پر دس - گیارہ - بارہ وغیرہ کڑیوں یا گولیوں کو گنتے ہیں۔ اور ان کو اس طرح سے ترتیب دیتے ہیں۔ جیسا اوپر کی شکلوں میں دکھایا گیا ہے +
دفعہ دوم۔ کتابت اعداد۔

(د) دہائی کا تصور دلانے کے واسطے استاد انہیں میں سے دس کڑیوں کا ایک بندل باندھتا ہے۔ یا دس گولیوں کو پاس پاس رکھتا ہے +

(ب) پھر ان کے دل پر یہ بات نقش کرتا ہے۔ کہ اگرچہ اس بندل میں دس کڑیاں ہیں۔ یا چمکے پر دس گولیاں ہیں۔ لیکن بندل

ایک ہی ہے۔ اور گولیوں کی قطار بھی ایک ہی ہے +
(ج) بعد ازاں ہر تعداد کی علیحدہ علیحدہ پرتالی کرتا ہے۔ اور ہر
تعداد میں دس کا مجموعہ دکھاتا ہے +

(د) اس کارروائی کے بعد پھر ہر ایک تعداد کی پرتال کرتا ہے۔
اور طلبہ استاد کے ساتھ ملکر کہتے ہیں۔

”ایک دہائی اور ایک ملکر گیارہ“

”ایک دہائی اور دو ملکر بارہ“

”ایک دہائی اور تین ملکر تیرہ“ علیٰ ہذا القیاس +

(سا) پھر ہر ایک طالب علم کو بلا کر اس سے ہر ایک تعداد کی
ترتیب دہائی چاہئے۔ اور جب یہ ترتیب دی جاتی ہے۔ تو
اُسی وقت استاد تختہ سیاہ پر اُس کو لکھ کر دکھاتا ہے:-

دہائی	اکائی
۱	۱
۱	۲
۱	۳
۱	۴
۱	۵
۱	۶
۱	۷
۱	۸
۱	۹

۱۰ کے عدد میں جو کام صفر دیتا ہے۔ اس سے لڑکوں کو
آگاہ کرنا چاہئے +

دفعہ سوم - مشق -

(۱) لڑکے استاد کے کہنے پر کسی خاص تعداد اشیا کو جدا کرتے
ہیں +

(ب) سب لڑکے ان اشیا کی تعداد کو بذریعہ ہندسوں کے لکھتے
ہیں +

(ج) پھر استاد کسی عدد کا نام لیتا ہے۔ اور لڑکے اس کو
لکھتے ہیں +

(د) استاد دس لکڑیوں کا بندل دکھاتا ہے۔ اور لڑکے بتاتے ہیں

۱۵، ۱۲، ۱۳ لکڑیاں پوری کرنے کے لئے اور کتنی لکڑیاں درکار

ہیں؟

جب طلبہ کو ایک سے ۱۹ تک گنتا آ جائے۔ تو ان کو لکڑیوں اور بال فریم کے ذریعے ۲۰ کا گنتا سکھانا چاہئے۔ اور یہ بتانا چاہئے کہ ۱۹ میں اگر ایک مٹائیں۔ تو ایک دہائی اور پوری ہوتی ہے۔ اور کل دو دہائیاں بن جاتی ہیں۔ پھر ۲۰ سے ۲۹ تک گنتا اسی طرح سکھانا چاہئے۔ جیسے ایک سے ۱۹ تک۔ پھر لڑکوں کو ان ہندسوں کی شکلیں بورڈ پر دکھانی چاہئیں۔ اور ہر ایک عدد کے اجزا علیحدہ علیحدہ سمجھانے چاہئیں۔

مثلاً دو دہائیاں ملکر ۲۰ ہوتی ہیں۔

” ” اور ایک ملکر ۲۱۔

” ” اور دو ملکر ۲۲۔

” ” اور ۹ ملکر ۲۹۔

اور پھر اس طرح سے۔

۲۰ برابر ہیں دو دہائیوں کے۔

۲۱ ” ” ” اور ایک کے۔

۲۲ ” ” ” اور دو کے۔ علیٰ ہذا القیاس +

دہائی	اکائی	تختہ سیاہ اور سیلیٹوں پر ان ہندسوں کو اس طرح لکھنا چاہئے۔
۲	۱	اور طالب علموں سے اجماعی طور پر کہلوانا چاہئے۔ کہ ۲۱ برابر ہے
۲	۲	دو دہائیوں اور ایک کے ۲۲۔
۲	۳	برابر ہے دو دہائیوں اور ۲ کے۔
۲	۹	علیٰ ہذا القیاس +
۳	۰	

ہر جواب کے بعد طلبہ اور استاد ہر ایک عدد کو ٹھیک اپنے اپنے خانے میں لکھیں گے۔ اس کے ساتھ ہی صفر کا فائدہ سکھانا چاہئے۔ کہ اقل تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اکائی کا درجہ خالی ہے۔ دوسرے یہ کہ دہائی کے درجے میں جو ہندسہ لکھا جاتا ہے۔ اس

کی قیمت دس گئی ہو جاتی ہے۔ استاد کو چاہئے کہ کسی عدد کا نام لے اور لڑکے اس کو اشیاء کے ذریعے بتائیں۔ یا استاد اشیاء کے ذریعے کسی عدد کو ظاہر کرے اور لڑکے اس کو لکھ کر دکھائیں۔
 جو عدد بولا جائے۔ اس کو لڑکے لکھیں۔ اور ہر ایک عدد کے اجزائے ترکیبی کو بیان کریں۔ یہی طریقہ ۲۹ سے ۳۵ تک۔
 ۳۶ سے ۴۹ تک ۵۰.....۸۹ سے ۹۹ تک برتنا چاہئے۔
 اب جس طریقے سے دہائی کا تصور لڑکوں کو دلایا گیا ہے۔ اسی طرح سینکڑے کا تصور دلانا چاہئے۔

دوم۔ درجہ نور پرائمری (جماعت دوم و سوم)

مدعا و معیار تعلیم۔ اس درجہ تعلیم میں استاد کا یہ مدعا ہونا چاہئے۔ کہ طلبہ کو ۱۰۰ سے اوپر کے ہندسوں کا بخوبی گننا اور لکھنا اور چاروں ابتدائی قاعدوں یعنی جمع۔ تفریق۔ ضرب اور تقسیم مفرد و مرکب کا استعمال کرنا آجائے۔ اور ساتھ ہی اس کے ان قاعدوں کے سمجھنے اور استعمال کرنے کی عام نیاتمت اور صفائی۔ صحت اور پھرتی کا مادہ پیدا ہو جائے۔

چھوٹے چھوٹے عبارتی سوال حل کرنے میں لڑکوں کی کامیابی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ استاد نے ان کے دماغ کی اچھی طرح تربیت کی ہے۔

اگرچہ قاعدوں کے ذریعے کسی سوال کو حل کر لینا کامیابی کی دلیل ہے۔ لیکن تا وقتیکہ ان اصول اور اعلیٰ حسابیہ کی حقیقت سے جن پر یہ قاعدے بنی ہیں۔ طلبہ کو پوری واقفیت نہ حاصل ہو جائے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا۔ کہ استاد کو پوری کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ ۱۰۰ سے زیادہ ہندسوں کا سکھانا۔ ۱۰۰ سے زیادہ ہندسوں کے گننے اور لکھنے کا طریق اسی قسم کا ہونا چاہئے۔ جیسا ہم ۱۰ تک کے ہندسوں کی حالت میں بیان کر چکے ہیں۔ یاد رہے۔ کہ اگر طلبہ کو کثرت مقامی کا تصور اچھی طرح دلایا جائیگا۔ تو ان ہندسوں کے سکھانے میں کوئی دقت واقع نہ ہوگی۔

یہاں پر اس بات کا یاد دلانا پھر ضروری ہے۔ کہ صفر عموماً
بچوں کو دقت میں ڈالتا ہے۔ پس استاد کو چاہئے۔ کہ اس کی
حقیقت سے لڑکوں کو اچھی طرح آگاہ کرے۔ اور اس قسم کے
ہندسے مثلاً ۸۹ کے اجزائے ترکیبی علیحدہ علیحدہ دکھانے چاہئیں +

نیا قاعدہ سکھانے کے متعلق معلم کے لئے ہدایات - (۱) سوالات
میں اعداد مقرون استعمال کرنے چاہئیں۔ اور ابتدائی قواعد میں اشیاء
محسوسہ کو پیش کر کے سوال حل کرنے چاہئیں +

(۲) ہر ایک قاعدے کے اصول کی چند زبانی مثالوں کے ذریعے
تشریح کرنی چاہئے۔ بعد اس کے یہ مثالیں بورڈ پر ایسے واضح طور
پر حل کرنی چاہئیں۔ کہ اُن کو طلبہ اچھی طرح سمجھ سکیں +

(۳) ان زبانی مثالوں کے طریق حل سے قاعدہ نکالنا چاہئے +

(۴) ہر ایک قاعدے کو طلبہ سے درجہ بدرجہ استخراج کرانا چاہئے +

(۵) ہر ایک قاعدہ سکھاتے وقت ہر جزو عمل کے بعد کچھ
تعلیمی اور امتحانی سوالات ہونے چاہئیں +

(۶) سوالات روزمرہ کی باتوں کے متعلق ہوں۔ اور اُن میں
بڑے ہندسے اور ایسے عمل نہیں ہونے چاہئیں +

(۷) جہاں تک ممکن ہو۔ ایک ہی بات کو مختلف پیراؤں
میں بیان کرنا چاہئے +

قاعدہ جمع و تفریق - پیشتر اس کے کہ جمع اور تفریق کے
وہ قاعدے جو بڑے اعداد کی جمع و تفریق کے عمل کے متعلق ہیں۔
سکھائے جائیں۔ طلبہ کو جمع و تفریق کے ۱۰۰ تک کے پہاڑے
سکھانے چاہئیں +

دوسرے لفظوں میں اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ جو طریق معلم
۱۲۱ بعد خواں طالب علموں کے واسطے اختیار کیا تھا۔ اُسی کی
توسیع کرنی چاہئے۔ یہ پہاڑے استاد کو طالب علموں کی مدد سے
تختہ سیاہ پر لکھنے چاہئیں۔ اور ہر ایک پہاڑے کو اشیاء کی شاہیں
لے کر سمجھانا چاہئے +

ایک ہی عدد کو چند حصہ میں تقسیم کرنے کی شرح کے

۱	۴۰	۲	۶۳
۲	۵۶	۳	۷۹
۳	۸۲	۴	۹۵
۴	۱۰۸	۵	۱۲۴
۵	۱۳۵	۶	۱۶۱
۶	۱۶۲	۷	۱۹۸
۷	۲۱۰	۸	۲۴۷
۸	۲۸۸	۹	۳۰۶
۹	۳۶۵	۱۰	۳۸۴
۱۰	۴۵۰	۱۱	۴۷۱
۱۱	۵۴۰	۱۲	۵۶۸
۱۲	۶۳۰	۱۳	۶۶۵

ایک دوسرے کے بچے کھنے ۱۲

چاہئیں۔ اور اس کے سکھانے میں مفصل ذیل دفعات کو ملحوظ رکھو:-

(۱) جب طالب علم ہر ایک عمل کو مفصل بیان کرتا ہے۔

$$\text{مثلاً } ۱۰ = ۳ + ۷ \text{ و } ۱۰ = ۲ + ۸ \text{ و } ۱۲ = ۴ + ۸ \text{ و } ۱۲ = ۶ + ۶ \text{ و } ۲۰ = ۱ + ۱۹$$

$$+ ۲۱ = ۴ + ۲۸ \text{ و } ۲۸ = ۲ + ۲۶ \text{ و } ۳۰ = ۵ + ۲۵ \text{ وغیرہ}$$

(۲) جبکہ درمیانی عمل حذف کر دئے جائیں۔ اور طالب علم صرف آخری نتیجہ جمع بیان کرے۔

$$\text{مثلاً } ۱۰ \text{ و } ۱۲ - \text{علیٰ ہذا القیاس}$$

اسی طرح سے تفریق کے پہاڑے بھی تیار کر کے سکھانے چاہئیں۔ جمع کے سوالات حل کرنے میں مفصل ذیل باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:-

(۱) پہلے وہ سوال لینے چاہئیں۔ جن میں اکائیوں اور دہائیوں کی جمع کے ساتھ حاصل نہ آئیں۔ جیسے $\frac{۹}{۲} + \frac{۱}{۲}$

(۲) پھر وہ سوال لینے چاہئیں۔ جن میں دہائیوں اور اکائیوں کے

جمع کرنے میں اکائیوں سے حاصل آئیں۔ جیسے $\frac{۱۰}{۲} + \frac{۱}{۲}$

(۳) بعد اس کے وہ سوالات آئیں۔ جن میں دہائیوں اور اکائیوں کی

جمع میں دونوں سے حاصل آئیں۔ جیسے $\frac{۱۱}{۲} + \frac{۱}{۲}$

(۴) سینکڑوں - دہائیوں - اکائیوں کی جمع - جیسے $\frac{597}{248} + \frac{122}{822}$

جمع کے قاعدے میں ترتیب عمل یہ ہونی چاہئے۔

اکائی	دہائی	سینکڑا
۳	۲	۲
۵	۲	۲
۲	۳	۲
۳	۵	۱
۵	۵	۸

حاصل

تفریق کا قاعدہ - اس قاعدے کے پڑھانے سے پہلے مندرجہ

ذیل قسم کے زبانی سوالات کی مشق کرانی چاہئے۔

(۱) یہ میز دوسری میز سے کتنی زیادہ لمبی ہے؟ طلبہ کو خود

ماپ کر معلوم کرنا چاہئے۔

(ب) دونو میزوں کی لمبائی میں کیا فرق ہے؟

(ج) دوسری میز کی لمبائی میں کتنے فٹ ملائیں۔ کہ وہ پہلی کی

لمبائی کے برابر ہو جائے؟

(د) دوسری میز پہلی میز سے کتنے فٹ کم لمبی ہے؟

(س) اگر پہلی میز کی لمبائی دوسری کی لمبائی میں سے کم کریں۔

تو کتنے فٹ باقی رہینگے؟

تفریق کے عمل کے دو طریق ہیں:-

(۱) مفروق منہ کے اعداد کو تھمیل کرنے سے۔ اس کا مول

اکائی	دہائی
۱۰	۳
۳	۲
۸	۲
۵	۱

یہ ہے۔ کہ ایک عدد میں سے دوسرے

عدد کو ہم اس طرح تفریق کرتے ہیں۔

کہ بڑے عدد کے اجزا میں سے

چھوٹے عدد کے اجزا کو ہڈر لیا

تھمیل لیا جائے۔ جیسا کہ اس شکل

سے ظاہر ہے +

اکائی	دہائی
۱۰	
۳	۱
۸	۲
۵	۱

۲ مساوی جمع سے - اس کا اصول

یہ ہے - کہ اگر مفروق اور مفروق منہ

میں ایک ہی عدد جمع کریں - تو

حاصل تفریق میں کچھ فرق نہیں آتا۔

طریق عمل اس شکل سے ظاہر ہے +

تفریق کا عمل لڑکوں کے ذہن نشین کرانا کوئی آسان بات نہیں

ہے۔ اس لئے یہ بات ضروری ہے - کہ یہ قاعدہ درجہ بدرجہ مفصلہ

ذیل طریق سے سمجھایا جائے +

(ا) ایسے سوالات لینے چاہئیں - جن میں مفروق منہ سے کسی

عدد کے پہلے کی ضرورت نہ پڑے - جیسے

$$\begin{array}{r} 9 \ 8 \\ 2 \ 2 \\ \hline \end{array}$$

(ب) ایسے سوالات ہونے چاہئیں - جن میں صرف مفروق منہ کی

اکائیوں میں تبدیلی کرنی پڑے - جیسے

$$\begin{array}{r} 9 \ 8 \\ 3 \ 8 \\ \hline 5 \ 8 \end{array}$$

(ج) ایسے سوالات ہونے چاہئیں - جن میں مفروق منہ کی

دہائیوں میں تبدیلی کرنی پڑے - جیسے

$$\begin{array}{r} 5 \ 1 \ 4 \\ 2 \ 2 \ 2 \\ \hline 2 \ 3 \ 2 \end{array}$$

(د) ایسے سوالات جن میں اکائیوں اور دہائیوں دونوں میں

تبدیلی کرنی پڑے - جیسے

$$\begin{array}{r} 8 \ 2 \ 3 \\ 2 \ 8 \ 5 \\ \hline 5 \ 3 \ 8 \end{array}$$

ضرب کا قاعدہ - اگلے قاعدوں کا کامیابی سے سیکھنا اس بات

پر منحصر ہے - کہ طالب علم پہاڑوں کی ساخت سے اچھی طرح واقفیت

رکھتے ہوں - اور جب ضرورت ہو - تو اُن کو تیزی اور محنت سے

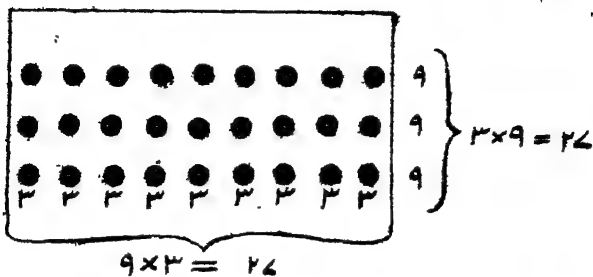
استعمال کر سکیں - پہاڑوں کو صحت طے کی طرح یاد کر لینا کوئی ایسا

کار آمد نہیں - پہاڑوں کے یاد کرنے میں مفصلہ ذیل باتوں کا

خیال رکھنا چاہئے +

(۱) پہاڑے خود طالب علموں سے بنوانے چاہئیں - تاکہ اُن کو معلوم

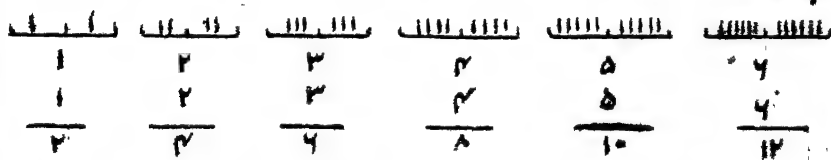
ہو۔ کہ یہ شاخ کس طرح سے حاصل ہوتے ہیں +
 (۲) ایک وقت میں ایک پہاڑے سے زیادہ نہ سکھانا چاہئے +
 (۳) یہ بات ذہن نشین کرانی چاہئے۔ کہ دو عددوں کا حاصل ضرب وہی رہتا ہے۔ خواہ کسی عدد کو مضروب بنایا جائے۔ اس بات کے سمجھانے کے لئے بال فریم استعمال کرنا چاہئے +



دو کا پہاڑ سکھانے پر مختصر اشارے۔

دفعہ اول - مختلف اشیا کا استعمال -

بال فریم یا لکڑیوں یا اسی قسم کی اور چیزوں کے ذریعے طلبہ کو دو کا پہاڑ اس طرح سے بنانا چاہئے - جیسے اس شکل سے ظاہر ہے +



جس وقت لکڑیوں کے بندل رکھے جائیں - تو لکڑیوں کو کہنا چاہئے۔ "ایک لکڑی اور ایک لکڑی = ۲ لکڑیوں کے ہے"۔
 سطلے بنا اتھاس +

دفعہ دوم - (۱) لکڑیوں کے ہر ایک بندل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور اپنی اپنی سلیٹوں پر اس طرح سے لکھتے ہیں - جیسے اوپر لکھا ہے +

(ج) لکڑیوں کے ہر ایک بندل کی لکڑیوں کو گنتے ہیں۔ اور اپنا جواب اس طرح سے لکھتے ہیں - جیسا اوپر کی شکل سے ظاہر ہے +

دفعہ سوم - مشقی سوالات -

طلبہ کو اوپر کے نتائج کا استعمال کرنا مفصلہ ذیل قسم کے سوالات کے ذریعے سکھانا چاہئے :-

(۱) ایک لڑکے نے مجھ کو ۵ ناڑگیاں دیں۔ اور پھر پانچ-کل کتنی ہوئیں ؟

(۲) دو لڑکوں کے پاس پانچ پانچ گولیاں ہیں۔ ان کے پاس کل کتنی ہوئیں؟

(۳) ایک رکابی میں دس لیموں ہیں۔ کچھ لڑکے آتے ہیں۔ اور پانچ پانچ لیموں اٹھا لیتے ہیں۔ لڑکوں کی تعداد بتلاؤ۔

(۴) ایک کھیت میں دس گائیں چرتی ہیں۔ ایک چرواہا دو دفعہ کھیت میں گیا۔ اور ہر دفعہ برابر تعداد گایوں کی

ۛ آآا۔ بٹلاؤ۔ اک دفء میں کتنی لایا
دفعہ چھارم۔ پہاڑے کا حفظ کرانا

لڑکے ٹکڑیوں اپنے بندلوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں :-

ضرب - (۱) دوا یکن دو -

دو دونی چار۔

”و تے جھ -

دو چوکے آٹھ وغیرہ +

(دب) ایک دونی دونی -

دو دونی چار۔

تین دوئی بھ -

چارہ دوتی آٹھ *

دفعہ پنجم۔ پہاڑے لکھنے کا طریق سکھانا۔

پیدا کرنے کے لئے عام صورت مفصلہ ذیل طریق سے سکھائی جاتی ہے :-

F R 4 (1)

3 2 1 4 5

1 2 3 4 5 6 7 8 9 10 11 12 13 14 15 16 17 18 19 20 21 22 23 24 25 26 27 28 29 30 31 32 33 34 35 36 37 38 39 40 41 42 43 44 45 46 47 48 49 50 51 52 53 54 55 56 57 58 59 60 61 62 63 64 65 66 67 68 69 70 71 72 73 74 75 76 77 78 79 80 81 82 83 84 85 86 87 88 89 90 91 92 93 94 95 96 97 98 99 100 101 102 103 104 105 106 107 108 109 110 111 112 113 114 115 116 117 118 119 120 121 122 123 124 125 126 127 128 129 130 131 132 133 134 135 136 137 138 139 140 141 142 143 144 145 146 147 148 149 150 151 152 153 154 155 156 157 158 159 160 161 162 163 164 165 166 167 168 169 170 171 172 173 174 175 176 177 178 179 180 181 182 183 184 185 186 187 188 189 190 191 192 193 194 195 196 197 198 199 200 201 202 203 204 205 206 207 208 209 210 211 212 213 214 215 216 217 218 219 220 221 222 223 224 225 226 227 228 229 230 231 232 233 234 235 236 237 238 239 240 241 242 243 244 245 246 247 248 249 250 251 252 253 254 255 256 257 258 259 260 261 262 263 264 265 266 267 268 269 270 271 272 273 274 275 276 277 278 279 280 281 282 283 284 285 286 287 288 289 290 291 292 293 294 295 296 297 298 299 300 301 302 303 304 305 306 307 308 309 310 311 312 313 314 315 316 317 318 319 320 321 322 323 324 325 326 327 328 329 330 331 332 333 334 335 336 337 338 339 340 341 342 343 344 345 346 347 348 349 350 351 352 353 354 355 356 357 358 359 360 361 362 363 364 365 366 367 368 369 370 371 372 373 374 375 376 377 378 379 380 381 382 383 384 385 386 387 388 389 390 391 392 393 394 395 396 397 398 399 400 401 402 403 404 405 406 407 408 409 410 411 412 413 414 415 416 417 418 419 420 421 422 423 424 425 426 427 428 429 430 431 432 433 434 435 436 437 438 439 440 441 442 443 444 445 446 447 448 449 450 451 452 453 454 455 456 457 458 459 460 461 462 463 464 465 466 467 468 469 470 471 472 473 474 475 476 477 478 479 480 481 482 483 484 485 486 487 488 489 490 491 492 493 494 495 496 497 498 499 500 501 502 503 504 505 506 507 508 509 510 511 512 513 514 515 516 517 518 519 520 521 522 523 524 525 526 527 528 529 530 531 532 533 534 535 536 537 538 539 540 541 542 543 544 545 546 547 548 549 550 551 552 553 554 555 556 557 558 559 560 561 562 563 564 565 566 567 568 569 570 571 572 573 574 575 576 577 578 579 580 581 582 583 584 585 586 587 588 589 590 591 592 593 594 595 596 597 598 599 600 601 602 603 604 605 606 607 608 609 610 611 612 613 614 615 616 617 618 619 620 621 622 623 624 625 626 627 628 629 630 631 632 633 634 635 636 637 638 639 640 641 642 643 644 645 646 647 648 649 650 651 652 653 654 655 656 657 658 659 660 661 662 663 664 665 666 667 668 669 670 671 672 673 674 675 676 677 678 679 680 681 682 683 684 685 686 687 688 689 690 691 692 693 694 695 696 697 698 699 700 701 702 703 704 705 706 707 708 709 710 711 712 713 714 715 716 717 718 719 720 721 722 723 724 725 726 727 728 729 730 731 732 733 734 735 736 737 738 739 740 741 742 743 744 745 746 747 748 749 750 751 752 753 754 755 756 757 758 759 760 761 762 763 764 765 766 767 768 769 770 771 772 773 774 775 776 777 778 779 780 781 782 783 784 785 786 787 788 789 790 791 792 793 794 795 796 797 798 799 800 801 802 803 804 805 806 807 808 809 810 811 812 813 814 815 816 817 818 819 820 821 822 823 824 825 826 827 828 829 830 831 832 833 834 835 836 837 838 839 840 841 842 843 844 845 846 847 848 849 850 851 852 853 854 855 856 857 858 859 860 861 862 863 864 865 866 867 868 869 870 871 872 873 874 875 876 877 878 879 880 881 882 883 884 885 886 887 888 889 890 891 892 893 894 895 896 897 898 899 900 901 902 903 904 905 906 907 908 909 910 911 912 913 914 915 916 917 918 919 920 921 922 923 924 925 926 927 928 929 930 931 932 933 934 935 936 937 938 939 940 941 942 943 944 945 946 947 948 949 950 951 952 953 954 955 956 957 958 959 960 961 962 963 964 965 966 967 968 969 970 971 972 973 974 975 976 977 978 979 980 981 982 983 984 985 986 987 988 989 990 991 992 993 994 995 996 997 998 999 1000 1001 1002 1003 1004 1005 1006 1007 1008 1009 1010 1011 1012 1013 1014 1015 1016 1017 1018 1019 1020 1021 1022 1023 1024 1025 1026 1027 1028 1029 1030 1031 1032 1033 1034 1035 1036 1037 1038 1039 1040 1

9

$$۲ = ۱ \times ۲ \text{ (ب)}$$

دوہرہ

$$۴ = ۲ \times ۲$$

$$۶ = ۳ \times ۲$$

ضرب مفرد۔ پہاڑوں کے سکھانے میں جو طریق ہم نے اختیار کیا ہے۔ اس سے طالب علم سمجھ جائیگے۔ کہ ضرب سے یہ مطلب ہے۔ کہ ایک ہی عدد کو کئی مرتبہ جمع کیا جائے۔ اس کی تشریح کے واسطے تختہ سیاہ پر چند مثالیں اس طرح لکھی جائیں۔

اکائی	دہائی	اکائی	دہائی
۸			
۸			
۸			
۸			
۳	حاصل جمع = ۲	۳	حاصل ضرب = ۲

وہ عدد جو جمع کیا گیا ہے = ۸
جتنی دفعہ کہ آٹھ جمع کیا گیا ہے = ۴

اس قاعدے کو چند دفعات میں تقسیم کرنا چاہئے۔ اور جینک پہلی دفعہ سمجھ میں نہ آ جائے۔ دوسری دفعہ کو سکھانے کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔

دفعہ اول۔ کسی عدد کو ایک ہندسے سے ضرب دینا۔

جو اصول کہ ہمیں سمجھانا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہر ایک ہندسہ علیحدہ علیحدہ ضرب کھا سکتا ہے۔ پہلے ایک مثال لیتے ہیں۔
مثلاً ۱۷×۴ ۔ پھر بتاؤ۔ کہ ۱۷ سے مراد ہے۔ ایک دہائی اور سات اکائیاں۔ اس کی چار دفعہ تکرار کرو۔

جوابات دریافت کرنی مقصود ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ چار ستون اور چار دہائیوں کا حاصل جمع کیا ہے ؟

اول اس سوال کو جمع سے حل کرو۔ اور پھر لڑکوں کے یہ بات اچھی طرح سے ذہن نشین کرو۔ کہ جیسے جمع میں ہر ایک ہندسہ علیحدہ علیحدہ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح ضرب میں بھی علیحدہ علیحدہ لیتے ہیں۔ صرف حل میں اختصار ہو جاتا ہے۔

دہائی	یکائی
۱	۷
۱	۷
۱	۷
۱	۷
۴	۸
۲	

دہائی	یکائی
۱	۷
	۳
۴	۸
۲	

حاصل

وقعہ دوم۔ دس کی ضرب۔ اس عمل کو دفعہ اول کی ایک

خاص صورت سمجھو۔ اور دس کا پہاڑ

استعمال کرو۔ حاصل ضرب کے

ہندسوں کی تعداد کا مضروب فیہ

کے ہندسوں کی تعداد سے مقابلہ

کرو۔ اور یہ سمجھاؤ۔ کہ ہر ایک

ہندسے کو ایک درجہ بائیں طرف ہٹا دیتے ہیں۔

وقعہ سوم۔ ضرب بذریعہ اجزائے ضربی۔

اس دفعہ میں دو قسم کی مثالیں لینی چاہئیں۔ اول وہ عدد

جو دس یا دس کی قوت ہوں۔ مثلاً $10 \times 2 = 20$ ۔ دوسرے وہ

عدد جن کے اجزائے ضربی اور ہوں۔ مثلاً $32 \times 4 = 128$ ۔

دفعہ چہارم۔ اب ایسے عدد ہو۔ جن کے اجزائے ضربی نہ

ہو سکیں۔ مثلاً $45 \times 34 =$

اس میں ہمیں معلوم کرنا ہے۔ کہ سینتالیس ۵۰ اور سینتالیس

۴۵ کتنے کے برابر ہیں۔ لیکن $45 \times 34 = 1530$ ۔ اس واسطے ہمیں

معلوم کرنا ہے۔ کہ چالیس ۵۰ اور چالیس ۴۵ سات ۵۰

اور سات ۴۵ کی جمع کتنی ہے۔ دونو حاصل جمعوں کو جمع کرو۔

ان میں سے پہلا عمل دفعہ سوم کے تحت ہیں ہے۔ اور

دوسرا دفعہ اول کے +

دفعہ پنجم۔ ۱۰۰ یا اس کی قوت سے ضرب دینا +

سو کی ضرب کو دفعہ سوم کی خاص صورت سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ

ساوی ہے دس x دس - حاصل ضرب کے ہندسوں کی پرتال کرو -
اور سمجھاؤ - ان میں اور مضروب فیہ کے ہندسوں میں کچھ فرق نہیں
ہے۔ صرف ان کو دو درجے بائیں طرف ہٹا دیا جائے +

دفعہ ششم - کوئی سے دو عددوں کی ضرب - مثلاً ۴۵۶ x ۳۸۴
ان کی حاصل ضرب مفصلہ ذیل جمع کے برابر ہے -

$$\begin{array}{r} ۴۵۶ \times ۳۸۴ \\ ۱۸۲۴ \\ ۳۶۴۸ \\ ۱۸۲۴ \\ \hline ۱۷۵۰۰۸ \end{array}$$

قاعدہ تقسیم مفرد

چونکہ طلبہ پہاڑے سیکھ چکے ہیں - اس واسطے ان کو ایسی
باقوں کے سمجھنے میں دقت نہ ہوگی کہ -
(۱) اگر ۲۸ گولیوں کو چار برابر ڈھیریوں میں تقسیم کیا جائے -
تو ہر ایک ڈھیری میں سات گولیاں ہوں گی +

$$\left. \begin{array}{l} ۲۸ \\ ۴ \\ ۷ \\ ۴ \end{array} \right\} ۲۸ \div ۴ = ۷$$

(ب) اگر ۲۸ گولیوں کو سات برابر
ڈھیریوں میں تقسیم کیا جائے
تو ہر ایک ڈھیری میں چار
گولیاں ہوں گی +

تقسیم کی یہ دو حالتیں جب تک طلبہ کے اچھی طرح ذہن نشین
نہ ہو جائیں - آگے نہ بڑھنا چاہئے +

چند چیزوں کی مجموعی تعداد دی ہوئی ہے - اور بتنے حصوں میں
اس تعداد کو تقسیم کرنا ہے - وہ بھی ہم کو معلوم ہے - تقسیم
کے قاعدے سے دریافت کرتے ہیں - کہ ہر ایک حصے میں کیا
تعداد ہے +

چند چیزوں کی مجموعی تعداد دی ہوئی ہے - اور ہر ایک حصے
میں جس قدر چیزیں ہیں - ان کی تعداد بھی دی ہوئی ہے -
تو تقسیم کے قاعدے سے ہم حصوں کی تعداد معلوم کر سکتے

ہیں +

پہلے ایسی تقسیم سکھانی چاہئے۔ اور بعد چھوٹی تقسیم +
قاعدہ تقسیم بچوں کو عموماً مشکلات میں ڈالتا ہے۔ اور ایسے
کم بچے ہوتے ہیں۔ جو اس کے عمل کی توضیح کر سکیں۔ اور اس
کی وجہ یہ ہے کہ

(۱) اس قاعدے کو چند مناسب دفعات میں تقسیم کر کے نہیں
پڑھایا جاتا +

(۲) اس کے اصول سمجھانے میں اشیا کا استعمال نہیں کیا جاتا۔
اور نہ اُس کے مختلف اعمال بذریعہ اشیا سمجھائے جاتے
ہیں +

(۳) کسی عدد کو برابر حصوں میں جدا کرنے کا اصل لڑکوں
کو اچھی طرح نہیں سمجھایا جاتا ہے +

تقسیم کے ایک سوال پر مفصل اشارے

مثال ۵۴۰ ÷ ۴

پہلی واقفیت۔ لڑکے ایسے اعداد کی تقسیم جن میں مقسوم کا ہر
ایک ہندسہ مقسوم علیہ پر پورا تقسیم ہو سکتا ہے۔ جانتے ہیں +
دفعہ اول۔ سوال کو بیان کرنا۔ ۵۴۰ کو لڑکوں یا گولیوں
وغیرہ کے ذریعے ظاہر کرو۔ سوال کو اس طرح بیان کرو۔

”۵۴۰ گولیاں ۴ لڑکوں میں تقسیم کرنی ہیں۔ ہر ایک لڑکے کو
کتنی گولیاں ملنیگی؟“ چار لڑکوں کو پہلے سامنے بلاؤ۔ اور اُن
سے کہو۔ کہ تقسیم کا عمل کریں +

دفعہ دوم۔ تقریری سوالات۔ اپنے پاس ایسی اشیا موجود رکھو۔
جن سے اُس عدد کو تعبیر کر سکیں۔ جس کا ذکر آئیں گا +
پھر مفصلہ ذیل سوالوں کی مشق کراؤ۔ اور اُن میں چار
لڑکے شریک ہوں :-

(۱) چالیس چیزوں کو چار دہائیوں میں ظاہر کرو۔ اور دس
دس چیزیں ہر ایک لڑکے کو دے دو +

(ج) پھر اسی چیز میں ۸ دہائیوں میں تقسیم کرو۔ اور ایک ایک لڑکے کو دو دو دہائیاں دے دو۔

(ج) ساتھ چیزوں کو چھ دہائیوں میں تقسیم کرو۔ اور ہر ایک لڑکے کو ایک ایک دہائی دو۔ اب دو دہائیاں باقی رہیں۔ اور یہ حالت موجودہ میں چار لڑکوں میں تقسیم نہیں ہو سکتیں۔ اب لڑکوں سے استخراج کراؤ۔ کہ دو دہائیوں کو بیس اکائیوں میں تبدیل کرو۔ اس تبدیل کے بعد ہر ایک لڑکے کو پانچ پانچ چیزیں دے دو۔ جب ساتھ چیزوں کو چار لڑکوں میں تقسیم کریں۔ تو ہر ایک لڑکے کو ایک دہائی اور پانچ اکائیاں یعنی ۱۵ چیزیں ملتی ہیں +

(د) ۴۰۰ چیزوں کے چار ہنڈل بناؤ۔ اور سو سو کا ہنڈل ایک ایک لڑکے کو دے دو +

(د) پھر ۸۰۰ کے ۸ ہنڈل بناؤ۔ اور ہر ایک کو سو سو کے دو دو ہنڈل دے دو +

(د) چھ سو کے چھ ہنڈل بناؤ۔ اور ایک ایک کو ایک ایک ہنڈل دینے کے بعد دو ہنڈل بچ رہینگے۔ اور یہ اپنی حالت موجودہ میں تقسیم نہیں ہو سکتے +

اب لڑکے خود بتائینگے۔ کہ ان کو ۲۰ دہائیوں میں تبدیل کرو۔

پھر یہ دہائیاں ان لڑکوں میں تقسیم کی جاسکیں گی۔ اور ہر

ایک لڑکے کو پانچ دہائیاں ملیں گی +

پس چھ سو کو چار لڑکوں میں تقسیم کرنے سے ہر ایک کو

ایک سینکڑا اور پانچ دہائیاں یعنی کل ۱۵۰ چیزیں

ملیں گی +

دفعہ سوم۔ سوال کا حل کرنا۔ اب اصلی سوال کی طرف

توجہ کرو۔ اور ان چار لڑکوں سے کہو۔ کہ ۵۴۰ اشیا کو آپس

میں اس طرح سے بانٹ لیں۔ کہ پہلے سینکڑوں کو بانٹیں۔ پھر

دہائیوں کو۔ پھر اکائیوں کو +

صورت علی یہ ہوگی :-

عملی تقسیم

تعداد جو ہر ایک لڑکے کو ملی ہے (۱۳۵) ۴۷ ۵ ۴ لڑکوں کی تعداد

۴۷	۵	۴
۱	۲	
۱	۲	
۲	۰	
۲	۰	

اکائی دہائی سینکڑا

(۲۰) (۱۰)

۴۷ ۵ ۴ لڑکوں کی تعداد

(۲) (۱)

جتنی ہر ایک کو ملتی ہیں = ۵ ۳ ۱

نوٹ۔ یہاں چھوٹی تقسیم کی صورت عمل ساتھ ہی دکھائی گئی ہے۔ لیکن

استاد کو چاہئے کہ جب لمبی تقسیم سکھا چکے۔ تو چھوٹی تقسیم یادے +

(د) سینکڑوں کی تقسیم۔ ہر ایک لڑکا سو سو کا ایک ہی بیڈل

لے سکتا ہے۔ ایک سے زیادہ بیڈل نہیں لے سکتا +

ایک سینکڑے کو خارج قسمت میں لکھو۔

اس طرح چار سینکڑے چار لڑکوں میں تقسیم ہو گئے۔ اور ایک

سینکڑا بچ رہا۔ اور یہ اپنی اصلی حالت میں تقسیم نہیں

ہو سکتا +

(ب) دہائیوں کی تقسیم۔ سینکڑے کو دہائیوں میں تبدیل کرو۔ یہ

دہائیاں مع اصل عدد کی چار دہائیوں کے ۱۴ دہائیاں ہوں گی۔

اور یہ چار لڑکوں میں تقسیم کی جائیگی۔ اب لڑکوں کو سمجھاؤ۔

کہ یہ تبدیلی اس طرح سے کی جاتی ہے۔ کہ سینکڑوں میں جو

باقی بچتا ہے۔ اس کی دائیں جانب کو دہائی کا ہندسہ لکھ

دیتے ہیں۔ اور اب ۱۴ دہائیوں میں سے ہر ایک لڑکا تین

تین دہائیاں لے سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں لے سکتا۔

تین دہائیوں کو خارج قسمت میں لکھو۔ اب تین تین دہائیاں

لینے کے بعد ۱۲ دہائیاں خسرچ ہو گئیں۔ اور ۲ باقی بچیں۔
جو اپنی حالت موجودہ میں تقسیم نہیں ہو سکتیں +
(ج) اکائیوں کی تقسیم۔ دو دہائیوں کی بیس اکائیاں بناؤ۔ اور
چونکہ اصل عدد میں اکائیاں نہیں ہیں۔ اس واسطے یہ اسی
صورت میں رہینگے۔ اب لڑکوں کو سمجھاؤ۔ کہ یہ تبدیلی اس
طرح سے کی جاتی ہے۔ کہ دہائیوں میں جو باقی بچتا ہے۔ اس
کے دائیں طرف اکائیاں لکھتے ہیں +

اب بیس اکائیوں میں سے ہر ایک طالب علم پانچ پانچ
اکائیاں لے سکتا ہے۔ پس پانچ کو خارج قسمت میں لکھو۔
پانچ پانچ اکائیاں لینے کے بعد۔ بیس اکائیاں نکل گئیں۔
اور باقی کچھ نہ بچا۔ تقسیم کا عمل پورا ہو گیا۔ اور ہر ایک
لڑکے کو ایک سینکڑا۔ تین دہائیاں اور پانچ اکائیاں۔ یعنی
کل ۱۳۵ ملے +

وقفہ چہارم۔ اب مفضلہ ذیل قاعدہ تقسیم استخراج کرایا جائیگا۔
(۱) ہر ایک نام کے عدد کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کرو +
(۲) جب تقسیم پوری نہ ہو سکے۔ تو اعلیٰ نام کے عدد اونے نام
کے عدد میں تبدیل کرو۔ اور پھر تقسیم کرو +

وقفہ پنجم۔ مشقی سوالات

- (۱) تختہ سیاہ پر کچھ مثالیں لڑکوں کی مدد سے حل کرو +
 - (۲) پھر لڑکوں کو کچھ سوال خود نکالنے کے واسطے دو +
- شروع شروع میں مقسوم بڑا عدد نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ
بچوں کو مشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ
استاد ایسے عدد لے۔ جن کو وہ اشیا کے ذریعہ ظاہر کر سکے۔
اگر چھوٹے عددوں کی تقسیم اچھی طرح سے آجائے۔ تو بڑے
عددوں کی تقسیم میں ایسی وقت واقع نہیں ہوتی۔ اور شروع میں
ایسی مثالیں لینی چاہئیں۔ کہ خارج قسمت میں صفر نہ آئے +
- جب لڑکوں کو لمبی تقسیم اچھی طرح آجائے۔ تو پھر ان کو
اجزائے ضربی کے ذریعہ تقسیم کرنا سکھایا جائے +

مرکب قاعدے

مرکب قاعدوں کو سکھانے سے پہلے یہ بات ضروری ہے۔ کہ نقدی کی جدولیں طلبہ کو اچھی طرح آ جائیں۔
یہ جدولیں نقدی کے تمام سکوں کو مشاہدہ کرا کے طلبہ سے خود بنوائی چاہئیں۔

جب لڑکوں کو سکوں کی شناخت اچھی طرح ہو جائے۔ تو ان کو تحويل کے دو طریق یعنی صعودی اور نزولی سکوں کا مشاہدہ کرا کے اور چند مثالیں اول زبانی اور بعدہ تختہ سیاہ پر لکھ کر سمجھاؤ۔ کہ اعلیٰ جنس کے سکوں کو ادنیٰ جنس کے سکوں میں کس طرح تبدیل کرتے ہیں۔ اور ادنیٰ جنس کے سکوں کو اعلیٰ جنس کے سکوں میں کس طرح۔

تحويل صعودی کی مثال۔ ۲۰۸ پائیوں کو روپوں۔ آنوں۔ پائیوں میں تحويل کرو۔

$$\begin{array}{r} ۲۰۸ \\ ۱۲۲ \text{ پائی} \\ \hline ۱۶ \text{ آن} \\ ۱۶ \text{ روپیہ} \end{array}$$

تحويل نزولی کی مثال۔ ۸ پائی ۲ آن ۱۶ روپیہ کی پائیاں بناؤ۔

$$\begin{array}{r} ۸ \text{ پائی} \\ ۲ \text{ آن} \\ ۱۶ \text{ روپیہ} \\ \hline ۱۶ \\ ۳۲ \text{ آن} \\ ۲ \\ \hline ۳۴ \text{ آن} \\ ۱۲ \\ \hline ۲۳۲ \text{ پائیاں} \\ ۸ \end{array}$$

تحويل صعودی میں جو عدد باقی بچتے ہیں۔ وہ طلبہ کو وقت میں ڈالتے ہیں۔ اس لئے یہ بہتر ہے۔ کہ طلبہ سے کہا جائے۔ کہ وہ ہر ایک باقی کے مقابل میں وہ قیمت لکھیں۔ جو اُس مقدار کی ہے۔ جس سے وہ بچی ہے۔ مثلاً اوپر کی مثال میں ۴ کے مقابلے میں ہم پائیاں لکھتے ہیں۔ چونکہ یہ باقی ۲.۸ سے بچی ہے۔ جو کہ پائیاں ہیں +

جمع مرکب۔ جمع مرکب کے سکھانے کے وقت اُس کا مقابلہ جمع مفرد سے کرو +

۱۰	۱	۱۶	۱۲
سیکڑا	اکائی	روپیہ	پائی
۳	۷	۳	۸
۶	۵	۴	۸
۴	۹	۵	۹
۱۵	۴	۱۵	۸

شروع میں ایسی مثالیں لو۔ جن میں حاصل نہ آئیں۔ باقی تعلیم کو دو حصوں میں تقسیم کرو +
(ا) پائیوں اور آنوں کی جمع +
(ب) پائیوں۔ آنوں اور روپیوں کی جمع +
تفویق مرکب۔ تفویق مرکب کے پڑھانے کا طریق تفویق مفرد کے مشابہ ہے۔ اور ان دونوں قواعدوں کی آپس میں تطبیق سمجھانی چاہئے۔ مثالیں حل کرنے کے واسطے سکوں کو ضرور استعمال کرو۔ اور اس قاعدے کی تعلیم مفصلہ ذیل دفعات میں تقسیم کرو۔

(ا) پہلے ایسی مثالیں لو۔ جن میں تحويل کی ضرورت نہ ہو۔

(ب) پھر ایسی مثالیں لو۔ جن میں پائیوں میں تبدیلی کرنی پڑے +

(ج) پھر ایسی مثالیں لو۔ جن میں آنوں میں تبدیلی کرنی پڑے +

(د) پھر ایسی مثالیں لو۔ جن میں روپیوں میں تبدیلی کرنی پڑے +

(درا) پھر ایسی مثالیں لو۔ جن میں دو یا دو سے زیادہ تبدیلیاں آئیں +

ضرب مرکب۔ اس قاعدے کی ابتدائی تعلیم ضرب مغزو کی ابتدائی تعلیم کی طرح ہے۔ اور یہ بات ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ قاعدہ جمع کے قاعدے کا اختصار ہے۔ ایک مثال دونو طریق سے حل کر کے دکھانی چاہئے +

پہلے ایسی مثالیں لو۔ کہ مضروب فیہ میں ایک ہی ہندسہ ہو۔ جب مضروب فیہ میں ایک ہندسے سے زیادہ ہندسے ہوں۔ تو اُس کو تین طرح سے حل کر سکتے ہیں۔ فرض کرو۔ کہ ۸ - ۶ - ۱۵ کو ۶۳ میں ضرب دیتا ہے۔ پہلا طریق یہ ہے۔ کہ پہلے ساٹھ کے اجزائے ضربی سے ضرب دی جائے۔ اور پھر تین سے ضرب دی جائے۔ دوسرا طریق یہ ہے۔ کہ ۶۳ کے اجزائے ضربی بنائے جائیں۔ تیسرا طریق یہ ہے۔ کہ کل عدد سے ضرب دیا جائے +

اُستاد کو چاہئے۔ کہ پہلے ایک ہی طریقہ اختیار کرے۔ اور جب تک وہ ذہن نشین نہ ہو جائے۔ دوسرا نہ لیوے + تقسیم مرکب۔ لمبی تقسیم چھوٹی تقسیم سے پہلے سکھانی چاہئے۔ اور جیسی پہلے قاعدوں میں ہدایت کی ہے۔ کہ پہلے وہ سوالات لینے چاہئیں۔ جن میں ایک تحویل ہو۔ پھر وہ سوالات جن میں دو تحویلیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح سے اس قاعدے میں بھی عمل کرنا چاہئے +

درجہ اپر پرائمری

مدعا و معیار تعلیم۔ اس درجے میں مفصلہ ذیل قواعد سکھائے جاتے ہیں :-

عاد اعظم۔ ذو اضحات اقل۔ تحویل۔ کمسود عام۔ تجارت۔ اربعہ۔ سو و مستطیات۔ ان قواعد کے سکھانے میں طلبہ کی قوت استدلال کی خاص طور پر تربیت ہوتی ہے۔ کیونکہ اب

طلبہ کی عمر کا وہ وقت ہے جس میں یہ قوت نمودار ہونے لگتی ہے۔ اس درجے میں بھی شل اور درجوں کے اشیا کا استعمال ہونا چاہئے۔ صرف اس مقصد سے نہیں۔ کہ گننے یا شمار کرنے میں آسانی ہو۔ بلکہ بڑا مدعا یہ ہے۔ کہ جو کچھ طلبہ کو پڑھایا جائے۔ اُس کا تصور اُن کے دلوں پر واضح طور پر بہتھ جائے۔ مثلاً جب جماعت کو وزن اور ماپ وغیرہ کے پیمانے سکھائے جاتیں۔ تو اُن کو وہ چیزیں جو اس مطلب کے واسطے استعمال کی جاتی ہیں۔ دکھانی چاہئیں۔ اور اُن سے کہنا چاہئے۔ کہ وہ خود اشیا کو تولیں اور ناپیں۔ اس درجے میں تختہ سیاہ پر شکلیں کھینچ کر حساب کے قواعد اور اصول کی تشریح کرنی چاہئے۔ مثلاً کسور عام کا تصور تختہ سیاہ پر بذریعہ انشکال بہت اچھی طرح دلایا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ یاد رہے۔ کہ یہ شکلیں صاف اور صحیح ہوں +

آلات کسروں یا مساحت وغیرہ کے سکھانے کا سامان اُستاد کو خود تیار کرنا چاہئے۔ کاغذ کی پٹیاں اور تختے جن میں مختلف رنگ بھرے ہوئے ہوں۔ اور مختلف حصوں میں ٹھیک ٹھیک طور پر منقسم ہوں۔ بہت کار آمد ہو سکتے ہیں۔ چونکہ لیموں اور نارنگی وغیرہ اشیا کے بعینہ برابر برابر حصے نہیں ہو سکتے۔ اور لڑکوں سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ان حصوں کو برابر خیال کریں۔ اس واسطے کاغذ کی پٹیوں اور تختوں کی حالت میں یہ مشکل رفع ہو جاتی ہے۔ ہر ایک پٹی اور تختے کی پشت پر اُس کا استعمال مختصر طور پر لکھ دو۔ اور اُس کو آئندہ استعمال کے واسطے محفوظ رکھو +

قاعدہ عاد اعظم۔ اس قاعدے کو مثالی اور تجربے سے پڑھاؤ +
 ۱۲ انچ، ۱۳ انچ، ۱۴ انچ، ۱۵ انچ، ۱۶ انچ، ۱۷ انچ، ۱۸ انچ اور ۱۹ انچ کی لمبائی کی رنگدار کاغذ کی پٹیاں لو +
 دفعہ اول۔ عاد کا تصور۔

۱۲ انچ کی پٹی ۱۰ انچ کی پٹی کو بناؤ۔ کہ ۱۲ انچ کی پٹی میں

اتنی دفعہ شامل ہے۔ اور یہی عمل ۳، ۴، ۵، ۶ انچ کی پٹیوں سے کرو۔ پھر طالب علموں کو بتاؤ۔ کہ جب ایک عدد میں دوسرا عدد پوری دفعہ شامل ہو۔ تو دوسرے عدد کو پہلے عدد کا عادیہ جزو ضربی کہتے ہیں۔ پس ۲، ۳، ۴ اور ۶ کے عاد ہیں *
دفعہ دوم۔ عاد مشترک کا تصور۔ اسی طرح سے لڑکوں کو سمجھاؤ۔ کہ ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ انچ کی پٹیاں ۱۸ انچ کی پٹی میں پوری دفعہ شامل ہیں اور اس وجہ سے ۲، ۳، ۴، ۵ اور ۶ کے عاد ہیں۔ لیکن ۲، ۳، ۴، ۵ انچ کی پٹیاں ۱۲ انچ کی پٹی میں بھی پوری دفعہ شامل تھیں *
ساتھ ہی یہ دکھاؤ۔ کہ ۹ انچ کی پٹی ۱۲ انچ کی پٹی میں پوری دفعہ شامل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے صرف ۲-۳-۶ انچ کی پٹیاں ۱۲-۱۸ انچ کی پٹیوں میں شامل ہو سکتی ہیں *
اس واسطے ۲-۳-۴، ۵، ۶ اور ۱۸ کے عاد مشترک ہیں۔ اب لڑکوں کو بتاؤ۔ کہ اگر کوئی عدد دو یا دو سے زیادہ اعداد میں پوری دفعہ شامل ہو۔ تو اُس کو اُن کا عاد مشترک کہتے ہیں *
پس ۲-۳-۴، ۵، ۶ اور ۱۸ کے عاد مشترک ہیں *
دفعہ سوم۔ عاد اعظم کا تصور۔ ۲-۳-۶ انچ کی پٹیاں لو۔ اور اُن کو ایک دوسرے پر سرے جوڑ کر رکھو۔ ان میں سے ہر ایک ۱۲ و ۱۸ کا عاد مشترک ہے۔ لیکن ۳ انچ کی پٹی ۲ انچ کی پٹی سے بڑی ہے۔ اور ۶ انچ کی پٹی سب سے بڑی ہے *
اب اور لمبائی کی پٹیاں لو۔ اور ثابت کرو۔ کہ کوئی پٹی چھ انچ سے زیادہ لمبائی کی ۱۲ و ۱۸ انچ کی پٹیوں میں پوری دفعہ شامل نہیں ہو سکتی۔ پس ۶ انچ کی پٹی ۱۲ و ۱۸ انچ کا عاد اعظم ہے۔ پھر اُس کو دہراؤ۔ اور یہ بات نکلواؤ۔ کہ کوئی سے دو یا دو سے زیادہ عددوں کا عاد اعظم وہ بڑے سے بڑا عدد ہے۔ جو اُن میں پوری دفعہ شامل ہو *
دفعہ چہارم۔ حل۔ چونکہ عاد عددوں کے اجزائے ضربی ہوتے ہیں۔ اس لئے ہر ایک عدد کو مفرد اجزائے ضربی میں تقسیم کر کے

طلبا کو دکھانا چاہئے۔ پھر سب سے بڑا جزو ضربی جو سب میں مشترک ہو۔ اُن کا عاد اعظم ہے۔ پہلے اس بات کا امتحان کرلو۔ کہ طالب علم مفرد اجزائے ضربی کے معنی بخوبی سمجھتا ہے۔ اور پھر مفصلہ ذیل قسم کی مثالیں دو۔

(۱) ۱۲ و ۱۸ کا عاد اعظم دریافت کرو۔

$$4 \times 2 = 3 \times 2 \times 2 = 12$$

$$4 \times 3 = 3 \times 2 \times 2 = 18$$

اس واسطے بڑے سے بڑا عاد جو دونوں میں مشترک ہے۔ ۶ ہے۔

$$6 = 3 \times 2 = \text{عاد اعظم}$$

(ب) ۱۸ و ۲۴ و ۳۶ کا عاد اعظم دریافت کرو۔

$$9 \times 2 = 3 \times 3 \times 2 = 18$$

$$9 \times 3 = 3 \times 3 \times 3 = 27$$

$$9 \times 4 = 3 \times 3 \times 2 \times 2 = 36$$

سب سے بڑے سے بڑا جزو جو تینوں میں شامل ہے۔ وہ ۹ ہے۔

$$9 = 3 \times 3 = \text{عاد اعظم}$$

واقعہ پنجم۔ قاعدہ۔ اعداد کے عاد اعظم معلوم کرنے کے واسطے ہر ایک عدد کو اس کے مفرد اجزا میں تقسیم کرو۔ تمام عددوں کے مشترک جزوں کا حاصل ضرب ان عددوں کا عاد اعظم ہوگا۔ اب وہ قاعدے پڑھانے چاہئیں۔ جن نے یہ معلوم ہو سکے۔ کہ کوئی عدد دو۔ تین۔ چار۔ پانچ۔ آٹھ۔ نو۔ گیارہ وغیرہ پر پورا تقسیم ہو سکتا ہے یا نہیں۔

جب یہ قاعدہ اچھی طرح سے آ جائے۔ تو پھر تقسیم کے ذریعے عاد اعظم کا دریافت کرنا سکھاؤ۔

دو اصناف اقل۔ اس قاعدے کے سمجھانے میں بھی رنگدار کاغذ کی پٹیاں کار آمد ہوں گی۔

واقعہ اول۔ ضعف کا تصور۔ کاغذ کی بارہ انچ کی پٹی لو۔ اور اس کو چھ انچ کی پٹی سے ناپو۔ اور دکھاؤ کہ ۱۲ انچ کی

پٹی میں چھ انچ کی پٹی پوری دفعہ شامل ہے +
اسی طرح سے ۱۵ انچ کی پٹی نو۔ اور اُس کو ۵ انچ کی پٹی سے
تاپو۔ اور بتاؤ کہ ۵ انچ کی پٹی ۱۵ انچ کی پٹی میں پوری دفعہ
شامل ہے +

اسی قسم کی اور مثالیں نو۔ اور بتاؤ۔ کہ اگر ایک عدد میں دوسرا
عدد پوری دفعہ شامل ہو۔ تو پہلے کو دوسرے کا ضعف کہتے
ہیں +

پس بارہ ۶ کا ضعف ہے۔ اور ۱۵ پانچ کا +
دفعہ دوم۔ ضعف مشترک۔ چارہ تین انچ کی کاغذ کی پٹیاں
نو۔ اور طلبا کو دکھاؤ۔ کہ بارہ ۳، ۴ اور ۶ کا ضعف ہے۔ اور
پھر اُن کو سمجھاؤ۔ کہ چونکہ ۱۲ میں چارہ تین اور چھ پوری دفعہ
شامل ہیں۔ اس واسطے ۱۲ کو ان اعداد کا ضعف مشترک کہتے
ہیں +

اب بتاؤ۔ کہ دو یا زیادہ عددوں کا ضعف مشترک وہ عدد ہے
جو ان میں سے ہر ایک پر پورا تقسیم ہو جاوے +
اسی طرح سے دکھاؤ۔ کہ ۱۵ تین اور ۵ کا ضعف مشترک ہے۔
چھ کے اجزائے مفرد تین اور دو ہیں۔ پس طلبا کو بتاؤ کہ تین
اور دو کا ضعف مشترک ۶ ہے۔ اور پھر کچھ مثالیں لے کر یہ بات
سمجھاؤ۔ کہ کسی عدد کا ضعف اس عدد کے اجزائے مفرد کا
بھی ضعف ہوتا ہے +

دفعہ سوم۔ ذو اضعات اقل۔ ۲۲ اور ۳۶ انچ کی لمبائی کی
کاغذ کی پٹیاں نو۔ اور دکھاؤ کہ اُن میں سے ہر ایک تین۔ چارہ
چھ کا ضعف مشترک ہے۔ پس بارہ۔ چوبیس اور چھتیس۔
چھ۔ چار۔ اور تین کے ضعف مشترک ہیں +

اب بارہ انچ سے چھوٹے پٹیوں کو نو۔ اور دکھاؤ۔ کہ اُن
میں چھ۔ چار اور تین پوری دفعہ شامل نہیں ہیں۔ پس ۱۲ چھ
چار اور تین کا ذو اضعات اقل ہے +

اب کچھ امتحانی سوالات کر کے بعد طلبا کو بتاؤ۔ کہ ذرا

سے زیادہ عددوں کا ذو اضعات اقل وہ چھوٹے سے چھوٹا عدد ہے۔ جو اُن میں سے ہر ایک پر پورا تقسیم ہو جائے *
 وقفہ پہرام۔ حل۔ ہم دیکھ چکے ہیں۔ کہ دو یا دو سے زیادہ عددوں کے ضعت مشترک میں ان عددوں کے تمام اجزائے مفرد پوری دفعہ شامل ہوتے ہیں۔ پس اگر ہم ایک ایسا عدد دریافت کریں۔ جس میں صرف ان عددوں کے اجزائے مفرد شامل ہوں۔ تو یہ عدد ان عددوں کا ذو اضعات اقل ہوگا۔ اب ہم ۴، ۶ اور ۳ کا ذو اضعات اقل دریافت کرتے ہیں *
 ۴ کے اجزائے مفرد

۲ اور ۳ ہیں۔ ۲ میں اس کے اجزائے ضربی یعنی ۲ اور ۳ بھی شامل ہونے چاہئیں۔ اور جس میں ۴ شامل ہو۔ اُس میں ۴ کے اجزائے ضربی یعنی ۲ اور ۳ بھی شامل ہوں گے۔ اور جو عدد تین کا ذو اضعات اقل ہوگا۔ اُس میں ۳ بھی شامل ہوگا *
 اس لئے ذو اضعات اقل مطلوب مساوی ہے۔

$$۱۲ = ۲ \times ۳ \times ۲$$

وقفہ پنجم۔ قاعدہ۔ اسی قسم کی اور مثالیں حل کروانے کے بعد مفصلہ ذیل قاعدہ سمجھاؤ :-

ہر ایک عدد کے اجزائے مفرد معلوم کرو۔ اور پھر اُن اجزائے مفرد میں سے وہ اجزائے لو۔ جو ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔ اگر کوئی جزو مفرد کسی عدد میں ایک مرتبہ سے زیادہ آوے۔ تو اُس کو ذو اضعات اقل میں اتنی دفعہ لینا چاہئے۔ جتنی دفعہ وہ کسی عدد میں زیادہ سے زیادہ مرتبہ آیا ہو۔ ان جزوں کا حاصل ضرب ذو اضعات اقل ہوگا *
 حل کے ان دونو طریقوں کو تختہ سیاہ پر دکھاؤ۔

۳	۴	۲	۳
۲	۲	۴	۱
۱	۲	۱	۱

$$۳ \times ۲ = ۶$$

$$۲ \times ۴ = ۸$$

$$۳ = ۳$$

$$۱۲ = ۳ \times ۲ \times ۲ = \text{ذو اضعات اقل}$$

$$۱۲ = \text{ذو اضعات اقل}$$

جب تک اس طریق سے عمل کرنا اچھی طرح نہ آجائے مختصر
طریق اختیار نہیں کرنے چاہئیں *

مکسور عام

مکسور۔ اب مکسور عام کی تعلیم شروع کریں گے۔ اور یہ مفصل ذیل
دفعات میں تقسیم ہو سکتی ہے *

دفعہ اول۔ مکسور کا تصور۔ کاغذ کی تین پٹیاں مختلف رنگ اور
ایک ہی لمبائی کی لو۔ ایک پٹی اٹھاؤ۔ لٹکوں سے پوچھو۔ کتنی
پٹیاں ہیں۔ وہ کتنے ایک *

نوٹ۔ کسی پوری چیز یا اکائی کا تصور دلاؤ *

ایک اور پٹی اٹھاؤ۔ اور اُس کو مختلف لمبائی کے ٹکڑوں میں
تقسیم کرو۔ اُن میں سے ایک ٹکڑا دکھاؤ۔ اور لٹکوں سے اخذ
کراؤ۔ کہ یہ پٹی کا ایک حصہ ہے *

اب تیسری پٹی لو۔ اور اُس کو چار برابر حصوں میں نہایت
احتیاط سے موڑو۔ اور پھر اُس کو کاٹو۔ ایک ٹکڑا اٹھاؤ۔ اور
لٹکوں سے کہلواد کہ یہ پٹی کا ایک حصہ ہے۔ اب تا برابر حصوں
کو ایک جگہ دکھاؤ۔ اور برابر حصوں کو دوسری جگہ۔ اور لٹکوں
سے اخذ کراؤ۔ کہ پہلے حصے غیر مساوی ہیں۔ اور دوسرے
مساوی *

اب لٹکوں سے کہو۔ کہ کسی چیز کے برابر حصوں کو مکسور کہتے
ہیں۔ اور تا برابر حصوں کو صرف ٹکڑے۔ اسی طرح سے اور
پٹیوں کو کاٹو اور طلباء سے پوچھو۔ کہ ان میں کسروں کو کون سے
حصے ظاہر کرتے ہیں۔ اور ٹکڑوں کو کون سے *

دفعہ دوم۔ کسروں کے پڑھنے کا طریق۔

(۱) مساوی لمبائی کی کاغذ کی پٹیاں لو۔ اور اُن کو دو تین چار وغیرہ
برابر حصوں میں تقسیم کرو۔ اب اُسٹاد لٹکوں کو یہ دکھلائیگا۔ کہ اگر
ان حصوں کے نام الگ الگ نہ رکھے جائیں۔ تو ایک کو دوسرے
سے تمیز کرنا مشکل ہو جائیگا۔ اسٹی۔ یعنی۔ وہی وہیہ کہ حالہ

دے کر استاد یہ بات اخذ کروا سکتا ہے۔ کہ مکسوروں کے نام ان برابر حصّوں کی تعداد کے موافق ہوتے ہیں۔ جن میں کسی چیز کو تقسیم کیا جائے۔ اب لڑکوں کو کچھ کاغذ کی پٹیاں دو۔ اور اُن سے کہو۔ کہ آدھا۔ چوتھائی۔ پانچواں حصّہ کاٹیں +

(ب) ایک پٹی کو ۸ مساوی حصّوں میں نہ کرو۔ لیکن اُن کو کاٹو مت۔ ایک ایک حصّہ دکھاؤ۔ اور لڑکوں سے پوچھو۔ کہ اس مکسور کا کیا نام ہے۔ اُن سے کہلاؤ۔ کہ اس کا نام آٹھواں یا ایک بٹا آٹھ ہے۔ پھر دوسرا حصّہ دکھاؤ۔ اور بتاؤ کہ یہ بھی ایک آٹھواں ہے +

اب دو حصّے ایک ساتھ دکھاؤ۔ اور پوچھو کہ یہ کل کا کون سا حصّہ ہے۔ اور لڑکوں سے کہلاؤ کہ یہ دو آٹھویں یا دو بٹا آٹھ ہے۔ اسی طرح سے اور مکسوروں کی مشق کراؤ +
وقفہ سوم۔ مکسوروں کے لکھنے کا طریق۔

اب کاغذ کی ایک پٹی کو دس برابر حصّوں میں تقسیم کرو۔ اور لڑکوں سے پوچھو۔ کہ ہر ایک حصّے کو کیا کہتے ہیں۔ جواب دیئے کہ ایک دسواں۔ پھر پوچھو۔ کہ اگر تین حصّے ہیں تو اُن کو کیا کہیں گے جواب ملیگا۔ کہ تین دسویں۔ اب لڑکوں سے نکلاؤ کہ تین اُن حصّوں کی تعداد کو ظاہر کرتا ہے۔ جن میں پوری چیز تقسیم کی گئی ہے۔ اور تین اُن حصّوں کی تعداد کو ظاہر کرتا ہے۔ جو اُن میں سے ہم نے لئے ہیں۔ دس کو تو نسب ظاہر کرتے ہیں۔ اور تین کو شمار کنندہ۔ اس کے لکھنے کا طریق یہ ہے۔ کہ ایک لکیر کھینچ کر شمار کنندہ کو اُس کے اوپر لکھتے ہیں۔ اور نسب نما کو نیچے دیکھتے ہیں +

نوٹ۔ اگر مکسوروں کا چارٹ دیا ہو سکے۔ تو اُس کا استعمال یہاں

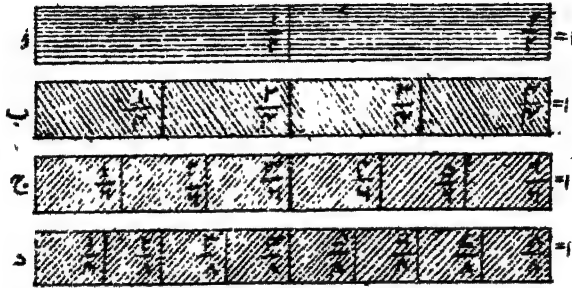
بست مفید ثابت ہوگا +

تقریب چارم۔ تعریف۔ اب لڑکوں سے مکسور کی تعریف نکلاؤ۔

جو کچھ ہم اس طرح کی چیزوں کو تقسیم کرتے ہیں۔ اسے مساوی حصّوں

کو کہتے ہیں +

مکسور کا مقابلہ۔ اختصار۔ برابر نہائی لیکن مختلف رنگ کے کاغذ کی ۴ پٹیاں لو۔ اور بہت احتیاط سے ایک پٹی کو دوسری حصوں میں ۲ کرو۔ دوسری کو ۴ تہوں میں۔ تیسری کو چھ تہوں میں۔ اور چوتھی کو آٹھ تہوں میں۔ ہر ایک مکسور کی قیمت اس طرح سے ظاہر کرو۔



دفعہ اول۔ شمار کنندہ اور نسب نامہ کو ایک ہی عدد سے ضرب دینے کا نتیجہ۔ پٹی الف سے نصف کاٹ لو۔ اور اس حصہ کو ب۔ ج۔ د پر باری باری سے رکھو۔ اور اس کے برابر اُن کے ٹکڑے کاٹ لو۔ پس اُن میں سے ہر ایک حصہ (مکسور) کل کا نصف ہے۔ اب ان مکسوروں کی مقدار کو جو پٹیوں پر لکھی ہے۔ دیکھو اور تختہ سیاہ پر اس طرح سے لکھو:-

$$\frac{2}{8} = \frac{1}{4} = \frac{2}{8} = \frac{1}{4} \quad (۱)$$

ان مکسوروں کے شمار کنندوں اور نسب ناموں کو اجزائے ضربی میں مفصلہ ذیل طور پر تقسیم کرو:-

$$\frac{2 \times 1}{2 \times 4} = \frac{1}{2} = \frac{1}{2} \quad (ب)$$

$$\frac{3 \times 1}{3 \times 2} = \frac{1}{2} = \frac{1}{2}$$

$$\frac{4 \times 1}{4 \times 2} = \frac{1}{2} = \frac{1}{2}$$

اب ہر ایک مکسور کی آخری صورت کی طرف توجہ دلاؤ۔ اور دیکھا کہ پہلی صورت میں شمار کنندہ اور نسب نامہ دونوں ۲ سے

ضرب دیا ہے۔ دوسری میں دونوں کو تین سے ضرب دیا ہے۔ اور تیسری میں ۴ سے۔ لیکن نتیجہ ہر حال میں $\frac{1}{2}$ ہے۔ اب لڑکوں سے استخراج کراؤ۔ کہ اگر کسی کمسور کے شمار کنندہ اور نسب نما کو ایک ہی عدد سے ضرب دیں۔ تو اُس کی قیمت میں فرق نہیں آتا۔

دفعہ دوم۔ شمار کنندہ اور نسب نما کو ایک ہی عدد پر تقسیم کرنے کا نتیجہ۔

اس کا عمل پہلی دفعہ کے عمل کا عکس ہے۔ اُسی قسم کی ۴ پٹیاں لو اور پھر ہر ایک پر کمسوروں کی قیمت لکھو۔ اور تقسیم کا عمل کرنے کے بعد طلباء کو دکھاؤ۔ کہ اس عمل سے کمسور کی قیمت میں فرق نہیں آتا۔

اب طلباء سے اخذ کراؤ۔ کہ اگر کسی کمسور کے شمار کنندہ اور نسب نما کو ایک ہی عدد پر تقسیم کریں۔ تو کمسور میں کچھ فرق نہیں آتا۔

بتاؤ۔ کہ اس عمل کو اختصار کہتے ہیں۔ اور معمولی طریقہ یہ ہے۔

$$\frac{\frac{1}{2}}{\frac{1}{2}} = \frac{\frac{1}{2}}{\frac{1}{2}} = \frac{1}{1}$$

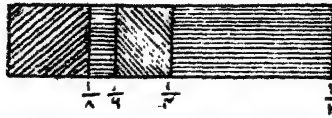
اب بذریعہ اختصار $\frac{3}{4}$ و $\frac{4}{5}$ و $\frac{5}{6}$ کے برابر کمسوریں دریافت کرو۔ دفعہ سوم۔ کمسوروں کا مقابلہ۔

(۱) پہلے وہ کسریں لو جن کا نسب نما ایک ہی ہو۔ پٹی ب لو۔ اور $\frac{1}{2}$ و $\frac{2}{4}$ و $\frac{3}{6}$ کے مقابلے سے دکھاؤ۔ کہ جب نسب نما ایک ہی ہوتے ہیں۔ تو سب سے بڑی کسر وہ ہوتی ہے۔ جس کا شمار کنندہ سب سے بڑا ہو۔

(۲) کسریں جن کا شمار کنندہ ایک ہی ہو۔

پٹی د کے $\frac{1}{2}$ کو پٹی ج کے $\frac{1}{3}$ حصے پر رکھو۔ اور پھر پٹی ب کے $\frac{1}{2}$ پر۔ اور آخر میں یہ تمام حصے الف کے $\frac{1}{3}$ پر۔ پیوں کے مختلف رنگ صاف طور پر دکھلا دیجئے۔ کہ ان کمسور کی قیمتیں فرق ہے۔ اور اس سے لڑکوں کو ثابت

ہو جائیگا۔ کہ جب شمار کنندے برابر ہوتے ہیں۔ تو سب سے بڑی کسر وہ ہوتی ہے۔ جس کا نسب نما سب سے چھوٹا ہے۔



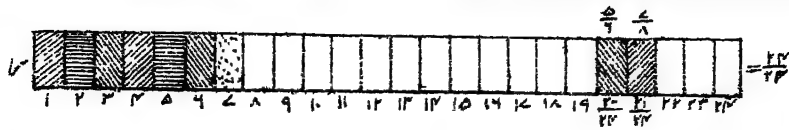
(ج) اب ایسی کسوریں لو۔ جن کے شمار کنندے اور نسب نما دونوں مختلف ہوں۔ مگر ان کی قیمت برابر ہو مثلاً $\frac{3}{4}$ و $\frac{4}{5}$ ان دونوں کسوروں میں کوئی عدد بھی مشترک نہیں۔ ایسی صورت میں پٹی ب سے $\frac{3}{4}$ کاٹو۔ اور اُس کو پٹی د پر رکھو۔ اس عمل سے معلوم ہو جائیگا کہ $\frac{3}{4} = \frac{6}{8}$ لکھی ہوئی کسوروں کو دیکھ کر یہ بات بتانی مشکل تھی۔ جو اس تجربہ سے ثابت ہوگئی۔ لکھی ہوئی کسوروں کو دیکھ کر اُن کی بڑائی یا چھٹائی ہم مسمیٰ وقت بتا سکتے ہیں۔ جب اُن کے شمار کنندے یا نسب نما ایک ہی ہوں۔ اب دیکھنا چاہئے۔ کہ ہم جن کے نسب نما یکساں کس طرح بنا سکتے ہیں۔

پہلی دفعہ کی رو سے لڑکے بتلائینگے۔ کہ $\frac{3}{4}$ کے شمار کنندہ و نسب نما دونوں کو ۲ میں ضرب دینے سے یہ بات حاصل ہو سکتی ہے۔ پس $\frac{3}{4} = \frac{3 \times 2}{4 \times 2} = \frac{6}{8}$ اب طلبا سے یہ بات استخراج کراؤ۔ کہ کسروں کا مقابلہ کرنے کے واسطے اُن سب کا ایک ہی نسب نما بنا لینا چاہئے۔

(د) غیر مساوی کسور۔

آخر میں دو غیر مساوی کسوروں مثلاً $\frac{4}{5}$ اور $\frac{5}{8}$ کا مقابلہ کرو۔ پٹی ج کا $\frac{4}{5}$ لو۔ اور پٹی د کا $\frac{5}{8}$ ۔

اب ایک اور پٹی (درا) لو۔ اور اُس کو ۲۴ برابر حصوں میں تقسیم کرو۔ اب ج کے $\frac{4}{5}$ کو ۵ کے اوپر رکھو۔ اور ثابت کرو۔ کہ وہ $\frac{16}{24}$ کے برابر ہے۔ اب د کا $\frac{5}{8}$ لو۔ اور اُس کو ۳ پر رکھو۔ اور اس طرح ثابت کرو۔ کہ وہ $\frac{15}{24}$ کے برابر ہے۔



اب یہ دیکھاؤ۔ کہ ۲۴، چھ اور آٹھ کا ذو اضعاف اقل ہے۔
پس اس سے یہ قاعدہ نکلاؤ۔

”جب چند کمسوروں کا مقابلہ کرنا ہو۔ تو اُن کو مساوی کمسوروں میں اس طرح تبدیل کرو۔ کہ اُن میں سے ہر ایک کا نسب نما برابر ہو۔ کل نسب نماؤں کے ذو اضعاف اقل کے“۔

$$\frac{20}{24} = \frac{5 \times 4}{6 \times 4} = \frac{5}{6}$$

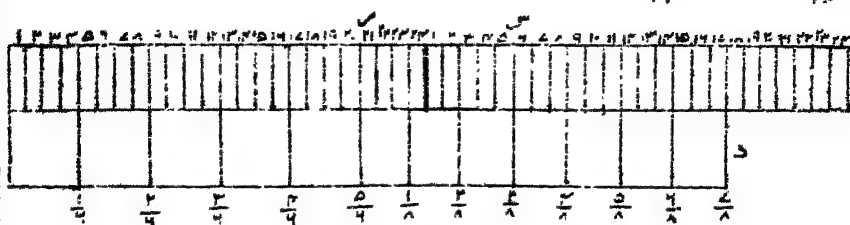
$$\frac{21}{24} = \frac{3 \times 7}{4 \times 6} = \frac{7}{8}$$

کمسور کی جمع و تفریق۔ ان قاعدوں کو سکھانے سے پہلے لڑکوں کو کمسور غیر واجب و کمسور مرکب کا تصور دلانا چاہیے *
جمع و تفریق سکھانے میں مفصلہ ذیل مارج کو ملحوظ رکھو۔
(۱) ایسی کمسوروں کی جمع و تفریق جن کا نسب نما ایک ہی ہو۔
جیسے $\frac{1}{8} + \frac{3}{8} +$

(۲) اُن کمسوروں کی جمع و تفریق جن کے نسب نما یکساں کرنے کی ضرورت پڑے۔ جیسے $\frac{5}{4} + \frac{7}{8} = \frac{10}{8} + \frac{7}{8} = \frac{17}{8}$ *
(۳) جمع و تفریق کا آخری عمل *
تفریق۔ پہلی س سے ظاہر ہے۔ کہ $\frac{5}{4}$ اور $\frac{7}{8}$ کا فرق $\frac{3}{8}$ ہے۔

پس لڑکوں کو سمجھاؤ۔ کہ تفریق اس طرح سے کی جاتی ہے۔ کہ اول سب کمسوروں کو اُن کے نسب نماؤں کا ذو اضعاف اقل دریافت کر کے ہم مخرج کرتے ہیں۔ پھر شمار کنندوں کو تفریق کرتے ہیں۔ جو باقی اس طرح حاصل ہوتی ہے۔ وہ جواب کا شمار کنندہ ہوتی ہے۔ اور نسب نماؤں کا ذو اضعاف اقل جواب کا نسب نما ہوتا ہے *
جمع۔ ایک اور پہلی س سے ظاہر ہے۔ کہ چوبیس حصوں میں تقسیم کرو۔ پہلی س اور چھٹی س کے سرے ملا کر رکھو۔ اور اُن کے پہلو سب کے $\frac{5}{4}$ اور $\frac{7}{8}$ کے س کے سرے ملا کر رکھو۔ اب ان دو

کا مجموعہ = ایک پوری پٹی اور ایک کا $\frac{1}{۴}$ = پوری پٹی کا $\frac{۴}{۴}$ +
 $\frac{۱}{۴} + ۱ = \frac{۴}{۴}$



اب لڑکوں سے یہ قاعدہ اخذ کراؤ۔

”پہلے تمام مکسوروں کو ہم مخرج کرو۔ اس کے بعد تمام شمار کنندوں کو آپس میں جمع کرو۔ یہ حاصل جمع نئی مکسور کا شمار کنندہ ہوگا اور مخرج نئی مکسور کا مخرج ہوگا۔“

مکسور کی ضرب۔ اس قاعدے سے دیکھنے سے طلباء کو پہلی دفعہ یہ تجربہ ہوگا۔ کہ حاصل ضرب مضروب سے کم آئیگا۔ جب تک استاد اُس کی وجہ اچھی طرح سے نہ سمجھائیگا۔ لڑکوں کو بہت دقت پیش آئیگی +

اس قاعدے کو مفصلہ ذیل دفعات میں تقسیم کرو۔

دفعہ اول۔ مکسور \times عدد صحیح۔ مثلاً $\frac{۳}{۸} \times ۴$ ۔ اب اس بات کو

دُہراؤ کہ ۴×۳ کے معنی ہیں $۳ + ۳ + ۳ + ۳$

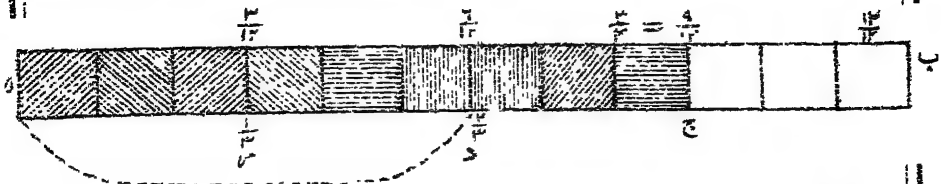
پس $\frac{۳}{۸} \times ۴$ ۔ مساوی ہیں۔ $\frac{۳}{۸} + \frac{۳}{۸} + \frac{۳}{۸} + \frac{۳}{۸} = \frac{۳ \times ۴}{۸}$
 $+ \frac{۱۲}{۸} =$

اس کی صداقت کاغذ کی پٹیوں سے دکھاؤ۔ اور اور مثالیں بھی دو۔ پس یہ قاعدہ نکلواؤ کہ جب کسی مکسور کو کسی صحیح عدد کے ساتھ ضرب دینی ہو۔ تو اُس مکسور کے شمار کنندہ کو اس عدد سے ضرب دیتے ہیں +

$$\frac{۳}{۸} = \frac{۳}{۴ \div ۲} \text{ اور } \frac{۳}{۴} = \frac{۳ \times ۲}{۴ \times ۲} = \frac{۳ \times ۳}{۸}$$

پس اس واسطے $\frac{۳}{۴} = \frac{۳}{۴ \div ۲} = \frac{۳ \times ۲}{۴ \times ۲}$ ۔ پس اس سے یہ قاعدہ بھی نکل سکتا ہے۔ کہ اگر کسی مکسور کو صحیح عدد میں ضرب دینی ہو تو اُس مکسور کے نسب نامہ کو اُس صحیح عدد پر تقسیم کرو۔

دفعہ دوم۔ مکتور کو مکتور سے ضرب دینا۔ مثال $\frac{3}{4} \times \frac{2}{3} = \frac{1}{2}$ ۔
اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ ایک چیز کے $\frac{3}{4}$ حصے کو $\frac{2}{3}$ دفعہ لو۔



اگر وہ ایک پوری چیز ہے۔ تو راج کو جو وہ $\frac{3}{4}$ کا ہے۔
دفعہ لینا مقصود ہے۔

یہی ہم کو $\frac{3}{4} \times \frac{2}{3}$ کی قیمت دریافت کرنی ہے۔

لیکن $\frac{3}{4} = \frac{9}{12}$ کا $\frac{2}{3}$

اس واسطے $\frac{9}{12}$ قیمت مطلوب ہے۔

$$\frac{1 \times 3}{3 \times 4} = \frac{3}{12} = \frac{1}{4} \text{ کا } \frac{2}{3} = \frac{2}{12} = \frac{1}{6}$$

$$\text{اور } \frac{2}{3} = \frac{8}{12} = \frac{2}{3} \text{ کا } \frac{3}{4} = \frac{6}{12} = \frac{1}{2}$$

پس اب یہ قاعدہ نکلاؤ۔ کہ جب ایک مکتور کو دوسری مکتور

سے ضرب دینی ہو۔ تو شمار کنندہ اور نسب نماؤں کو الگ الگ

ضرب دو۔ شمار کنندوں کا حاصل ضرب نئی مکتور کا شمار کنندہ ہوگا۔

اور نسب نماؤں کا حاصل ضرب نئی مکتور کا نسب نما ہوگا۔

مکتور کی تقسیم۔ اس قاعدے کے سکھانے میں بہت آسان

مثالیں لینی چاہئیں۔ درجہ بیان کرنے میں بہت وقت واقع ہوگی۔

اور چونکہ پھونٹے بیچے اس بات کو آسانی سے نہیں سمجھ سکتے۔ کہ

بعض دفعہ خارج قیمت مقسوم سے زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے ان

کو اس قاعدے کے سمجھنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ پس اس

وقت کے رفع کرنے کی غرض سے قاعدے کو شروع کرنے سے

پیشتر چند صحیح عددوں کی مثالیں لینی چاہئیں۔ جن سے طلباء

کو معلوم ہو کہ تقسیم کے عمل سے یہ دریافت کرتے ہیں۔ کہ

قسم کی چیزوں کا مجموعہ دوسری قسم کی چیزوں کے مجموعہ

میں کتنی مرتبہ شامل ہے۔ یا توں کہ ایک مجموعہ کی مقدار

پھر: $\bar{اَب} = ۲ \text{ فٹ} = \frac{۲ \times ۲}{۱ \times ۲} = \frac{۲}{۱} \text{ فٹ} -$

اگر $\bar{اَب}$ سے $\bar{ب}$ تک (یعنی دو فٹ) جانے میں کوئی آدمی ۲ ÷ ۲ یعنی ایک قدم چلتا ہے۔ تو $\bar{اَب}$ سے $\bar{ب}$ تک (یعنی $\frac{۲}{۲}$ فٹ) جانے میں وہ آدمی $\frac{۲}{۲} \div ۲$ قدم یعنی ایک قدم چلیگا۔

لیکن $\frac{۲}{۲} = \frac{۲}{۲} = ۱$

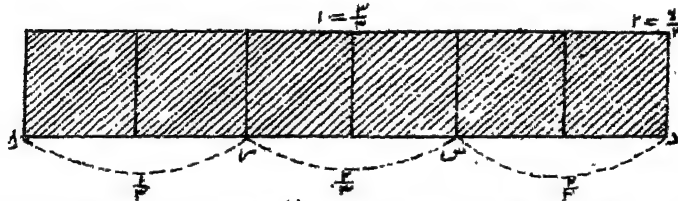
پس اب یہ قاعدہ نکلواؤ کہ

”اگر کسی کمسور کو کسی صحیح عدد پر تقسیم کرنا ہو۔ تو یا تو نسب نامہ کو صحیح عدد سے ضرب دو یا شمار کنندے کو اُس پر تقسیم کرو“

دفعہ دوم۔ صحیح عدد ÷ کمسور۔ مثال $\frac{۲}{۳} \div ۲$

سوال کو اس صورت میں بیان کرو کہ ”دو انچ لمبی کاغذ کی پٹی میں سے $\frac{۲}{۳}$ انچ کی کتنی پٹیاں کٹ سکتی ہیں“ +

ایک پٹی $\bar{اَب}$ دو انچ لمبی ہو۔ اور اُس کو تین برابر حصوں میں تقسیم کرو +



کاغذ کی $\frac{۲}{۳}$ لمبی پٹی ایک انچ لمبی پٹی میں سے تین دفعہ کٹ سکتی ہے +

اور $\frac{۲}{۳}$ انچ لمبی پٹی ۲۔ انچ لمبی پٹی میں سے چھ دفعہ کٹ سکتی ہے +

لیکن $\frac{۲}{۳}$ انچ لمبی پٹی $\frac{۲}{۳}$ انچ لمبی پٹی سے دو گنی ہے۔ اس واسطے $\frac{۲}{۳}$

انچ لمبی پٹی دو انچ کی پٹی میں سے $\frac{۲ \times ۲}{۳} = \frac{۴}{۳}$ دفعہ کٹ سکتی ہے +

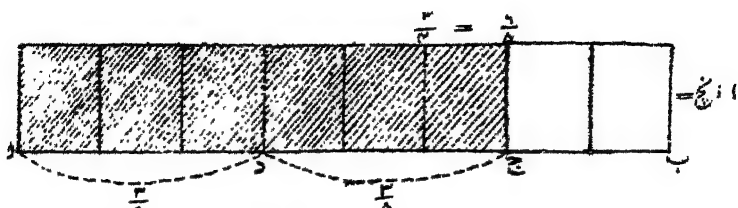
پس یہ قاعدہ نکلواؤ کہ ”جب کسی صحیح عدد کو کسی کمسور پر تقسیم کرنا ہو تو اُس صحیح عدد کو شمار کنندہ پر تقسیم کرو۔ اور نسب نامہ سے ضرب دو“

دفعہ سوم۔ کمسور ÷ کمسور + مثال $\frac{۲}{۳} \div \frac{۲}{۳}$

اس سوال کو اس طرح سمجھاؤ۔ کہ ” $\frac{۲}{۳}$ انچ لمبی پٹی کی پٹی میں سے $\frac{۲}{۳}$ لمبی پٹیاں کتنی کٹ سکتی ہیں“ +

ایک پٹی $\bar{اَب}$ ایک انچ لمبی ہو اور اُس کو تین برابر حصوں میں

میں تقسیم کرو۔



وَج = رِب کے ۲ کے + اب ہم دیکھتے ہیں کہ وَج میں یہ الچ کے کتنے حصے ہیں +

وَبَ کونہ برابر حصوں میں تقسیم کرو۔ پس ہر ایک حصہ مساوی ہے $\frac{1}{4}$ انچ اور وِج میں ایسے چھ حصے ہیں +

$\frac{3}{4} \div \frac{1}{8} = \frac{3}{4} \times \frac{8}{1} = \frac{24}{4} = 6$ (یعنی $\frac{1}{8}$ کی تعداد $\frac{3}{4}$ میں)۔
 لیکن $\frac{3}{4}$ انچ لمبی ہٹی $\frac{1}{8}$ انچ کی ہٹی سے سہ گنی ہے۔ اس
 واسطے $\frac{3}{4}$ انچ کی ہٹیوں کی تعداد جو $\frac{3}{4}$ انچ میں آ سکتی ہیں پہلے
 سے بتائی ہے۔

اس واسطے $\frac{3}{4} \div \frac{3}{4}$ یعنی $\frac{3}{4}$ کی تعداد $\frac{3}{4}$ میں) $-\frac{4 \times 3}{3 \times 4} = \frac{12}{12} = 1$ پس اس سے یہ قاعدہ نکلواؤ کہ ”ایک مکسور کو دوسری مکسور پر تقسیم کرنے میں اس مکسور کو شمار کنندہ پر تقسیم کرو۔ اور نسب نما سے ضرب دو“ جس کے معنی دوسرے لفظوں میں یہ ہیں کہ جب ایک مکسور کو دوسری مکسور پر تقسیم کرنا ہو۔ تو مقسوم علیہ کے شمار کنندہ اور نسب نما کو الٹ دو۔ اور پھر ضرب دو۔

مکسور ملتق۔ ان کمسوروں کے حل کرنے میں مفصلہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہئے :-

(۱) پہلے اُن مقاروں کو مختصر صورت میں لاؤ۔ جو خطوط وحدانی کے اندر ہوں۔۔۔ جیسے۔۔۔

$$\frac{\frac{1}{2}x}{\frac{1}{2}x - 1} = \frac{1}{2}x - 1$$

(۱۲) جمع اور تفویق کی علامتیں (+ و -) ایک مقدار کو دوسری مقدار

تجارت

اس قاعدے کے سمجھانے میں کوئی ایسی دقت نہیں ہوتی ہے۔ لیکن اُس کا عمل بہت احتیاط اور صحت سے کرنا چاہئے۔ طلبا کو ثابت کر کے دکھاؤ۔ کہ یہ قاعدہ ضرب کا اختصار ہے۔ اور اس سے عمل میں بہت کچھ سہولت ہو جاتی ہے۔ پہلے ایسے سوال دو۔ جن میں طویل عمل نہ ہوں۔ اور اُن کی اچھی طرح سے مشق کراؤ۔

(۱) تجارت مفرد میں مفرد مقداروں کی قیمت دریافت کی جاتی ہے۔ مثلاً نین درجن کتابوں کی قیمت بحساب ۱۰ روپے پائی فی کتاب

اور ۵ من کی قیمت بحساب ۳ روپے پائی فی من + جب طلبا کو زبانی مشق ہو جائے۔ تو پھر چند مثالیں تجارت اور ضرب کے قاعدے سے حل کرو۔ اور طلبا کو دکھاؤ۔ کہ تجارت کے قاعدے سے کس قدر تکلیف بچ جاتی ہے + مثال۔ ۵ بھیروں کی قیمت بحساب ایک روپیہ ۴ روپے پائی فی بھیر دریافت کرو +

حل۔ ضرب کے قاعدے سے۔

پائی	آنے	روپیہ
۴	۵	۱ = ایک بھیر کی قیمت
۴	۵	۱۰ = ۱۰
۴	۵	۹۳ = ۹۳
۴	۵	۹ = ۹
۴	۵	۱۰۰ = ۱۰۰

تجارت کے قاعدے سے۔

روپیہ	پائی
۱	۴ = ۱ روپیہ
۲۵	۰ = ۲۵ روپیہ
۱۰۰	۰ = ۱۰۰ روپیہ

(و) پہلے ایسی مثالیں لو۔ جن میں ایک روپیہ کے تمام اجزاء وقفی جن کے واسطے صرف ایک سطر عمل کی لکھنی پڑے۔
آویں۔ یعنی ۸ رو ۷ رو ۲ رو وغیرہ وغیرہ +

ان مثالوں میں آنوں کے ساتھ روپے بھی لو۔
(ب) پھر ایسی رتقیں لو۔ جن میں دو اجزاء وقفی شامل ہوں۔
مثلاً ۱۲ رو ۱۰ رو وغیرہ +

(ج) جب قیمت صرف آنوں میں دی ہوئی ہو۔ مثلاً ۳۸ چیزیں بحساب ۸ رو ۱۰ پائی فی چیز۔ تو اُس کا عمل دو طرح سے کرتے ہیں۔

پہلا طریق

پائی آنہ روپیہ		
۳۸ = قیمت بحساب ایک روپیہ فی چیز	۰	۰
۸	۱۹	۰
۸/۲ پائی	۶	۵
۸/۱۰ پائی	۲۵	۵

۸ = ۱/۲ ایک روپیہ کا

۸/۲ پائی = ۱/۴

دوسرا طریق

پائی آنہ		
۳۸ = قیمت بحساب ایک آنہ فی چیز	۰	۰
۱۰	۳۸۰	۰
۱۰	۱۲	۸
۲ پائی	۱۲	۸
۲ پائی	۱۲	۸
۱۴	۱۲	۵

۲ پائی = ۱/۱۰ ایک آنے کا

۸ رو ۱۰ پائی ریا اسی طرح کی اور رقموں کے اجزاء وقفی بنانے میں مفصلہ ذیل طریق اختیار کرو :-

مثال - ۲۵ چیزوں کی قیمت بحساب ۸ رو ۱۰ پائی فی چیز دریافت کرو +

پائی آنہ روپیہ			
۰	۰	۰	۲۵ = قیمت بحساب ایک روپیہ فی چیز
۰	۴	۱۱	۴ = ۱ روپے کا ۱/۴
۰	۱۳	۲	۴ = ۲ آنے کا ۱/۲
۰	۱۴	۱	۴ = ۸ پائی = ۲ آنے کا ۱/۴
۰	۱۵	۱۵	۵ = ۵ روپے کا ۱/۵

اس سوال میں ۸ پائی ۴ روپے کا ۱/۴ حصہ ہے۔ پس ہم نے ۴ روپے والی سطر کا ۱/۴ حصہ لیا ہے۔ نہ کہ ۱ روپے والی سطر کا +
عمل کو مختصر کرنے کی صورتیں بھی طلباء کو سمجھاؤ۔ مثلاً ایسے سوالوں میں :-

مثال - ۳۶ چیزوں کی قیمت بحساب ۳ روپے ۱۱ پائی فی چیز دریافت کرو۔

حل

پائی آنہ روپیہ			
۰	۰	۳۶	۳۶ = قیمت بحساب ایک روپیہ فی چیز
۰	۰	۹	۴ = ۱ روپے کا ۱/۴
۴	۱	۰	۴ = ۸ پائی = ۲ آنے کا ۱/۴
۴	۱۳	۸	۳ = ۳ روپے ۸ پائی کا ۱/۴

(۲) تجارت مرکب :- یہ قاعدہ اُس وقت استعمال کرتے ہیں۔ جب کسی مرکب مقدار کی قیمت دریافت کرنی ہو۔ مثلاً ۵ من ۱۶ سیر ۲ چھٹانک کی قیمت بحساب ۳ روپیہ ۱۰ فی من دریافت کرو۔

تجارت مرکب کے سوالوں میں صرف اجزائے وفقی کا دریافت کرنا مشکل ہے۔ لیکن یہ مشکل اس طرح رفع ہو سکتی ہے کہ بہت سی مثالیں لے کر اُن کے اجزائے وفقی معلوم کرنا اُستاد طلباء کو تختہ سیاہ پر سمجھائے۔

اربعہ

اس قاعدے کے سوالوں کو دو طرح سے حل کرتے ہیں -
اول - ابتدائی اصول سے جس کو اکائی کا قاعدہ کہتے ہیں +
دوم - تناسب سے +

اکائی کا قاعدہ - اس قاعدے میں ضرب و تقسیم مرکب کو استعمال کرتے ہیں - اور یہی وجہ ہے - کہ اس کے سمجھانے اور سمجھنے میں کوئی دقت واقع نہیں ہوتی +

اس قاعدے کو مفقذہ ذیل دفعات میں سمجھاؤ :-

دفعہ اول - جب چند چیزوں کی قیمت معلوم ہو - تو ایک چیز کی قیمت دریافت کرنا +

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں - اور ان کو علیحدہ علیحدہ پڑھانا چاہئے +

اول - صورت مستقیم - مثلاً ۱۲ ٹپیوں کی قیمت ۳۶ روپے ہے - تو ایک ٹپی کی قیمت کیا ہوگی +

دوم - صورت معکوس - مثلاً ۲۴ آدمی ایک کام ۱۸ دن میں کرتے ہیں - تو ایک آدمی اُس کام کو کتنے دن میں کریگا +

دفعہ دوم - جب ایک چیز کی قیمت دی ہوئی ہو - تو چند چیزوں کی قیمت دریافت کرنا +

اس کی بھی دو صورتیں ہیں :-

اول - صورت مستقیم - مثلاً ایک چیز کی قیمت تین روپے ہو - تو ۸ چیزوں کی قیمت کیا ہوگی ؟

دوم - صورت معکوس - مثلاً ۲۴ آدمی ایک کام کو ایک دن میں کرتے ہیں - تو ۶ دن میں کتنے آدمی اُس کام کو کریں گے +

دفعہ سوم - جب چند چیزوں کی قیمت دی ہوئی ہو - تو اسی قسم کی چند اور چیزوں کی قیمت دریافت کرنا +

اول - صورت مستقیم - مثلاً اگر ۵۰ دن کی مزدوری ۱۰ روپے ہو - تو ۲۲ دن کی مزدوری کیا ہوگی +

دوم - صورت معکوس - مثلاً ۱۵ آدمی ایک کام کو چار دن میں کرتے ہیں - تو چھ دن میں کتنے آدمی اُس کام کو کرینگے ؟
 قاعدہ تناسب - یہ ایک مشکل قاعدہ ہے - اور تا وقتیکہ اچھی طرح نہ سمجھایا جائے - اور عمل کے ہر حصے کو طلباء کے ذہن نشین نہ کیا جائے - چھوٹے بچوں کو بہت مشکلات میں ڈالتا ہے -
 اس قاعدے میں سب سے بڑی بات یہ ہے - کہ طلباء کو نسبت کا تصور اچھی طرح سے دلایا جائے +
 (۱) نسبت -

دفعہ اول - نسبت کا تصور - ایک گز کا پیمانہ لو - اور ایک فٹ کا - اب ہمارے پاس دو پیمانے ہیں - ایک تین فٹ کا اور دوسرا ایک فٹ کا - ان کا مقابلہ ہم دو طرح پر کر سکتے ہیں -
 (۱) تین فٹ کی لمبائی ایک فٹ سے بمقدار دو فٹ کے زیادہ ہے -
 (عمل تفریق) +

(۲) تین فٹ ایک فٹ کا تین گنا ہے (عمل تقسیم) +
 اب اسی قسم کی اور مثالیں لے کر طلباء کو سمجھاؤ - کہ دو چیزوں کی بڑائی اور چھٹائی کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف دوسرا طریق (عمل تقسیم) ہمارے کارآمد ہو سکتا ہے +

دفعہ دوم - نسبت کیا ہے - اب پچھلی مثالوں پر سوالات کر کے یہ استخراج کراؤ - کہ جب ہم دو ہم جنس چیزوں کا مقابلہ کرتے ہیں - تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے - کہ ایک چیز دوسری چیز کا کوشا حصہ ہے - اور اس رشتے کو نسبت کہتے ہیں +

دفعہ سوم - نسبت کے لکھنے کا طریق - پہلی زبانی مثالوں کی طرف توجہ دلاؤ - اور بیان کرو - کہ جب ہم دو چیزوں کا مقابلہ کرتے ہیں - تو ایک چیز کو دوسری پر تقسیم کرتے ہیں - اس واسطے ۶ فٹ کی لمبائی اور ۱۵ فٹ کی لمبائی کی نسبت ۲ اور ۱۵ کی ہے +

اس کو مختصر طور پر اس طرح لکھتے ہیں - $\frac{2}{15}$ یا $2:15$ - اصل میں (-) اور (۲) دونوں کے مخفف ہیں - ایک صورت میں دو نقطوں کو اڑا دیتے ہیں - دوسری میں لکیر کو +

اب بہت سی مثالیں لے کر طلباء کو مختلف نسبتوں کے لکھنے کی مشق کراؤ۔

طلبا کو سمجھاؤ۔ کہ کسی نسبت میں۔

(۱) جن مقداروں کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ دو ہم جنس ہونی چاہئیں۔ مثلاً دو نارنگیوں کا تین سیبوں سے مقابلہ نہیں کر سکتے۔

(۲) جن مقداروں کا مقابلہ کرنا ہو۔ اُن کو ہم جنس بنا لینا چاہئے۔ مثلاً ۶ پاؤں اور ۲ پاؤں کی نسبت ظاہر کرنی ہو۔ تو پہلے اُن کو پاؤں میں تبدیل کرو۔ مثلاً $\frac{6}{3} = \frac{2}{1}$ ۔

(۳) نسبت کی دو نو مقداروں کو ایک ہی عدد سے ضرب دینے یا ایک ہی عدد پر تقسیم کرنے سے اصل نسبت میں کچھ فرق نہیں آتا۔ مثلاً $18 : 32 = 9 : 16$ ۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک برابر ہے $\frac{9}{16}$ کے۔

(ب) تناسب۔

دفعہ اوّل۔ دو نسبتوں کا آپس میں برابر ہونا۔

مفصلہ ذیل قسم کے سوالات کی رہائی مشق کراؤ۔

(۱) ایک ہفتہ اور ایک ماہ کی نسبت وہی ہے۔ جو ۷ دن : ۲۸ دن

(۲) ایک سیر اور چار سیر کی وہی نسبت ہے۔ جو ۵ روپے : ۲۰ روپے

ان دونو حالتوں میں نسبت کی پہلی مقدار دوسری مقدار کا $\frac{1}{4}$ ہے۔ اور نسبت کی قیمت بذریعہ کسر $\frac{1}{4}$ کے ظاہر کرتے ہیں۔ اس واسطے ۷ دن اور ۲۸ دن کی نسبت برابر ہے ۵ روپے اور ۲۰ روپے کی نسبت کے۔

اسی طرح آور مثالیں نو۔ اور نسبتوں کی برابری کا تصور طلباء کے اچھی طرح ذہن نشین کرو۔

دفعہ دوم۔ تناسب کیا چیز ہے۔ اور اس کے لکھنے کا طریق ہے۔ بطور مثال کہ ہم دو مساوی نسبتیں

کو اس طرح سے ملا کر لکھ سکتے ہیں۔

جو نسبت ۷ دن کو ۲۸ دن سے ہے۔ وہی نسبت ۵ روپے کو ۲۰ روپے سے ہے۔

پھر یہی بیان معمولی صورت میں لکھ کر دکھاؤ۔ اور طلباء سے پڑھاؤ۔ جیسا ۷ دن : ۲۸ دن :: ۵ روپے : ۲۰ روپے + اور یہ بھی بتاؤ۔ کہ :: محقق ہے (=) کا +

اب طلباء کو بتاؤ۔ کہ جب دو مساوی نسبتیں اس طرح سے ملائی جاتی ہیں۔ تو ان مقداروں کو تناسب کہتے ہیں۔ پہلی اور چوتھی مقدار کو اطراف کہتے ہیں۔ اور درمیان کی دو کو اوسط + دفعہ سوم۔ تناسب کے خواص۔

دن	دن	روپیہ	روپیہ
۷	۲۸	۵	۲۰
ٹوپیوں	ٹوپیوں	کتابیں	کتابیں
۱۴	۱۱۲	۳۰	۲۴۰

ان مثالوں سے لڑکے دیکھ بیٹگے۔ کہ

(۱) پہلی مقدار ÷ دوسری مقدار = تیسری مقدار ÷ چوتھی مقدار۔

یعنی ۷ ÷ ۲۸ = ۵ ÷ ۲۰ +

اب اُستاد کو چاہئے۔ کہ طلباء سے کہے۔ کہ ان مثالوں میں

اوسط اور اطراف کے حاصل ضرب علیحدہ علیحدہ دریافت

کرو۔ اور پھر ان سے استخراج کرائے۔ کہ

(۲) اوسط کا حاصل ضرب = اطراف کے حاصل ضرب کے۔ یعنی

۷ × ۲۸ = ۲۰ × ۵ اور ۱۴ × ۱۱۲ = ۳۰ × ۲۴۰ +

دفعہ چہارم۔ کسی تناسب کی چوتھی مقدار کو معلوم

کرتا۔ اب اُستاد تناسب کی پہلی تین مقداریں یوں لکھے۔

دن	دن	روپیہ	روپیہ
۷	۲۸	۵	۲۰
ٹوپیوں	ٹوپیوں	کتابیں	کتابیں
۱۴	۱۱۲	۳۰	۲۴۰

اور نمبر ۲ کی مدد سے طلباء سے استخراج کرائے۔ کہ

$$\text{چوتھی مقدار} = \frac{\text{دوسری مقدار} \times \text{تیسری مقدار}}{\text{پہلی مقدار}}$$

چوتھی مقدار معلوم کرنے کی مشق کے لئے بہت سی مثالیں حل کرو۔

دفعہ پنجم۔ اربعہ کا قاعدہ بذریعہ تناسب۔
اوپر کی تناسب کی مثالوں میں سے ایک مثال کو۔ مثلاً

دن	۲۸	۵	روپیہ	۲
دن	۷	۵	روپیہ	۲

اور مفصلہ ذیل سوال بورڈ پر لکھو۔

”اگر ایک لڑکا سات دن میں ۵ روپے حاصل کرتا ہے۔

تو ۲۸ دن میں کتنے روپے حاصل کریگا؟“

اس سوال کی اس طرح پر تال کرو۔ اور لڑکوں کو سمجھاؤ۔ کہ

(۱) اوپر کے تناسب میں ہمارے پاس تین مقداریں ہیں +

(ب) دو مقداریں ایک ہی قسم کی ہیں (یعنی دن)۔ اور تیسری

مقدار مختلف (پانچ روپے) ہے +

(ج) ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ جواب میں کتنے روپے حاصل

ہونگے۔ یعنی تیسری مقدار کی طرح چوتھی مقدار کس طرح

معلوم کریں۔ پس اربعہ کے سوال میں مفصلہ ذیل باتوں

کو نظر رکھو۔

(۱) اول وہ مقدار معلوم کرو۔ جو غیر معلوم مقدار چوتھی

مقدار کی نظیر ہو۔ اور اُس کو تناسب کی تیسری مقدار

فرض کرو +

(۲) اور (د) نامعلوم مقدار کو چوتھی مقدار کی جگہ لکھو۔

اس طرح دوسری نسبت مکمل ہو جائیگی۔

روپیہ روپیہ

اب طلبا سے پوچھو۔ کہ ۵ روپے ۲۸ دن کی مزدوری ۵ روپے سے زیادہ ہونی چاہئے یا کم۔ وہ جواب دیگے۔
 ”نہ زیادہ۔“ پھر چونکہ دوسری نسبت کی دوسری مقدار پہلی سے بڑھی ہے۔ تو پہلی نسبت کی دوسری مقدار بھی پہلی مقدار سے بڑھی ہونی چاہئے۔ اس لئے تناسب کو اس طرح سے لکھو:-

دن دن روپیہ روپیہ

۷ : ۲۸ :: ۵ : ۵

(۳) اب سوال کی مقداروں کو پھر ہر تالو اور دیکھو کہ آیا چوتھی مقدار تیسری سے بڑھی ہے۔ یا چھوٹی۔ اور طلبا سے کہو کہ وہ پہلی اور دوسری مقدار کو بھی ٹھیک اسی طرح سے ترتیب دے کر لکھیں +

(۴) اگر پہلی نسبت کی مقداریں ایک ہی نام کی نہ ہوں۔ تو پہلے ان کو ایک نام کی بنا لو۔ اور اگر ممکن ہو۔ تو ان کا اس طرح اختصار کر لو:-

۷ : ۲۸ :: ۵ : ۵

۷ : ۲۸ :: ۵ : ۵

(۵) اب چوتھی مقدار معلوم کرو:- $۵ = \frac{۲۸ \times ۵}{۷}$ روپے = ۲۰ روپے +

نوٹ:- جیسا اکائی کے قاعدے میں ہم کچھ چکے ہیں۔ تناسب مستقیم اور معکوس کو علاوہ علیحدہ پڑھاؤ +

سود مفرد

ایک ایسی مثال لو۔ جس سے لڑکے مانوس ہوں۔ تاکہ وہ اصطلاحیں جو اس قاعدہ میں استعمال کی جاتی ہیں۔ ان کو معلوم ہو جائیں +
 مثال:- زید ایک گھوڑا خریدنا چاہتا ہے۔ لیکن اُس کے پاس سو روپے کم ہیں۔ بکر اس کو یہ روپے قرض کے طور پر دے

دیتا ہے۔ اگر سال کے آخر میں زید بکر کو سو روپیہ واپس دے دے۔ اور اس کے علاوہ چار روپے اُس روپے کے استعمال کے عوض دے۔ یعنی کل ایک سو چار روپے ادا کرے۔ تو ۱۰۰ روپے = اصل زر = وہ روپیہ جو زید نے قرض لیا۔

۴ روپے = سود = وہ روپیہ جو اصل روپے کے استعمال کے عوض دیا گیا۔
۱۰۴ = کل زر = اصل زر مع سود +

سود عموماً سو روپے پر شمار کیا جاتا ہے۔ اور اُس کا حساب سالانہ ہوتا ہے +

لیکن بعض حالتوں میں ایک روپے پر شمار کرتے ہیں۔ اور ماہوار حساب لگاتے ہیں + سو روپیہ پر جو سود لگاتے ہیں۔ اُس کو شرح فی صدی کہتے ہیں۔ اگر وہ سالانہ ہو۔ تو شرح فی صدی فی سال۔ اگر ماہواری ہو۔ تو شرح فی صدی فی ماہ کہتے ہیں +

اوپر کی مثال کی طرح اور مثالیں دو۔ تاکہ لڑکے اصطلاحوں کو اچھی طرح سمجھ جائیں۔ اب کچھ سوال زبانی نکلواؤ۔ اور مقصد ذیل دفعات میں اس قاعدے کو پڑھاؤ :-

دفعہ اول۔ کسی اصل زر پر کسی خاص شرح سے ایک سال کے واسطے سود دریافت کرنا۔

(۱) زبانی مثالیں۔

ہر سو روپے پر بحساب ۴ فیصدی فی سال شرح سود = ۴ روپے

دو سو = ۴ × ۲ = ۸ روپے (۲ = $\frac{2}{100}$)
۵۰ = ۴ × ۵ = ۲ روپے (۵ = $\frac{5}{100}$)

پس اس سے یہ قاعدہ نکلواؤ۔ ”ایک سال کا سود بحساب کسی شرح فی صدی فی سال دریافت کرنے کے لئے اصل زر میں سینکڑوں کی تعداد کو شرح فی صدی سے ضرب دو“ +

پس سود = $\frac{\text{اصل زر}}{100} \times \text{شرح فی صدی فی سال}$

ب۔ تحریری مثالیں۔

۱۔ روپے کا سود ایک سال کے واسطے بحساب ۴ فی صدی

شرح سے دریافت کرو۔

$$\text{طریق حل} - \text{سود} = \frac{\text{اصل زر}}{100} \times \text{شرح فی صدی}$$

۱۔ سود مطلوبہ = $\frac{9}{100} \times \frac{25}{100} = \frac{225}{10000} = 5$ روپے ۱۰ آنے
 دفعہ دوم - کسی اصل زر پر چند سال کے واسطے سود دریافت کرنا۔ زبانی مثالیں -

۱۰۰ روپے کا سود ایک سال کے واسطے = ۴ روپیہ

$$8 = 2 \times 4 = \text{ دو } //$$

$$12 = 3 \times 4 = \text{ تین } //$$

$$2 = \frac{1}{5} \times 4 = \text{ چھ ماہ } //$$

پس اس سے یہ قاعدہ نکلواؤ۔ کہ

”کسی اصل زر کا چند سال کے لئے سود نکالنے کے واسطے ایک سال کے سود کو سالوں کی تعداد سے ضرب دو“۔

دفعہ سوم - کسی اصل زر کا چند سال کے لئے کسی شرح فیصدی فی سال کے حساب سے سود دریافت کرنا۔

اس طرز کے سوال پہلے دو سوالوں کو ملانے سے پیدا ہوتے

ہیں +

(۱) زبانی مثالیں -

اگر سو روپے پر ایک سال کا سود = ۴ روپے ہو

$$\text{تو } 30 = 3 \times 10 = \text{ ۴ روپے (دفعہ اول) } = 12 \text{ روپے}$$

$$\text{اور } 2 = \frac{1}{5} \times 10 = \text{ ۴ روپے (دفعہ دوم) } = 24 \text{ روپے}$$

$$\text{پس سود مطلوب} = \frac{\text{اصل زر}}{100} \times \text{شرح} \times \text{مدت}$$

(۲) تحریری مثالیں -

۲۵۰ روپے کا سود تین سال کے لئے $\frac{1}{2}$ فی صدی فی سال

شرح سے دریافت کرو۔

$$\text{طریق حل} - \text{سود} = \frac{\text{اصل زر}}{100} \times \text{شرح} \times \text{مدت}$$

$$= \frac{250}{100} \times \frac{9}{100} \times 3 \text{ سال} = \frac{135}{100} = 14 \text{ روپے } 14 \text{ روپے } 14 \text{ آنے}$$

- طلبا کو مفصلہ ذیل باتوں کی طرف متوجہ کرنا چاہئے:-
- (۱) مہینوں اور دنوں کی تعداد ہمیشہ سال کی کمسور میں ظاہر کرنی چاہئے۔
- (۲) جب دو تاریخوں کے درمیان کا سود نکالنا منظور ہو۔ مثلاً ۱۴- اگست سے ۱۲- دسمبر تک۔ تو ایک تاریخ چھوڑ دینی چاہئے۔

مسطحات

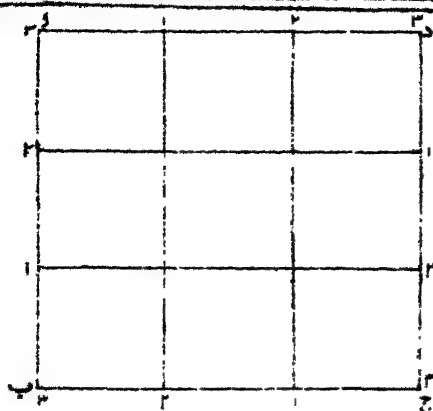
اس مضمون کو اگر تجربے اور مشاہدے سے پڑھایا جاوے۔ تو نہایت دلچسپ ہے۔

اب رط کے اس عمر کو پہنچ جاتے ہیں۔ کہ ان میں سمجھ کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور وہ عمل کے مختلف حصوں کو آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔ اس واسطے ہم اس قاعدے کو اختصار کے ساتھ بیان کریں گے۔

سطح کی پیمائش کے پیمانے۔ یہ پیمانے رطوں کے سامنے ان کی مدد سے بنائے جائیں گے۔

بھورے رنگ کے کاغذ کا ایک تختہ لو۔ جس کا ہر ضلع ایک گز ہو۔ اول رطوں کی توجہ زاویوں کی طرف دلاؤ۔ اور ان کو سمجھاؤ۔ کہ اُس کا ہر ایک زاویہ قائم ہے۔ اور ان کو بتاؤ۔ کہ ایسی شکل کو قائم الزویا کہتے ہیں۔ اور چونکہ ہر ضلع ایک گز ہے۔ اس واسطے یہ قائم الزویا ایک مربع گز ہے۔ اس کی کل سطح کو اصطلاح میں رقبہ کہتے ہیں۔ اس واسطے اس کا رقبہ ایک مربع گز ہے۔

ہر ایک ضلع پر فٹ کے نشان لگاؤ۔ اور مقابل کے نقطوں کو سرخ لکیروں سے ملاؤ۔ اور رطوں کو دکھاؤ۔ کہ اس کی تقسیم نو برابر حصوں میں ہو گئی ہے۔ اب ان حصوں کے ضلعوں کو لالو۔ اور رطوں کو دکھاؤ۔ کہ ان کا ہر ایک ضلع ایک فٹ ہے۔ پس ہر حصہ ایک مربع فٹ ہے۔



ضلع ۱ د = چوڑائی = ۳ فٹ
(لمبائی کے)

ضلع ۱ ب = لمبائی = ۳ فٹ
(لمبائی کے)

اور ۱ ب × ۱ د = لمبائی × چوڑائی
= ۳ فٹ × ۳ فٹ = ۹ مربع

فٹ = رقبہ

نتیجہ

(۱) لمبائی کے فٹ × چوڑائی کے فٹ = سطح کے مربع فٹ :

(۲) ایک مربع گز = ۹ مربع فٹ :

اب ایک فٹ کا پیمانہ نو۔ اور ہر ایک لمبائی کے فٹ کو ۱۲ انچوں میں تقسیم کرو۔ مقابل کے نقطوں کو بذریعہ نیلی لکیروں کے ملاؤ۔ اب لڑکوں کو دکھاؤ۔ کہ ہر ایک مربع فٹ کے برابر برابر حصے ہو گئے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک ایک مربع انچ ہے۔ اور ایک مربع فٹ میں ایسے حصوں کی تعداد ۱۴۴ ہے۔

۱۴۴ مربع انچ = ایک مربع فٹ +

ایک مربع گز میں مربع انچوں کی تعداد کو اس طرح شمار کرو۔

(۱) لمبائی کے گز میں ۳۶ مربع انچ ہوتے ہیں +

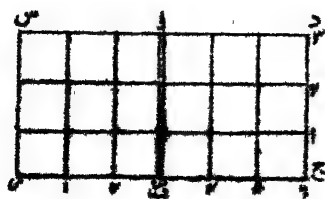
۳۶ مربع انچ × ۳۶ مربع انچ = ۱۲۹۶ مربع انچ -

اس طرح سے لڑکوں کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ لمبائی کے پیمانوں

سے مربع پیمانے کس طرح تیار ہوتے ہیں +

جدول کا باقی حصہ بھی اسی طرح تیار کرو +

کسی مستطیل کا رقبہ نکالنا۔



۱ ب ج د ایک مربع گز

کاغذ کا تختہ نو۔ اب ایک

اور ۱ ب س س مربع گز

کاغذ کا تختہ لیکر پہلے تختہ

سے ملا کر رکھ دو۔ پس

وب دج سرس ایک مستطیل شکل بن جائیگی +

وب ج د کا رقبہ = ۹ مربع فٹ -

وب سرس کا رقبہ = ۱۸ مربع فٹ -

وب سرس دج کا رقبہ = ۱۸ مربع فٹ -

لیکن سرج (لمبائی) \times ج (درچوڑائی) = ۱۸ مربع فٹ +

اس بات کے دکھانے کے لئے کہ اس شکل میں ۱۸ مربع فٹ

ہیں۔ اُس میں لکیریں کھینچ کر دکھاؤ +

اگر کسی مستطیل کا رقبہ دیا ہو اور ایک ضلع بھی دیا ہو۔

تو دوسرا ضلع دریافت کرنا۔ کسی گزشتہ مثال کی رو سے مستطیل

کا رقبہ = لمبائی \times چوڑائی -

لمبائی \times چوڑائی = رقبہ -

چوڑائی = رقبہ \div لمبائی = $\frac{18}{4} = 4\frac{1}{2}$ فٹ -

اور لمبائی = رقبہ \div چوڑائی = $\frac{18}{4\frac{1}{2}} = 4$ فٹ +

نوٹ۔ لمبائی اور چوڑائی کی مقداریں ہم جنس ہونی چاہئیں۔

اگر ہم جنس نہ ہوں۔ تو رقبہ دریافت کرنے سے پہلے

اُن کو ہم جنس بنالو +

مشقی سوالات۔ لڑکوں میں دلچسپی بڑھانے کے واسطے اُن

سے کہو۔ کہ کتاب۔ سیٹ۔ میز۔ تختہ سیاہ۔ کمرے کی

دیواروں وغیرہ کو ناپ کر اُن کا رقبہ دریافت کریں + اور

انہیں مثالوں کے ساتھ ساتھ فرش۔ چٹائی۔ درسی وغیرہ

کی قیمت فی مربع گز کے حساب یا فی مربع فٹ کے حساب

نکالیں +

مجموعہ اضلاع۔ اس بات کا خیال رکھو۔ کہ طلباء مجموعہ اضلاع

اور رقبہ کو ایک دوسرے میں خلط ملط نہ کر دیں۔ مجموعہ اضلاع

سے مراد ہے۔ کسی سطح کی چاروں طرف کی لمبائی۔ اور یہ ہمیشہ

لمبائی کے پیمانوں میں ظاہر کی جاتی ہے +

اس بات کے ذہن نشین کرنے کے واسطے ایسے مشقی سوالات

جو ان میں مجموعہ اضلاع کی پیمائش آئے۔ مثلاً تصویروں کے

گرد چوکھٹا لگانے کی قیمت دریافت کرنی۔ یا کسی کھیت کے گرد باڑ لگانے کی قیمت دریافت کرنی۔ وغیرہ وغیرہ +
 کمروں میں فرش بچھانے کے متعلق سوالات :-
 فرش کے متعلق جو سوالات ہوتے ہیں۔ اُن میں دو باتیں دریافت کی جاتی ہیں۔

اول کسی خاص چوڑائی کی درمی یا چٹائی وغیرہ کی لمبائی دریافت کرنا۔ دوم اُس کے برعکس اُس کی چوڑائی دریافت کرنا۔
 + تمام سطح کو ڈھانپنا مقصود ہے۔

۱۔ درمی یا چٹائی کا رقبہ = کمرے کے فرش کا رقبہ۔

۲۔ درمی کی لمبائی \times چوڑائی = کمرے کے فرش کا رقبہ۔

۳۔ درمی کی لمبائی = کمرے کے فرش کا رقبہ \div درمی کی چوڑائی۔

یا درمی کی چوڑائی = $\frac{\text{درمی کی لمبائی}}{\text{کمرے کے فرش کا رقبہ}}$

مثال۔ ۲ فٹ \div ایچ چوڑی درمی ۵ گز لمبی اور دس فٹ چوڑے

کمرے میں بچھانے کے لئے کتنی لمبی ہونی چاہئے؟

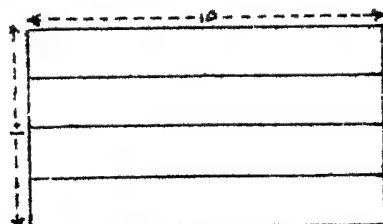
یہاں کمرے کے فرش کا رقبہ = ۵ گز \times ۱۰ فٹ = ۵۰ فٹ \times ۱۰ فٹ

= ۱۵۰ مربع فٹ۔

۱۔ درمی کی لمبائی = ۱۵۰ مربع فٹ \div ۲ فٹ \div ایچ = ۱۵۰ مربع فٹ

\div ۲ $\frac{1}{2}$ فٹ = ۶۰ فٹ = ۲۰ گز +

اس بات کی صداقت دکھانے کے لئے مندرجہ ذیل شکل کھینچو۔



چونکہ کمرہ ۱۰ فٹ چوڑا ہے۔ اس واسطے اگر ۴ چٹیاں ۲ فٹ \div ایچ

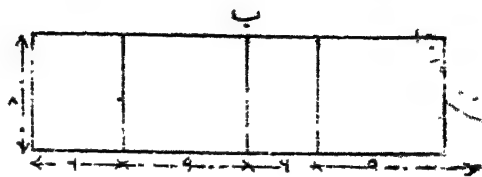
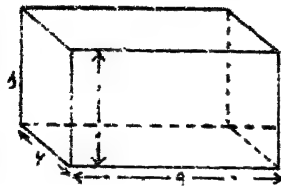
چوڑی ملا کر رکھی جائیں۔ تو وہ کل فرش کو ڈھانپ دیگی۔ لیکن

ان چٹائیوں میں سے ہر ایک ۱۵ فٹ لمبی ہونی چاہئے۔

۲۔ درمی کی لمبائی = ۱۵ فٹ \times ۴ = ۶۰ فٹ = ۲۰ گز +

کمرے کی دیواروں پر کاغذ چسپاں کرنا۔ جس رقبہ پر کاغذ چسپاں کئے جاتے ہیں۔ وہ کمرے کی ۴ دیواروں کا رقبہ ہے۔ بجائے ہر ایک دیوار کا علیحدہ علیحدہ رقبہ دریافت کرنے اور ان رقبوں کو جمع کرنے کے مفصل ذیل طریق سے چاروں دیواروں کا رقبہ ایک ہی مرتبہ آسانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

کمرے کو ظاہر کرنے کے لئے موٹے کاغذ کا ایک صندوق بنانا۔



جس کی لمبائی ۹ انچ ہو۔ اور چوڑائی ۶ انچ اور اونچائی ۸ انچ۔ اس صندوق کی پیندی کو کاٹو۔ پس اُس کے اطراف باقی رہ جائیگے۔ اور یہ دیواروں کو ظاہر کریگے۔ ایک کونے سے اس صندوق کو تراشو۔ اور اُس کو اس طرح کھول کر رکھو۔ جیسے شکل ب میں دکھایا ہے۔

اب لڑکے خود دیکھ لیگے۔ کہ چاروں دیواروں کا ایک مستطیل بن جاتا ہے۔

$$(۱) \text{ لمبائی } = ۹ + ۹ + ۹ + ۹ = ۳۶ = (۶ + ۹) \times ۲$$

$$۲ = \text{کمرے کی لمبائی} + \text{کمرے کی چوڑائی} \times$$

$$(۲) \text{ چوڑائی } = ۸ = \text{کمرے کی اونچائی} \times$$

پس چاروں دیواروں کا رقبہ = کمرے کی لمبائی + کمرے کی چوڑائی \times کمرے کی اونچائی + کاغذ کی مطلوبہ لمبائی اب بالکل اسی طریق سے دریافت کرنی چاہئے۔ جیسے کہ درسی کی لمبائی دریافت کی تھی۔ بجائے کمرے کے فرش کا رقبہ لینے کے یہاں پر چاروں دیواروں کا رقبہ لیتے ہیں۔

$$\text{کاغذ کی مطلوبہ لمبائی} = \frac{\text{چاروں دیواروں کا رقبہ}}{\text{کاغذ کی چوڑائی}}$$

اس سے بعد کمرے پر کاغذ چسپائی کرنے۔ رنگ اور روغن
کبرنے کے متعلق بہت سے مشقی سوالات دینے چاہئیں *

خلاصہ

- ۱۔ حساب میں علم اعداد اور فن شمار دونوں داخل ہیں *
- ۲۔ ذہنی تربیت اور فن شمار میں لیاقت حاصل کرنے کی غرض
سے حساب کی تعلیم دیتے ہیں *
- ۳۔ حساب کی تعلیم دیتے وقت -
(۱) حساب کے اصول بذریعہ تمثیلات سکھاؤ *
- (۲) ایک ہی بات کو کئی طرح سمجھاؤ *
- (۳) جب تک ایک اصول بخوبی ذہن نشین نہ ہو جائے۔ آگے
مت بڑھو *
- (۴) تدریج کا خیال رکھو *
- (۵) تکرار و اعادہ سے کام لو *
- (۶) سوالات روزمرہ کی باتوں پر ہوں *
- ۴۔ حساب کی تعلیم میں تین مدارج کا خیال رکھنا چاہئے -
(۱) ابجد خوان بچوں کا درجہ۔ بچوں کی عمر سات برس سے کم
ہو۔ یہ وقت ہے۔ جبکہ بچے خاص مشاہدے اور انگلیوں کا
استعمال کرتے سے علم حاصل کرتے ہیں *
- (۲) درجہ پور پرائمری۔ بچوں کی عمر ۷ اور ۱۰ سال کے درمیان
ہو۔ اس وقت تعلیم کے زیادہ تر بنیادی عنوانوں میں آسانی حاصل کرتی چلے آئے *
- (۳) درجہ ایئر پرائمری۔ بچوں کی عمر دس برس سے زیادہ ہو۔
اس وقت قواعد استدلال کو روز بروز زیادہ کام میں لانا
چاہئے *
- ۵۔ درجہ ابجد خوانان -
(۱) مدعا۔ اعداد اور اُن کے باہمی تعلق کا تصور ٹھیک طور
پر بچوں کو دلاؤ۔ اور اُن میں اعداد پر جو چھوٹے چھوٹے
عمل کئے جاتے ہیں۔ اُن کو سمجھنے اور استعمال کرنے کی
لیاقت پیدا کرو *

(۲) ابتدا میں چھوٹے چھوٹے اعداد کا مقرون مثالوں میں استعمال کر دو۔

(۳) ہاتھ اور آنکھ دونوں سے ساتھ ساتھ کام لو۔

(۴) اعداد کے اجزائے ترکیبی کے ذریعے جمع تفریق سکھاؤ۔

۶۔ درجہٴ اول پر انگری۔

(۱) مدعا۔ سنو سے اوپر کی گنتی اور چاروں ابتدائی قاعدے سکھانا۔

اور انہیں صحت۔ صفائی اور پھرتی کے ساتھ استعمال کرنا۔

(۲) نیا قاعدہ سکھانے کے لئے اول مدرس کو ایسی زبانی مثالیں

نیسی چاہئیں۔ جن میں اعداد مقرون اور ان اشیا کا ذکر ہو۔

جو روزمرہ بچوں کے استعمال میں آتی ہوں۔

(۳) مقرون مثالوں کے ذریعے بچے آسانی قاعدہ دریافت کر سکتے ہیں۔

(۴) پہاڑے یاد کرنے سے پہلے بچوں کو خود انہیں تیار کرنا چاہئے۔

۷۔ درجہٴ اوپر پر انگری۔

(۱) مدعا۔ کمسور عام کا ابتدائی تصور دلانا۔ استقرائی طرز پر دلیل

دلانا۔ اور سوالات حل کرنے میں سکھے ہوئے قاعدوں کا استعمال کرنا۔

(۲) مقرون مثالیں۔ کاغذ کی پٹیاں۔ تختہ سیاہ پر کے خاکے۔

اب بھی درکار ہونگے۔ تاکہ جو کچھ طلبا کو سکھایا جائے۔

اُس کا صاف تصور ٹھیک طور پر دلایا جاسکے۔

(۳) نئے قاعدے سکھانے کے لئے ہدایات۔

(۱) زبانی مثالیں۔ جو مقرون اور مختصر ہوں۔ پھرتی کے

ساتھ دی جائیں۔ اور قاعدے کی طرف رہنمائی کریں۔

(ب) اسی قسم کی مثالیں تختہ سیاہ پر حل کی جائیں۔

(ج) قاعدہ دریافت کرنے کی غرض سے ان مثالوں کا مقابلہ کیا جائے۔

(د) قاعدہ نکلوانا۔

(۲) بطور نمونہ ایک مثال تختہ سیاہ پر طلبا کی مدد سے حل

کرنی۔

(۳) اُس قاعدے کی اور مثالیں۔

(۴) مثالیں مختصر ہوں۔ اور مختلف طرح پر مختلف الفاظ میں

ظاہر کی جائیں۔

(د) بعض اوقات صحت عمل کا امتحان لینے اور متواتر متوجہ رہنے کی عادت پیدا کرنے کی غرض سے خویل مثالیں بھی طلباء سے حل کرانی چاہئیں +

۸۔ تقریری حساب کا ہر روز استعمال کرنا چاہئے۔ اس سے سوالات فوراً سمجھ میں آ جاتے ہیں۔ تمام توجہ اُن کے حل کرنے پر تکی رہتی ہے۔ اور قاعدوں کو بآسانی یاد کر لینے اور اُن کا استعمال کرنے کی ہمارت پیدا ہو جاتی ہے۔ کارہائے زندگی میں زبانی حساب کی ہی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے +

دسویں فصل

بازیچہ اطفال (KINDERGARTEN)

۱۔ فروبل + فروبل طرز بازیچہ (Kindergarten System) کا بانی

۲۱۔ اپریل ۱۸۲۷ء کو اوبروس بیک (Oberweissbach Germany) میں پیدا ہوا تھا۔ بچپن میں وہ بڑا بد نصیب رہا۔ کیونکہ جس وقت اُس کی عمر صرف ۹ ماہ کی تھی۔ تو اُس کی مادر مہربان اس جہان فانی سے رحلت کر گئی۔ اور چار برس کی عمر تک اُسے نوکروں کے ہاتھوں میں رہنا پڑا۔ اُس وقت سے لے کر گیارہ برس کی عمر تک اُس کی سوتیلی ماں اُسے تکلیف دیتی اور دق کرتی رہی۔ گیارہ برس کی عمر سے اُس نے اپنے ماموں کے پاس رہنا شروع کیا۔ مدرسہ چھوڑنے کے بعد اُس نے کئی مختلف کاموں کا ارادہ کیا۔ مگر آخر کار معطلی اختیار کی۔ تین سال تک ایک مدرسے میں کام کرنے کے بعد وہ فرینک فرٹ (Frankfort) کے ایک رئیس کے بچوں کو پڑھانے لگا۔ فروبل کو اپنے تینوں شاگردوں کے ساتھ اورڈن (Yverdun) جانے کی اجازت مل گئی۔ جہاں ایک مشہور و معروف معتم بنام پیسٹیلوٹسی (Pestalotzzi) رہتا تھا۔ پیسٹیلوٹسی کا جوش

دیکھ کر فروبل پر بڑا اثر ہوا۔ مگر اُسے یہ معلوم ہوا کہ پیسٹلوٹسکی کے طریقہ تعلیم میں کمال اور موافقت کی بڑی کمی ہے۔ دو برس بعد وہ فرینک فرٹ واپس چلا گیا۔ اور گوٹن جن (Göttingen) اور برلن (Berlin) کی یونیورسٹیوں میں تعلیم پلنے کے بعد فوج میں بھرتی ہو گیا۔ اس وقت اُسے ایسے دو آدمیوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ جو تعلیم میں بڑا شوق رکھتے تھے۔ یہ تینوں معاملات تعلیم پر اکثر بحث و مباحثہ کیا کرتے تھے۔ اور جب فروبل نے فوج سے قطع تعلق کیا۔ تو اُس کے دونو دوست اُس کے نائب مقرر ہوئے۔ فروبل ہمیشہ یہ کہا کرتا تھا۔ کہ میں نے درخت سے تعلیم پائی ہے۔ وہ بچوں کو پودے سمجھاتا تھا۔ اور معلم کو باغبان۔ جب پودا اچھی جگہ لگاتے ہیں۔ تو وہ خود بخود نشو و نما پاتا ہے۔ اسی طرح فروبل کہا کرتا تھا۔ کہ نواسے اطفال کی تربیت ٹھیک اور عمدہ طور پر ہونی چاہئے۔ اُس کا یقین تھا۔ کہ بچوں کو آزادی دے کر اُن کی تعلیم کا بار خود انہیں کے ذمے ڈال سکتے ہیں۔ تعلیم کے بارے میں جو اُس کی رائے تھی۔ وہ اُس کی مشہور تصنیف تربیت انسان (The Education of Man) میں درج ہے۔ اسی کتاب میں وہ تمام اصول بیان کئے گئے ہیں۔ جن پر تمام اصلی تعلیم کی بنا ہے۔ فروبل نے یہ بھی ظاہر کیا ہے۔ کہ اُسی کی ایجاد بازیچہ اطفال کے ذریعے ان اصول پر کیونکہ عملدرآمد ہو سکتا ہے۔ ہم ان اصول کا ذیل میں ذکر کریں گے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے۔ کہ بازیچہ اطفال صرف چھوٹے بچوں ہی کو تعلیم دینے کا ایک طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے ذریعے بچوں کو وہ اصول معلوم ہوتے ہیں۔ جن پر انسان کی تمام تعلیم کا دار و مدار ہوتا ہے۔ فروبل نے آخری زندگی میں معلموں کو تعلیم دیتا رہا۔ اور ۱۸۵۲ء میں فوت ہو گیا۔ اُس نے چھوٹے بچوں کے طریقہ تعلیم کو سرتا لیا۔ اُن کی مثال ڈالا۔ اور اُس کا اثر تمام مدارس میں جہاں ٹھیک تعلیم دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ دیکھا جاتا ہے۔

۲- اصول : (Principles)

اُن وسائل اور تحفوں کے بیان کرنے سے پہلے جن سے باریچہ اطفال کا مدعا حاصل ہوتا ہے۔ چند اصول جن پر طرز باریچہ بنی ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ مدرس کو چاہئے۔ کہ ان کو ہمیشہ مد نظر رکھ کر تعلیم دے۔

(۱) بچوں کی تعلیم ابتدا ہی سے شروع کرنی چاہئے۔ اس ابتدائی تعلیم سے اُن کی آئندہ کی ترقی پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے + چونکہ بچہ ابتدا میں اکثر اپنی ماں کے پاس رہتا ہے۔ اور ماں کو بچے سے بہت ہمدردی اور محبت ہوتی ہے۔ اور چونکہ بچوں کی ابتدائی تعلیم میں ہمدردی کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے ماں اپنے بچے کی تعلیم بخوبی کر سکتی ہے۔ اور اُس کی تربیت میں بہت زیادہ حصہ لے سکتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ جس قدر عورتیں اچھی تعلیم یافتہ ہوں گی۔ اُسی قدر وہ اپنے بچوں کی عمدہ تعلیم و تربیت کر سکیں گی۔ علاوہ اس کے زندگی کے روزانہ کار و بار میں بچوں کو درک ہونا چاہئے۔ کیونکہ اُن کو اپنی سوسائٹی سے بہت کچھ تعلق ہے۔ ان باتوں کے علم کے بغیر وہ تعلق مناسب اور درست قائم نہیں رہ سکتا۔ اور نہ زندگی کی روزانہ کارروائی ٹھیک چل سکتی ہے +

(۲) بچوں کی تعلیم اُن کی طبیعت کے موافق ہونی چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ تعلیم بتدریج ہونی چاہئے۔ اور جس قدر اور جس طریق سے وہ سیکھ سکیں۔ اُن کو سکھانا چاہئے +

(۳) بچوں کی تعلیم میں موافقت ہونی چاہئے۔ یعنی تمام قسم کی تعلیم عقلی۔ بدنی۔ خلقی ساتھ ساتھ ہونی چاہئے۔ جس سے ایک دوسرے کو مدد پہنچے۔ ایسا نہ کرنا چاہئے۔ کہ ایک قسم کی تعلیم دوسری قسم کی مزاحم ہو +

(۴) بچوں کی تعلیم کی بنا اُن کی از خود چستی و چالاکی پر ہونی چاہئے۔ چونکہ بچوں کو طبعاً کھیل کا شوق ہوتا ہے۔

اس لئے ان کو اُن کے حسبِ منشا کھیلوں کے ذریعے اس طرح تعلیم دینی چاہئے۔ کہ وہ کام کی طرف رجوع کریں +
(۵) بچوں کا موجودات کے ساتھ ایسا تعلق پیدا کرنا چاہئے۔ کہ وہ اُس کو دیکھیں، بھالیں۔ اُن کو پالنتو جانوروں سے ہمدردی اور اُنس ہو۔ اور طواہرِ قدرت اور پودوں وغیرہ کا شوق ہو +

(۶) بچوں کی طبیعت میں دو تقاضے ہوتے ہیں۔ ایک نئی نئی چیزوں کے بنانے اور ایجاد کرنے کا۔ اور دوسرا تمام چیزوں کے حال معلوم کرنے کا۔ ان دونوں تقاضوں کو ترکیبی مشقوں اور مشاہدہ اشیا سے پورا کرنا چاہئے +

(۷) بچوں کی طبیعت ہر وقت خوش اور بشاش رہنی چاہئے۔ تاکہ وہ مناسب طور پر نشو و نما پائیں اور ترقی کریں۔ اُن کو ایسا کام دینا چاہئے۔ جس سے اُن کو خوشی حاصل ہو۔ اور جس کو وہ خوشی خوشی کریں۔ جو کام خوشی اور شوق سے کیا جائے۔ وہ بہت عمدہ ہوتا ہے۔ اور اُس میں تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ پس اُستاد کا فرض ہے۔ کہ بچوں سے کام لینے میں اس بات کا خیال رکھے۔ اور اُن کے طبعی میلانوں اور جذلوں کے موافق چلے +

(۸) درست اور عمدہ خصلت پیدا کرنے کے لئے نمونہ بہت ضروری ہے۔ کیونکہ بچوں میں قدرتاً تقلید کی عادت ہوتی ہے۔ اس لئے علاوہ کام کی آزادی کے یہ ضروری ہے۔ کہ اچھی خصلت کا نمونہ ہر وقت اُن کے سامنے رہے۔ اور وہ اچھے لوگوں سے رہیں، جلیں۔ بچوں میں ہمدردی ہوتی ہے۔ اور وہ طبعاً ہنسنا ہوتے ہیں۔ جب وہ اپنے رفیقوں سے ملتے جلتے ہیں۔ تو دوسروں کے حقوق اور خیالات کا لحاظ رکھنا سیکھتے ہیں۔ اور اُن کے دل میں فرض اور دوسروں کی بہتری کا خیال پیدا ہوتا ہے +

۲- مدرسے کے کام پر ان اصول کا اطلاق *

اصول

اطلاق

(۱) بچے کام سے خوش ہوتے ہیں۔ (۱) ہر ایک سبق ایسا ہونا چاہئے۔

جس میں چستی و چالاکی کام

میں لانی پڑے *

(۲) بچوں میں تخیل ہوتا ہے * (۲) کھیل اور ورزش کے وقت بچوں

کو نئے نئے کھیل نکالنے کا موقع

ملنا چاہئے *

(۳) بچوں کی طبیعت میں نئی چیزوں (۳) بچوں کو اشیا کے اوصاف

کے حالات معلوم کرنے کا بتانے نہیں چاہئیں۔ بلکہ

بڑا شوق ہوتا ہے * اُن اوصاف کو خود معلوم

کرنے میں بچوں کا صرف ہادی

بننا چاہئے *

(۴) بچے اشیا کو خود چھونے چھڑنے (۴) حتمی الامکان ہر ایک بچے کو نمونے

کے بڑے شائق ہوتے ہیں * اور اشیا دہنی چاہئیں *

(۵) بچے مدنی بالطبع ہوتے ہیں * (۵) اجماعی طور پر ڈرل کرنی۔ گانا۔

اور حفظ سُنانا وغیرہ۔ ان سب

میں ابجد خواں بچوں کا زیادہ تر

وقت صرف ہوتا چاہئے *

۴- تحفے (Gifts) *

مذکورہ بالا اصول پر عملدرآمد کرنے کے لئے

فرویل نے چند شغل تین چار برس کی عمر کے بچوں کے واسطے

تجویز کئے۔ اُسے معلوم تھا۔ کہ بچے سب سے پہلے دیکھنے۔ چھونے

چھڑنے۔ چلنے پھرنے اور اپنے حواس سے کام لینے کی خواہش

کیا کرتے ہیں۔ اس غرض سے فرویل نے چند ایسے آسان۔

سیدھے سادے اور موزوں شغل مرتب کرنے چاہے۔ جن سے

تعلیم کا مقصد بھی پورا ہو سکے۔ اور جن میں تقلید قدرت بھی

پوری طرح پائی جائے۔ ان شغلوں کو تحفے (Gifts) کہتے ہیں۔

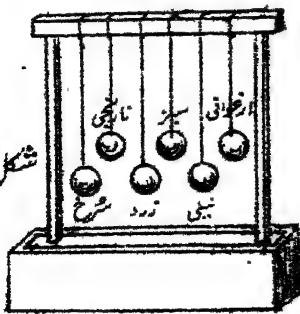
لیکن مدرس کو یہ بات بخوبی دل نشیں رکھنی چاہئے۔ کہ فرویل کے

اصولوں پر عملدرآمد کرنے کے لئے فردیل ہی کے تحفوں کا استعمال ضروری نہیں ہے۔ فردیل کے تحفے مقصود بالذات نہیں ہیں۔ بلکہ مقصود بالطبع ہیں۔ مقصود بالذات فردیل کے اصول ہیں۔ لہذا طرز کنڈر گارٹن پر تعلیم دینے کے لئے مدرس کی ہمیشہ یہ کوشش ہونی چاہئے۔ کہ فردیل کے اصول ضرور استعمال کئے جائیں۔ تحفے چاہے فردیل کے ہوں یا کوئی اور ۴

چونکہ کنڈر گارٹن کا یہ مدعا ہے۔ کہ بچوں کو کھیل کے ذریعے تعلیم دی جائے۔ اس لئے ہم اس کے چند تحفے (Gifts) بیان کرتے ہیں۔ یہ تحفے با ترتیب اور درجہ وار تعلیمی کھلونوں کا سلسلہ ہیں۔ ان کے استعمال سے قابلیت توجہ و مشاہدہ ترقی پاتی ہے۔ ہاتھ اور آنکھ کو تربیت ہوتی ہے۔ اور سوچنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ غرض تمام قسم کی تعلیم ایک خاص مطلوبہ درجے تک بخوبی ہوتی ہے ۴

بڑے بڑے تحفے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

(۱) یہ چھ رنگ دار گیندیں ہوتی ہیں۔ تین ابتدائی رنگوں یعنی

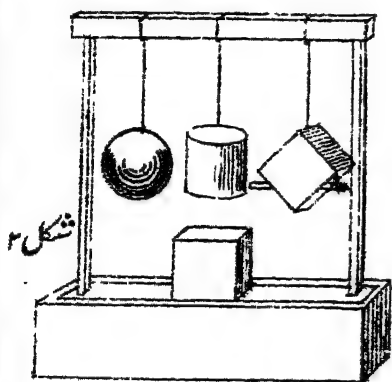


سرخ۔ زرد اور نیلے کی۔ اور تین مرکب رنگوں یعنی سبز۔ نارنجی اور ارغوانی کی۔ یہ دھاگوں سے ایک چوکھوٹی پر لٹکا دیے ہیں۔ بچے اُن کو کبھی اوپر اُچھالتے ہیں۔ کبھی نیچے چھوٹ دیتے ہیں۔ کبھی دائیں بائیں حرکت دیتے ہیں۔ اور کبھی ایک

دوسرے کی طرف پھینکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ غرض کئی طرح کھیلتے ہیں۔ اس سے وہ رنگوں سے آشنا ہوتے ہیں۔ اُن کی شکل اور صریح خواص اُن کے ذہن نشین ہوتے ہیں۔ اعضا کو مختلف حرکات کی مشق ہوتی ہے۔ اور اطراف و اُبھار اُن کے کا تصور ہوتا ہے۔ اور کئی نئے الفاظ سیکھ

ہیں۔ علاوہ اس کے جب مل کر کھیلتے ہیں۔ تو اُن میں رفاقت۔ ہمدردی اور محبت بڑھتی ہے۔ رشک پیدا ہوتا ہے۔ خود غرضی اور حسد دُور ہوتا ہے۔ آپس میں رابطہ اتحاد پیدا ہوتا ہے۔ غرض مل کر کھیلنے سے سب کی تربیت ہوتی ہے۔ دیکھو شکلی نمبر (۱) *

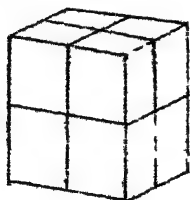
(۲) اس میں لکڑی کا گولہ۔ بیلن اور مکعب شامل ہیں۔ اس کی یہ غرض ہے۔ کہ بچے اُن کی شکلوں سے واقف ہوں۔ اور آپس میں اُن کا مقابلہ کر کے مشابہت اور فرق دریافت کریں۔ اور



خواص معلوم کریں۔ اس طرح سے اُن کے ذہن کو ترقی ہوتی ہے۔ مکعب کے اطراف گنتے سے گنتی آتی ہے۔ خواص اور نام ادا کرنے کے لئے الفاظ سیکھتے ہیں۔ نیز اُن امور سے واقفیت ہوتی ہے۔

جن پر علم ہندسہ کے ثبوت کی بنا ہے۔ غرض بہت سنی تعلیم ہوتی ہے۔ دیکھو شکلی نمبر (۲) *

(۳) یہ لکڑی کا ایک بڑا مکعب ہوتا ہے۔ اور وہ اُس طرح کے آٹھ مکعبوں میں منقسم ہوتا ہے *



اس کو عمارت کا پہلا کتبہ کہتے ہیں۔ اس سے یہ غرض ہے۔ کہ بچوں کو شکل اور گنتی کا علم ہو۔ جزو اور کل میں نسبت معلوم کریں۔ خاصیت تناسب اجزا سے کام لیں۔

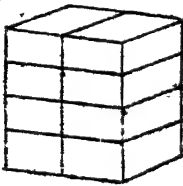
اور جمع و تفریق کا تصور اُن کے ذہن نشین ہو۔ دیکھو شکلی نمبر ۴ *

بچے ان مکعبوں کو بے کر جوڑتے ہیں۔ گھٹاتے ہیں۔ نتائج

کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ اور ان سے طرح طرح کی چیزیں مثلاً میز۔ بنچ۔ کرسی۔ دروازہ۔ زینہ وغیرہ جو روزمرہ کے استعمال میں آتی ہیں۔ بناتے ہیں۔ اس سے اُن کو چیزوں کی ساخت۔ شکل اور فوائد سے واقفیت ہوتی ہے۔ ترتیب اور قاعدے کا لحاظ رکھنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً مشاہدہ۔ مقابلہ وغیرہ ترقی پاتے ہیں۔ اور شوق بڑھنا ہے +

(۴) یہ بھی ایک مکعب ہے۔ جو آٹھ مستطیل شکلوں میں منقسم ہے۔ ہر ایک مستطیل کی لمبائی چوڑائی سے دوچند۔ اور چوڑائی موٹائی سے دوچند ہوتی ہے۔

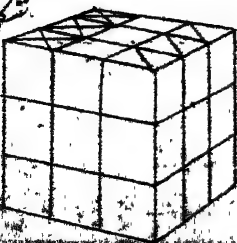
شکل ۴



اس کو عمارت کا دوسرا بکس کہتے ہیں۔ جو جو اغراض۔ فائدے اور استعمال تیسری گفٹ یعنی تحفے کے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بھی وہی ہیں۔ صرف اتنی بات زیادہ ہے۔ کہ اب مکعب

اور مستطیوں کے کناروں اور سطوحات کا بھی مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ ان کو جوڑ توڑ کر مختلف چیزوں کے بنانے اور خاصیت تناسب اجزا کا خیال رکھنے کی زیادہ مشق کی جاتی ہے۔ علاوہ اُن چیزوں کے جن کے بنانے کے لئے اُستاد ہدایت کرتا ہے۔ بچے خود بھی اپنی مرضی کی چیزیں بناتے ہیں۔ دیکھو شکل نمبر (۴) +

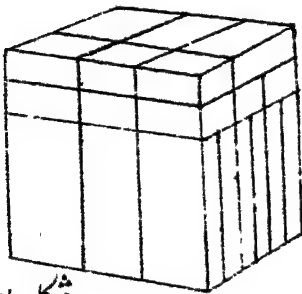
شکل ۵



(۵) یہ مکعب ہے۔ جو ۲۱ مکعبوں۔ چھ نصف مکعبوں اور ۱۲ چوتھائی مکعبوں میں منقسم ہوتا ہے۔ یہ عمارت کا تیسرا بکس کہلاتا ہے۔

پر بھی وہی صادق آتا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ اب شکل۔ گنتی۔ جمع۔ تفریق وغیرہ کی زیادہ تعلیم دی جاتی ہے۔ اور شق کرائی جاتی ہے۔ سلسلہ تعمیرات کی بھی زیادہ وسعت ہو جاتی ہے۔ دیکھو شکل نمبر (۵) +

(۶) یہ بھی ایک مکتب ہے۔ جو عموماً ۸ ثابت مستطیلوں۔ چھ نصف مستطیلوں اور بارہ نصف مکعبوں میں منقسم ہوتا ہے۔ یہ عمارت کا چوتھا بکس ہے۔ اس میں مختلف چیزوں



شکل ۶

اور بالاندازہ شکلوں کے بنانے کی زیادہ شق کرائی جاتی ہے۔ اور قوت ایجاد کی تربیت میں زیادہ کوشش کی جاتی ہے۔ چونکہ جو جو چیزیں اس میں بنائی جاتی ہیں۔ وہ اعلیٰ درجے کی اور پیچیدہ ہوتی ہیں۔ اس لئے جو جو فوائد پیچھے بیان کئے گئے ہیں۔

ان سے بڑھ کر فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

(۷) اس میں صاف لکڑی کی چوکوتی اور تنکونی تختیاں ہوتی ہیں۔ اور ان کے پانچ بکس ہوتے ہیں۔ یہ بھی عمارتی بکس کہلاتے ہیں۔ اور ہر ایک میں ۶۴ تختیاں ہوتی ہیں۔ ایک میں مربع شکل کی تختیاں۔ دوسرے میں قائم الزاویہ الیوسیس تنکون کی شکل کی۔ تیسرے میں ایکوی لیٹرل تنکون کی شکل کی۔ چوتھے میں منفرجہ الزاویہ تنکون کی شکل کی۔ اور پانچویں میں مختلف الاضلاع قائم الزاویہ تنکون کی شکل کی۔ یہ تمام تختیاں سطحات کے مصالح ہیں۔ اور بالاندازہ مختلف شکلوں کے بنانے کے لئے اور فن پیکاری کی خلق کے لئے خاصہ سامان ہیں۔ مدد سے مختلف شکلیں بنا کر دکھائے۔ اور پھر بچوں سے ویسی ہی بنوائے۔ وغیرہ وغیرہ +

اس کے بعد نہایت احتیاط کے ساتھ بچوں سے اور طرح طرح کی شق کرائی چاہئے۔ مثلاً رنگین کاغذوں کو موڑ کر مختلف شکلیں

بنانا۔ تنکوں یا کاغذ کی پٹیوں کو جن کو چیزیں بنانا چھوٹی چھوٹی خوبصورت شکلوں اور تصویروں میں کسی اور رنگین دھانگے سے سوراخ کر کے نشان لگانا۔ خطوط کھینچنا۔ جو بتدریج لمبے اور زیادہ پیچیدہ ہوتے جائیں تاکہ یکا یک اُن سے علم ہندسہ کی نئی اور خوشا شکلیں بن جائیں۔

۵ شغلے۔

شغلوں کے ذریعے بھی طلباء کی تربیت ہوتی ہے۔ یہ نہایت دلچسپ اور مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ فروہل اور اُس کے معتقدوں نے ان شغلوں کو اُن چھوٹے بچوں کے لئے مرتب کیا ہے۔ جو تحفوں کا استعمال کرنے کی عمر سے مکمل جاتے ہیں۔ اگر شغلوں کا شعبہ طوط پر استعمال کیا جائے۔ تو اُن سے تعلیم میں بڑا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ لیکن ان کا یہ مقصد نہیں ہے۔ کہ زمانہ بازیچہ کے بعد ہی ان کا استعمال کیا جائے اور نہ یہ کہ انہیں صرف فرحت اور دل لگی کا ذریعہ خیال کیا جائے۔ شغلے نہ تو مکمل ہیں۔ اور نہ یہ ضروری ہے۔ کہ سب ہی کا استعمال کیا جائے۔ یا ایک خاص ترتیب سے اُنہیں کام میں لایا جائے۔ مگر یہ لازمی ہے۔ کہ طلباء ان پر عمل کریں۔

مثال کے طور پر ہم یہاں چند شغلے لکھ دیتے ہیں۔ ان میں سے جنہیں مدرس مفید مطلب دیکھے۔ کام میں لائے۔
تین برس سے پانچ برس کی عمر کے بچوں کے لئے شغلے۔

(۱) کھیل مع راگ +

(۲) کھیل بغیر راگ +

(۳) چھوٹی چھوٹی نظمیں حفظ سنانا +

(۴) تصویروں پر سبق پڑھانا۔ اس سے یہ فائدہ ہے۔ کہ بچے جو کچھ دیکھتے ہیں۔ اُس کو جملوں میں بیان کرنا سیکھتے ہیں۔ اس سے اُن کی زبان میں ترقی ہوتی ہے۔

(۵) چھوٹی چھوٹی تیلیوں کو جوڑ کر حروف کی شکلیں بنانا +

(۶) کاغذ کو موڑ لوڑ کر یا قیچی سے کاٹ کر مختلف چیزیں اور شکلیں بنانا۔ مثلاً پھول۔ نقاشے وغیرہ +

(۷) رنگ دار چھوٹی چھوٹی مختلف شکل کی تختیوں سے بھی کاری کرنا +

(۸) کاغذ کی چٹائی بنانا یعنی مختلف رنگوں کے کاغذ کی تریزیں لے کر اور ان کو گوندھ کر مختلف چیزیں بنانا۔ مثلاً تریزوں کو اس طرح گوندھنا کہ چٹائی بن جائے۔

(۹) ڈرائنگ سکھانا۔

(۱۰) کاغذ پر سوئی سے نشان کر کے چیزوں کے خاکے بنانا۔

(۱۱) منکے پرو کر مالا عین بنانا۔

(۱۲) موٹے کاغذ یا کھارڈ لے کر جن پر سوئی سے نشان اور سولخ کٹے

ہوں۔ رنگ دار اونی دھاگوں سے نمونے یا خلکے بنانا۔

(۱۳) چھوٹے چھوٹے ککڑی کے منکب لے کر ہند سے اور اعداد بنانا۔

(۱۴) الفاظ بنانا۔

پانچ برس سے سات برس کی عمر کے بچوں کے لئے خشعلہ :-

(۱) کھیل مع راگ اور بغیر راگ۔

(۲) تصویروں پر سبق۔

(۳) اشیا کے سبق۔

(۴) کہانیوں کے سبق۔ یہ کہانیاں اپنی دیسی تواریخ میں سے ہونی چاہئیں۔

(۵) دلچسپ اور مفید نظم یاد کرنا۔

(۶) کاغذ کو جوڑ توڑ کر یا تھنجی سے کاٹ کر پھول وغیرہ بنانا۔

(۷) رنگ دار کاغذوں کی تریزیں لیکر چٹائی وغیرہ بننا اور مختلف شکل

کے ٹکڑے بنا کر ایک اور موٹے کاغذ پر چھکار دی کرنا۔

(۸) ڈرائنگ سکھانا۔

(۹) کاغذ کی تریزوں کو گوندھنا اور پتیاں سینا۔

(۱۰) طولانی پیمائش اور اندازہ کرنا۔

(۱۱) تولنا اور اوزان کا اندازہ کرنا۔

(۱۲) گیلی مٹی یا کسی اور لچلے مادے مثلاً موم وغیرہ سے نمونے بنانا۔

(۱۳) بیل بوٹے بننا۔ یا سینوں سے ٹوکریاں اور ٹوپیاں وغیرہ بنانا۔

(۱۴) چھوٹے چھوٹے ککڑی کے منکب کی شکل کے ٹکڑوں سے

اعداد بنانا۔

(۱۵) الفاظ بنانا۔

ان مشفلوں کے علاوہ اور بھی بہت سے ہیں۔ لیکن اُستاد کو وہ سکھانے چاہئیں۔ جن کا سامان بہت آسانی سے مہیا ہو سکے اور جو زیادہ کار آمد ہوں۔

۴۔ فوائد طرز یا زنجیر سے چھوٹے بیجوں کو بہت ہی قائمہ پہنچتا ہے۔ ہم اُن فوائد کو نہایت اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں چھوٹے بیجے فرمانبرداری اور توجہ قائم کرنا سیکھتے ہیں۔ صحت نظری اور ہاتھ کے پھیرانے میں بہت مدد ملتی ہے۔ بیجوں کو گنتی آ جاتی ہے۔ اور وہ رنگ اور شکل کی ماہیت سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ تقلید۔ ایجاد اور ڈرائنگ میں بھی اُنہیں مشق ہوتی ہے۔

۵۔ شکل اور رنگ چونکہ ہم چیزوں کو اول رنگ اور شکل سے ہی پہچانتے ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے۔ کہ پہلے ان کا تصور دلایا جائے۔ بچے خوبصورت رنگ اور شکل کی چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ اور اُن سے کھیلتے ہیں۔ اس طرح خواہ مخواہ اُن کا تصور اُن کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے۔ پس مدرس کو چاہئے۔ کہ خوبصورت رنگوں اور شکلوں کی چیزیں اور کھلونے مہیا کرے اُن کے ذریعے ہر دو کا تصور دلانے۔

۱۔ رنگ۔ رنگوں کے تصور دلانے کے نہیں درجے مقرر کرتے ہیں۔ اول درجے میں صرف ابتدائی رنگ۔ سرخ۔ نیلا اور زرد سکھائے ہیں۔ دوسرے میں ایک ہی قسم کے رنگوں کے مختلف عکسوں کا مقابلہ کرا کے فرق دریافت کراتے ہیں۔ تیسرے میں مرکب رنگ یعنی وہ جو ابتدائی رنگوں کو ملانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور ان کے مختلف عکس۔

(۱) ابتدائی رنگ۔ کسی ایک رنگ مثلاً سرخ رنگ کے کپڑے کے بہت سے ٹکڑے لو۔ اور ایک ایک ٹکڑا بیجوں کے ہاتھ میں دو۔ اور خود بھی ایک ٹکڑا لو۔ اور کہو۔ کہ یہ سرخ رنگ کا کپڑا ہے۔ تمام بیجوں سے اجماعی طور پر چند بار کہلواؤ۔ پھر اسی رنگ کی اٹھ مختلف چیزیں مثلاً سرخ رنگ کے کاغذ کے ٹکڑے۔ دھاگے۔ پھل۔ پھول وغیرہ ایک ایک کر کے لو۔

اور پوچھو۔ کہ ان کا کیا رنگ ہے۔ بچوں سے بھی اسی رنگ کی چیزوں کے نام پوچھو۔ جب اُس کا انہیں خوب تصور ہو جائے۔ تو پھر دوسرا رنگ لو۔ اُس کا تصور بھی اسی طرح دلاؤ۔ دونوں کا مقابلہ کراؤ۔ دونوں رنگوں کی چیزوں کو ملا جلا کر رکھو۔ اور پھر ایک ایک رنگ کی چیزوں کو جدا کراؤ۔ علیٰ ہذا القیاس تیسرا رنگ بھی اسی طرح سکھاؤ۔

(۲) ابتدائی رنگوں کے عکس۔ جب بچوں کو ابتدائی رنگوں کا خوب تصور ہو جائے۔ تو پھر ان میں سے ایک ایک رنگ کے مختلف عکسوں کی چیزوں کو لے کر اُن کا مقابلہ کراؤ۔ اور فرق نکلاؤ۔ اور ویسے ہی عکسوں کی اور چیزیں دکھاؤ۔ اور پوچھو۔

(۳) مرکب رنگ۔ دو ابتدائی رنگ لو۔ مثلاً سرخ اور نیلا۔ بچوں کو دکھا کر اُن کو دو گلاسوں میں جدا جدا گھولو۔ ہر ایک میں ایک سفید کپڑے کا ٹکڑا رنگ کر دکھاؤ۔ پھر دونوں رنگوں کو ملا دو۔ اور اس مرکب میں بھی سفید کپڑے یا کاغذ کا ٹکڑا رنگو۔ اب اس کا رنگ پہلے دونوں سے مختلف ہوگا۔ بچوں کو دکھاؤ۔ اور اس مرکب رنگ کا نام بتاؤ۔ پھر اسی رنگ کی بہت سی چیزیں ایک ایک کر کے دکھاؤ۔ اور بچوں سے بھی پوچھو۔ نشور خشنی کے ذریعے سورج کی کرنوں کا عکس کاغذ پر ڈال کر دکھاؤ۔ اسی طرح دیگر مرکب رنگوں کا تصور دلاؤ۔ اور آپس میں مقابلہ کراؤ۔ ان کے مختلف عکس بھی کم و بیش اندازے سے مفرد رنگ ملانے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ بھی تجربہ کر کے سمجھاؤ۔ اور مختلف رنگوں کے مختلف عکسوں کی چیزیں دکھاؤ۔ اور ایسی خشنی کراؤ۔ کہ بچے دیکھتے ہی بتا سکیں۔ کہ فلا نے رنگ کی چیز ہے۔

نوٹ۔ چھوٹے بچوں کو رنگ پر سبق پڑھانے کا خاکہ۔
۱۔ کاغذ۔ کپڑے اور لون وغیرہ کے ٹکڑے۔ جو مختلف رنگوں کے ہیں۔
اور سب میں سے اسی رنگ کے حروف منتخب کر کے دو رنگ

طلبا کے دلوں پر نقش کرو۔

۲۔ بچوں سے کہو۔ کہ اسی رنگ کو بچائیں۔

(الف) تختہ کاغذ پر۔

(ب) اور علی جلی و صلیوں پر۔

۲۔ رنگ کا نام بتاؤ۔

۳۔ پتھوں سے اسی رنگ کی اشیا کے نام پوچھو۔

(الف) جن کا رنگ ہمیشہ وہی ہوتا ہے۔

(ب) جن کا رنگ بعض اوقات ولایا ہوتا ہے۔

ب۔ شکل۔ رنگوں کے بعد مختلف اشکال کا تصور دلانا چاہیے۔ چونکہ شکل بذات خود کوئی مجسم شے نہیں ہے۔ اس لئے اشکال کا تصور بھی بذریعہ اشیا دلانا چاہئے۔ مدرس کو چاہئے کہ مختلف شکل کی چیزیں اور کھلونے متبا کرے۔ مثلاً گیند۔ پیسہ۔ کمان۔ چھتے۔ پیٹہ۔ رول۔ انڈا۔ مخروطی شکل کی چیزیں۔ مکتب و غیرہ۔ اور ایسی چیزیں جو شکل میں ان سے ملتی ہوں۔ پھر ایک ایک کا تصور دلائے۔ سب سے اول گول شکل کا تصور دلانا چاہئے۔ کیونکہ یہ سادہ ہے۔ اور اس میں صرف ایک بات یعنی گولائی کا تصور کرنا پڑتا ہے۔

چند گیندیں لو۔ ہر ایک بچے کے ہاتھ میں ایک ایک دو۔ اور خود بھی ایک لو۔ زمین پر اسے لڑکاؤ۔ اور طلبا سے کہو۔ کہ وہ بھی لڑکائیں۔ یہ سمجھ دو۔ کہ زمین پر رکتی جاشیگی۔ پھر کوئی اور چپٹی چیز لو۔ مثلاً کڑی کا ٹکڑا۔ اسے بھی لڑکاؤ۔ مگر یہ نہ لڑک سکیگا۔ اب بچوں کو بتاؤ۔ کہ گیند چونکہ گول ہے۔ اس واسطے لڑک سکتی ہے۔ اور کڑی کا ٹکڑا چپٹا ہے۔ اس لئے زمین پر ٹپک جاتا ہے۔ پتھوں سے اجماعی طور پر کہلو۔ کہ گیند گول ہے۔ ایسی ہی چند چیزیں مثلاً گولیاں۔ ہیر وغیرہ دکھاؤ۔ اور ان سے بھی گول چیزوں کے نام پوچھو۔ اسی طرح دیگر شکلوں کا تصور بذریعہ مشاہدہ و تجربہ دلاؤ۔ شروع میں اصطلاحی نام بتانے کی ضرورت نہیں۔ صرف معمولی زبان میں ان کے نام بتا دینے کافی ہیں۔

حجم کا تصور دلانے کے لئے ایک ہی شکل کی چند چیزیں لے۔ ان کا انہی شکل کی ایک خاص حجم کی چیز سے یا اس سے بڑی یا چھوٹی چیز سے موازنہ کرنا۔ یا ایک برتن میں رکھ کر مقابلہ کرنا۔

اور دیکھو کہ کونسی چیز زیادہ جگہ گھبراتی ہے۔ پھر بناؤ کہ جتنی جگہ کوئی چیز گھبراتی ہے۔ اتنا اُس کا حجم ہوتا ہے۔ لمبائی۔ چوڑائی۔ موٹائی کے تصور کے لئے تشابہ شکل کی چھوٹی بڑی چیزیں مثلاً کنیاں۔ تختے۔ سلیٹیں وغیرہ لو۔ ان میں سے ایک کو دوسرے پر رکھ کر مقابلہ کراؤ۔ اور فرق نکالو۔ نیز ناپ کر یہ مسطحات کے سمجھانے کے لئے یہ قاعدہ ہے۔ کہ تختہ سیاہ۔ پر سیدھے۔ ترچھے۔ حیرٹھے۔ عمودی۔ افقی یعنی خطوط ایک ایک کر کے کھینچو۔ اور طلبا سے بھی سلیٹوں پر کھینچو۔ جب ان خطوط کے کھینچنے میں انہیں خوب مشق ہو جائے۔ تو پھر زاویے بنانے کی مشق کراؤ۔ بعد میں مختلف اشکال کی۔ تکنوں۔ چوکور۔ اور دیگر کثیر الاضلاع وغیرہ کا ایک ایک کر کے نمونہ تختہ سیاہ پر دکھاؤ۔ ان اشکال کی تکمیل کرو۔ اور پھر طلبا کی مدد سے انہیں ترکیب دیکر تختہ سیاہ پر بناؤ۔ بعد میں طلبا سے ان کی سلیٹوں پر کھینچا کر خوب مشق کراؤ۔ بعد ازاں وہی شکلیں طلبا سے کاغذ کے تختوں اور وصلیوں وغیرہ میں سے منتخب کراؤ۔ اب نام بتانا چاہئے اور دیگر مقرون مثالیں طلبا سے پوچھنی چاہئیں۔ انہیں سمجھانے کے لئے گیند۔ نارنگی وغیرہ سے کام لو اور چھٹی چیزوں کے ساتھ مقابلہ کرا کے سمجھاؤ۔

نوٹ۔ چھوٹے بچوں کو شکل پر سبق پڑھانے کا خاکہ

۱۔ اس شکل کی کئی مثالیں دو۔

۲۔ دو طریقوں سے شکل کو بخوبی ذہن نشین کرو۔

(الف) بذریعہ تکمیل۔

(ب) بذریعہ ترکیب۔

۳۔ بچوں سے کہو۔ کہ وہ شکل پہچانیں۔

(الف) تختہ کاغذ پر۔

(ب) اور ملی جلی وصلیوں پر۔

۴۔ نام اور نام کے معنی بتاؤ۔

۵۔ بچوں سے اس شکل کی مقرون مثالیں پوچھو۔

خلاصہ

۱۔ بازیچہ اطفال کا بانی فریڈل تھا۔ یہ شخص جرمنی کا رہنے والا

تھا۔ اور انیسویں صدی کے شروع میں تعلیم دیا کرتا تھا۔

۲۔ اُس نے طبائع اطفال کا ملاحظہ کیا۔ اور اُس کا یہ مقولہ تھا۔

کہ تعلیم کی بنا طبائع اطفال کے ملاحظہ پر ہونی چاہئے۔

۳۔ اُس کے بڑے بڑے اصول مندرجہ ذیل تھے :-

(۱) تربیت جلدی شروع ہونی چاہئے +

(۲) بچوں کی تعلیم اُن کی طبیعت اور استعداد کے موافق ہونی چاہئے +

(۳) بچوں کے تینوں قسم کے قوا کی تربیت ہونی چاہئے۔ یعنی جسمانی

ذہنی اور اخلاقی کی +

(۴) بچوں کی چستی و چالاکی پر اُن کی تعلیم کی بنا ہونی چاہئے۔

اور انہیں مشق کے ذریعہ سکھانا چاہئے +

(۵) بچوں کو جلدی قدرت کا شوق دلانا چاہئے +

(۶) بچوں کے قوائے تقلید و ایجاد کو متوازن کام میں لانا چاہئے +

(۷) مدرسے کا کام خوشگوار اور فرحت بخش ہونا چاہئے +

(۸) مدرسے میں خاص ذہنی اور اخلاقی اوصاف ہونے چاہئیں۔ اور

اس کے لئے اس کی مناسب تربیت ہونی چاہئے +

۴۔ جان اصول پر کاربند ہونے کے لئے اُس نے چند فصل مرتب کئے۔

ان کے آلات کو تحفے کہتے ہیں۔ اول سات تحفے مفصلہ ذیل ہیں :-

(۱) مختلف رنگ کی چھ نرم اونی گیندیں +

(۲) ایک گولہ۔ ایک مکعب اور ایک بیبن۔ سب لکڑی کے۔

(۳) ایک مکعب۔ جو چھوٹے چھوٹے آٹھ مکعبوں میں منقسم ہو جائے۔

(۴) ایک مکعب۔ جس میں آٹھ مستطیل لکڑی کے ہوتے ہیں +

(۵) ایک مکعب جس میں آٹھ سالمہ سچھ نصف اور بارہ چوتھائی

تک شامل ہوتے ہیں +

(۶) ایک مکعب جس میں عمود اٹھارہ مستطیل چھ نصف

تک شامل ہوتے ہیں +

(۷) تختیوں کے پانچ بکس۔ جو کڑی کے بنے ہوئے اور مختلف رنگ کے ہوتے ہیں۔

۵۔ ان تختیوں کے بعد اور شغل نکالے گئے۔ جن کو مشقہ کہتے ہیں۔
مثلاً تیلیاں جوڑتا۔ پتا۔ ڈرائنگ وغیرہ +
۶۔ فوائد طرز یا زبچہ۔ (دیکھو صفحہ ۴۹۲) +

گیارہویں فصل

ڈرائنگ (DRAWING)

۱۔ تمہید + بولنے اور لکھنے کی طرح ڈرائنگ بھی ایک قسم کا طریقہ اظہار ہے۔ بولنے میں آوازوں کے ذریعے ہم اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں۔ لکھنے میں خاص مقررہ حروف کے ذریعے آوازوں کا۔ اور ڈرائنگ میں خود اشیا کے نقشے اُتارتے ہیں۔ لکھنے اور ڈرائنگ میں ہم اپنی آنکھوں اور ہاتھوں کو استعمال کرتے ہیں۔ مگر بولنے میں اپنی زبان کو۔ لکھنا اور ڈرائنگ اور طرح پر بھی یا ہم مشابہ ہیں۔ یعنی دونوں کے ذریعے ہم اپنے خیالات کو کاغذ پر ظاہر کر سکتے ہیں۔ اور دیگر اشخاص تک پہنچا سکتے ہیں۔ خیالات کو دیگر اشخاص تک پہنچانے کا ذریعہ ہونے کے لحاظ سے ڈرائنگ ایک طرح پر لکھنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ لکھنا تو انہیں لوگوں کی سمجھ میں آ سکتا ہے۔ جو اُس خاص زبان کے حروف سے واقف ہوتے ہیں۔ مگر ڈرائنگ کو تمام اہل زبان یا سانی سمجھ سکتے ہیں۔

۲۔ ڈرائنگ کے عملی فوائد + ڈرائنگ کے بہت سے عملی فوائد ہیں۔ جن کا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ ڈرائنگ کی قابلیت ہونے سے انسان میں بڑا فرق ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ اُن دو دستکاروں میں ہوتا ہے۔ جن میں سے ایک تو اور کارکنوں کی نگرانی بھی کر سکتا ہے۔ اور دوسرا صرف کسی لائق دستکار کے ماتحت رہ کر اپنا کام کر لیتا ہے۔ چونکہ اہل کارکنوں کی طرف سے کام لیا جاتا ہے۔

کی قابلیت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ جس شے یا اُس کے جس جزو کو دیکھتا ہے۔ فوراً اُس کا نقشہ اُتار سکتا ہے۔ جو خاکے یا نقشے دیگر اشخاص اُس کے پاس بھیجتے ہیں۔ اُنہیں فوراً ایک نظر میں سمجھ جاتا ہے۔ اور اپنے خیالات کا بھی ایسا نقشہ اُتار سکتا ہے۔ جو دوسرا دستکار یا اُس کے مالکان و افسران فوراً آسانی سمجھ سکتے ہیں۔

۳۔ مطالعہ ڈرائنگ کے عقلی فوائد :- لیکن جن اشخاص کو ڈرائنگ آتا ہے۔ اُن میں صرف یہی قابلیت نہیں ہوتی۔ کہ وہ خود جلدی سے اشیاء کے خاکے کھینچ لیں۔ یا دیگر اشخاص کے کام کو آسانی سمجھ جائیں۔ بلکہ اشیا اور دیگر کاموں کے نقشے کھینچنے کی متواتر کوششوں میں اُنہیں اشیا کا نہایت غور کے ساتھ مشاہدہ کرنا اور حصص اشیا کے محل و مقامات کو باحتیاط تمام مقابلہ کر کے دیکھنا پڑتا ہے۔ مختلف حصص کا باہمی مقابلہ کرنا۔ اور طول و عرض کا نہایت صحت کے ساتھ ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانا ہوتا ہے۔ ان تمام کاموں میں جس پاصرہ کو متواتر کام میں لانا پڑتا ہے۔ اور اس طرح اہل حس کی نوب تربیت ہوتی ہے۔ مگر وہ اشیا کا صرف بغور مشاہدہ ہی نہیں کرتے۔ بلکہ کاغذ پر اُن کا نقشہ بھی اُتارتے ہیں اور یہ کام کرتے کرتے اُنہیں اپنے ہاتھوں کے اعصاب پر رفتہ رفتہ اتنا قابو ہو جاتا ہے۔ کہ وہ آنکھ کے اشارے پر چلے گئے ہیں۔ پس ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ڈرائنگ سیکھنے میں ہاتھ اور آنکھ دونوں کی تربیت ہوتی ہے۔ اور طلباء کو اشیا کے حصوں اور اُن کی صورت شکل کا جلد اور صحت کے ساتھ مشاہدہ کرنا آ جاتا ہے۔ اشیا کے نقشے اُتارتے وقت طلباء اپنے کام میں بالکل محو ہو جاتے ہیں۔ ٹھیک اور صحیح نقشے کھینچنے کی کوشش میں غرق ہوتے ہیں۔ اور اس کوشش میں ان کی علالت و توجہ کو تقویت پہنچتی ہے۔ اس کے علاوہ طلباء کو متواتر کبھی غے پر نظر ڈالنی پڑتی ہے۔ اور کبھی اس کے نقشے پر اس طرح اُس کی صورت اور ہر قطر کے سامنے

نقشوں میں ایک قسم کے تعلق پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس اس قسم کی تکرار اور تعلقات سے قوتِ حافظہ کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔ علاوہ انہیں نقشے کے ہر ایک خط کا اصل سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اور طلباء کو یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک خط کہاں سے شروع ہونا چاہئے۔ کس طرف اس کا رخ ہونا چاہئے۔ کہاں اس کا انجام ہونا چاہئے۔ اور یہ کہ آیا وہ خط اصل کو ٹھیک طور پر ظاہر کرتا ہے یا نہیں۔ اس طرح طلباء کی قوتِ فیصلہ کی تربیت ہوتی ہے۔ مگر ڈرائنگ کا یہیں خاتمہ نہیں ہوتا۔ صرف اشیاء کے نقشے ہی نہیں کھینچنے پڑتے۔ بلکہ بعض اوقات نئے نقشے مغز سے اُتارنے پڑتے ہیں۔ اس قسم کے نقشے کھینچنے میں خیالات کو یکجا فراہم کر کے قوتِ متخیلہ سے کام لینا پڑتا ہے۔ آخری فائدہ یہ ہے۔ کہ حصوں کے تناسب اور رنگوں کی موافقت کا مشاہدہ کرنے سے رفتہ رفتہ اشکال کی خوبصورتی عمدہ اور بھل معلوم ہونے لگتی ہے۔ اور اس طرح ڈرائنگ سے تربیت مذاق بھی ہوتی ہے۔ پس یہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ ڈرائنگ سے ہاتھ اور آنکھ کی تربیت ہوتی ہے۔ قوتِ مشاہدہ بڑھتی ہے۔ توجہ تقویت پاتی ہے۔ قوتِ حافظہ زیادہ ہوتی ہے۔ قوتِ فیصلہ کی ترقی ہوتی ہے۔ اکثر اوقات قوتِ متخیلہ استعمال کی جاتی ہے۔ اور رفتہ رفتہ طلباء کا مذاق بڑھتا ہے۔

۴۔ ڈرائنگ سکھانے کے عام نقص+ اگرچہ ڈرائنگ تعلیم کا ایک نہایت ہی عمدہ ذریعہ ہے۔ مگر اب تک اس مضمون کو نہ تو معلم پسند کرتے ہیں۔ اور نہ طلباء۔ اس کی وجہ دریافت کرنی کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ معلموں کو ڈرائنگ کی کچھ لیاقت نہیں ہوتی۔ اور اس لئے اس مضمون کے سکھانے میں انہیں کچھ لطف نہیں آسکتا۔ بچے خود اشیاء کے نقشے کھینچنے چاہتے ہیں۔ مگر ان کی اس خواہش کو پورا کرنے کی بجائے مدرس لوگ چھی ہوئی کلامیوں میں سے بناوٹی اشکال کی نقیصہ کراتے ہیں۔ طلباء بہت جلد ہی اور مختلف اشکال کے نقشے کھینچنے کی بجائے خطوط کی باریکی اور

غیر ضروری باتوں کے اندراج پر اس قدر زیادہ زور دیتے ہیں۔ کہ کام نہایت ہی آہستہ ہوتا ہے۔ اور بہت ہی شکل اور گراں گزرتا ہے۔ اور اُس میں ذرا بھی لطافت اور حظ نہیں آتا۔ بچوں کو جو شوق رنگوں کا ہوتا ہے۔ اُس کا خیال کرنے کی بجائے مدرس کمرۂ جماعت میں رنگوں کا نام و نشان تک بھی نہیں رکھتے۔ اس طرح بچے اس مضمون سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ کیونکہ جو شکلیں انہیں کھینچنی پڑتی ہیں۔ وہ بے معنی ہوتی ہیں۔ جس خوبی اور کمال کی اُن سے اُمید کی جاتی ہے۔ اُسے وہ نہیں دکھا سکتے۔ اور اس لئے وہ کام نہایت ہی دوبر اور گراں گزرنے لگتا ہے۔ اور جو شوق انہیں رنگوں کا ہوتا ہے۔ اس کا مطلق خیال نہیں کیا جاتا۔ یہ نہایت قابل افسوس امر ہے۔ کہ جب بچوں کو اشیا کی شکلیں کھینچنی سکھائی جاتی ہیں۔ تو انہیں بہت ہی خوشی ہوتی ہے۔ لیکن جہاں انہیں ایک آدھ سال تک ڈرائنگ کرنا سکھایا گیا۔ اُن کا تمام شوق خاک میں ملا۔

۵۔ ڈرائنگ کو دلچسپ بنانے کا طریقہ۔ اگر مدرس ذرا بھی غور کریں۔ تو مذکورہ بالا بیان سے انہیں یقین آ جائیگا۔ کہ اب تک اس مضمون کو بالکل غلط طریقوں سے سکھاتے رہے ہیں۔ اور اگر اب ہم اس مضمون کو دلچسپ بنانا چاہتے ہیں۔ تو یہ کوشش کرنی چاہئے۔ کہ جو شوق طلباء کو رنگوں کا ہوتا ہے۔ اُس کا خیال رکھا جائے۔ اصلی اشیا کی شکلیں کھینچی جائیں۔ بچوں کی قوت ایجاد سے کام لیا جائے۔ خطوط کی باریکی اور صحت پر ذرا کم زور دیا جائے۔ اور ہمارا مدعا یہ ہو۔ کہ جو اشیا طلباء کے سامنے رکھی جائیں۔ وہ جلد اُن کے نقشے کھینچ لیں۔ طلباء کو یہ سمجھا دینا چاہئے۔ کہ وہ شکل مطلوبہ کے بڑے بڑے خطوط فوراً معلوم کر لیں۔ اُن کے طول و عرض اور رخ کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگا لیں۔ اُن کی جلدی اور آسانی کاغذ پر کھینچ لیں۔ اور پھوٹے ہوئے خطوط وغیرہ کے محل کا بیشتر اس کے کہ انہیں درج کریں۔ عام

۶۔ ڈرائنگ سکھانے کا طریقہ +

جس طرح ہر ایک مضمون کو سکھاتے ہیں۔ اسی طرح ڈرائنگ کو بھی دلچسپ بنا کر بند ہیج سکھانا چاہئے۔ ہمارے نزدیک مفصلہ ذیل طریقہ نہایت ہی مفید ثابت ہوگا۔

اول۔ سلیٹوں پر ڈرائنگ کرنا۔ پینسل کو قابو میں رکھنا۔ سب سے پہلی بات طلباء کو یہ سکھانی چاہئے۔ کہ پینسل کو ٹھیک طور پر کیونکر پکڑیں۔ اس مقصد کے لئے طلباء کے واسطے وصلیوں کے نمونے (Card-board patterns) دیا کرو۔ بچوں سے کہو۔ کہ وصلیوں کو سلیٹوں پر رکھ کر اور بائیں ہاتھ سے مضبوط پکڑ کر پینسل سے چاروں طرف ان کے کناروں سے ملنے ہوئے خط کھینچ دیں۔ جب وصلیوں کو ہٹائیے۔ تو ان کے خاکے سلیٹوں (یا کاغذوں) پر بن جائیں گے۔ ابتدا میں علم ہندسہ کی آسان آسان شکلیں اسی طرح کھینچنی چاہئیں۔ بعد ازاں انہیں اشکال کے مجموعے۔ پھر طرح طرح کی خوبصورت شکلیں اور آخر میں کتابت کے حروف اور شکلیں کھینچنی چاہئیں۔

جب طلباء علم ہندسہ کی شکلیں کھینچیں۔ تو ان کے نام بھی بتا دینے چاہئیں۔ مثلاً مثلث۔ مربع وغیرہ۔ ان اسباق سے بڑے بڑے فائدے ہوتے ہیں۔ چھوٹے سے چھوٹے طلباء یہ کام کر سکتے ہیں۔ ان میں نہایت بھٹ آتا ہے۔ کلائی کے اعصاب پر زور پڑتا ہے۔ طلباء میں شروع ہی سے صحت کے ساتھ شکلیں کھینچنے کی عادت بڑھتی ہے۔ اور وہ جلد انہما سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ان اسباق کو اور بھی زیادہ دلچسپ اور مفید بنا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ طلباء سے چند خطوط صرف بذریعہ ہاتھ (Freehand) کھجوائے جائیں۔ دوسرے درجے کے اسباق میں طلباء سے ایسے خطوط کھجوائے۔ جن سے یہ معلوم ہو جائے۔ کہ ایک شکل دوسری شکل پر کیونکر منطبق ہو جاتی ہے۔ اور دوسرے درجے کے اسباق میں جو اشکال طلباء کھینچیں۔ ان میں تہجے متوازی خطوط بھی کھجوائے۔ جن کا رخ دائیں سے بائیں طرف ہو۔

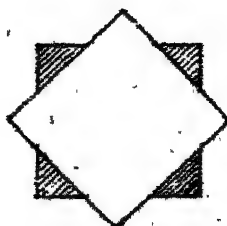
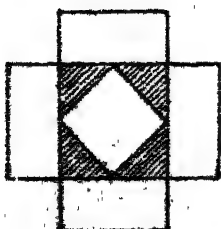
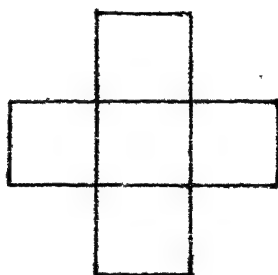
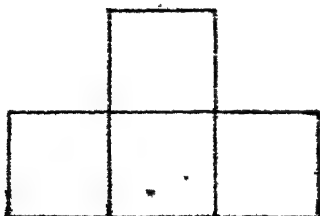
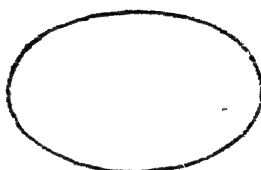
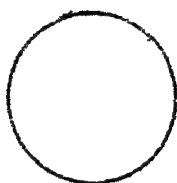
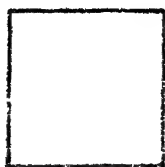
دوم۔ سلٹیوں پر ڈرائنگ کرنا۔ اول رول سے اور پھر ہاتھ سے قائم الزوایا اشکال کھینچنا۔

(۱) خطوط مستقیم۔ پہلے عمودی (Vertical) افقی (Horizontal)

اور ترچھے (Oblique) خطوط کے معنی سمجھاؤ۔ مدرس کو عمودی۔ افقی اور مختلف قسم کے ترچھے اور متوازی خطوط تختہ سیاہ پر کھینچنے چاہئیں۔ اور طلباء سے ان کی نقل ان سلٹیوں پر۔ عرووں کے ذریعہ کروانی چاہئے۔ اس کے بعد مناسب اصطلاحیں بتانی چاہئیں۔ اور اس امر کی خاص احتیاط رکھنی چاہئے۔ کہ مستقیم اور عمودی خطوط کا ٹھیک تصور طلباء کے ذہن نشین ہو جائے۔ اگر اس وقت طلباء کو ٹھیک تصور ہو جائیگا۔ تو وہ آئندہ بہت سی غلطیوں میں پڑنے سے بچ جائیگا + (دیکھو پلیٹ اول) +

(ب) اشکال مستقیمہ المخطوط کو رول کے ذریعہ کھینچنا۔ بعد ازاں طلباء سے اس طرح مشق کرانی چاہئے۔ (۱) دو افقی خط کھینچنا۔ جن کی خاص لمبائی ہو۔ اور جو ایک دوسرے سے خاص فاصلے پر ہوں۔ مثلاً (۶×۲) + (۲) ان کے سروں کو ہاتھ سے عمودی خطوط کھینچ کر ملانا۔ اور اس طرح قائم الزوایا کو بنا دینا + (۳) رول کے ذریعہ افقی خط پر دو دو اینچ کے فاصلے پر دو نقطے رکھ کر اس سے تین برابر حصوں میں تقسیم کرنا + (۴) عمودی خطوط کھینچ کر قائم الزوایا کو اس طرح کئی برابر مربعوں میں تقسیم کرنا + (۵) ان مربعوں کی شکلیں کھینچنا + ہر ایک مشق کو بار بار کرانا چاہئے۔ اور چھوٹے خطوط کو ہمیشہ ہاتھ سے کھینچنا چاہئے۔ اس طرح مدرس مربعوں کے وتر بائیں سے دائیں کھینچا سکتا ہے۔ یا ایک دو مربعوں میں ترچھے خطوط کھینچا سکتا ہے۔ یا وتروں کو بائیں سے دائیں اور دائیں سے بائیں دو طرح کھینچا سکتا ہے۔ الغرض یہ مشق مختلف طرح سے کرانی جائیگی ہے۔ اور سیکڑوں طرح کی شکلیں

پہلیٹ اول



مختلف طور پر چوڑ توڑ کرنے اور شیڈنگ (Shading) کرنے سے بن سکتی ہیں۔ دیواروں۔ دروازوں۔ کھڑکیوں۔ قالینوں اور قالینوں کے کناروں وغیرہ سب کی شکلیں خطوط مستقیم کی مدد سے کھینچی جا سکتی ہیں۔ اور اگر مدرس شروع ہی میں یہ بتا دے۔ کہ نلاں نمونے کا نقشہ کھینچنا ہے۔ تو طلباء میں شوق پیدا ہو جائیگا۔ اور مدرس کی ہدایتوں کے بموجب رفتہ رفتہ اُس نمونے کا نقشہ کھینچتے وقت اُن کی دلچسپی اور بھی زیادہ ہو جائیگی۔ اس موقع پر یہ صاف ظاہر ہے۔ کہ مدرس تختہ سیاہ پر ایک ایک خط کھینچ کر اُس شکل کا نقشہ اتارتا ہے۔ اور طلباء اُس کی تقلید کرتے جاتے ہیں۔ (دیکھو پلیٹ دوم) +

(ج) اسباق جن میں سیٹ سکوائر (Set-Square) کے استعمال سے طلباء واقف ہوتے ہیں۔ ان اسباق کی توضیح کرنے کے لئے مدرس کو ایک مربع۔ ایک مستطیل۔ ایک مثلث متساوی الاضلاع اور ایک منفرجۃ الزاویہ مثلث مہیا کرنا چاہئے۔ اور تختہ سیاہ پر بالتشریح بیان کرنا چاہئے کہ رول یا ایک سیٹ سکوائر (Set-Square) کو بائیں ہاتھ سے مضبوط پکڑے رہتے ہیں۔ اور دایاں ہاتھ دوسرے سیٹ سکوائر کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ طلباء سے مشق کراتے ہیں مندرجہ ذیل ترحیب اختیار کرنی چاہئے:-

(۱) کسی زاویہ پر متوازی خطوط کھینچنا۔

(۲) زاوے بنانا اور ان مختلف اصطلاحوں کے معنی کا ٹھیک تصور دلانا۔ اگر مدرس مختلف مقاموں پر قلعے زاوے بنائیگا۔ پھر منفرجے زاوے اور حادے زاوے اور آخر میں ایسے خطوط کھینچے گا۔ جو ایک دوسرے کو کاٹ کر قلعے زاوے منفرجے زاوے اور حادے زاوے بنائیں۔ تو اصطلاح زاوے کے معنی طلباء کے دل پر بخوبی نقش ہو جائیگے۔

پلیٹ دوم



(۳) لفظ ”عمود“ کے معنی نہایت احتیاط کے ساتھ بیان کرنے چاہئیں +

(۴) مربع - مستطیل اور مثلثوں کی شکلیں تختہ سیاہ پر مختلف جگہ کھینچنی چاہئیں - اور طلباء سے اُن کی نقل کرائی جائے +

(۵) اب طلباء سے مختلف قسم کی مستقیمہ الخطوط اشکال کھجوانی چاہئیں - جن کا دار و مدار مربع و مستطیل پر ہو - (۱) پہلے رول کی مدد سے - (ب) اور پھر

ماتھ سے (Freehand) + (دیکھو پیٹ سوم) +
سوم - کاغذ پر ڈرائنگ کرنے کی تیاری - مربع کھچے ہوئے کاغذ پر ڈرائنگ کرنا -

(نوٹ) - جس کاغذ پر ڈرائنگ کرنا منظور ہو - اُس پر نیلے مرتبے کھچے ہوئے چاہئیں - اور ہر ایک مربع پر سوالات حل کرنے کے لئے جو مربع کھچی ہوئی کاپیاں ملتی ہیں - وہ اس مطلب کے لئے بہت کافی ہو سکتی ہیں) +

(۱) بڑی بات جس کا اس کام میں خیال رکھنا چاہئے - یہ ہے - کہ بچے خطوط خوب سوچ سمجھ کر کھینچیں - یعنی یہ معلوم کر لیں - کہ ہر ایک خط کہاں سے شروع ہوتا ہے - وہ کس رخ جاتا ہے - اُس کی کتنی لمبائی ہے - اور وہ کہاں ختم ہوتا ہے - طلباء کو مربعوں سے اس کام میں بڑی مدد ملتی ہے - اور مدرس بھی نہایت آسانی کے ساتھ طلباء سے مختلف طرح پر مشق کرا سکتا ہے +

(ب) اس وقت جو طلباء سے مشق کرائی مناسب ہے - اُس میں مفصلہ ذیل باتیں شامل ہونی چاہئیں :-

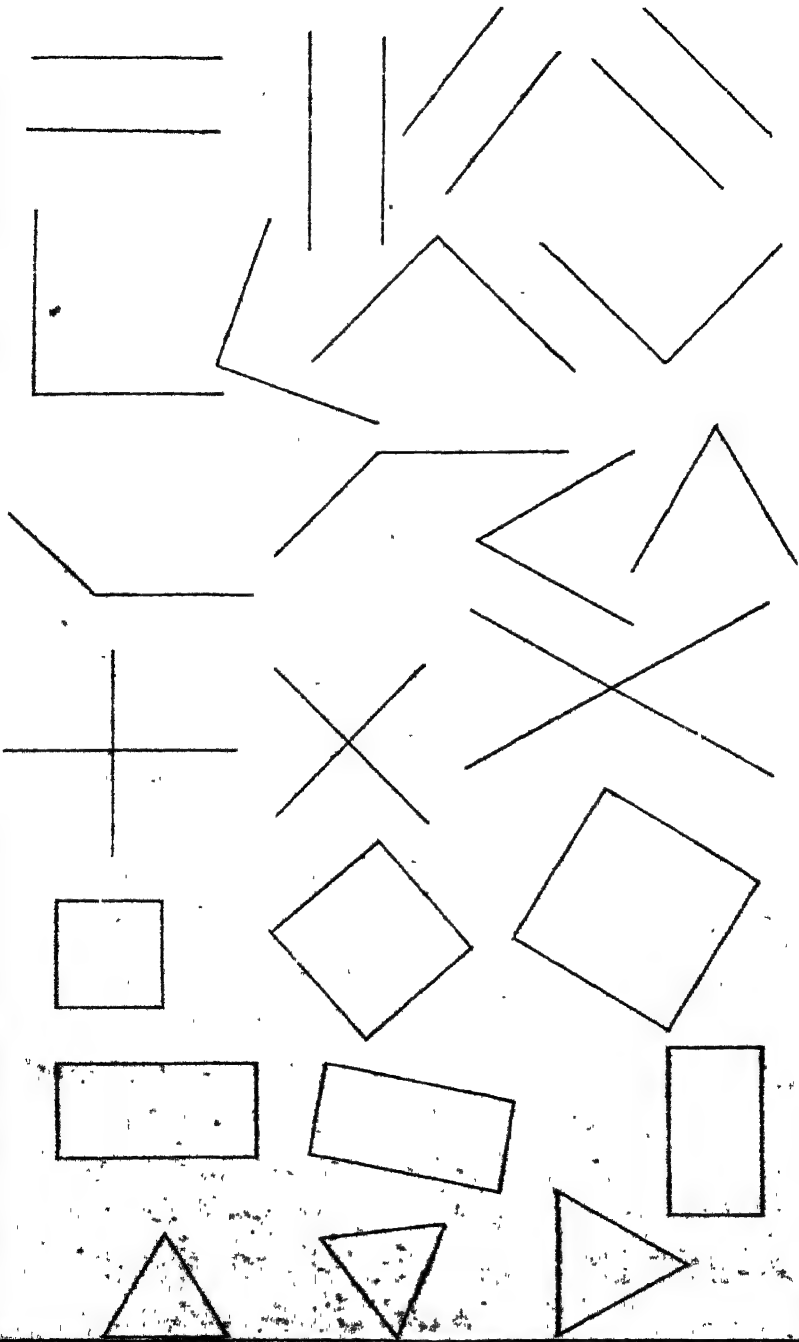
(۱) مربعوں کے وتر ایک ہی رخ کھینچنے -

(۲) وتر مختلف سمتوں میں کھینچنے -

(۳) مربع اور دیگر مستقیمہ الخطوط اشکال کھینچنے - جو

مربعوں سے بنتی ہوں +

پلیٹ سوم



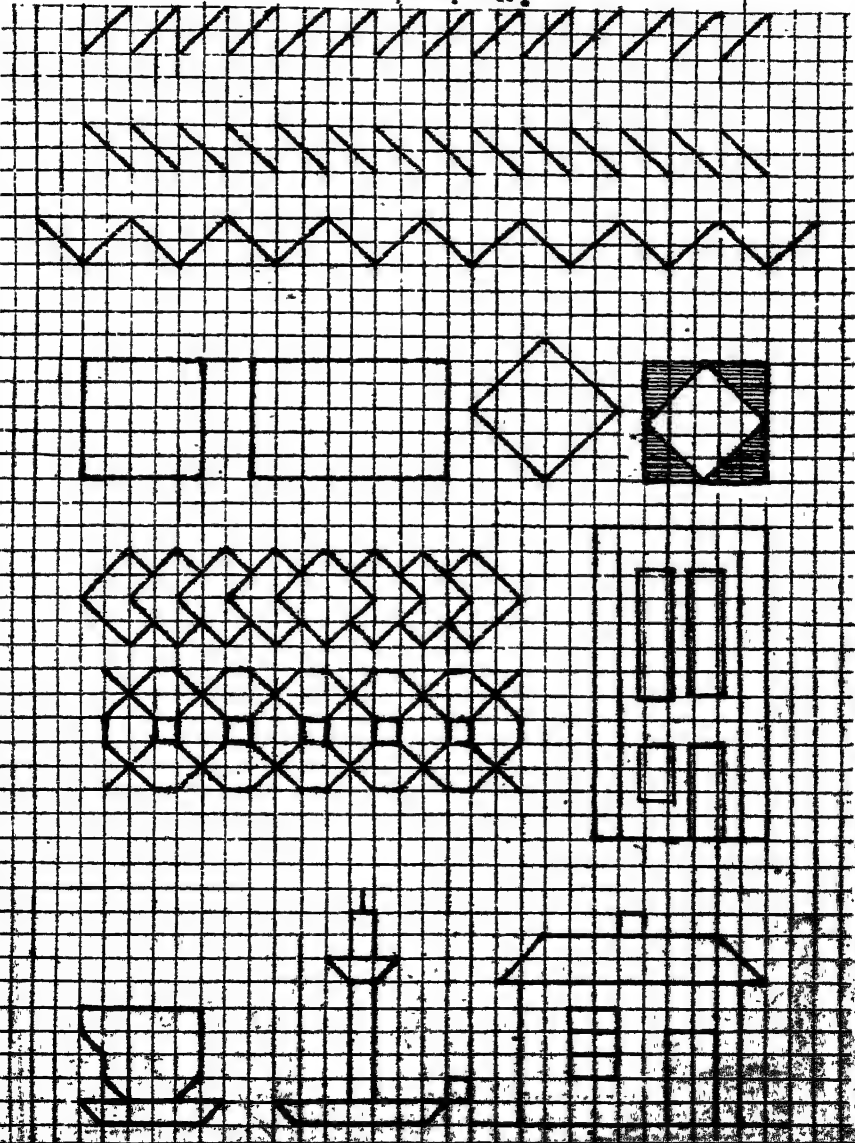
(۴) ایسی اشیا کے نقشے کھینچئے۔ جو مستقیم خطوط سے ظاہر

ہو سکتی ہوں۔ مثلاً پیالہ۔ موم بٹی۔ وغیرہ۔

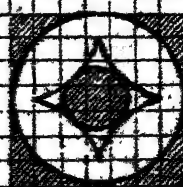
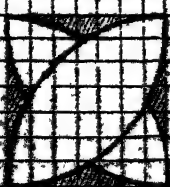
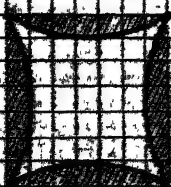
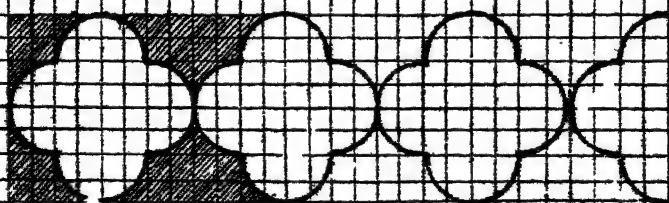
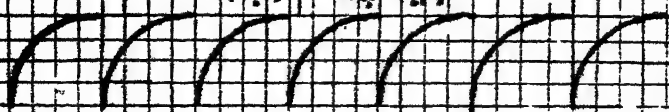
(۵) کھریلوں اور قالینوں کے کناروں وغیرہ کے نقشے کھینچئے۔

(۶) آسان اور سیدھی سادی انخنا کا نقشہ کھینچنا (دیکھو پلیٹ چہارم)۔

پلیٹ چہارم (الف)



پلیٹ چارم (جی)



(ج) تختہ سیاہ پر مرتبہ کھینچ لینے چاہئیں۔ اور پہلے۔ جیسے حروف کی صورت میں کیا تھا۔ اب بھی مدرس کو

(۱) نمونہ دکھانا چاہئے۔

(۲) اُس کی تحلیل کرنی چاہئے۔

(۳) ایک ایک خط کھینچ کر اُسے تختہ سیاہ پر بنانا چاہئے۔

(۴) طلباء سے ہر ایک خط تختہ سیاہ کے خط کی مانند

کچھونا چاہئے۔

(۵) جماعت میں پھر کر ہر ایک خط کی کھینچتے وقت

ہی اصلاح کرنی چاہئے۔

(۶) طلباء سے نمونے کو دوبارہ کچھونا چاہئے۔ اور اس

طرح اُس خاکے کا تصور دلانا چاہئے۔

(۷) جو شکل دوبارہ کچھوائی جائے۔ اُس کے بعض حصوں

پر طلباء سے شیڈنگ (Shading) کرنا چاہئے +

(۸) ہر ایک سبق کے شروع کرنے سے پہلے پچھلے سبق کی

شکل طلباء سے بغیر نمونے کی مدد کے۔ یا یوں کہو۔ کہ یاد

سے کچھوانی چاہئے +

چہارم۔ سادے کاغذ پر ڈرائنگ کرنا۔ اب طلباء اس بات کے

لئے تیار ہو گئے ہیں۔ کہ سادے کاغذ پر پچھپی ہوئی

کاپیوں کی شکلیں ہاتھ سے کھینچ سکیں۔ پہلے موٹی موٹی انحن

کا ڈرائنگ سکھانا چاہئے۔ یعنی ایسی انحنائیں لینی چاہئیں۔

جو دائروں یا مخروطی اشکال (Circles or Ellipses) کے حصے

ہوں۔ جوت اور محذب شبثوں کی شکلیں کچھوانی چاہئیں۔

دورے دائرے اور الپس (Ellipses) بنوانے چاہئیں۔ اور ایسی

شکلیں جو انہیں سے بنتی ہوں یا جن کا انحصار انہیں پر

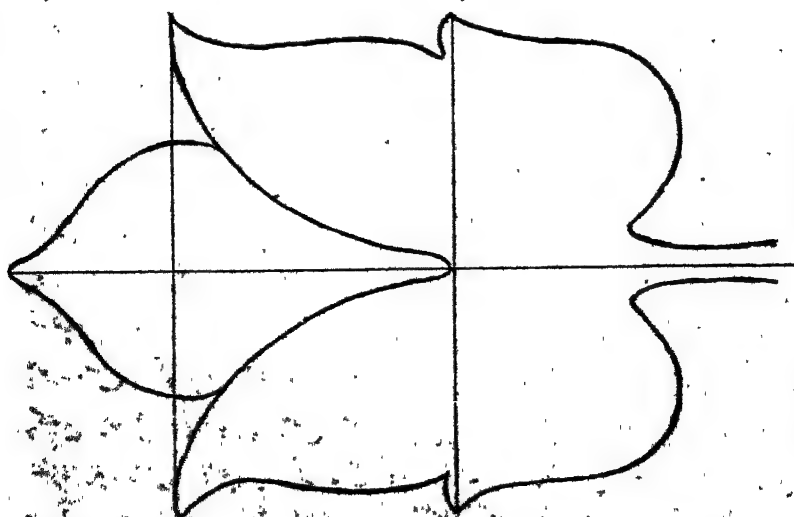
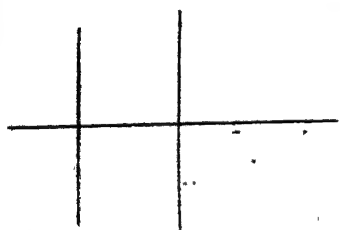
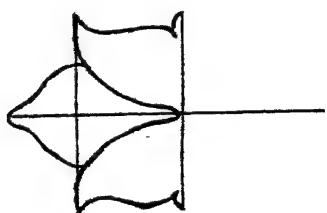
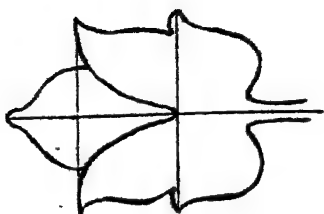
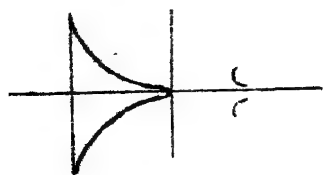
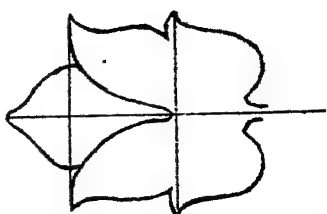
ہو۔ اس کے بعد پھولوں اور بلودوں کی شکلیں کچھاؤ۔ جو اکثر

پچھپی ہوئی کاپیوں میں ملتی ہیں + یہاں دو باتیں یاد رکھنی

ضروری ہیں۔ یعنی یہ کہ ہاتھ اور آنکھ دونوں کی تربیت کرنی

ہوتی ہے۔ اس لئے طلباء سے شکل کچھوانی شروع کرنے سے

پلیٹ پنجم



پہلے مدرس کو چاہئے کہ طلباء سے اُس شکل کا بغور معائنہ کرائے۔
بڑے بڑے خطوط کا انتخاب کرائے۔ کوئی مفید اور ضروری عملی
خط (Construction lines) پوچھ لے۔ اُس شکل کو کسی شے سے
مربوط کرے (مثلاً کسی درخت کے پتے یا کسی پلوے کے
پھول۔ یا کسی گیلے وغیرہ سے)۔ اُن مقامات کی طرف توجہ
دلائے۔ جہاں کوئی منحنی خط کسی دوسرے خط سے علیحدہ ہوتا
ہے۔ یا اُس میں سے نکلتا ہے۔ اور یہ بھی مشاہدہ کرائے۔
کہ اگر اُن منحنی خطوط کو بڑھایا جائے۔ تو وہ کیونکر ایک
دوسرے کو نہیں کاٹیں گے +

یہاں تک تو آنکھ نے مشاہدہ کیا ہے۔ اب ہاتھ سے وہ
شکل کھینچنی چاہئے۔ طلباء کی مدد سے (۱) مدرس کو عملی خط
تحتہ سیاہ پر کھینچنے چاہئیں۔ اور اُس شکل کی حدود مقرر
کرنی چاہئیں۔ (۲) پھر اُس شکل کے بڑے بڑے خطوط
کھینچنے چاہئیں۔ پہلے بائیں طرف کا خط۔ پھر اُس کے
مقابل کا دائیں طرف کا خط۔ (۳) اس کے بعد اندرونی
خطوط کی حدود مقرر کرنی چاہئیں۔ اوپر سے نیچے کی طرف۔
یا اندر سے باہر کی طرف۔ (۴) بعد میں ان خطوط کو ہلکا
ہلکا شکل میں کھینچ دینا چاہئے۔ (۵) پھر عملی خطوط کو
مٹا ڈالنا چاہئے۔ اور (۶) تمام شکل کے خطوط کو موٹا
اور روشن کر دینا چاہئے۔ اگر ممکن ہو۔ تو اُسی صفحے پر
اُس شکل کی نقل ذرا چھوٹے پیمانے پر کر لینی چاہئے۔
تاکہ ایک خاکہ تیار ہو جائے (دیکھو پلیٹ پنجم) +

اس کے بعد مدرس کو چاہئے کہ جماعت میں پھر کر
ہر ایک طالب علم کی کاپی کا معائنہ کرے۔ ہر ایک لڑکے
کی غلطیاں بتائے۔ بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ خود طلباء ہی اپنی
اپنی غلطیاں معلوم کر کے شکلوں کی صحت کریں۔ مدرس کا
معاظہ ہونا چاہئے کہ (۱) وہ شکل ختم ہو جائے۔ (۲) کوئی
لڑکے نے نہ لے۔ (۳) جسے الامکان عملی خطوط کی تعداد کم

ہو۔ اور یہ صاف اور واضح طور پر مرتب ہوں۔ اور (۴) تمام کام نہایت احتیاط کے ساتھ ہو +

۷۔ موڈل ڈرائنگ (Model Drawing) کہ موڈل یعنی اُس شے کی صورت مختلف مقاموں سے مختلف دکھائی دیتی ہے۔ اور چونکہ کوئی شے دو لڑکے بھی ایک ہی مقام پر نہیں ہو سکتے۔ اس لئے موڈل کی اتنی ہی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ جتنی کہ طلباء کی تعداد ہوتی ہے۔ اگرچہ طلباء سے موڈل کی وہی صورت کھجوانی چاہئے۔ جو کہ انہیں خود نظر آتی ہے۔ مگر تاہم یہ بہتر ہوگا۔ کہ دو چار ضروری اصول بیان کر دئے جائیں۔ مندرجہ ذیل اصول کی طرف خاص توجہ دلا سکتے ہیں :-

(۱) جو خطوط موڈل میں عمودی ہوتے ہیں۔ وہ شکل میں بھی عمودی ہی رہتے ہیں +

(۲) جو متوازی خطوط مشاہدہ کرنے والے سے پرے کی طرف جاتے ہیں۔ وہ ایک ہی نقطے کی طرف جاتے ہوئے نظر آتے ہیں +

(۳) جو خطوط متوازی کسی تصویر یا شکل کی سطح پر زاویہ قائمہ بناتے ہیں۔ وہ نقطہ نظری کی طرف جاتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں +

(۴) افقی خطوط جو دیکھنے والے سے پرے کی طرف جاتے ہیں (Horizontal receding lines)۔ وہ دیکھنے والے کی آنکھ سے اوپر ہونے کی صورت میں نیچے کی طرف جھٹکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اور آنکھ سے نیچے ہونے کی صورت میں اوپر کو اٹھتے ہوئے نظر آتے ہیں +

پہلے اسباق میں بڑی بڑی سطوحات کو لینا چاہئے۔ مثلاً دروازہ + اس شے اور جماعت کے بیچ میں ایک شیشہ رکھنا چاہئے۔ مدرس کو دروازے کی شکل شیشے پر کھینچ کر اور ایک ایک لڑکے کو بلا کر یہ دکھانا چاہئے۔ کہ جو خطوط شیشے

پر کھینچے گئے ہیں۔ وہ دروازے کے کناروں سے ملتے ہیں۔ اور مذکورہ بالا اصول کو طلباء کے دلوں پر بخوبی نقش کر دینا چاہیئے۔ مکعب۔ مخروط اور بیلن کے سبق عام اشیا کا ڈرائنگ کرنے کے سبقوں سے پہلے ہونے چاہئیں +

۸۔ جیومیٹرکل ڈرائنگ
(Geometrical Drawing)

علم ہندسہ کی اشکال سے ہم اپنے جماعتوں میں ہی واقف ہو چکے ہیں۔ علم ہندسہ کی شکلیں کھینچنی سکھاتے وقت مدرس کو چاہیئے۔ کہ (۱) طلباء کے اوزار پکڑنے کی طرف خاص توجہ دے۔ (۲) شکلیں بنانی حتی الامکان فوراً شروع کر دے۔ اور ہر ایک تعریف کا یاد کرنا تا وقت ضرورت ملتوی کر دے۔ (۳) علم ہندسہ کے اصول معلوم کرنے میں طلباء کی رہنمائی کرے۔ (۴) اشکال کو ان اصول سے مربوط کرے جن پر کہ وہ مبنی ہوتے ہیں۔ (۵) اُس شکل کے استعمال طلباء پر ظاہر کرے۔ (۶) زبانی اسباق میں نمونے کی شکلیں سکھائے۔ اور (۷) عملی خطوں اور دیگر خطوں میں طلباء سے تمیز کرائے۔ عملی خط نقطے دار یا باریک ہونے چاہئیں۔ اور دئے ہوئے خط یا مطلوبہ خط موٹے +

خلاصہ

۱۔ بولنے اور لکھنے کی طرح ڈرائنگ سے بھی ایک طرح خیالات کا اظہار کرتے ہیں +

۲۔ ڈرائنگ کے فوائد۔

(۱) علمی فوائد۔ جو کچھ دستکار مشاہدہ کرتا ہے۔ اُسے درج کر سکتا ہے۔ خاکے اور نقشے سمجھ سکتا ہے۔ اور دیگر اشخاص پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے +

(ب) تعلیمی فوائد۔ ڈرائنگ سے آنکھ اور ہاتھ کی تربیت ہوتی ہے۔ قوت مشاہدہ بڑھتی ہے۔ قوت حافظہ تقویت پاتی ہے۔

قوت فیصلہ میں زور آتا ہے۔ قوت متخیلہ کو فائدہ پہنچتا ہے۔ مذاق بڑھتا ہے۔ اور حادثات توجہ ترقی کرتی ہے +

۳۔ ڈرائنگ سکھانے میں مفصلہ ذیل بڑے بڑے نقص پائے جاتے ہیں :-

(۱) اشیا کی بجائے طلباء سے بے معنی اور بناوٹی شکلیں کھجوائی +
(ب) خطوط کی باریکی اور چھوٹی موٹی باتوں کے کھینچنے پر حد سے زیادہ زور دے کر طلباء کی دل شکنی کرنی اور ہمت توڑنی +

(ج) رنگوں کا مطلق استعمال نہ کرنا +

۴۔ سکھانے کی ترتیب :-

(۱) سلیٹوں پر کاغذی نمونوں کے خاکے کھینچنے +

(ب) رول کی مدد سے مستقیمہ الخطوط اشکال بنانی +

(ج) مرتبہ کچھے ہوئے کاغذوں پر مستقیمہ الخطوط شکلیں اور موٹی موٹی اسٹخا کھینچنی +

(د) چھپی ہوئی کاریوں کی شکلیں سادے کاغذ پر کھینچنی +

۵۔ شکل بنانے سے پہلے اُس کا بغور مطالعہ کر لینا ضروری ہے +

۶۔ موڈل ڈرائنگ میں عام اصول بیان کرنے کے بعد علمِ ہندسہ کی شکلیں اور نمونوں اور اشیا کی شکلیں کھینچنی چاہئیں +

۷۔ جیومیٹرک ڈرائنگ سکھاتے وقت اصول دریافت کرنے میں طلباء کی رہنمائی کرنی چاہئے۔ اور ہر ایک شکل کو اُس کے اصول سے مربوط کرنا چاہئے +

۸۔ ڈرائنگ میں اشکال کو ہمیشہ اصلی اشیا سے منسوب کرنا چاہئے۔

اور یاد سے شکلیں کھینچنے میں طلباء سے مشق کرائی چاہئے +

بارہویں فصل

کھیتی باڑی

ہندوستان میں تقریباً ۶۰ فی صدی لوگوں کا گزارہ کھیتی باڑی پر ہے۔ اور ملکوں میں لوگوں کی ایک کثیر تعداد شہروں میں

بستی ہے۔ اور طرح طرح کے کسب و ہنر سے روٹی کماتی ہے۔ مگر ہندوستان میں بڑے شہر نسبتاً بہت تھوڑے ہیں۔ زیادہ تر لوگ چھوٹے چھوٹے قصبوں اور گاؤں میں بود و باش رکھتے ہیں۔ اس لئے اس ملک میں ایسے طالب علم شاذ و نادر پائے جاتے ہیں۔ جو زراعت کے عام عملوں سے کچھ بھی واقفیت نہ رکھتے ہوں۔ یعنی جو یہ نہ جانتے ہوں۔ کہ ہل کس طرح چلاتے ہیں۔ نلائی کس طرح کرتے ہیں۔ فلاں جنس کب بوٹی جاتی ہے۔ اور کب کاٹی جاتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس عام واقفیت سے علم زراعت پڑھانے میں استاد کو بہت کچھ امداد مل سکتی ہے۔ اور تجربہ کار استاد اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ باقاعدہ طریقہ تعلیم کا سب سے بڑا اصول یہ ہے۔ کہ اس کی بنیاد طلباء کی عام واقفیت پر رکھی جائے۔ اُن کو کوئی بات ایسی نہ بتلائی جائے۔ کہ جس کی صحیح اور روشن (Vivid) تصویر اُن کے ذہن میں پیدا نہ ہو سکے۔ اسلئے سبق کا مضمون نکلوانے میں جہاں تک ممکن ہو۔ طلباء کی عام واقفیت سے کام لینا چاہئے۔ استاد کی طرف سے جس قدر تھوڑی امداد ملے۔ اتنا ہی اچھا ہے۔ مگر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ کسی ہنر کے عام عملوں سے واقفیت پیدا کرنے اور اُس کے علمی اصول کی تحصیل میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مثلاً ہمارے ملک میں لاکھوں کروڑوں زمیندار صد ہا سال سے ہل چلاتے ہیں۔ نلائی کرتے ہیں۔ کھاد ڈالتے ہیں۔ لیکن ان بیچاروں کو یہ معلوم نہیں کہ ان سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ زمین میں پودوں کی خوراک کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ کیوں ایک قسم کی زمین ایک جنس کے لئے مفید ہے۔ اور دوسری قسم کے لئے غیر مفید۔ مختلف اقسام کی کھادوں میں کیا کیا اجزاء موجود ہوتے ہیں۔ اور وہ کن کن جنسوں کی پیداوار کے لئے ضروری ہیں۔ ان میں سے ایک جنس کے لئے تھوڑا ہل چلانا کافی ہے۔ اور دوسری جنس کے لئے گہرا ہل چلانا ضروری

ہے۔ وہ صرف لکیر کے فقیر ہو کر جیسا اپنے بزرگوں کو کرتے ہوئے دیکھتے چلے آئے ہیں۔ ویسا ہی عمل کرتے ہیں۔ کسی بات کی ماہیت کو پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس لئے اگرچہ وہ کھیتی باڑی کے عام عملوں سے بہت کچھ واقف ہوتے ہیں۔ مگر زراعت کے علم سے وہ بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ علم زراعت کے معنی۔ علم زراعت سے مراد اُن عام اصول سے واقفیت پیدا کرنا ہے۔ جن پر کھیتی باڑی کا انحصار ہے۔ اور جن پر عمل کرنے سے پیداوار عمدہ۔ جلد اور زیادہ مقدار میں حاصل ہو سکتی ہے۔ اس میں مفصلہ ذیل امور کی تقشیش کرنی ضروری ہے :-

(۱) عام -

- (۱) پودے اپنی خوراک کہاں سے اور کس شکل میں لیتے ہیں ؟
- (۲) ان کے نشو و نما پانے کے لئے کون سے اسباب مثلاً روشنی۔ ہوا وغیرہ ضروری ہیں ؟
- (۳) زمین میں پودوں کی خوراک کس شکل اور مقدار میں موجود ہوتی ہے ؟
- (۴) وہ کونسے اسباب ہیں۔ جن سے زمین میں پودوں کی خوراک تیار ہوتی رہتی ہے ؟
- (۵) کھاد ڈالنے اور ملائی کرنے سے کیا فائدہ ہے ؟
- (۶) ہل جوتے اور کھیتی باڑی کے دیگر عملوں سے کیا فائدہ متصور ہوتا ہے ؟

(ب) خاص -

- (۱) مختلف قسم کی جنسوں کے لئے کس قسم کی زمین اچھی ہوتی ہے۔ اور کیوں ؟
- (۲) بیج ڈالنے کے کیا کیا طریق ہیں۔ اور ہر ایک طریق کس کس پیداوار کے لئے زیادہ مفید ہے ؟
- (۳) ہر ایک جنس کے لئے کونسی کھاد زیادہ مفید ہوگی۔

اور کیوں؟

(۴) کس پیداوار کے لئے گہرا بل چلانا ضروری ہے۔ اور

کس کے لئے تھوڑا۔ اور کیوں؟

(۵) مختلف اجناس کو کس ترتیب سے بونا مناسب ہے؟

(۶) مختلف اجناس کی عام بیماریاں کیا ہیں۔ اور ہر ایک کا کیا علاج ہے؟

(۷) مختلف اجناس کب بوٹی جاتی ہیں۔ اور ہر ایک کے لئے طریق کاشت کونسا بہتر ہے؟

اوپر کی تفصیل سے معلوم ہوگا۔ کہ علم زراعت ایک نہایت وسیع علم ہے۔ مگر اس کے عام اصول ایسے سیدھے سادے ہیں۔ کہ وہ چھوٹے چھوٹے بچوں کی سمجھ میں بھی بخوبی آسکتے ہیں۔ اُستاد کو ہرگز یہ کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ کہ اُس کی دقیق باتیں طلباء کے سامنے پیش کرے۔ بلکہ اُس کو چاہئے۔ کہ سقراطی سوالات کے ذریعے ان کی موجودہ عام واقفیت کو تازہ کرے۔ اور اُن کو ایسے آسان تجربوں کے لئے آمادہ کرے۔ جن سے وہ خود بخود علم زراعت کے بڑے بڑے اصول نکالنے لگیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ اس طرح تعلیم دینے میں وقت بہت زیادہ خرچ ہوتا ہے۔ مگر جو کچھ وہ سیکھتے ہیں۔ وہ اُن کے اپنے دماغ سے نکلتا ہے۔ اس سے اُن کو ایک عجیب قسم کی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اُن کی آئندہ مشکلات کے لئے راستہ صاف ہوتا ہے۔ اُن کی عادات عمدہ بنتی ہیں۔ اور کل زندگی کی تعلیم کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے۔ اس لئے اگر ابتدائی تعلیم میں زیادہ وقت خرچ ہو۔ تو کوئی افسوس کا مقام نہیں۔ تعلیم کا مدعا ہرگز یہ نہیں ہونا چاہئے۔ کہ طلباء صرف کسی علم کے اصول کی نسبت واقفیت حاصل کر لیں۔ بلکہ اس سے بڑھ کر اُستاد کی کوشش یہ ہونی چاہئے۔ کہ طلباء کے قوائے فطریہ کی باقاعدہ تربیت ہو۔ اُن میں صفائی اور ترتیب کا خیال پیدا ہو۔ تجربے اور مشاہدے کی طرف بالطبع رجوع ہوں۔ اور اُن کی

بنا پر مسلسل دلیل لانے میں ان کو خوشی محسوس ہو +
بعض مضامین (مثل توارنخ) کے پڑھانے میں بہت سے
حالات اُستاد کو خود بیان کرنے پڑتے ہیں۔ اور طلباء اُن کو
تسلیم کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ نہ تو مشاہدہ اُن کا مددگار
ہو سکتا ہے۔ نہ نئے تجربے کرنے کی اُن کو ضرورت پڑتی ہے۔
مگر علم زراعت کی تعلیم میں ایسا نہیں ہوتا۔ اس میں ہر ایک
قدم پر طالب علم مشاہدے سے کام لیتا ہے۔ اور اس کی بنا
پر طرح طرح کے نئے تجربے کر کے اس علم کے موٹے موٹے
اصول دریافت کرتا ہے۔ لائق اُستاد کا کام صرف اتنا ہی
ہونا چاہئے۔ کہ گاہ بگاہ وہ اُن کی صحیح مشاہدہ کرنے میں رہنمائی
کرے۔ اور نئے تجربے نکالنے میں مددگار ہو +

یہ مشاہدے اور تجربے یا تو طلباء فرداً فرداً کر سکتے ہیں۔
یا مجموعی صورت میں۔ ظاہر ہے۔ کہ طریق اول طریق دوم سے
بہتر ہے۔ مگر پچھوٹی جماعتوں میں اکثر دوسرے طریق سے
ہی کام لیا جاسکتا ہے۔ دونوں صورتوں میں ضروری ہے۔ کہ
ہر ایک طالب علم اپنی نوٹ بک پر اپنے تجربے اور مشاہدے
کے نتائج مختصر طور پر درج کرتا جائے۔ مثلاً عمدہ اور ثنابت
بیج بونے کی ضرورت پر سبق دینا ہو۔ تو پاؤں بھر مٹر مٹکاؤں۔
اور پچھلنی سے اس کے دو حصے کر ڈالو۔ ایک حصے میں موٹے
دانے ہونگے۔ اور دوسرے حصے میں پچھوٹے اور دودھے۔
جماعت کے بھی دو فریق کر لو۔ اگر ممکن ہو۔ تو ہر ایک
فریق میں یکساں لڑکے ہوں۔ فرض کرو۔ کہ کل جماعت
میں دس لڑکے ہیں۔ تو ہر ایک فریق میں ۵ لڑکے ہوں گے۔
اب فریق اول کے طلباء سے کہو۔ کہ ان میں سے ہر ایک
لڑکا موٹے دانوں میں سے پانچ پانچ عمدہ۔ پڑھے اور ثنابت
دانے چن لے۔ اسی طرح فریق دوم کے طلباء بھی دوسرے
حصے میں سے پانچ پانچ دانے لے لیں۔ اُستاد کو چاہئے کہ
ہر ایک طالب علم کے دانے دیکھ لے۔ اب دس دس لڑکے

لے کر اُن میں یکساں مقدار میں کھیت کی مٹی بھر دو۔ ہر ایک لٹکا ایک ایک گلا لے کر اُس پر اپنا نام لکھ دے۔ یا کوئی اور نشان لگا دے۔ اور اس کے بعد اپنے پانچوں مٹر کے دانے اس میں بو دے۔ سارے گلے ایک ہی جگہ پر رکھے جائیں۔ تاکہ ہر ایک کو یکساں روشنی اور ہوا پہنچ سکے۔ وقتاً فوقتاً پانی بھی سب گملوں کو یکساں مقدار میں دیا جائے۔ اُستاد کو ایک پیمانہ مقرر کر دینا چاہئے۔ تاکہ ہر ایک طالب علم اُس میں پانی بھر کر دوسرے یا تیسرے روز اپنے اپنے گلے میں آہستہ آہستہ ڈال دے۔ تھوڑے دنوں میں بیج پھوٹ نکلیں گے۔ پندرہ بیس روز تک بہت سے بیج پھوٹ چکیں گے۔ ہر ایک لٹکے کو اپنے اپنے تجربے کے نتائج نیچے لکھے ہوئے نقشے میں درج کرنے چاہئیں :-

تجربہ - موٹے اور ثابت دانے بونے کی ضرورت
نام طالب علم — گنیش داس

۱	۲	۳	۴	۵	۶
بیج کی قسم	دانوں کی تعداد	تجربہ	مشاہدہ	نتیجہ	بیج کی قسم
مٹر کے عمدہ بڑے اور ثابت دانے	۵	گلے میں بوئے گئے اور پانی دیا گیا			بیج کی قسم
		پانی دیا گیا			۲
		تھوڑا پانی دیا گیا	دو دانوں کا انگور نکلتا ہوا دکھائی دینے لگا +		۳
			سب دانوں کا انگور نکل آیا ہے		۴
		تھوڑا پانی دیا گیا	سب دانوں کی پتیاں نکل آئی ہیں۔ اور پودے مضبوط ہیں		۵
		دو پودے ہوشیاری سے بڑھ گئیت	بیج کی گرمی موجود نہیں۔ صرف خول باقی ہے اور جڑیں		۶
		اکھاڑ لو	سب جڑیں پھیل رہی ہیں		۷

سب بیج کوئی ایک ہفتہ کے اندر پھوٹ چکے۔ سب پودے مضبوط پیدا ہوئے۔ اور اُن کی جڑیں پھر جڑیں پھیل گئیں +

اسی طرح دوسرے فریق کا ہر ایک لڑکا بھی اپنے تجربے اور شاہدے کا حل اپنی اپنی نوٹ بک میں درج کرے +

اب فریق اول کے ایک لڑکے سے کہو کہ اپنا نقشہ دیکھ کر چاہے ۲۵ استاد-گنیش داس- تم نے گنیش داس- جناب پانچ دانے- مڑ کے کتنے دانے بوئے تھے ؟

استاد- یہ دانے عمدہ چنے ہوئے تھے یا معمولی قسم کے ؟
استاد- تمہارے دانے کتنے روز بعد پھوٹنے لگے ؟

گنیش داس- جناب سب دانے مڑے اور ثابت تھے -
گنیش داس- جناب تین روز کے بعد دو کا انکور نکلتا دکھائی دینے لگا تھا +
گنیش داس- جناب سات روز میں سب دانے پھوٹ نکلے تھے -

استاد- پودوں کی عام حالت کیسی تھی ؟
استاد- جب تم نے دو ایک پودے اکھاڑ کر مشاہدہ کئے - تو تم نے کیا دیکھا ؟
گنیش داس- جناب سب پودے عمدہ اور مضبوط تھے -
گنیش داس- جناب بیج غارو تھا- صرف خل ہی باقی رہ گیا تھا- ہاں پودوں کی جڑیں ہر طرف پھیل رہی تھیں -

استاد- اچھا تو پھر تمہارے سارے تجربے کا کیا نتیجہ نکلا ؟
گنیش داس- جناب- یہ کہ سب کے سب بیج تھوڑے ہی وقت میں پھوٹ نکلے - سب پودے مضبوط پیدا ہوئے - اور ان کی لمبی لمبی جڑیں ہر طرف پھیل نکلیں +

استاد- بہت خوب گنیش داس- اب تم اپنی نوٹ بک میں - تجربہ کر لو -
گنیش داس- بہت اچھا جناب -
(یہ کہ گنیش داس غارو بیج میں تجربہ کر دیتا ہے) -

استاد۔ (سب کی طرف مخاطب ہو کر تختہ سیاہ پر خلاصہ لکھتا ہے) گینش داس کے تجربے سے اچھی طرح معلوم ہو گیا ہے کہ

تختہ سیاہ پر تجربہ کا خاکہ

پانچ بڑے اور ثابت بیج ہونے سے سب کے سب ایک ہفتے کے اندر پھوٹ نکلے۔ سب پودے مضبوط پیدا ہوئے اور ان سب کی جڑیں چاروں طرف پھیل نکلیں۔

اسی طرح استاد سب لڑکوں سے سوال کر کے ہر ایک کے تجربے کا نتیجہ نکلواتا جائے اور تختہ سیاہ پر اس کو اس طرح درج کرتا جائے۔ کہ فریق اول کے طلباء کے نتائج اور ہر ایک طرف ایک دوسرے کے نیچے درج کئے جاویں۔ اور فریق دوم کے طلباء کے تجربوں کے نتائج اسی طرح تختہ سیاہ کے نیچے کے حصے میں لکھے جائیں۔

اب پھر سوالات کا سلسلہ شروع کر کے ساری جماعت سے کل تجربوں کا خلاصہ نکلوانا چاہئے۔ مثلاً جماعت کے مختلف لڑکوں سے مخاطب ہو کر استاد مفصلہ ذیل سوال پوچھے:-

استاد۔ کسی لڑکے سے مخاطب جناب۔ فریق اول میں۔
ہم کس جماعت کے کس فریق میں ہو؟

استاد۔ تمہارے فریق کے ہر ایک لڑکے کے پاس کتنے کتنے دانے تھے؟

استاد۔ یہ دانے کیسے تھے؟
جناب۔ سب عمدہ۔ بڑے اور ثابت چنے گئے تھے۔
استاد۔ تمہارے فریق میں کتنے طلباء شامل ہیں؟
جناب۔ پانچ طالب علم۔

استاد - تو کل تمہارے فریق جناب - پچیس دانے -
کے پاس کتنے دانے ہوئے ؟

استاد - ان میں سے کتنے جناب - سب کے سب -
دانے پھوٹ نکلے ؟

استاد - پودوں کی عام حالت جناب - سب پودے عمدہ اور
کیسی تھی ؟ مضبوط تھے -

استاد - تمہارے فریق کے جناب - ہر ایک لڑکے نے دو دو
ہر ایک لڑکے نے کتنے پودے جڑ
سمیت شاہدے کے لئے اکھاڑے
تھے ؟

استاد - کل کتنے پودے جناب - دس پودے -
اکھاڑے گئے ؟

استاد - تو تمہارے فریق کے پچیس بچوں میں سب کے سب
طلبا کے تجربوں سے کیا نتیجہ نکلا ؟

اور سب پودے مضبوط پیدا
ہوئے - دس پودوں کو جڑ سمیت
اکھاڑ کر دیکھا گیا - تو معلوم
ہوا - کہ سب کی جڑیں ہر طرف
پھیل رہی تھیں -

دوسرے فریق کے لڑکوں سے بھی اسی طرح سوالات کیے
استاد کو چاہئے - کہ ان کے تجربوں کا مجموعی نتیجہ نکلوائے - اور دو
تین بار اسے دہرا کر دونوں مجموعی تجربوں کے نتائج ایک دوسرے
کے مقابل تختہ سیاہ پر لکھے - اس طرح -

تختہ سیاہ پر مجموعی تجربوں کے نتائج کا خلاصہ

پچیس عمدہ پودے مندرجہ ذیل
پچیس بچوں نے اور پچیس بچوں نے
سب کے سب پھوٹ نکلے -

<p>سب کے پودے مضبوط پیدا ہوئے۔ دس پودوں کو جڑ سمیت اکٹھا کر مشاہدہ کرنے سے سب کی جڑیں چاروں طرف پھیلی ہوئی دکھائی دیں۔</p>	<p>۱۰ پودے چھوٹے اور کمزور تھے۔ دس پودوں کو جڑ سمیت اکٹھا کر مشاہدہ کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کی جڑیں نسبتاً چھوٹی تھیں۔ اور ایسی اچھی طرح پھیلی ہوئی نہ تھیں۔</p>
--	---

اب استاد ان نتائج کی بنا پر طلباء کو بہت سے سقراطی سوالات کے ذریعے سمجھا سکتا ہے۔ کہ بیج چن کر ڈالنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔ ثابت اور پودے بیج بونے میں ہل جوتنے اور پانی وغیرہ دینے کی محنت یکساں کرنی پڑتی ہے۔ مگر ایک صورت میں سب کے سب بیج بھوٹ نکلتے ہیں۔ دوسری صورت میں بہت سے بیج ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر باقی پندرہ پندرہ پودے پورے قد تک اٹھائے جاویں۔ اور ان کا پھل علیحدہ علیحدہ اکٹھا کیا جاوے۔ تو یہ فرق اور بھی زیادہ اچھی طرح معلوم ہو جاوے گا۔ کیونکہ کمزور پودوں میں سے اکثر مرجھا جاتے ہیں۔ اُن کو طرح طرح کی بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ اور جو پودے بار آور ہو بھی جاتے ہیں۔ اُن کا پھل مقدار میں تھوڑا اور اپنے خواص میں کم ہوتا ہے۔

بہت سے تجربے ایسے ہیں۔ جو لوگ گلوں میں کر سکتے ہیں۔ گلوں کے استعمال کرنے سے بہت سے فائدے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً گلوں کے درجے کی پھت پر رکھے جاسکتے ہیں۔ اور اس طرح نہ تو تجربوں کے لئے زمین درکار ہوتی ہے۔ اور نہ تجربہ آور جماعتوں کے کھیل کود میں روک پیدا کرتے ہیں۔ نیز پودے شریہ طلباء کی دست اندازی سے بھی بچے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں گلوں میں تجربے کرنے سے کل حالات یکساں رکھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً سب گلوں میں یکساں مقدار مٹی کی ڈال سکتے ہیں۔ ہر ایک پودے کو برابر برابر پانی دے سکتے ہیں۔ ہر ایک گلوں میں یکساں مقدار کے پودے کر سکتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن گلوں میں ہر قسم کے تجربے کامیابی کے ساتھ نہیں کئے جاسکتے۔ خصوصاً ایسے پودے جن کی جڑیں لمبی ہوتی ہیں۔ اور دور تک پھیل جاتی ہیں۔ مثلاً کپاس وغیرہ۔ گلوں میں نہیں لگائے جاسکتے۔ ایسے پودوں اور نیز سبز ترکاری کے لئے ضروری ہے۔ کہ ایک چھوٹا سا کھیت مدرسے کی زمین کے ملحق ہو۔ جہاں لڑکے چھوٹی چھوٹی کیاریاں بنا سکیں۔ ایک کیاری سے دوسری کیاری تک پانی پہنچا سکیں۔ اور بیج ڈالنے۔ کھاد ڈالنے۔ نڈلیں کرنے اور کھیتی باڑی کے دیگر کاموں کے متعلق تجربے کر سکیں +

استاد کو چاہئے کہ کبھی کبھی لڑکوں کو شہر کے باہر کھیتوں میں لے جائے۔ اور وہاں اُن کو سبق پڑھائے۔ کھیت میں جا کر وہ کھیتی کے متعلق بہت سی ایسی باتیں سیکھ سکتے ہیں جو مدرسے کے چھوٹے سے کھیت میں خود بخود تجربے کرنے سے ہرگز نہیں سیکھ سکتے۔ وہ کھیتی باڑی کے مستعمل آلات اور اُن کے عمل سے پوری پوری واقفیت حاصل کر سکتے ہیں۔ وہ مختلف اقسام کی فصلیں اُگتی ہوئی دیکھ سکتے ہیں اور یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ کہ کونسی فصل خریف میں پیدا ہوتی ہے۔ اور کونسی رنج میں۔ الغرض ان کے لئے کھیت میں جا کر زراعت کی سادہ کارروائی کو شروع سے لے کر آخر تک دیکھنا نہایت ہی ضروری ہے۔ مگر یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ استاد سامانِ اچھے سے زیادہ طلباء ایک مرتبہ کھیت میں نہ لے جائے۔ کیونکہ اسی سے زیادہ طلباء لے جانے کی صورت میں (۱) استاد کی فکر سب لڑکوں پر نہیں رہ سکتی۔ (۲) کئی لڑکوں میں اتوارہ گردی کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ (۳) سب لڑکوں کی توجہ ایک ہی شہوق کی طرف نہیں مٹی رہتی۔ کوئی لڑکا کچھ دیکھ کر چلا جائے اور کوئی لڑکا کچھ اور۔ (۴) بہت سے طلباء کے جانے سے بعض اوقات بڑے اگلی اثر پیدا ہو جاتے ہیں +

جہاں کھیت ممکن ہو سکے کہ لڑکے اور کھیت کے متعلق

میں استاد صرف لڑکوں کی خراب نظر اور دماغ سے ہی کام نہ لے۔ بلکہ جیسا کہ اوپر بھی بیان ہو چکا ہے۔ ان کو خود تجربے کرنے پر آمادہ کرے۔ اگر وہ خود تجربے نہ کر سکتے ہوں۔ تو استاد حقہ المقدہ اپنی ہدایت کے مطابق ان کو ہر ایک شے چھونے کی اجازت دے۔ کیونکہ طریقہ تعلیم کا یہ ایک مسئلہ اصول ہے۔ کہ جو طلبا کسی شے کو دیکھنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ وہ اکثر اس کی ماہیت اور خواص سے ایسی عمدہ اور کماحقہ واقفیت حاصل نہیں کر سکتے۔ جیسی کہ ان کو بار بار ہاتھ لگانے سے ہوتی ہے۔ البتہ لڑکوں کو ضرورت سے باز رکھنا ضروری ہے۔ اسی لئے سات آٹھ سے زیادہ طلبا کو ایک ہی وقت میں باہر لے جانا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ استاد خواہ کیسا ہی لائق کیوں نہ ہو۔ وہ زیادہ طلبا کو پوری طرح قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ اس امر کی نسبت استاد کی خاص کوشش ہونی چاہئے۔ کہ ایک ہی وقت میں سب طلبا کی توجہ ایک ہی اصول کے سمجھنے میں لگی رہے۔

اکثر اوقات استاد کو تصویروں اور مختلف اشیا کے مجموعوں سے تعلیم کے کام میں بہت کچھ امداد مل سکتی ہے۔ جہاں تک ممکن ہو۔ تصویریں ایسی اشیا کی ہوں۔ جو عام طور پر طلبا کے دیکھنے بھالنے میں آتی ہوں۔ یا کم از کم جو گرد و نواح میں پائی جاتی ہوں۔ ہاں البتہ اگر مقابلے کے لئے کسی غیر ملک کے کسی پودے۔ پھل وغیرہ کے استعمال کی ضرورت ہو۔ تو اس صورت میں اس کی تصویر بھی بہت مفید ہوگی۔ اشیا کا مجموعہ اکٹھا کرنے میں حقہ المقدور طلبا سے امداد لینا چاہئے۔ اس سے ان میں دلچسپی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے طلبا کو ہر وقت اس بات کی ترغیب دینی چاہئے۔ کہ وہ وقتاً فوقتاً اس مجموعے کی پرزائی اور ترتیب میں کوشاں رہیں۔ اس مجموعے میں سب قسم کی اشیا شامل ہوں۔ یعنی تیار شدہ اور ناتیار شدہ۔ کہ کسی چیز کے مختلف اقسام ہوں۔ تو حقہ المقدور ان سب کو جمع کرنا چاہئے۔ یا تو ان میں سے کچھ حصے۔ مثلاً مختلف

اقسام کے گندم کے دانے۔ غیر ممالک کی اشیاء بھی بطور نمونہ مقابلہ کے لئے جمع رکھنی ضروری ہیں۔ اس مجموعے میں جو اشیاء شامل کی جاویں وہ پچیدہ ہوں۔ مثلاً اگر سڑکی پھلی رکھنی ہو۔ تو سب سے بڑی پھلی جو دستیاب ہو سکے۔ مٹیا کرنی چاہئے۔ مجموعے کی ہر ایک شے حفاظت اور صفائی سے ڈبیوں یا فیٹیوں میں بند کر کے کسی خاص الماسی میں رکھنی چاہئے۔ اور ہر ایک پر اس کا نام صاف حروف میں لکھا ہوا ہونا چاہئے +

ابتدائی جماعتوں میں سبق بہت چھوٹے ہونے چاہئیں۔ کیونکہ چھوٹے بچے بہت جھنجھل ہوتے ہیں۔ اور اس لئے شروع میں ان کی توجہ زیادہ دیر تک ایک ہی چیز پر نہیں لگی رہتی۔ جی اکتا جاتا ہے۔ تو وہ رادھر اُدھر دیکھنے لگتے ہیں۔ ان کے جوابوں میں پہلے سی چستی نہیں پائی جاتی۔ اور بعض اوقات ان کے جواب بالکل بے معنی اور بلا تعلق ہو جاتے ہیں۔ جب یہ حالت پیدا ہو جائے۔ تو سمجھنا چاہئے۔ کہ لڑکوں کے دماغ تھک گئے ہیں۔ اس وقت ان سے زیادہ دیر تک کام نہیں لینا چاہئے۔ بتدریج سبق بڑے اور مشکل کرنے چاہئیں۔ علم وراثت میں مختلف سبقوں کا آپس میں کچھ بہت زیادہ تعلق نہیں ہوتا۔ اس لئے استاد سبقوں کو حسب ضرورت کسی قدر آگے پیچھے بھی کر سکتا ہے۔ چونکہ بعض تجربوں میں کئی دن لگ جاتے ہیں۔ اس لئے استاد اس اثنا میں دوسرے سبق کے تجربے بھی شروع کر سکتا ہے +

تعلیم زیادہ تر زبانی ہو۔ کتابوں سے صرف امداد یعنی ضروری ہے۔ لیکن ایسا نہ ہو کہ بچوں کو کتاب کے الفاظ روٹائے جائیں۔ کتابی تعلیم زبانی تعلیم کے بعد اور بطور امدادی تعلیم کے ہونی چاہئے۔ اس بات پر بار بار زور دینا شایہ ضروری نہیں بلکہ طریقہ تعلیم استقرائی ہونا چاہئے۔ جیسا کہ ریچ کے انتخاب کے سبق میں دکھایا گیا ہے۔ یعنی لڑکوں کے سامنے بہت سے مشاہد پیش کر کے ان سے عام اصول یا نتیجہ نکالنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اس طریق میں ذہن سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ اور یادداشت سے کم۔ لڑکے خود تعریفیں نکالتے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ مگر دوسرے اور پچرانے طریق میں استاد لڑکوں کو تعریفیں لکھوا دیتے ہیں۔ اور وہ بیچارے ان کو لفظ بہ لفظ یاد کر لیتے ہیں +

لیکن عمدہ سے عمدہ طریق سے بھی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ استاد اپنے طلباء کی لیاقت۔ ذہانت اور دیگر طاقتوں کا پورا پورا اندازہ نہ کرے۔ اور اپنی تعلیم میں ہر وقت اس بات کو مد نظر نہ رکھے۔ کہ اُس کا ہر ایک لفظ لڑکوں کے دلوں پر کچھ نہ کچھ اثر پیدا کرتا ہے۔ خواہ وہ اثر مفید ہو یا مُضر۔ اس لئے اُس کے الفاظ ہمیشہ آسان ہونے چاہئیں۔ کوئی سوال اس قسم کا نہ ہو۔ جو طلباء کی سمجھ میں فوراً نہ آ جائے۔ اس کی نظر ہمیشہ اصلی مدعا کی طرف لگی ہوئی ہونی چاہئے۔ اور سوالات کرنے میں اُس کو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ کہ بچے اپنے محدود تجربے اور مشاہدے سے اس کا جواب دے سکیں۔ کوئی کام بغیر دلچسپی کے سرانجام نہیں ہو سکتا۔ اس لئے تعلیم میں استاد کو چھوٹی چھوٹی اور عام سے عام باتوں میں ویسی ہی دلچسپی اور خوشی ظاہر کرنی چاہئے۔ جیسی کہ وہ لڑکوں سے امید رکھتا ہے۔ کسی استاد نے خوب کہا ہے۔ کہ تعلیم کا سب سے بڑا بھید یہ ہے۔ کہ معلم از سر نو بچہ بن کر اپنے سبق کے مضمون کو سمجھے اور سمجھائے +

خلاصہ

(۱)۔ علمِ زراعت سے مراد اُن عام اصول سے واقفیت پیدا کرنی ہے۔ جن پر کھیتی باڑی کا انحصار ہے۔ اور جن پر عمل کرنے سے پیداوار عمدہ۔ جلد اور زیادہ مقدار میں پیدا ہو سکتی ہے +

(۲)۔ علمِ زراعت کے دو قدرتی حصے ہیں۔ ایک حصے میں زمین کے عام اصول اور عملوں پر بحث ہوتی ہے۔

اور دوسرے حصے میں ان اسباب اور اعمال کا بیان ہوتا ہے۔ جو مختلف اجناس کی پیداوار کے لئے مفید یا مضر ہوتے ہیں +

(۳)۔ اس علم کے سکھانے میں جہاں تک ممکن ہو۔ لڑکوں کی عام واقفیت سے امداد لینی چاہئے۔ اور ان کو نئے مشاہدے اور تجربے کرنے کی ترغیب دینی چاہئے +

(۴)۔ یہ مشاہدے اور تجربے استاد کی زیر ہدایت ہونے چاہئیں +

(۵)۔ حصے المقدور طریقہ تعلیم استقرائی ہونا چاہئے۔ یعنی بہت سے واقعات طلباء کے سامنے پیش کر کے ان سے بذریعہ سفرطی سوالات عام اصول یا نتیجہ نکالنے کی کوشش کرنی چاہئے +

(۶)۔ طلباء بہت سے تجربے گلوں میں کر سکتے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ مدرسہ کی زمین کے ملحق ایک چھوٹا سا قطعہ زمین بھی ہونا چاہئے۔ جہاں طلباء زائد تجربے کر سکیں۔ لڑکوں کو کبھی کبھی باہر کھیتوں میں لے جا کر وہاں زبانی تعلیم بذریعہ سوالات و جوابات دینی چاہئے +

(۷)۔ تعلیم کے کام میں تصویروں اور اشیاء کے مجموعوں سے بھی امداد لینی چاہئے +

(۸)۔ استاد کو لڑکوں کے تجربوں اور مشاہدوں میں ویسی ہی دلچسپی اور خوشی ظاہر کرنی چاہئے۔ جیسی کہ وہ اُن سے اُمید رکھتا ہے۔ تعلیم کا سب سے بڑا بھید یہ ہے۔ کہ معلم از سر نو۔ بچہ بن کر اپنے سبق کے مضمون کو سمجھے اور سمجھائے +

تیرھویں فصل

فارسی اور دیگر مروجہ زبانہائے غیر کی تعلیم

ہم اس موقع پر چند ہدایات زبان فارسی کی تعلیم پر بیان کرنی مناسب اور ضروری سمجھتے ہیں۔ جو امور زبان فارسی کی تعلیم دیتے وقت مد نظر رکھنے چاہئیں۔ انہیں کا اطلاق کم و بیش دیگر مروجہ زبانوں کے سکھانے پر بھی ہوسکتا ہے۔ فارسی سکھانے کا جو مدعا ہوتا ہے۔ اور جو طریقہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔ وہ ہم نہایت مختصر طور پر بیان کرتے ہیں۔

(۱) پہلا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ طلبا فارسی میں گفتگو کرسکیں۔

(۲) دوسرا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ جو کتب فارسی حروف فارسی ہی میں لکھی گئی ہیں۔ طلبا انہیں روانی کے ساتھ سمجھ کر پڑھ سکیں۔

(۳) تیسرا مقصد یہ ہوتا ہے۔ کہ طلبا فارسی میں اپنے خیالات بذریعہ تحریر صاف طور پر ظاہر کرسکیں۔

اب طریقہ تعلیم۔ فارسی سکھانے کا جو طریقہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ اسے اکثر قدرتی طرز کہتے ہیں۔ اس سے بعض فوائد بڑی غلط فہمی ہوتی ہے۔ جو ہم شروع ہی میں دور کر دینی چاہتے ہیں۔ مدرس کو یہ بات بخوبی واضح طور پر مد نظر رکھنی چاہئے۔ کہ جن حالات میں بچہ زبان مادری سیکھتا ہے۔ اس میں وہ بڑا ہوکر فارسی یا کوئی اور زبان غیر حاصل کرتا ہے۔ اس وقت وہ قسم کے حالات میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ اس میں اس کی خواہ کتنی ہی کوشش کرے۔ کرسکتا

وقت جماعت میں اُسی کے آثار نمایاں ہوں۔ مگر تاہم یہ امر نظر انداز نہیں ہو سکتا۔ کہ یہ وقت نہایت ہی قلیل ہوتا ہے۔ اور برعکس اس کے طلباء بچپن میں تمام دن خواہ مدرسے میں ہوں خواہ گھر پر۔ کھیلتے ہوں یا کوئی اور کام کرتے ہوں۔ زبان مادری ہی سیکھتے رہتے ہیں۔ لیکن اتنا فرق ضرور ہے۔ کہ ایام مدرسہ میں بچوں کے قوائے عقلیہ نشو و نما پائے جاتے ہیں۔ جو بچپن میں مخفی ہوا کرتے ہیں۔ اب وہ جم کر توجہ دے سکتے ہیں۔ اور اپنی زبان مادری سیکھنے کے بعد عام طور پر زبان کی ماہیت اور بناوٹ وغیرہ کا بھی خیال کسی قدر اُن کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ پس قدرتی طرز کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جن حالات میں طلباء زبان مادری میں بولنا اور سمجھنا سیکھتے ہیں۔ وہی حالات اس صحت میں بھی مبنیائے جائیں۔ بلکہ اس طرز کو قدرتی کہنے کی وجہ سے ہے کہ یہ طریقہ ماہیت زبان کے لحاظ سے نہ فقط فارسی بلکہ ہر ایک زبان سکھانے کے لئے نہایت ہی مفید اور موزوں ہے۔ اور چونکہ زبان دراصل بولی ہی ہوتی ہے۔ اس لئے ہر ایک مروجہ زبان سکھانے کے لئے اس کے محاورات جو روزمرہ استعمال کئے جاتے ہیں۔ بتانے چاہئیں۔ اب ہم وہ ضروری اصول بیان کرتے ہیں جن پر یہ طرز مبنی ہے :-

(۱) بولنے کی مشق پر زیادہ زور دینا چاہئے۔ چونکہ ہمارا ماحول یہ ہوتا ہے کہ طلباء اس زبان میں سوچ سکیں۔ اور اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ اس لئے فارسی میں بولنے پر سب سے زیادہ زور دینا چاہئے۔ شروع ہی سے جماعت کے سامنے مقوس کو یہ زبان استعمال کرنی چاہئے۔ اور طلباء کو بھی حقے الامکان اسی میں گفتگو کرنی چاہئے +

(۲) تعلیم صرف و نحو تعلیم زبان پر محدود ہونی چاہئے۔ جس قدر کہ جتنی تم فارسی سکھانے میں کرتے ہو۔ اسی قدر و نحو کے قواعد کی طرف بھی طلباء کی توجہ مبذول کرنا چاہئے۔ کہ نہ صرف و نحو اور جہت و احوال زبان کا ایک قسم کا ماحول

ہے۔ اور کلمہ مطالعہ زبان پر منحصر ہے۔ اس لئے ابتدا میں صرف و نحو پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اور آگے چل کر بھی یہ مضمون مطالعہ زبان میں صرف عمد و معاون ہی رہتا ہے +

(۳) اظہار خیالات اور ترجمے کا فرق مد نظر رکھنا چاہئے چونکہ ہمارا مدعا یہ نہیں ہوتا۔ کہ طلباء صرف فارسی کے ہم معنی الفاظ سے واقف ہو جائیں۔ بلکہ یہ کہ فارسی میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکیں۔ اس لئے مدرس کا یہ فرض نہیں ہے۔ کہ طلباء کو ترجمہ کوٹے میں خوب ماہر بنا دے۔ بلکہ زبان فارسی سے انہیں آشنا کرے۔ جو شخص دو مختلف زبانوں کے محاورات سے بخوبی واقف ہوتا ہے۔ وہ ایک زبان کے خیالات کو باسانی دوسری زبان میں ظاہر کر سکتا ہے +

(۴) پڑھنے کے مصلح پر تمام تعلیم کا دار و مدار ہونا چاہئے۔ طلباء کو علاوہ علاوہ الفاظ یا جملوں کی مدد سے تعلیم نہیں دینی چاہئے۔ بلکہ پوری عبارت کو لینا چاہئے۔ اسی میں تلفظ الفاظ صحیح کرنا چاہئے۔ اسی میں صرف و نحو سکھانی چاہئے۔ اور اسی میں لکھنے کی مشق کرانی چاہئے۔ اگرچہ یہ بہتر ہے کہ لکھنے کی مشق کراتے وقت پڑھی ہوئی عبارت کو کسی قلم بدل دیا جائے +

تذکرہ بلا اصول پر فارسی اور تمام دیگر مروجہ زبانوں کے طریقہ کا انحصار ہونا چاہئے۔ اور اسی طرز کو قدرتی طرز کہتے ہیں +

تذکرہ لکھنا۔ پڑھنا + ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ کہ فارسی زبان یا دیگر مروجہ زبانیں سکھانے کا یہ مقصد ہوتا ہے۔ کہ طلباء اس میں گفتگو کر سکیں۔ ان کی کتب پڑھ سکیں۔ اور ان میں اپنے خیالات کا اظہار بخوبی کر سکیں۔ اس لئے ہم گفتگو کرنے پر زور دیتے ہیں اور لکھنے کے متعلق جزوی ہدایات مختصر طور پر دی ہیں۔ تاکہ طلباء کو صحیح طریقہ سے سکھانے کے لئے ہدایت ملے۔

ذیل امور کو مد نظر رکھنا ضروری ہے :-

(۱) - گفتگو اسی وقت کر سکتے ہیں۔ جبکہ جو الفاظ بولنے چاہیں۔
انہیں فوراً سمجھ لیا جائے۔ اس لئے کانوں کو بذریعہ
مشق ایسا سدھانا چاہئے۔ کہ وہ مختلف آوازوں میں بخوبی
تمیز کر سکیں +

(۲) - جو الفاظ استعمال کئے جائیں۔ انہیں فوراً اصلی اشیا یا
خیالات سے منسوب کرنے کی قابلیت طلباء میں پیدا کی جائے
(۳) اس امر سے بخوبی واقف ہونا چاہئے۔ کہ اہل زبان اپنی
زبان میں کس طرح خیال کرتے اور سوچتے ہیں۔ تاکہ خود
بھی خیالات کا اُسی طرح اظہار کرنا آ جائے۔ اس لئے
طلباء کو جملوں میں الفاظ کی ترتیب مشاہدہ کرتے اور خود
جملے بناتے رہنا چاہئے +

(۴) - زبان غیر کے الفاظ کو صاف اور ٹھیک طور پر ادا کرنے
کی قابلیت ہونی چاہئے۔ یہ مقصد اُسی وقت حاصل
ہو سکتا ہے۔ جبکہ طلباء کی توجہ زبان اور دانتوں کی حالت
کی طرف مبذول کی جائے۔ اور خود اُن سے مشق کرائی
جائے +

(ب) پرٹھنا۔ پڑھنے کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ کلام
اور اس کے معنی کا چھپی ہوئی علامت سے ایسا گہرا تعلق
پیدا کر دیا جائے۔ کہ علامت کے دیکھتے ہی آواز اور اس کے
معنی فوراً یاد آ جائیں +

(ج) لکھنا۔ لکھنے میں یہ خیال رکھنا چاہئے۔ کہ آواز اور اس کا
معنی تحریری علامت سے خوب مربوط ہو +

(۱) - علامات + اگر تم چاہتے ہو۔ کہ طلباء زبان غیر لکھنے میں

خوب ترقی کریں۔ اور تمہارا مقصد پوری طرح برآئے ہو۔

تو پہلی بات یہ کاربند رہنا چاہئے۔

(۱) - ایک دفع میں ایک بات لکھاؤ۔ لیکن لکھی بات

میں خوب سے دلچسپی رکھو۔ تاکہ وہ اس بات سے

ہوئی علامت سے منسوب کرنا چاہئے۔ اور آخر میں طالب علم کو لفظ لکھنا سکھانا چاہئے۔ آواز کو قیض کرنے کے لئے کان کا سدھانا ضروری ہے۔ اس کو ٹھیک طور پر ادا کرنے کے لئے آواز کا۔ اور لکھی ہوئی علامت کو پہچاننے کے لئے آنکھ کا +

(۲)۔ یاد رکھو کہ زبان غیر زیادہ تر تقلید اور مشق سے آتی ہے۔ نہ کہ صرف و نحو کے قاعدے گھومتے سے۔ ایک مصنف کا قول ہے کہ ”ہر ایک زبان صرف و نحو کے قاعدوں سے نہیں بلکہ استعمال سے سیکھی جاتی ہے۔ قاعدوں سے استعمال میں مدد ملتی ہے اور اس کی صحت کا مقیاس ہاتھ لگتا ہے۔ لیکن انہیں استعمال کے بعد لینا چاہئے۔ پہلے نہیں +“

(۳) تمہارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ طلباء کو اس طرح تعلیم دی جائے کہ وہ روانی اور صحت کے ساتھ گفتگو کر سکیں۔ اور اس زبان میں اپنے خیالات کو آسانی اور بلا تکلف ظاہر کر سکیں۔ اس لئے :-

(۱) حتی الامکان نئے الفاظ کو براہ راست ان اشیا و افعال سے منسوب کرو۔ جنہیں وہ تعبیر کرتے ہیں۔ اردو زبان کے ہم معنی الفاظ سے نہیں مثلاً مکے کی مختلف اشیا کی طرف اشارہ کر کے مدرس طلباء سے لیں کہ نام فارسی ہی میں دریافت کر سکتا ہے۔ مکے میں مضبوط نکل اشیا ضرور موجود ہوتی ہیں۔ میز۔ قلم۔ کتاب۔ دیوار۔ روشنی۔ در۔ دیوار۔ دریچہ وغیرہ۔ یا کسی شے مثلاً میز کا حال فارسی میں بیان کر سکتا ہے۔ ”میز یک سطح دارد۔ و پائش یک۔ دو۔ تہ۔ چار اند۔“ سطح میز صاف است۔ ہموار نیست۔ او ہموار است۔ کی نیست۔ او است۔ سطح است۔ نہ مربع۔ نہ مستطیل۔ این از خوب است۔ این میز چوبین است۔ یا طلباء سے کوئی خاص کام کرانے اور فارسی میں بیان کرنے سے منع۔

ایستادہ مے شوم +
 من تا در مے روم +
 من نزد دروازہ مے روم +
 من بدروازہ مے روم +
 من دست خود را دراز مے کنم +
 من دستہ در مے گیرم +
 من در را مے کشم +
 من بایں طور در را وائے کنم +
 من رخ تبدیل مے کنم +
 من بجائے خود مے روم +
 من مے نشینم +
 من کتاب خود مے گیرم +
 من اورا وائے کنم +
 من اورا مے خوانم +

(دب) غیر زبان کے لفظوں اور ساختوں سے طلبا کو حتمی الامکان غیر زبان میں ہی آشنا کرو۔ ابتدا میں شاید یہ ضرورت پڑے کہ مطلب سمجھانے کے لئے اردو کا استعمال کیا جائے۔ لیکن ایک سال بعد ہی معائنہ کو ترک کر کے زبان غیر ہی کا استعمال کرنا چاہئے۔ (دیکھو ضمیمہ اول)

(ج) پڑھنے کے سبق کے ہر ایک جملے کی مدد سے افشا پردازی کی مشق زبانی کراؤ۔ جب تک طلبا ہر ایک لفظ کو جملے میں استعمال نہ کر سکیں۔ یہ مت سمجھو کہ طلبا اُسے در حقیقت سمجھ گئے ہیں۔ استقامت اعطاء طلبا بہت جلد سیکھ جاتے ہیں۔ لفظ میں ہر ایک جملے پر بہت سے ایسے سوال اسالی سے پوچھ سکتے ہیں جن سے (۱) طلبا اپنی پاری سے جملے کے ہر ایک حصے پر توجہ کریں۔ (۲) اصل لفظ اور باب و نحو کی

مشق ہو جائے۔ اور (۳) وہ استفہامیہ اور بیانیہ دونوں قسم کے جملوں میں الفاظ کی ترتیب اور استعمال سے آشنا ہو جائیں +

من شخصے را دیدم - کہ خط مے نوشت +
 کدام کس خط مے نوشت؟ آں کس خط مے نوشت +
 آں کہیں چه مے کرد؟ آں کس خط مے نوشت +
 آں کس چه مے نوشت؟ آں کس خط مے نوشت +
 بنام کس آں شخص را دیدم - کہ آں کس خط مے نوشت؟
 من دیدم - کہ آں کس خط مے نوشت +

من چه کردم؟
 من چه دیدم؟

(د) طلباء کو مکمل جملوں میں جواب دینے کا عادی بناؤ +
 (۴) شروع ہی سے تلفظ پر توجہ متا م کر و -
 خیال رکھو کہ طلباء کو لا پر وا ئی سے غلط تلفظ کرنے کی عادت نہ پڑ جائے۔ ورنہ ایسی عادت کے دور کرنے میں برسوں لگیں گے۔ اس لئے :-

(۱) - خود اپنے تلفظ کا خیال رکھو۔ اور طلباء کو ہمیشہ بہت عمدہ نمونہ دو +

(ب) علامت سے پہلے اس کی آواز سکھاؤ۔ ایک وقت میں ایک بات بتاؤ۔ بہت سے عام الفاظ کے ہتچے بے قاعدہ ہیں۔ اس لئے اگر آواز آ جانے سے پہلے علامت بتائی جائے۔ تو اس سے طالب علم کی مشکلات زیادہ ہو جاتی ہیں +

(ج) ہم آواز الفاظ کا تلفظ بذریعہ مقابلہ و باہمی ربط ذہن کشیں کر و +

(د) - جن الفاظ میں خاص مشکلات پیش آئیں - انہیں جملوں میں استعمال کر کے سکھاؤ۔ اور ایسے جملوں کو اور چند آسان پر عمل تکمیل کو حوصلہ دے کر دے +

(۴) جو آزمائیں اردو میں نہ پائی جاتی ہوں۔ اُن کی طرف خاص توجہ دلاؤ۔ اور اس امر کی احتیاط رکھو۔ کہ طلباء ان کی جگہ اور آزمائیں نہ نکالیں۔

(۵) جو عبارات پڑھنے کی کتب درسیہ میں ہوں۔ اُن پر اپنے اسباق کی بنا رکھو۔ اس سے تمہارا کام محدود و مخصوص ہو جاتا ہے اور اعادہ کرنے میں آسانی رہتی ہے۔ جو نئے الفاظ زبانی سکھاؤ۔ وہ ایسے ہونے چاہئیں۔ جو طلباء کو آگے چل کر اپنی کتب درسیہ میں ملیں۔ صرف و نحو کے اسباق کے لئے مثالیں اور ترجمے کے لئے مشقیں بھی ہی منبج سے لو۔

(۶) ایک ہی سبق میں بہت زیادہ سکھانے کی کوشش مت کرو۔ تھوڑا سکھاؤ۔ مگر اچھی طرح سکھاؤ۔ شروع شروع میں چار پانچ سطریں بہت کافی ہونگی۔

(۷) آموختہ کو اکثر دہراتے رہو۔ نیا سبق شروع کرنے سے پہلے پچھلے پڑھے ہوئے سبق کے الفاظ و اجزائے جملہ دہرائو۔

صرف و نحو زبان غیر

صرف و نحو سکھانے میں منسلک ذیل ہدایات متبصر رکھنی چاہئیں:-

(۱) صرف و نحو اس طرح مت سکھانی شروع کرو۔ کہ طلباء کے ہاتھ میں کتاب دے دی اور کہ دیا۔ کہ فعلوں فلان تعریف حفظ یاد کر لاؤ۔ خواہ بچے اُن تعریفوں کو فہم بھی نہ سمجھیں۔ جب تک طلباء معمولی قاعدوں اور ساختوں پر خوب حاوی نہ ہو جائیں۔ ہر ایک تعریف اور قاعدہ غیر کتاب کے زبانی سکھاؤ۔

(۲) ہر ایک قاعدہ استثنائی طریق سے سکھاؤ۔ کہ جملہ جو طلباء زبانی طاقت سے محروم ہیں۔ ان کے لئے یہ قاعدہ سکھانے کے لئے خاص طور پر تیار کیا گیا ہے۔

طلبا کی رہنمائی کرو۔ (دیکھو اسباق ضمیمہ) +
(۳) کام کی احتیاط کے ساتھ تدریج کرو۔ پہلے دو سال کے اسباق کی فہرست تیار کرو۔ اول آسان آسان باتیں لو۔ مثلاً اسموں کی وحدت و جمع۔ فعلوں کے زمانے اور صیغے اسم ضمیر۔ اسم صفت۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ یاد رکھو۔ کہ طلبا اپنی زبان کی صرف و نحو کی واقفیت کے باعث صرف و نحو کسی قدر سمجھتے بھی ہیں +

(۴) جملوں کی تحلیل پر اسباق بنی کرو۔ اور تحلیل و ترکیب ساتھ ساتھ ہو +

(۵) ہر قدم پر غیر زبان کی صرف و نحو کا مقابلہ ماری زبان کی صرف و نحو سے کر کے مشابہت و اختلاف نکلاؤ۔ مقابلہ کرنے اور مشابہت کی باتیں معلوم کرنے سے رفتہ رفتہ کچھ ایسے اصول تمہارے طلبا کے ہاتھ لگ جائیں گے۔ جو تمام زبانوں میں مشترک ہیں۔ اختلاف سے غیر زبان کے محاورات واضح ہو جائیں گے۔ اور طلبا کے لوح خاطر پر نقش ہو جائیں گے۔ الغرض دونو ترکیبوں سے نئی واقفیت آسانی سے سمجھ میں آ جائیگی۔ اور فی الفور یاد ہو جائیگی۔ +
(۶) خیال رکھو۔ کہ مستثنیات بتانے سے پہلے قاعدے بخوبی آ جائیں۔ شروع شروع میں اول الذکر کو ضمتاً سکھاتے جیکہ وہ پڑھنے کے سبق میں آ جائیں۔ قاعدے کے ساتھ ہی مستثنیات بتا کر اپنے طلبا کو گھبراہٹ میں نہ ڈالو۔ +

اصطلاحی الفاظ کا استعمال بہت کم کرو۔ ہر جگہ پر ممکن ہو تقسیم کرتے چلے جاؤ۔ کلیت سیدھی سادگی ہی تقسیم گائی ہوتی ہے۔ بہت سے مصنف یہ اپنا سعی و عمل خیال کرتے ہیں۔ کہ ہر ایک اصطلاح کا جو معنی ہے۔ استعمال کیا جائے۔ لہذا ان کی تقسیم قواعد میں نہیں کی جاتی۔ بلکہ ہر جگہ استعمال کرتے کرتے

ہوتی ہے +

(۸) دیکھ لو۔ کہ تمہاری تعریفات قواعد منطق کے مطابق بنی ہوئی ہیں۔ الفاظ کو اشیا سے گڑبڑ نہ کرو۔ تمہاری تعریفات مختصر اور عام فہم ہوں۔ اور ان مثالوں سے قدرتی طور پر استخراج کی گئی ہوں۔ جو طلباء کے سامنے پیش کی گئی ہیں۔ جب تمہیں خود مطالعہ کرتے وقت کوئی سادہ اور صحیح تعریف مل جائے۔ تو فوراً اسے اپنی کاپی تک میں درج کر لو +

(۹) نیا قاعدہ سکھاتے ہی طلباء سے اسے مشقوں کے حل کرنے میں استعمال کراؤ۔ طلباء اپنی کتابوں کے کسی پیریگراف میں سے قاعدے کی تمثیلیں چنیں۔ یا غیر زبان سے اپنی زبان میں یا اپنی زبان سے غیر زبان میں جملوں کا ترجمہ کریں +

(۱۰) جب طلباء زبان کی ابتدائی اور عام ساختوں پر قادر ہو جائیں تو پھر صرف و نحو کی کتاب ان کے ہاتھ میں دے سکتے ہو۔ مگر اسے بطور حوالہ کی کتاب کے سمجھنا چاہئے۔ یعنی بطور ایسی کتاب کے۔ جس کی مدد سے طلباء اپنی مشکلات ساخت حل کر لیں +

(۱۱) یاد رکھو۔ کہ باوجود ان تمام باتوں کے صرف و نحو کے سبق کا اصلی فائدہ ان اعمال استدلال میں ہے۔ جن کے ذریعہ سے طالب علم قاعدے تک پہنچتا ہے۔ اور اسے استعمال کرتا ہے۔ قاعدے بولنے یا لکھنے میں بہت کم مدد دلا دیتے ہیں۔ ان سے معیاریں طالب علم کے ہاتھ لگ جاتی ہیں۔ جن پر وہ اپنے جملوں کی صحت کو پرکھ سکتا ہے۔ لیکن زبان استعمال کرنے کا یہ ضعیف بولنے والوں اور کم بروا شتم لکھنے والوں کو زیادہ تر طلباء اور حتیٰ کہ بعض مہتمم حاصل ہوتا ہے۔ لہذا اسے تعلیم کے طریقوں پر خاص توجہ کرنا چاہئے۔ تاکہ اسے خود محسوس کرے کہ اس کے ہاتھ لگنے والے

طلبا سے نکلواؤ صرف اسی طریق سے اسباق صرف و نحو کا نشا پورا ہو سکتا ہے۔ ہر ایک سبق میں استدلال استقرائی و استدلال استخراجی دونوں کی مشق ہونی چاہئے۔

خلاصہ

- ۱۔ زبان غیر سکھانے کا بڑا مدعا یہ ہوتا ہے۔ کہ طلباء کو اس میں بولنا اور اپنے خیالات کا اظہار کرنا آجائے۔
- ۲۔ جس طرز سے بچے زبان مادری سیکھتے ہیں۔ اُسے قدرتی طرز کہتے ہیں۔ اس طرز میں تقلید اور مشق شامل ہیں۔
- ۳۔ غیر زبان کی تعلیم دیتے وقت:
 - (۱)۔ ایک دفعہ میں ایک بات سکھاؤ۔
 - (ب) قاعدوں کی نسبت استعمال پر زیادہ بھروسہ کرو۔
 - (ج) نئے الفاظ کو براہ راست اُن اشیاء و افعال سے جوڑ کر۔ جنہیں وہ تعبیر کرتے ہیں۔
 - (د)۔ پڑھنے کے سبق کے ہر ایک جملے کو انشا پر داری کی بہت سی زبانی مشقوں کی بنا بناؤ۔
 - (۵) ابتدا ہی سے تلفظ پر توجہ تام کرو۔
 - (و) آہستہ آہستہ آگے بڑھو۔ تھوڑا سکھاؤ۔ مگر اچھی طرح سکھاؤ۔
- (ن)۔ بچگی کا خیال رکھو۔ اکثر امادہ کرتے رہو۔
- ۴۔ صرف و نحو غیر زبان استقرائی طرز سے سکھانی چاہئے۔
- جملے بڑے ہوئے یا سُن کر یاد کئے ہوئے ہوں۔
- سُن کر مقابلہ کر کے قاعدے نکلواؤ۔

ضمیمہ اول

سبق ہائے فارسی

پہلا سبق

سامان۔ نوے آسیا و شبیہ ہائے اہلئے ایران۔
 زبانی مینق فارسی۔ استاد کو چاہئے۔ کہ نقشہ میں ملک ایران
 کی طرف اشارہ کرے اور پوچھے۔

ایں چیت و ایں ملک ایران است (ہندوستان چین وغیرہ)۔
 آیا ہمیں ملک ایران است و بے آقا۔ ہمیں ملک ایران است (ہندوستان
 چین وغیرہ)۔

اب استاد کو چاہئے۔ کہ ملک ایران کے علاوہ اور ملکوں مثلاً
 ہندوستان وغیرہ کی طرف اشارہ کرے۔ اور وہی سوال پھر کرے۔
 آیا ایں ملک ایران است و بے آقا۔ ایں ملک ہندوستان است
 ایران نام ملکہ است۔ (ہندوستان۔ چین) نام ملکہ است۔ آیا ایران
 ملکہ است و بے آقا۔ ایران نام ملکہ است۔ آیا ایں ملک ایران
 است و بے آقا۔ ایں ملک ایران است۔ آیا ایں ملک ایران
 است و بے آقا۔ ایں ملک ایران چیت۔ ایں ملک ہندوستان
 است۔ (اب تصویر دکھائی چاہئے) ایں چیت و ایں شبیہ مرد
 من مرد ہستم۔ تو طفل ہستی۔ (مرد۔ طفل) میں کیستم۔ تو مرد ہستی تو کہ
 میں طفل ہستم۔ آیا من ایرانی ہستم و بے آقا۔ شام ہندی ہستم۔
 آیا تو ایرانی ہستی و بے آقا۔ ہندوستانی ہستم۔

شما ہستید
تو ہستی
او ہست

خلاصہ

ایران - ہندوستان - چین - مرد ملک - ایرانی - ہندی - مردے -
طفے - ایں مرد - ایں ملک - چہ ؟ تو - اور من - شما - ہست - ہستم -
ہستید - ہستی - بے - نہ - دیگر -

تنبیہ

استاد کو فقرات ذیل کا بخوبی استعمال کرنا چاہئے :-
ضمیدید - باز بگو - یک بار دیگر بگو - تو بگو +

دوسرا سبق

سامان - سامان سابقہ - لازم ہے - کہ سبق نمبر اول کو بخوبی

پڑھ لیں +

مرزا محمد علی سے نامند - شمارا رام چند سے نامند - اور رانند رام
سے نامند - مرزا چہ سے نامند ؟ شمارا محمد علی سے نامند - ترا چہ
سے نامند ؟ مرزا رام چند سے نامند - اورا چہ سے نامند ؟ اورا
چہ سے نامند +

استاد - آیا مرزا محمد رام سے نامند ؟ شاگرد - نہ آقا رانند علی سے نامند
اورا رام چند سے نامند ؟ " نہ آقا اورا محمد رام سے نامند
اورا محمد رام سے نامند ؟ " نہ آقا مرزا رام چند سے نامند
اورا محمد علی سے نامند - ایا لکے ایران را ایرانی سے گویند -
ایا لکے ہندوستان را ہندوستانی سے گویند - ایا لکے چین را چینی سے گویند
ایا لکے ایران را چہ سے نامند ؟ ہندوستان را چہ سے نامند ؟
اورا چہ سے نامند ؟ ممکن ہو - بار بار کہلانا چاہئے +

خلاصہ

مرزا سے گویند - ترا سے گویند - اورا سے گویند +

فقرات ذیل کو بخوبی استعمال کر کے پڑھ لیں :-

کئے ہیں۔ تختہ سیاہ پر لکھنا چاہئے:-

ایں چیت ہ ایں ایران است۔ آیا ایں ایران است ہ نہ آقا۔
ایں ہندوستان است۔ آیا من ایرانی ہستم ہ نہ آقا۔ شما ہندوستانی
ہستید۔ اہلئے ایران را چہ مے نامند ہ اہلئے ایران را ایرانی مے گویند۔
من کیستم ہ شما مرد ہستید۔ شما ہندوستانی ہستید۔ تو کیستی ہ من طفل
ہستم۔ من ہندوستانی ہستم۔ آیا تو ایرانی ہستی ہ نہ آقا۔ من ایرانی
نیستم۔ من ہندوستانی ہستم۔

تیسرا سبق

سامان۔ نقشہ ایشیا وغیرہ بدستور ساتی۔

(۱) آموختہ کو دھراتا اور فقرات ذیل کو بخوبی پڑھانا چاہئے۔

(۲) استاد کو چاہئے۔ کہ فقرات ذیل لڑکوں سے بار بار اپنے ساتھ کہلائے۔

من بہ مدرسہ ہستم۔ تو بہ مدرسہ ہستی۔ ما بہ مدرسہ ہستیم۔ من
استاد ہستم۔ شما طالب علم۔ ہستید۔ آنہا ہمگی طالب علمان ہستند۔
آیا شما استاد ہستید ہ نہ آقا۔ ما استاد نیستم۔ ما شاگرد ہستیم۔ شما
ہمہ ہندوستانی ہستید۔ شما ہمہ فارسی مے خوانید۔ آیا من
فارسی مے خوانم ہ نہ آقا۔ شما فارسی مے خوانید۔ ما فارسی
مے خوانم۔

خلاصہ۔ طالب علم۔ طالب علمان۔ استاد۔ استادان۔ ہمہ مے خوانم۔

تو مے خوانی۔ شما مے خوانید۔ او مے خواند۔

من فقرات ذیل کو طلبا کی مدد سے تختہ سیاہ پر لکھنا چاہئے۔

مرا مے گویند۔ ماہا مے گویند۔ ترا مے گویند۔ اورا مے گویند۔
آنا را مے گویند۔ من مے خوانم۔ ما مے خوانیم۔ تو مے خوانی۔
شما مے خوانید۔ او مے خواند۔ آنہا مے خوانند۔

(۳) ایک اور تختہ سیاہ پر سے جس پر کہ فقرات ذیل لکھے ہیں۔
کھے ہوئے ہوں۔ طلبا سے پڑھوانے چاہئیں۔

ایں ملک است ہ ہندوستان کہلاتے ہیں۔ ایں کھام ملک

است ہ ایں ملک ایران است۔ ایں ہندوستان فارسی مے خوانم۔

استاد ایرانی نیست۔ ہندوستانی است۔ ما ایرانی نیستیم۔ ہندوستانی ہستیم۔ اورا نند رام مے نامند۔ او ایرانی ہست۔ او ہندوستانی است۔

(۵) فقرات ذیل لڑکوں کو فارسی میں لکھوائے چاہئیں۔ اور لڑکے ہر ایک فقرے کے مقابل مناسب جواب بھی فارسی ہی میں لکھیں۔

شما کیستید؟ ایران چیست؟ آیا استاد ایرانی است؟ اورا چه مے نامند؟ شما چه مے خوانید؟

چوتھا سبق

سلمان۔ استاد کے ہاتھ اور انگلیاں۔ استاد کو ہر ایک بات اپنے

ہاتھ اور انگلیاں اوپر اٹھا کر سمجھاتی چاہئے۔

تربانی کام۔ میں یک دست است۔ میں دو دست ہستند۔ دستہائے

من دو ہستند۔ دستہائے شما دو ہستند۔ دستہائے میں دو ہستند۔

دستہائے ما ہمہ دو ہستند۔ میں چیست؟ میں یک دست است۔

میں ما چیست؟ میں دو دست ہستند۔ (ایک ہاتھ دکھانا چاہئے)۔

آیا میں دو دست ہستند؟ نہ آقا۔ میں یک دست است۔ آیا

میں دو دست ہستند؟ بے آقا۔ میں دو دست ہستند۔ دستہائے

میں چند اند؟ دستہائے جناب دو ہستند۔ دستہائے شما چند اند؟

دستہائے من دو ہستند۔ دستہائے ایرانی چند مے باشند؟

ایرانی دو مے باشند۔ میں انگشت است۔ انگشت من یک است۔

میں دو انگشت ہستند۔ میں چند انگشت ہستند؟

ایک۔ دو۔ تہ۔ چہار۔ پنج۔ بیش۔ ہفت۔ ہشت۔ نہ۔ دہ۔ (باز یگوہ)

دو انگشتا در دو دست مے باشند۔ در یک دست چند انگشتا

مے باشند؟ در دو دست چند انگشتا مے باشند؟

تصغیرات مذکورہ بالا کو بار بار دہراتا چلےئے۔ تاکہ بخوبی سمجھ

میں آجائیں۔ ہر خلاصہ کو تختہ سیاہ پر لکھنا چاہئے۔ تاکہ

کتاب اس کو اپنی کتابوں میں اس طرح نقل کر سکیں۔

دست دستہا
 آن دست آن دستہا
 انگشت انگشتہا
 این انگشت این انگشتہا
 من دارم ما داریم
 تو داری شما دارید
 او دارد آنها دارند
 چند دستہا (انگشتہا)

مشق - یک - دو - سہ - چہار - پنج - شش - ہفت - ہشت - نہ - دہ +
 گھر کے واسطے - لازم ہے - کہ طلبا الفاظ بالا کو اپنی کلیپوں
 میں نقل کریں - اور اُن کو استعمال کر کے نئے فقرے بنا کر لائیں +

پانچواں سبق (قواعد)

(۱) اُن اسموں کو جو پچھلے سبقوں میں آچکے ہیں - استعمال
 کرنا چاہئے +

ایران - فرد - دست - دستہا - ہندوستان - طفل - انگشت -
 انگشتہا - چین - طالب علم - طالب علمائے - ملک - استاد -
 استادان +

(۲) طلبا سے پوچھنا چاہئے - کہ یہ ایک چیز ظاہر کرتے ہیں -
 یا ایک سے زیادہ +

ایک چیز ظاہر کرنے - ایک سے زیادہ ظاہر
 والے الفاظ - کرنے والے الفاظ -

طالب علم طالب علمائے استادان
 استاد استادان

(۳) جمع بنانے والے قاعدے کی طرف طلبا کو توجہ دلائی جائے +
 فارسی میں ان یا با واحد کے اخیر بڑھانے سے جمع بن جاتی
 ہے +

اسمائے مفصلہ ذیل کی جمع بتاؤ -

- مرد۔ طفل۔ طالب علم۔ استاد۔ دست۔ انگشت۔
- (۴) دہیں کی جمع ایشاں اور اینہا۔ اُن کی جمع آناں اور آہا کی طرف توجہ دلانی چاہئے۔
- (۵) اسی طرح ایسے الفاظ جو کسی چیز کا بیان کریں یا تعریف کریں۔ پوچھنے چاہئیں۔
- (۶) اسباق گزشتہ میں جو فعل آچکے ہیں۔ اُن کو دھراتا چاہئے۔
- من۔ ہستم۔ میدارم۔ مے خوانم۔ مراے گویند۔
تو۔ ہستی۔ داری۔ مے خوانی۔ تراے گویند۔
شما۔ ہستید۔ مے دارید۔ مے خوانید۔ شما راے گویند۔
او۔ ہست۔ مے دارو۔ مے خواند۔ اوراے گویند۔
ما۔ ہستیم۔ مے داریم۔ مے خوانیم۔ ماراے گویند۔
آناں۔ ہستند۔ مے دارند۔ مے خوانند۔ آناں راے گویند۔
- (۷) جمع بنانے کے واسطے مختلف حروف جو مقرر ہیں۔ ان کی طرف توجہ دلانی چاہئے۔
- (قاعدہ) جمع غائب کی صورت میں جمع کی نشانی ند ہے۔
جمع مخاطب کی صورت میں جمع کی نشانی یہ ہے۔
جمع متکلم کی صورت میں جمع کی نشانی یم ہے۔

پچھٹا سبق

ہنامان۔ استاد کے ہاتھ اور انگلیاں اور آدمی کے چہرے کی تصویر۔

ریاضی کام۔ ایں چیت ہ ایں چشم است پشمان مردو مے باشند۔
پشمان من چند ہستند ہ پشمان شما چند ہستند ہ پشمان ہندوستانی
طالب علم چند مے باشند ہ پشمان دو استادان چند مے باشند پشمان
دار طلال چند مے باشند ہ ایں چشم است۔ ایں دست است۔
ایں انگشت است۔ ایں دہن است۔ دہن من دہن دارم۔
دہن دارید۔ دہن دارو۔ من بہ دہن حرف مے زکم۔ شما بہ چه
حرف مے زکم۔ دہن حرف مے زکم۔ ما بہ دہن حرف مے زکم۔

من چشم چه مے کنم ؟ مے بینم - او بہ چشم چه مے کند ؟ مے بیند -
 ما بہ چشم چه مے کنیم ؟ مے بینیم - من بہ چشم مے بینم - بہ چشم -
 بہ چشم - شما بہ چه مے بینید ؟ بہ چشم - من بہ دست چه مے کنم ؟
 مے نویسم - من بہ دست مے نویسم - او مے نویسد - مے نویسد -
 بہ دست - بہ دست ؟

خلاصہ - اُستاد کو چاہئے کہ الفاظ مفصّل ذیل کو طلبا کی

مدد سے تختہ سیاہ پر لکھے :-

چشم چشما انگشت انگشتان

دہن دہن ہا دست دستا

ایں ایناں آں آناں

۱- من - حرف مے زخم - مے بینم - مے کنم - مے نویسم -

۲- تو - حرف مے زنی - مے بینی - مے کنی - مے نویسی -

۳- او - حرف مے زند - مے بیند - مے کند - مے نویسد -

۴- ما - حرف مے زنیم - مے بینیم - مے کنیم - مے نویسیم -

۵- شما - حرف مے زنیید - مے بینید - مے کنید - مے نویسید -

۶- آناں - حرف مے زند - مے بیند - مے کند - مے نویسد -

بہ چه ؟

ساتواں سبق

ہمالاں - شہنشاہ قیصر ہند و ملکہ ہند کی تصویریں -

ظہر علی - مجھے سبق کو جہاں تک ہو سکے بار بار اور مختلف

جگہ سے دہراتا چلتے ہیں۔

مالی کام - ایدورد شہنشاہ ہند است - او شاہ انگلستان

ہم است - سکندر قیصر ہندوستان و ملکہ انگلستان

ایں تصویر شہنشاہ است - خوب تصویر است - ایں تصویر

است - ایں تصویر شہنشاہ ہند است - ان تصویر ملکہ ہند

ہے - ایں تصویر ملکہ ہند است - ملکہ ہند

ایں تصویر ملکہ ہند است - ایں تصویر ملکہ ہند

چہ مے بیٹی ۹ من دریں تصویر شہنشاہ را مے بینم۔ را پ دوسری تصویر کی طرف اشارہ کرنا چاہئے) دریں تصویر چہ مے بیٹی ۹ من دریں تصویر لکھ ہند را مے بینم۔ فقرات بالا کی خوب مشق کرانی چاہئے۔

خلاصہ۔ الفاظ ذیل کو طلبا کی مدد سے تحت پر لکھنا چاہئے۔

باوقاہ۔ یادشاہاں۔ نیک۔ شہنشاہ۔ شہنشاہاں۔ آں۔

آناں۔ ملکہ۔ ملکہ با۔ تصویر۔ تصویر با۔ ہم۔ کلام بہ

حرم۔ محترم۔ حرم لے محترمہ۔ قلم مے بینید ۹ اینجا ہست۔

ایجا ہستند۔ آیا شما مے بینید ۹

طلبا سے ایسے فقرے بنوانے چاہئیں۔ جن میں ان لفظوں

کا استعمال ہو۔

آٹھواں سبق

سامان۔ موافق سامان ساتویں سبق کے۔ تصویر شہنشاہ و قیصرہ

بر دیوار مست۔ شہنشاہ صاحب قیصرہ است۔ تصویر شہنشاہ نرود

تصویر قیصرہ است۔ اولاد شہنشاہ و قیصرہ سے کس اندیک شہزادہ

و دیو خانہ و تخت۔ شہنشاہ قبلہ گاہ شہزادگان و قیصرہ والدہ شان

ہست۔ حضرات ایساں شہزادگان ہستند۔ شہزادہ را اید و رد

مے نامند۔ او نواب کار قوال است۔ دختران را شاہ و تخت مے نامند

یکے از شاہ و دختران خاتون نواب خائف است۔ اورا بیگم نواب

خائف مے گویند۔ حالا تصویر را از دیوار پائیں کن۔ یغور سوزیش

ہیں۔ اس را بر میز بند۔ پیش میز اینتادہ شو۔ من پس میز

اینتادہ ام۔ تصویر بردار۔ نرود دیوار برو۔ تصویر را بر دیوار

آویزاں کن۔ تصویر با مے دیوار با ہم نزدیک اند۔

خلاصہ۔ صاحب۔ حرم محترم۔ والدہ۔ والدہ۔ شہزادہ۔

شاہ و تخت۔ والدین۔ شہزادہ شاہ و تخت۔ شہزادگان۔ اولاد

تصویر۔ اولاد شہزادہ۔ نواب شاہ و تخت۔ قریب۔ دیوار۔ دیوار

پائیں کن۔ یغور سوزیش۔ اس را بر میز بند۔ پیش میز اینتادہ شو۔ من پس میز

ایٹادہ خو۔ بردار۔ پرو۔ آوہراں کن۔

نواں سبق

سامان۔ نقشہ ایشیا اور شاہ ایران کی تصویر اگر جہتاً ہو سکے۔
 این چیت ۹ این نقشہ است۔ این نقشہ آسیا ست۔ آسیا چیت ۹
 آسیا یک بڑا عظم است۔ ہندوستان یکدام حصہ آسیا ست ۹ ہندوستان
 بخطہ جنوبی آسیا ست۔ ایران یکدام حصہ آسیا ست ۹ ایران
 بخطہ غربیہ آسیا ست۔ چین بہ کدّام حصہ آسیا ست ۹ چین بہ شرق
 حصہ آسیا ست۔ یہ شمالی حصہ آسیا کدّام ملک است ۹ یہ شمالی
 حصہ آسیا ملک سائیریا ست۔ حالا یازگلو۔ آسیا یک بڑا عظم
 است۔ و ہندوستان مملکتے است۔ و چین و ایران و سائیریا
 نیز مملکتہا ست۔ سائیریا بجانب شمال آسیا ست و چین
 شرق رویہ اش است۔ ہندوستان بہمت جنوب آسیا ست۔
 و ایران غرب رویہ اش۔ سائیریا کجا ست ۹ چین کجا ۹
 ہندوستان کجا ۹ ایران کجا ۹ سمت شمالی و شرقی و جنوبی حصہ
 آسیا آب شور است۔ این آب را کہ بہ خشکی احاطہ کردہ
 بحر مے گویند۔ یہ شمالی حصہ آسیا بحر منجہ شمالی است۔ و بہ
 جانب مشرق بحر الکاہل۔ یہ جنوبی بحر ہند است۔ و بہ غرب
 بڑا عظم اُردو پا ست۔ آجے را کہ بہ خشکی محیط باشد۔ چہ
 مے گویند ۹ بجانب شمال آسیا کدّام بحر است ۹ و بمشرق
 کدّام ۹ و بہمت جنوب کدّام ۹

خلاصہ۔ نقشہ۔ ایشیا۔ بڑا عظم۔ ملک۔ ہندوستان۔ ایران۔

چین۔ سائیریا۔ شمال۔ جنوب۔ مشرق۔ مغرب۔ آب۔ بحر۔ بحر

منجہ شمالی۔ بحر الکاہل۔ بحر ہند۔ اُردو پا۔ یازگلو۔

وسواں سبق

یہ سبق اردو میں پڑھنا چاہیے۔

(۱) ایٹادہ کو پڑھئے کہ تمام اسموں کو جو خطے چار سبقوں

میں آچکے ہیں۔ طلباء کی مدد سے تختہ سیاہ پر لکھے۔

شہنشاہ - ملکہ - قیصرہ - شاہزادہ - شاہ دخت

صاحب - حرم محترم - طفل

والد - والدہ - مرد - زن

اسماء بالا کو ملحوظ اُن کی ذات کے بطریق ذیل ترتیب دینا چاہئے۔

شاہنشاہ - ملکہ - پدر - مادر

پسر - دختر - مرد - زن

خوہر - زوجہ - شاہزادہ - شاہ دخت

اب استاد کو یہ ظاہر کرنا چاہئے کہ لفظوں کو دو قسموں

میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ یعنی مذکر - مؤنث

(۲) اسم کی گردان بھی سکھانی چاہئے

شہنشاہ پسر دارد - ادورد پسر شہنشاہ است - شاہزادہ

یہ شہنشاہ محبت دارد - شاہزادہ آل جیر شہنشاہ را داد -

شہنشاہ مرا آواز داد - من یہ دست خود می نویسم

اسم کی تینوں صورتوں - یعنی فاعل - مفعول - اور مضاف الیہ

کی طرف توجہ دلائی چاہئے

گیارہواں سبق

سامان - ایشیا کا نقشہ - آسیا یک بڑا عظم است - ہر بسیار

حاکم شامل است - کہ یکے از انہا ملک ایران است - ایران

بجانب مغرب آسیا است - بجانب شمال ایران بحیرہ کیسپین است -

بحیرہ کیسپین در اصل چلے است چرا کہ چار طرف خشکی دارد -

گر آبی چلے بخدے کلاں است - کہ آن را بحیرہ می گویند - یہ

ایران سے چار چلے ملے غورد است - شمال ایران کوہستان

است - کہ سلسلہ آس از مشرق بہ مغرب رفتہ - چندین رود ہائے

در آن بہ دریا ہائے بحر ہند بہ دریا ہائے بحر ہند بہ دریا ہائے بحر ہند

دریا ہائے بحر ہند بہ دریا ہائے بحر ہند بہ دریا ہائے بحر ہند

دریا ہائے بحر ہند بہ دریا ہائے بحر ہند بہ دریا ہائے بحر ہند

بحانب جنوب ایران خلیج فارس است۔ در خلیج فارس چند جزیرہ
است۔ جزیرہ آل قطیف خشکی است۔ کہ چار طرفش آب باشد۔
شما ایں را مے دانید۔ ہر طالب علم ایں را مے داند۔ ہر ساحل
خلیج فارس بندر عباس و بوشہر واقع است۔ ایں شہر ہابند گاہ
ہستند۔ فرمانرواے ایران را شاہ مے گویند۔ شاہ ایران بہ طهران
مے ماند۔ طهران دار الخلافہ ایران است۔ کلاں ترین شہزادہ را
ولی عہد مے گویند۔ دختران شاہ را شاہ موخت مے نامند۔

خلاصہ۔ شامل است۔ کوہ یا مسلسل ہستند۔ باوان میشود۔

رود یا جاری است۔ مے ماند۔ یکے ازاتھا۔ کلاں۔ ٹھہ۔ پھن۔

تنگ۔ بچقر۔ پایاب۔ قدرے۔ چند۔ بیار۔ ہریک۔ کلاں تریں۔

غیر تریں۔ ملک۔ رود۔ چل۔ شہر۔ خلیج۔ جزیرہ۔ بندر گاہ۔

مشق (۱) ان لفظوں کو فختہ سیاہ پر لکھنا اور طلباء سے فقروں
میں استعمال کرانا چاہئے۔

(۲) فقرات ذیل کو لڑکوں سے فارسی میں لکھوانا چاہئے۔
اور ان سے کہنا چاہئے۔ کہ اُن کے جواب میں پورے فقرے
لکھیں۔

اسیاء چیست؟ در آن کدام ملک باست؟ ازینا ہریک را چہ
مے نامند؟ ایران کجا است؟ یہ شمال ایران چیست؟ بحیرہ کیپین
چیست؟ ایں را بحیرہ چہرا مے گویند؟ بہ شمال ایران دیگر چیست؟
سلسلہ ایں کوہ یا یکدام جانب رفتہ؟ در خصوص رود ہا مے
ایماں یہ شما چہ معلوم است؟ از یارش چہ مے شود؟ کے
زین مرد خیر مے شود۔ کے ریگتانی؟ بہ جنوب ایران چیست؟
در خلیج فارس چہ واقع است؟ جزیرہ چہ را مے گویند؟ ہر
خلیج فارس کدام کدام شہر است؟ ایں شہر ہا کجا مے ماند؟
کدام روایت ایران را چہ مے گویند؟ شاہ کجا مے ماند؟
کلاں شاہ چہ مے گویند؟ دختران شاہ کجا مے نامند؟

بارھواں سبق

تختہ سیاہ پر لکھنا چاہئے۔

(۱) اولاد شہنشاہ و ملکہ سے تنہا ہستند۔

(۲) از ایشان دو دختر و یک پسر است۔

(۳) پسر را نواب، پورک سے گویند۔

(۴) ہر دو دختر باہم ہمیشہ ہستند۔

(۵) دیوک آف پورک برادرِ ایشان است۔

(۶) یک فقرہ - دو فقرہ - سہ فقرہ - چار فقرہ - پنج فقرہ - وغیرہ۔

فقرہ اول - فقرہ دوم - فقرہ سوم - فقرہ چہارم - فقرہ پنجم۔

یک لفظ - دو لفظ - سہ لفظ - چار لفظ - وہ لفظ۔

در فقرہ اول چند الفاظ است ؟ الفاظ فقرہ اول بشمارید۔ لفظ

اول از فقرہ دوم بخوانید۔ یک حرف - دو حرف - سہ حرف - چار

حرف - پنج حرف - بہت حرف۔

در لفظ سوم از فقرہ چہارم چند حروف است ؟ و در لفظ

پنجم از فقرہ پنجم چند حروف ؟ در لفظ ظلال ہفت حروف است۔

خلاصہ - ہمیشہ - برادر - فقرہ - حرف - لفظ - یکم - دوم - سوم

چہارم - پنجم - ششم - ہفتم - ہشتم - نهم - دہم۔

پازدہ - دوازدہ - سیزدہ - چہارزدہ - پانزدہ - شانزدہ - ہفزدہ

نزدہ - چہاندہ - بشمارید۔

تیسرہواں سبق

طلبا کو ذیل کی گنتی استاد کے ساتھ ساتھ کہنی چاہئے۔

سہ	شش	برابر	ہزردہ	چہارمرب	پنج	برابر	بہت
۳ × ۴	۱۸	۴	۵	۵	۲۰	۲۰	۲۰
۵ × ۵	۲۵	۵	۲	۹	۳۴	۳۴	۳۴
۵ × ۵	۲۰	۵	۵	۹	۲۵	۲۵	۲۵
۲۱	۳	۸	۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲
۳	۱۲	۴	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲	۳۲

بست - بست و یک - بست و دو - بست و سه - بست و چهار - بست
و پنج - بست و شش - بست و هفت - بست و هشت - بست
و نه - سی - سی و یک چهل - چهل و یک ..
پنجاه - شصت - هفتاد - هشتاد - نود - صد

ماضی	حال	مستقبل
بست و یوم اگست ۱۹۰۶ میلادی	امروز	بست و یوم اگست ۱۹۰۶
بست و یوم نزد بهم اگست		بست و یوم نزد بهم اگست
یک صد و یک هفته گذشته	حالا	یک صد و یک هفته آینده
پیش از هفته گذشته	امسال	هفته مابعد از هفته آینده
پار سال		سال دیگر

دیروز	هفته حال	فردا
پیرروز	امروز	پس فردا
من پری پریروز هفته	من به لاهور	من پس پس فردا در لاهور
گزشته به لاهور بودم	هستم	خواهم بود
ما هفته گزشته به لاهور بودیم	ما به لاهور هستیم	ما به لاهور خواهیم بود
تو سبق فارسی خواندی	تو سبق فارسی می خوانی	تو سبق فارسی خواهی خواند
شما سبق فارسی خواندید	شما سبق فارسی می خوانید	شما سبق فارسی خواهید خواند
او سبق فارسی خواند	او سبق فارسی می خواند	او سبق فارسی خواهد خواند
آنها سبق فارسی خواندند	آنها سبق فارسی می خوانند	آنها سبق فارسی خواهند خواند

خلاصه - سال - ماه - هفته - روز - سال گزشته - هفته گزشته - چهار سال -
سال - قبل از پار سال - در پیشتر هفته از هفته گزشته - سال
دری هفته - دیروز - پریروز - پری پریروز - امروز - غدا - پس
فردا - هفته آینده - سال آینده

ماضی - حال - مستقبل

ماضی

حال

مستقبل

تو در ہفتہ گزشتہ در لاپور ہوئی تو ہفتہ حال بہ شملہ ہستی تو ہفتہ آئندہ در بھی خواہی بود
او در ہفتہ گزشتہ بہ لاپور ہوئے او دریں ہفتہ در شملہ ہست او ہفتہ آئندہ در بھی خواہی بود
ما در ہفتہ گزشتہ بہ لاپور ہویم ما ہفتہ حال بہ شملہ ہستیم ما ہفتہ آئندہ در بھی خواہیم بود
شما در ہفتہ گزشتہ بہ لاپور ہوید شما ہفتہ حال در شملہ ہستید شما ہفتہ آئندہ در بھی خواہید بود
آنان در ہفتہ گزشتہ بہ لاپور ہوید آنان ہفتہ حال بہ شملہ ہستند آنان ہفتہ آئندہ در بھی خواہی بود

دیروز

امروز

فردا

دیروز من سبقی فارسی خواندم امروز من سبقی فارسی مے خوانم فردا من سبقی فارسی خواہم خواند
دیروز تو سبقی فارسی خواندی امروز تو سبقی فارسی مے خوانی فردا تو سبقی فارسی خواہی خواند
دیروز او سبقی فارسی خواند امروز او سبقی فارسی مے خواند فردا او سبقی فارسی خواہد خواند
دیروز ما سبقی فارسی خواندیم امروز ما سبقی فارسی مے خوانیم فردا ما سبقی فارسی خواہیم خواند
دیروز شما سبقی فارسی خواندید امروز شما سبقی فارسی مے خوانید فردا شما سبقی فارسی خواہید خواند
دیروز آنان سبقی فارسی خواندند امروز آنان سبقی فارسی مے خوانند فردا آنان سبقی فارسی خواہند خواند

چودھواں سبق

پچھلے سبق کو بخوبی دہرانا چاہئے۔

(۱) اعداد کو دہروائے اور اس طرح شق کرائے :-

دو ضرب پنج برابر دہ و $۲۰ = ۵ \times ۴$ و $۳۰ = ۵ \times ۶$ - وغیرہ وغیرہ -

$۴۰ = ۵ \times ۸$ و $۵۰ = ۵ \times ۱۰$ و $۶۰ = ۵ \times ۱۲$

(۲) پچھلے سبق میں جو فقرے آچکے ہیں۔ اُن کو تختہ سیاہ پر لکھنا چاہئے۔ اور حرفوں۔ لفظوں اور فقروں کو طلباء سے اپنے ساتھ اس طرح گنونا چاہئے۔

حرف اول۔ حرف دوم۔ حرف سوم وغیرہ

لفظ اول۔ لفظ دوم۔ لفظ سوم

فقرہ اول۔ فقرہ دوم۔ فقرہ سوم

(۳) اب دونوں کے نام بتانے چاہئیں۔

شنبہ۔ یک شنبہ۔ دو شنبہ۔ تہ شنبہ۔ چار شنبہ۔ پنج شنبہ۔ آدینہ +

(۴) طلباء کو تاریخ اس طرح بتانی چاہئے :-

امروز بست و ششم اکتوبر روز پنج شنبہ است۔ دیروز بست و
پنجم اکتوبر روز چہار شنبہ بود۔ پیر روز بست و چہارم اکتوبر
روز سہ شنبہ بود۔ پری پیر روز بست و سوم اکتوبر روز دو شنبہ
بود۔ فردا بست و ہفتم اکتوبر روز جمعہ خواہد بود۔ پس فردا بست
و ششم اکتوبر روز شنبہ خواہد بود۔ پس پس فردا بست و ہفتم
اکتوبر روز یک شنبہ خواہد بود۔

امروز کدام تاریخ است؟ امروز روز پنج شنبہ تاریخ بست و
ششم اکتوبر است۔ دیروز کدام تاریخ بود؟ دیروز چہار شنبہ
تاریخ بست و پنجم اکتوبر بود۔ پری پیر روز کدام تاریخ بود؟
پری پیر روز بست و چہارم اکتوبر روز سہ شنبہ بود۔ فردا روز
جمعہ تاریخ بست و ہفتم اکتوبر خواہد بود۔ پس فردا
کدام تاریخ خواہد بود؟ در ہفتہ چند روز مے باشد؟
در ہفتہ ہفت روز مے باشد۔ امروز چندم ماہ است؟
در ہفتہ گذشتہ شما چند سبق فارسی خواندید؟ چند سبق فارسی
شما یاد کردہ اید؟ این ماہ چند روز بشمار است؟ ماہ ہائے سال
کدامند؟ نام این ماہ چیست؟ آیا فردا شما در مدرسہ خواہید
بود؟ آیا دیروز شما در مدرسہ ہووید؟ فردا در میان طلباء
موسل سکول و بورڈ سکول توپ بازی خواہد بود۔ من انفاظ
نو بر تختہ سیاہ خواہم نوشت۔ شما بست فقرہ ہا در زبان فارسی
نوشتہ برائے سبق آئندہ بیارید۔

خلاصہ۔ شنب۔ یک شنبہ۔ دو شنبہ۔ سہ شنبہ۔ چہار شنبہ۔ پنج شنبہ۔

آدینہ (جمع)۔ محرم۔ صفر۔ ربیع الاول۔ ربیع الثانی۔ جمادی الاول۔

جمادی الآخرے۔ رجب۔ شعبان۔ رمضان۔ شوال۔ ذی قعدہ۔

ذی الحجہ۔ در اسکول۔ توپ بازی۔ نو۔ تختہ سیاہ۔ شما ہمگی باشند۔

دیروز بود۔ امروز ہست۔ فردا خواہد بود۔ دیروز من داشتم۔ امروز

من دارم۔ فردا من خواہم داشت۔ دیروز من نوشتم۔ امروز

من مے نویسم۔ فردا من خواہم نوشت۔

پندرہواں سبق (قواعد فارسی)

جن قواعد کی مثالیں پچھلے چار سبقوں میں دی گئی ہیں۔
 اُن کو دہرانا چاہئے۔
 (۱) چند اسموں کی گردانیں کرانی چاہئیں اور اُن کو تختہ سیاہ پر لکھنا چاہئے۔

واحد	جمع	واحد	جمع
فاعل	مرد	مرد	مرداں
مفعول	مردا	مردان	را
مضاف الیہ	مرد	مرداں	مرداں
فاعل	شہر	شہر	شہراں
مفعول	شہر	شہر	شہراں
مضاف الیہ	شہر	شہر	شہراں

(ب) طلبا سے سو تک گنتی رکنوائی چاہئے۔
 (ج) یہ دکھانا چاہئے کہ اسم عدد سے صفت عددی کس طرح بنتی ہے۔
 پنج - ہفتم - ہفت - دہ - دہم - سہ - سوم - چارہ - چارہم - سی و پنج - سی و ہفتم۔

(قاعدہ) فارسی میں اسم عدد کے ساتھ ر م - زیادہ کرنے سے صفت عددی بن جاتی ہے۔
 (د) یہ دکھانا چاہئے کہ تفضیل نفسی سے تفضیل کل کس طرح بنتی ہے۔
 خورد - خورد تریں - کلاں - کلاں تریں۔

(قاعدہ) تفضیل نفسی کے ساتھ لفظ ترین لگانے سے تفضیل کل بنتی ہے۔
 (لا) طلبا سے افعال بودن - نہادن - نوشتن کی صحیح صورتوں کا استعمال کرانا چاہئے۔

دیروز من بودم امروز من ہستم فردا من خواہم بود
 دیروز من نہادم امروز من ہوں ہم فردا من خواہم نہاد
 دیروز من نوشتم امروز من لکھتا ہوں فردا من خواہم نوشت
 (و) فعل مستقبل بنانے کا قاعدہ طلبا سے سکھانا چاہئے۔

(قاعدہ) فارسی میں فعل ماضی مطلق پر لفظ خواہہ لگانے سے مستقبل بن جاتا ہے۔

نوٹ۔ یہاں اُستاد کو یہ بات دکھانی چاہئے کہ جمع کی علامتیں

خواہہ کے ساتھ لگتی ہیں۔ اور فعل ماضی مطلق بدستور قائم رہتا ہے۔

(۷) جو فعل کہ سکھائے گئے ہیں۔ اُن سے مستقبل بنواتا چاہئے۔

سولہواں سبق

عبارتِ ذیل طلبا کو نہایت صحتِ لفظی اور صفائی سے سنانی چاہئے۔ اور ہر ایک نئے لفظ کی ساتھ ہی تشریح کر دینی چاہئے۔

زبانی سبق۔ امروز من و زکر یک طالب علمِ دیرینہٴ ایں سکول میکم۔ اور محمد ابراہیم مے گویند۔ پدرش مولوی است و در امر قس مے ماند۔ ایں طالب علم یکے از دوستان من بود و در ۱۸۹۶ م یک ہزار و ہشت صد و نو و شش ہزار من بہ لاہور آمد من اورا زبانِ فارسی آموزانیدم۔ مدرس دوم بہ اوریا ماضی مے آموزانید۔ در ماہ مئی او بدہلی رفت۔ و در میونسپل سکول داخل شد۔

آنجیا انگریزی و فارسی و علمِ طبعی خواند۔ بعد ازاں در امتحانِ دہلوی العلوم پنجاب یہ امتحانِ داخلہ کامیاب شد۔ بعد ازاں در سینٹ سٹیفنز کالج داخل شد۔ و بعد چار سال بہ بی۔ اے کامیاب شد۔ سالِ گزشتہ برائے تعلیم یافتن بہ او کسٹور دیونیورسٹی بہ فرنگستان رفت۔ خیر۔ او کسٹور دیونجانب جنوبِ فرنگستان است۔ برکنارہٴ دربارے آئینس واقع است۔ مگر معاونِ دربارے تیمز است۔ چند سالِ شد۔ مگر من آنجا یوم۔ مگر آں وقت او در ہندوستان بود۔ کنوں او در او کسٹور است و سالِ آئندہ در امتحانِ دگری کامیاب خواہد شد۔ خلاصہ۔ طلبا تھمہ سیاہ پر سے نقل کریں۔

دیرینہٴ دوست من آمد۔ ۱۸۹۶ م یک ہزار و ہشت صد و نو و شش ہزار من۔ ہمراہِ ریاضی۔ رفت۔ داخل شد۔ تعلیم یافت۔ کامیاب شد۔ امتحانِ بی۔ اے۔ کالج۔ بعد چار سالِ ماضی تعلیم یافت۔ در العلوم واقع است۔ معاونِ دربارے۔ چند سالِ شد۔

دگری حاصل خواہد کرد۔
گھر کے واسطے مشق۔ طلبا سے اس سبق کا مطلب فارسی
زبان میں لکھوانا چاہئے۔

سترھواں سبق

- (۱) پچھلے خلاصے کو تختہ سیاہ پر لکھنا۔
(۲) جو کام کہ طلبا گھر سے کر کے لائے ہیں۔ اُستاد اُس میں سے
دو تین فقرے لے کر باواز بلند پڑھے۔ اور غلط فقروں کو تختہ
سیاہ پر لکھے۔ اور طلبا کی مدد سے درست کر کے صحیح فقرے
دہن نشین کرے۔
(۳) طلبا سے کہنا چاہئے کہ پچھلے خلاصے کے الفاظ استعمال
کر کے نیاں فقرے بناؤ۔
(۴) فصل کے تینوں زمانوں کو جو پچھلے سبق میں آئے ہیں۔ دہرانا چاہئے۔
- | | | |
|---------------|------------------|---------------------|
| من غلتم | من مے گویم | من خواہم گفت |
| اور امے گفتند | اور امے گویند | اورا خواہند گفت |
| او بود | او ہست | او خواہد بود |
| او آمد | او مے آید | او خواہد آمد |
| او یار کرد | او یار مے کند | او یار خواہد کرد |
| او رفت | او مے رود | او خواہد رفت |
| او مطالعہ کرد | او مطالعہ مے کند | او مطالعہ خواہد کرد |
| او کامیاب شد | او کامیاب مے شود | او کامیاب خواہد شد |
- اکٹھارھواں سبق۔ کتاب میں سے پڑھانا چاہئے۔

امروز در خصوص اورینٹل کالج لاہور چیزے مے گویم۔
ایک سال است کہ اقتراح شدہ۔ نتیجہ کوشش داکٹر لیتو صاحبہ
بہادر است کہ مدرسہ مذکور قائم کردہ شد۔ در ششہ یک ہزار و ہشت
صد و ہشتاد چل طالب علمان بودند و حالا قریب صد ہشتاد و اسی
کالج ۲۰ صد صرف تعلیم مضامین مروجہ ہندوستان مے شد و سلسلہ تعلیم

زبان انگریزی علحدہ کر دہ شدہ بود۔ مگر ازاں وقت تا حال یہ زبان انگریزی ہم تعلیم مے شود۔ و اکنون در سلسلہ تعلیم شامل است۔ اگرچہ تعلیم انگریزی ہم مے شود۔ مگر اصلی مضامین کالج صرف فارسی۔ عربی۔ سنسکرت ہستند۔ تعلق کالج مذکور یہ دارالعلوم پنجاب است۔ و رجسٹرار دارالعلوم مذکور صاحب پرنسپل است۔ تعلقش یہ یونیورسٹی از ابتدائے تاریخ قائم شدن آن است۔ ہرے کالج علوم مشرقیہ عبارت علحدہ نیست۔ در بعض اطاق گورنمنٹ کالج جماعت لمے نشیند۔ در تمام پنجاب صرف ہمیں یک کالج است کہ در اینجا خصوصاً تعلیم مضامین مروجہ ہند مے شود۔

(۱) فقرہ اول کو آہستہ اور صاف طور سے پڑھتا چاہئے۔ اور الفاظ مے گویم اور کالج لاہور کی طرف توجہ دلانی چاہئے۔

(۲) اسی طرح سے ہر ایک فقرے کو مشکل لفظ تک پڑھو۔ ہر ایک نئے لفظ کو تختہ سیاہ پر لکھو اور اس کی ساخت کی طرف توجہ دلاؤ۔ جو باتیں کہ قابل غور ہیں اور جن کو ذہن نشین کرنا چاہئے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں:-

یک سال است۔ قائم کردہ شد۔ شامل است۔ کالج۔ افتتاحش۔ تعلیم انگریزی مے شود۔ ازیں سال۔ تا آں سال۔ ازاں وقت۔ تا ایں وقت۔ آں جاری شدہ بود۔ من۔ افتتاحش۔ مدتے است کہ من آنجا بودم۔ از وقتیکہ آں جاری است۔

قائم کردہ شدہ بود۔ آغاز شدہ بود۔ سال گذشتہ۔ ہند عرصہ۔ خصوصاً۔ کوشش۔ در سنہ۔ قریب صد طالب علمان۔ از آغاز۔ تا حال تعلیم کرو۔ شامل است۔ خاص مضامین تعلیم۔

آن وقت اکنون سال آئندہ

آں واقعہ بود آں واقعہ است آں واقعہ شد

آں قائم کردہ شدہ بود آں قائم کردہ شدہ است آں قائم کردہ خواہد شد

انگریزی علحدہ کر دہ شدہ بود انگریزی علحدہ کر دہ شدہ است انگریزی علحدہ کر دہ خواہد شد

فارسی شامل کردہ شدہ بود فارسی شامل کردہ شدہ است فارسی شامل کردہ خواہد شد

تعلیم فارسی مے شد تعلیم فارسی مے شود تعلیم فارسی خواہد شد

من از خوش قسمتی انشاء اللہ تعالیٰ در خانہ موجود خواہم بود۔
زیادہ نیاز۔ بندہ۔ فلاں +

خلاصہ

شنیدہ ام۔ از روی الطاف۔ استفسار۔ افسوس است۔ منجا موجود
نبودم۔ تعطیل۔ آتراق کردم۔ خوشیاوند۔ خلیق۔ کہاں نواز۔ دو۔
روز شد۔ تو ائم۔ توانست۔ پیش۔ صنعت۔ وقتاً فوقتاً۔ کاشکے من
ہم اس چنیں کردن توانستے۔ در ہفتہ یکبارے شود۔ در سال
یک بار۔ شامل بودم۔ انجمن۔ جلسہ۔ موجود بودم۔ ماند۔ بخانہ رسیدم۔
من برلے جلسہ روابہ شدم۔ من در جلسہ رسیدم۔ من در جلسہ
شامل شدم۔ جلسہ تا دو ساعت ماند۔ جلسہ ختم شد۔ من از جلسہ
رواد شدم۔ طرف خانہ روانہ شدم۔ بخانہ رسیدم۔ امید دارم۔ کاشکے۔
من خوشنود خواہم شد +

اکیسواں سبق

سبق کو پھر پڑھو اور نئے محاوروں اور قواعد کی باتوں کو
بخوبی ذہن نشین کراؤ +
گھر کے واسطے کام۔ خط کو طلبا سے گھر پر یاد کرانا چاہئے
تاکہ وہ اس کے متعلق سوالوں کے جواب دے سکیں +

باہیسواں سبق

سبق گوشت کے متعلق طلبا سے زبان فارسی میں سوال کرنے
چاہئیں۔ اور ایسے محاوروں پر مثلاً: قریب نہ صنعت
محور کرنا چاہئے۔ اور نیز طلبا کو وقت بتانے کا طریقہ
کھانا چاہئے +

ضمیمہ دوم

جسم کے متعلق یاد رکھنے کے لائق چند باتیں

جسمانی تعلیم کے مسئلہ کو سمجھنے اور اس کی ضرورت کو جاننے سے پہلے یہ ضروری ہے۔ کہ معلم جسم کے مختلف اعضا سے واقف ہو۔ اگرچہ یہ ابتدائی واقفیت بے لطف تو معلوم ہوگی۔ لیکن چونکہ علمی باتوں کے بغیر اس کا سمجھ میں آنا مشکل ہے۔ لہذا سب سے پہلے ان پر حاوی ہونا ضروری ہے۔

ہڈیاں

جسم کا وہ حصہ جو ہمارے بدن کو سہارے ہوئے ہے پنجر کہلاتا ہے۔ جو شکلیں پنجر کی اس کتاب میں دی ہوئی ہیں۔ (اسے ہڈی)۔ ان کے کھینچنے کی مشق کرنی ضروری ہے۔ اگر تم اپنے جسم کے اعضا کو ٹوٹ کر ان کا مقابلہ ان شکلوں سے کرو۔ تو تمہیں اپنے جسم کی ہڈیاں معلوم ہونے لگیں گی۔ اگر چاہو۔ تو ان ہڈیوں کے جو مشرق انسانی میں وضع ہیں۔ یاد کرو۔ لیکن شروع میں ان کے یاد کرنے کے جہاں ضرورت ہوگی۔

ہڈیوں کی نسبت مندرجہ ذیل باتیں یاد رکھنے کے لائق ہیں

جسم کی ہڈیاں شکل اور صورت میں بہت مختلف ہیں۔ بعض لمبی ہیں۔ جیسے ران۔ ٹانگ۔ بانہ اور بازو کی ہڈیاں۔ بعض چھوٹی۔ جیسے کلائی اور پشت پاکی ہڈیاں۔ بعض چوڑی چپٹی رکابی جیسی گول ہوتی ہیں۔ جیسے کھوپری۔ کندھے اور کونے کی ہڈیاں +

کھوپری

شیر خوار بچے کے چہرے اور سر کو دیکھو (شکل ۱)۔ تو معلوم ہوگا



شکل نمبر ۱۔ کھوپری

خ۔ وہ خطوط ہیں۔ جن سے ہڈیوں ۲ اقسام معلوم ہوتا ہے

پ۔ ناک کا ہڈی جو ٹکڑی ٹکڑی سے بنی ہوئی ہے +

کہ اُن میں بائیس ہڈیاں ہیں۔ جو ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے۔ تو یہ ساری ہڈیاں مل جاتی ہیں۔ اور سوائے پنجے کے جاڑے کی ہڈی کے جو سر کی دیگر ہڈیوں سے جدا رہتی ہے۔ اُن سب کے ملاپ سے ایک پیچیدہ ہڈی بن جاتی ہے۔ جہاں یہ ہڈیاں آپس میں ایک دوسرے سے ملتی

ہیں۔ وہاں ایک خط سا نظر آتا ہے۔ اور جب بچہ شیر خوار ہوتا ہے تو اس خط پر پھری سی ہوتی ہے۔ یہاں سے دماغ کی حرکت آسکتی ہے

لہٰذا جسم کا وہ حصہ ہے۔ جو کسی سے کال تک ہے +
لہٰذا جسم کا وہ حصہ ہے۔ جو کسی سے کال تک ہے +

سے معلوم ہو سکتی ہے +

جن آٹھ ہڈیوں سے سر کے اوپر کا حصہ بنتا ہے۔ وہ محرابدار ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے بہت مضبوط ہوتی ہیں۔ اور ان سے مغز کی بڑی حفاظت ہوتی ہے۔ اگر یہ بالکل چھٹی ہوتیں۔ تو بڑی آسانی سے ٹوٹ جاتیں۔ سر صلب یا ریڑھ کی ہڈی کے اوپر واقع ہے۔ ریڑھ کی ہڈی بہت سی نچکدار ہڈیوں سے بنی ہے۔ جو اوپر تلے ہیں۔ اور سب سے اوپر کی ہڈی سر سے ملی ہوئی ہے +

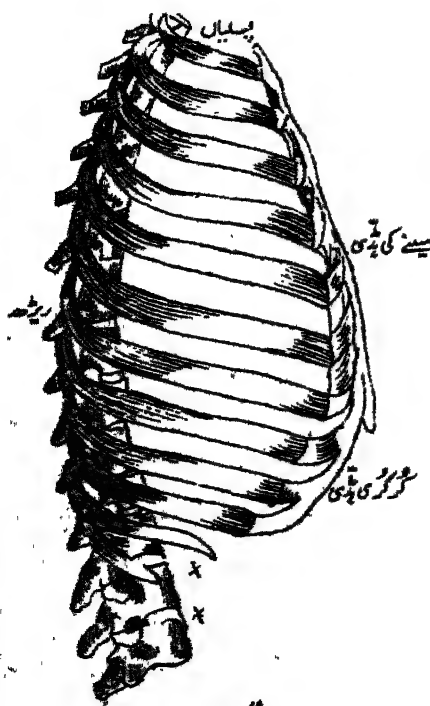
جوانالی گردن اور پیٹھ دونوں کے بیچوں بیچ جاتی ہے۔ اگر ہم اُسے ٹوٹلیں۔ تو ہمیں پیٹھ کی ہڈیاں معلوم ہو جائیں گی۔ سر کا وہ خانہ جس میں مغز ہوتا ہے۔ اس نالی سے ملا ہوا ہے۔ جو ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک چلی گئی ہے۔ اس نالی میں ایک قسم کا مادہ ہوتا ہے۔ جسے نخاع یا حرام مغز کہتے ہیں۔ نظام حسی میں اس کا ہونا بہت ضروری ہے +

ریڑھ کی ہڈی کے اس حصے میں جس کا تعلق چھاتی یا سینے سے ہے۔ بہت سی پسلیاں ہوتی ہیں۔ ہر ایک طرف بارہ بارہ۔ گویا بارہ مناسب جوڑے ہڈیوں کے بن جاتے ہیں۔ جن میں سے اوپر کے دس تو آگے کی طرف سینے کی ہڈی سے ملے ہوئے ہوتے ہیں۔ لیکن دھڑک نہیں۔ کیونکہ ہر ایک پسلی سینے کی ہڈی سے کچھ دوری پر ہوتی ہے۔ اور اُس کے سرے پر ایک گڑگری ہڈی ہوتی ہے۔ جو اُسے سینے کی ہڈی سے ملا دیتی ہے +

گڑگری ہڈی بہت سی باتوں میں اور ہڈیوں جیسی ہوتی ہے۔ لیکن یہ نچکدار بھی ہوتی ہے۔ اگر یہ گڑگری ہڈیاں نہ ہوتیں۔ تو سانس لینے میں پسلیوں کو اوپر نیچے کرنا یا حرکت دینا یا سینے کو پھیلا کر حال ہوتا ہے۔ جہاں دو ہڈی ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ ان کے سرے پر ایک گڑگری ہڈی بھی ہوتی ہے۔ جو ایسی نرم ہوتی ہے کہ وہاں ایک دوسرے کے اوپر آجائیں۔ تو کسی کو نقصان نہ پہنچے۔ لیکن یہ گڑگری ہڈی کسی گڑگری ہڈی سے ملتی ہے۔ کہ اس گڑگری ہڈی سے کسی قسم کا نقصان نہ ہو۔

ہے۔ ریشہ کی ہڈی کے جوڑوں میں جو کڑی ہڈیاں لگی ہوئی ہیں ایسی نرم ہیں۔ کہ گڈی کا کام دیتی ہیں۔ (دیکھو شکل ۲)۔

اوپر کے اعضا کی ہڈیوں کا نیچے کے اعضا کی ہڈیوں سے مقابلہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اوپر کے اعضا کی ہڈیاں نیچے کے اعضا کی ہڈیوں کی نسبت چھوٹی ہوتی ہیں۔ اور آسانی سے بازو کو کندھے کے جوڑے کے گرد حرکت دے سکتے ہیں۔ اس طرح ٹانگ کو کولے کے گرد نہیں گھما سکتے۔ ہاتھ کے اگلے حصے میں جو کلائی سے کہنی تک ہے۔ دو ہڈیاں پہلو پہلو ہوتی ہیں۔ اور گھٹنے سے ٹخنے تک جو حصہ



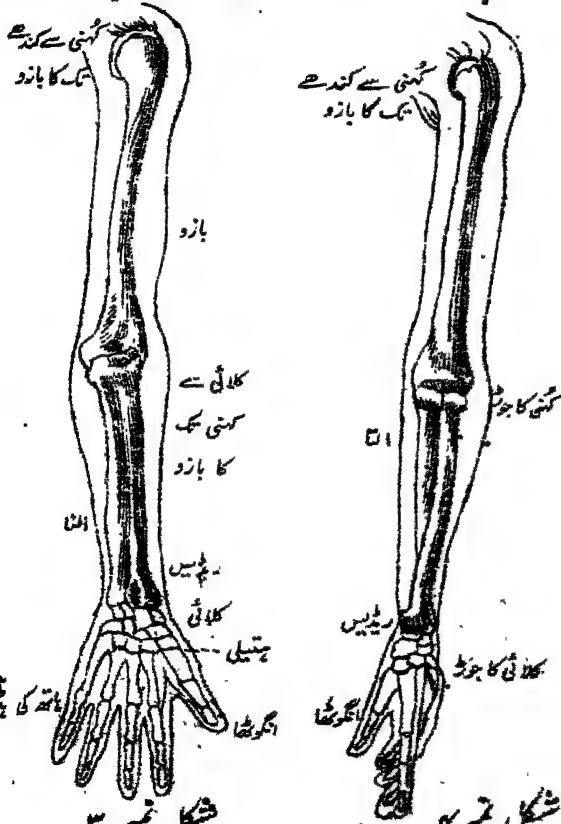
شکل نمبر ۲

ہے۔ (دیکھو شکل ۱۵)۔ اس میں بھی دو ہڈیاں ہوتی ہیں۔ اگر ہم چاہیں۔ تو اپنے اعضا کو کہنی اور گھٹنے کے قریب موڑ سکتے ہیں اور انہیں سیدھا بھی کر سکتے ہیں۔ گھٹنے میں تو صرف ہی حرکت ہو سکتی ہیں۔ لیکن

اگر دائیں طرف سے دیکھیں۔ تو پسیاں اس طرح دکھائی دیں گی۔ اس میں ریشہ کے ۱۳ جوڑ دکھائے گئے ہیں۔ x x وہ کڑی ہڈیاں ہیں۔ جو ان جوڑوں کے درمیان ہیں۔

ہاتھ کے آسن حصے جو کلائی سے کہنی تک ہے۔ ایک اور قسم کی حرکت بھی ہو سکتی ہے۔ اس عضو کو کہیں اس طرح بکھڑا کر سکتے ہیں کہ اس کو کسی طرف سے کسی طرف کی طرف سے (یعنی کسی طرف سے کسی طرف کی طرف سے)

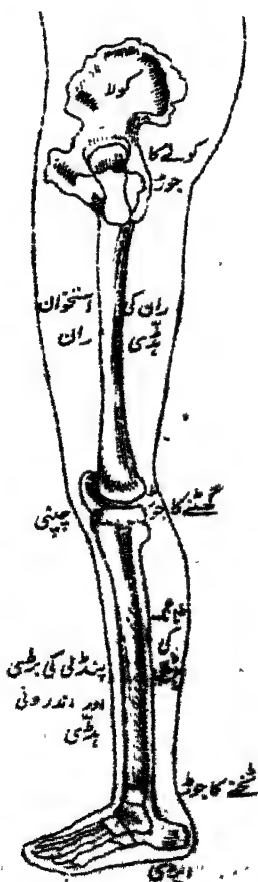
اس کے اوپر کا انجام کہنی کا سرا ہے۔ اس اندرونی ہڈی کو ٹٹولتے ٹٹولتے کلائی کی اندرونی طرف تک سیدھے جا سکتے ہیں۔ اب ہتیلی کو نیچے کی طرف کر لو۔ اور کہنی کو بدستور سابق رکھو۔ تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ کہنی کا سرا بعینہ پہلی جگہ پر ہے۔ لیکن انا کے نیچے کا سرا اب کلائی کی بیرونی طرف ہے۔ اس کا باعث یہ ہے۔ کہ ان دونوں ہڈیوں میں بیرونی ہڈی اندرونی ہڈی کے گرد اس طرح گھومتی ہے۔ کہ اس کے نیچے کا



سرا اندرونی ہڈی کے سامنے آ جاتا ہے۔ جب کسی ضرب کو دیکھنا ہو۔ تو ہتیلی آگے کو دھکی چاہئے۔ تاکہ کہنی سے کلائی تک کے عضو کی پٹیاں پہلو پہلو رہیں۔ ہاتھ کسی پٹیاں بھی ہڈوں کی

حالت میں حرکت کر سکتی ہیں۔ کلائی میں آٹھ بہت چھوٹی ہڈیاں ہیں۔ ہاتھ کی انگلیاں جو سامنے سے دکھائی دیں۔ پتیلی باہر کے رخ پر ہے۔ لیکن ہتیلی اندر کی طرف ہے۔

جو ہاتھ کی ہڈیوں سے بڑی ہوتی ہیں۔ اُن کے ملنے سے ایڑی اور پشت پا بنی ہے۔ گھٹنے کے آگے کی طرف ایک چھوٹی گول ہڈی ہوتی ہے۔ جسے چپنی کہتے ہیں۔ اور دو زانو بیٹھنے کی صورت ہیں ہم اسی پر سہارا لیتے ہیں۔ اگر ٹانگ پھیلی ہوئی ہو۔ اور ساکن ہو۔ تو اُسے ہاتھ سے باسانی اوپر نیچے حرکت دے سکتے ہیں *



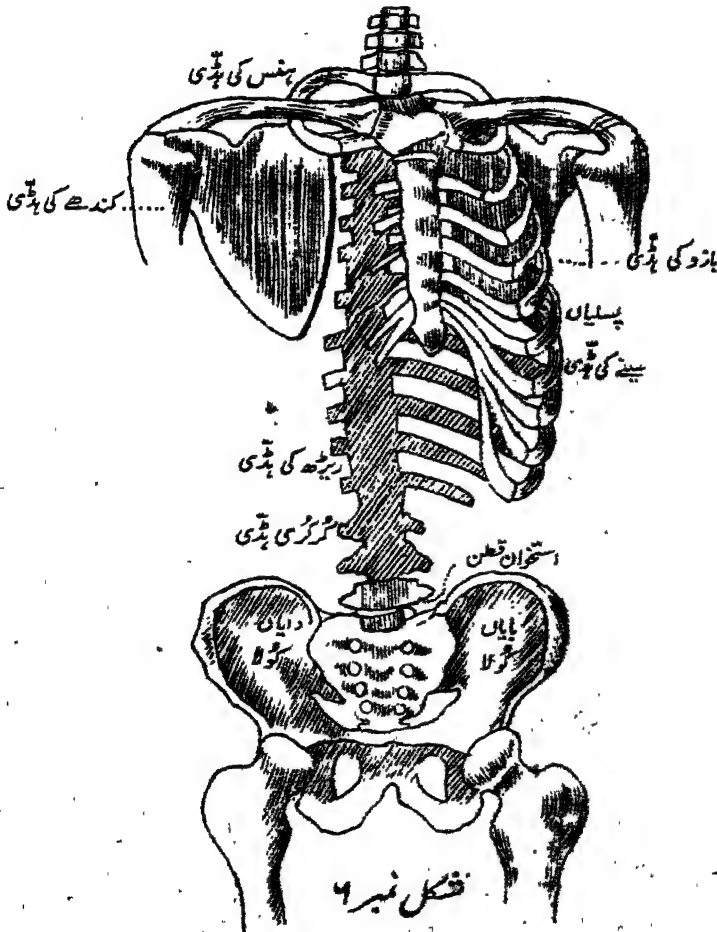
اب اُن ہڈیوں کا فرق دیکھو۔ جن سے کندھا اور گولہ بنتے ہیں۔ کندھا دو ہڈیوں کے ملنے سے بنتا ہے (دیکھو شکل ۶) یعنی ہنس جو آگے کی طرف ہے۔ اور کندھے کی ہڈی جو پیچھے کی طرف ہے۔ ہنس کا اندرونی سرا سینے کی ہڈی کے اوپر کے کونے سے جوڑا ہوا ہے۔ گویا یہ سارا عضو اس چھوٹے تھوک جوڑ پر لٹکا ہوا ہے۔ ٹانگ کوٹے کی بڑی بڑی ہڈیوں کے درمیان رہتا ہے۔ سے ملی ہوئی ہے۔ اور گن کے ملنے سے ایک جنس بنا چیز بنتی ہے۔

جسے ہنس (Hans) کہتے ہیں (دیکھو شکل ۶)۔ جوڑ ہنس کے

شکل نمبر ۵۔ بائیں ٹانگ کی ہڈیوں (پنڈلی) سے دکھائی دیا * ۱

اور ٹانگ کے اندر ہنس کے ہنس کے اعضا ملنے سے ہیں۔ اور سانس بننے کا بوجھ سہارا

ہیں۔ برعکس اس کے بازو ایسے نہیں ہوتے۔ کہ اُن پر سہارا لے سکیں۔ لیکن ان میں خوبی یہ ہے۔ کہ ان کو حرکت دے سکتے ہیں۔ ہڈیاں دل۔ مغز۔ پھیپھڑوں اور جگر وغیرہ کو سہارے ہوئے ہیں۔ اور انہیں محفوظ رکھتی ہیں۔ یہ کس طرح حرکت کرتی ہیں ؟



یہ عضلات کے ذریعے حرکت کرتی ہیں +

عضلات

حرکت کے لئے ہر جسم میں ہر قسم کی حرکت ہے ہر ایک ہڈی

سے دوسری پڑی تک جاتے ہیں۔ وہ پٹریوں کے ہر ایک سرے پر لگے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور درمیانی گوشت دار حصے میں کسی سے نہیں لگے ہوئے ہوتے۔ یہ عموماً دو جگہ ہوتے ہیں۔ ایک تو جوڑ کے آگے کی طرف۔ دوسرے پیچھے کی طرف ۴

جو عضلات آگے

کی طرف ہوتے ہیں۔

وہ پیچھے کی پڑی کو

آگے کرتے ہیں۔ اور

جو عضلات پیچھے ہوتے

ہیں۔ وہ اسے پیچھے

لے جاتے ہیں۔ یہ

ہمیشہ سکڑنے یا چھوٹا

ہو جانے کے لئے تیار

رہتے ہیں۔ جن

عضلات سے بازو

کھنی کے قریب فٹرتا

ہے۔ وہ آگے کی

طرف ہوتے ہیں۔

اور انہیں عضو کو

موڑنے والے عضلات

کہتے ہیں۔ اور

وہ عضلات جن



شکل نمبر ۷

سے بازو سیدھی ہوتی ہے یا پھیلتی ہے۔ وہ پیچھے کی طرف ہوتے ہیں۔ انہیں عضو کے پھیلانے والے عضلات کہتے ہیں۔ گوشت جو بازو کے سامنے کے رخ ہوتا ہے۔ اسے پیچھے لگانا اور کھنی کو موڑنا تو معلوم کرو گے۔ کہ وہ سخت اور موٹا ہو جاتا ہے۔

۴ اگر کھنی میں ان عضلات کا کام

۴ اگر کھنی میں ان عضلات کا کام

ہے۔ اور گھٹنے کو اٹھاؤ۔ تو دیکھو گے۔ کہ ران کے آگے کی طرف کے عضلات کیسے سخت ہو جاتے ہیں۔

اعصاب

عضلات اعصاب کے ذریعے سکڑتے ہیں۔ اعصاب پڑے باریک تانے ہوئے ہیں۔ جو مغز اور حرام مغز سے ہر طرف جسم کے ہر ایک عضلے میں جاتے ہیں۔ اگر کوئی عصب کٹ جائے۔ تو خواہ ہم دل سے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں۔ وہ عضلہ جس میں یہ عصب تھا ہرگز نہ سکڑیگا۔

جب کسی عضلے کے سکڑنے کی طاقت کسی وجہ سے مفقود ہو جاتی ہے۔ تو کہا کرتے ہیں۔ کہ وہ عضلہ مفلوج ہو گیا۔ اس فالج کا باعث یہ ہوتا ہے۔ کہ یا تو عصب میں کوئی نقص ہو جاتا ہے۔ یا مغز میں یا حرام مغز میں۔ علاوہ ان اعصاب کے جو عضلات تک جاتے ہیں۔ ہمارے جسم میں اور بھی بہت سے اعصاب ہیں۔ ان میں سے بعض ہماری جلد میں جاتے ہیں۔ اور ان سے ہمیں اثر محسوس ہوتے ہیں۔ یا یہ کہو کہ ان کے ذریعے ہم محسوس کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اور بعض اعصاب کا تعلق خاص خاص حواس مثلاً حواس شامہ۔ سامعہ۔ ذائقہ اور باصرہ سے ہے۔ بہت سے

اعصاب جو مغز سے جسم کے مختلف حصوں میں جاتے ہیں۔ حرام مغز میں سے ہو کر گزرتے ہیں۔ اور یہ اعصاب حرام مغز کی تمام لمبائی میں برابر برابر فاصلوں پر جوڑے جوڑے نکلتے ہیں۔ ایک دائیں طرف ایک بائیں طرف۔ اگر ریڑھ میں ضرب آ جائے۔ اور اس سے حرام مغز دب جائے۔ تو وہ تمام عضلات مفلوج ہو جاتے ہیں۔ جن میں وہ اعصاب آتے ہیں۔ جو حرام مغز سے مضروب مقام کے نیچے

کے چلتے ہیں۔ اور اس ساری جگہ سے حس جاتی رہتی ہے۔ مثلاً اگر حرکت دینے کے لئے اعصاب حرکت نہیں کرتے۔ بلکہ مغز حرام حرکت سے ان کے پاس سے ایک کو تقریباً اس طرح پر

خون اور خون کی رگیں

ہڈیاں عضلات کے ذریعے حرکت کرتی ہیں۔ عضلات اعصاب کے بس میں ہیں۔ اور جسم کے تمام اعضا کا قیام خون پر مبنی ہے۔ خون جسم کے ہر ایک حصے کی پرورش کرتا ہے۔ اور اگر کسی ریشے میں خون کے پہنچنے میں ذرا زیادہ دیر ہو جائے۔ تو وہ مردہ ہو جاتا ہے۔ ہمارا جسم ہمیشہ خواہ حالت شیر خواری ہو یا بچپن۔ جوانی ہو یا بڑھاپا۔ پیدائش سے موت تک بدلتا رہتا ہے۔ جسم کے ہر ایک حصے کی میعادِ زندگی جدا جدا ہوتی ہے۔ اور یہ تمام جسم کی مدتِ زندگی سے بہت کم ہوتی ہے۔

جس طرح انجن کو ہر وقت پانی اور کوئلہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جسم ہر وقت غذا کا محتاج ہے۔ اسے مائع اور ٹھوس غذا بذریعہ منہ کے۔ اور ہوا بذریعہ پھیپھڑوں کے دی جاتی ہے۔ اور چونکہ جسم کے ہر ایک ادنیٰ حصے کو بھی غذا کی ضرورت ہے۔ لہذا اس ضرورت کو پورا کرنے کا کوئی ذریعہ ہونا ضروری ہے۔ غذا ہر ایک مقام میں کس طرح پہنچتی ہے؟ سب سے اول غذا اضمم ہوتی ہے۔ اور پھر اعضائے ہاضمہ میں یہ مائع حالت میں جذب ہو جاتی ہے۔ اور وہاں سے خون میں حل ہو کر رگوں کے ایک عجیب نظام کی راہ جنہیں خون کی رگیں کہتے ہیں۔ ہر جگہ جا پہنچتی ہے۔ خون کی بعض رگیں ایسی باریک ہوتی ہیں۔ کہ انہیں عروقِ شعر کہتے ہیں۔ (شعر کے معنی بال کے ہیں) لیکن وہ باریک سے باریک بال سے بھی بہت باریک ہوتی ہیں۔ کیونکہ انہیں بڑی عمدہ خروہین سے ہی دیکھ سکتے ہیں۔

حقہ الحقیقت یہ اتنی چھوٹی ہیں۔ اور اس کثرت سے تمام جسم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ کہ اگر جسم کے کسی حصے میں باریک رگیں نہ ہوں۔ تو اس سے یہ بے شمار رگیں کس جگہ سے آئیں گی جو اہل جسم کی ساخت اور ریشوں کی غذا کے لئے ضروری ہیں۔ وہ سب خون سے پیدا ہوتی ہیں۔ لیکن یہ خون کہاں سے آتا ہے؟

اُسے ریشے ایسی سرعت سے لے لیتے ہیں۔ کہ تھوڑی دیر بعد جسم کے ہر ایک حصے کا خون اس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا۔ لہذا وہ آگے چلا جاتا ہے۔ اور پھر اُس کی جگہ تازہ خون آ جاتا ہے۔ یہ مدعا اس طرح پورا ہوتا ہے۔ کہ خون دریا کی طرح ہمیشہ اُن عروقِ شعریہ میں بہتا رہتا ہے۔ اس طرح ریشوں کو غذا برابر پہنچتی رہتی ہے۔

جو غذا ریشوں میں جذب ہوتی ہے۔ وہ ایسی تبدیل ہو جاتی ہے۔ کہ اس کا جلد دور کرنا اور نئی غذا کے لئے جگہ کرنی ضروری ہو جاتی ہے۔ خون بھی عروق شعریہ میں گزرتے وقت اس فضلے کو دور کر دیتا ہے۔ اب دیکھیں۔ کہ خون کسی عرق شعری مثلاً انگلی کے سرے کی رگ میں سے کہاں کہاں جاتا ہے۔ تھوڑی ہی دور چل کر وہ ایسی ہی ایک اور رگ سے جا ملتا ہے۔ آگے بڑھ کر وہ اور رگوں میں جا ملتا ہے۔ اور اب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جن رگوں میں وہ اب جاتا ہے۔ وہ کھوکھلی اور بڑی ہیں۔ اور جوں جوں آگے بڑھیں۔ رگیں بڑی ہوتی جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ انگلی کے وسط تک پہنچتے پہنچتے وہ اتنی بڑی ہو جاتی ہیں۔ کہ آنکھ سے دکھائی دے سکتی نہیں۔ جوں جوں خون بازو میں جاتا ہے۔ یہ رگیں اور بھی بڑی ہوتی جاتی ہیں۔ اور جلد کے کے نیچے جنہیں دھاریاں دکھائی دیتی ہیں۔ اور جنہیں ورید کہتے ہیں۔ وہ یہی رگیں ہیں۔ اگر اس سے آگے بھی خون کو جاتے دیکھیں تو آخر کار وہ جسم کے ایک بڑے ضروری حصے تک جاتا ہوا معلوم ہوگا۔ اس حصے کا نام دل ہے۔ جو سینے میں ہے۔ پس یاد رکھو۔ کہ اگر کسی بال جیسی باریک رگ (عرق شعری) سے خون کی راہ کو آگے دیکھتے جاؤ۔ تو بالآخر دل تک پہنچ جاؤ گے۔ اور راہ میں ویسی ہی رگیں ملیں گی۔ جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یعنی ورید۔ اور جس قدر دل کے نزدیک ہوتے جاتے۔ بڑی ہوتی جائیں گی۔ تم نے دیکھا ہوگا۔ کہ بازو کی ورید کے پاس سے اس خون کا رنگ ہے۔ جو ان میں سے گزرتا ہے۔

یہ دو باتیں ضرور یاد رکھنی چاہئیں

اول یہ کہ دریدوں میں سیاہی مائل ارغوانی خون ہوتا ہے۔
دوم یہ کہ دریدوں کا خون دل کی طرف جاتا ہے۔
جب خون دل میں پہنچتا ہے۔ تو کیا وہیں رہ جاتا ہے؟
ہرگز نہیں۔ یہ خون دل سے جو کھوکھلا ہے۔ ایک شریان کی
راہ آگے کو جاتا ہے۔ یہ شریان تقریباً اتنی بڑی ہوتی ہے۔ جتنی
وہ درید جس کی راہ یہ دل میں آیا تھا۔ یہ شریان آگے بڑھ کر
چھوٹی چھوٹی شریانوں میں منقسم ہو جاتی ہے۔ اگر ہم دل سے
پرے شعائر کی طرف جائیں۔ تو ہمیں دریدیں بھی بعینہ اسی طرح
منقسم ہوتی ہوئی معلوم ہونگی۔ اب شریان کو دل سے بازو کی
طرف جاتے دیکھنا چاہئے۔ بازو کے اوپر کے حصے میں تم اُسے
ایک بڑی درید کے پہلو میں دیکھو گے۔ یہ شریان کتنی کے
قرب چھوٹی ہو جاوے گی۔ کیونکہ بازو تک آتے ہوئے اس کی
بہت سی شاخیں ہو جاتی ہیں۔ لیکن تاہم کلاں تک پہنچتے
پہنچتے یہ اتنی بڑی رہتی ہے۔ کہ نظر آ سکے۔ اور اگر اس پر
بانٹھ رکھیں۔ تو یہ جلد کے نیچے حرکت کرتی ہوئی معلوم ہوگی۔
اس حرکت کو نبض کا چلنا کہتے ہیں۔ اور جسم کی ہر ایک
شریان میں نبض ہوتی ہے۔ اس چھوٹی شریان کو انکلی تک
جاتے ہوئے دیکھو۔ انکلی کے سرے تک پہنچتے پہنچتے تمہیں معلوم
ہو جائیگا۔ کہ یہ شریان آنکھ سے دکھائی نہیں دیتی۔ درحقیقت
آخر میں یہ بال جیسی باریک رگیں عروق شعریہ ہو جاتی ہیں۔ جیسے
کہ دریدوں کا سراغ لگاتے ہوئے دیکھا تھا۔ اگر ہم ان شریانوں
کے۔ جو دل سے آتی ہیں۔ کسی شاخ یا حصے کا سراغ لگاتے جائیں۔
تو معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ انجام کار جسم کے ہر ایک حصے میں عروق
شعریہ پہنچ جاتی ہیں۔ پس اس طرح ایک گول گردش ہو جاتی ہے۔
اول ہم نے ان عروق شعریہ سے شروع کیا۔ جو دریدوں کی راہ
دل تک پہنچتی ہیں۔ پھر دل سے شریانوں کی راہ عروق شعریہ تک پہنچے
خون کی اس حرکت کو ہم اس دور میں پوری ہے۔ دوران خون کے

ہیں۔ ان رگوں کو جن کی راہ سے خون دل سے عروقِ شعریہ تک پہنچتا ہے۔ شریان کہتے ہیں۔ اور ان رگوں کو جن کی راہ سے خون عروقِ شعریہ سے دل تک واپس جاتا ہے۔ ورید کہتے ہیں۔

شریان اور ورید کی تعریف

جو رگیں خون کو دل سے پرے لے جائیں۔ انہیں شریان کہتے ہیں۔ جو رگیں خون کو دل کی طرف لائیں۔ انہیں ورید کہتے ہیں (دیکھو شکل ۸-۹-۱۰) پس جسم کے ہر ایک حصے کو ان شریانوں کی راہ جو دل سے آتی ہیں۔ خون ملتا ہے۔ اور پھر جسم کے ہر ایک حصے کا خون وریدوں کی راہ دل میں چلا جاتا ہے۔ شریان پانی کے ان نلوں اور نالیوں کی مانند ہیں۔ جو پانی کے تالاب سے نکل کر شہر میں گھروں تک پہنچتی ہیں۔ اگر پانی کو اور نالیوں اور نلوں کے ذریعے پھر تالاب میں لے کر کوئی انتظام ہو۔ تو انہیں جسم کی وریدیں خیال کرنا چاہئے۔ اور جس طرح پانی کے تالاب یا حوض سے ہر ایک گھر میں صاف پانی جاتا ہے۔ اسی طرح پھر دل سے جسم کے ہر ایک حصے کو صاف خون پہنچتا ہے۔ اس خون کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ اور وریدوں کے خون کے رنگ سے بالکل مختلف۔ جب تمہیں کسی ایسے مریض کا علاج کرنا ہو۔ جس کا بہت خون بہا ہو۔ تو تمہیں خون کے اس اختلاف رنگ کو ضرور یاد رکھنا چاہئے۔ آگے چل کر معلوم ہوگا۔ کہ اس کا سبب کیا ہے۔ پس شریانوں کے خون کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ اور دل سے پرے جاتا ہے۔ اور وریدوں کا خون سیاہی مائل نیلے رنگ کا ہوتا ہے۔ اور دل کی طرف آتا رہتا ہے۔ خون میں دو قسم کی چیزیں کھلی ہوئی ہوتی ہیں۔ جو آپس میں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتی ہیں۔ جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پھر جسم کی چیزیں وہ ہیں۔ جو ریشوں کی غواہی کا کام دیتی ہیں۔ اور ان میں آکسیجن نہیں ہوتی ہے۔ دوسری قسم کی چیزیں خفہ ہوتی ہیں۔ جو ریشوں سے نکلتا

ہے۔ اور اُن میں کاربانک ایسڈ گیس ہوتی ہے۔ اور خون کو غذا
اعضائے ہاضمہ یعنی معدے۔ جگر اور اعضائے تنفس (پھیپڑوں)
سے ملتی ہے۔ اور خون کا فضلہ اعضائے اخراجی یعنی (جلد۔ گردوں۔ جگر۔
پھیپڑوں) سے خارج ہوتا رہتا ہے۔

تنفس

ابتدا میں اعضائے ہاضمہ یا اعضائے اخراجی کا حال جاننا بہت
ضروری نہیں۔ البتہ پھیپڑوں کا کچھ حال جاننا ضروری ہے۔ پھیپڑے
بہت ہی ضروری اعضا ہیں۔ اور اگر اُن کے عمل میں زیادہ رکاوٹ
ہو جائے۔ تو ممکن ہے کہ آدمی دم گھٹ کر مر جائے۔ تھوڑا سا چوٹے کا
صاف پانی لو۔ اور ایک شیشے کی چھوٹی تلی سے اس میں پھونک مارتے
رہو۔ پانی بہت جلد دور یا سا ہو جائیگا۔ پھر اس میں چند قطرے تیل
یا شکر کے تیزاب کے ڈال دو۔ اس میں سے گیس کے پھوٹے
بھڑکے پیلے اُٹھیں گے اور پانی صاف ہو جائیگا۔ یہ گیس دہی تیل ہے
جو تمہارے سانس کے ہمراہ نکلی تھی۔ اور پانی میں لے ہوئے چھنے
لے اسے جذب کر لیا تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو ہوا ہمارے
سانس کی راہ باہر نکلتی ہے۔ وہ اس ہوا سے جو سانس کی راہ اندر
جاتی ہے۔ مختلف ہے۔ جو گیس ہمارے سانس کی راہ باہر نکلتی ہے۔
وہ بڑی ذہریلی اور مضر ہوتی ہے۔ نے الواقع یہ ایسی ذہریلی ہے۔
کہ جو نہی یہ نکلے۔ اسے فوراً ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔ اس گیس
کا نام یاد رکھنا۔ اسے کاربانک ایسڈ گیس کہتے ہیں۔ کیا وہ ہے۔ کہ
پھیپڑوں میں اتنی کاربانک ایسڈ گیس ہوتی ہے؟ اس کا سبب ہے
کہ جو فضلات ریشوں سے خون کے ہمراہ دل میں آتے ہیں۔ ان کا جو
اعظم یہ گیس ہوتی ہے۔ اور پھیپڑے اس طرح سے جوئے ہیں کہ یہ
خون ان میں آتا ہے۔ تو فوراً اس کی کثافت کو دور کر دیتے
ہیں۔ ان میں سے بات ناممکن ہے۔ کہ تندرستی کی حالت میں کثافت
مقدار معینہ سے زیادہ خون میں پائی جائے۔ تنفس یا سانس لینے کے
بعد میں اس سے کثافت خون کے ہمراہ بہت پھیپڑوں میں آتی رہتی

ہے۔ اور سینے کی حرکات سے جو تنفس میں ہوتی ہیں۔ باہر نکل کر
 سوا میں ملتی رہتی ہے۔ جو ہوا ہمارے سانس کی راہ پھیپڑوں میں
 جاتی ہے۔ وہ صاف ہوتی ہے۔ جب پھیپڑوں میں پہنچتی ہے۔ تو
 اس میں کاربانک ایسڈ گیس مل جاتی ہے۔ اور جو ہوا ہمارے سانس کی
 راہ باہر آتی ہے۔ وہ یہی کاربانک ایسڈ گیس ہوتی ہے۔ اور اس میں
 وہ ہوا بھی ملی ہوئی ہوتی ہے۔ جو سانس کی راہ ہمارے پھیپڑوں میں گئی تھی۔
 پھیپڑے کھوکھلے ہوتے ہیں۔ ان کو بعض اوقات مسام دار کہتے
 ہیں۔ اور جس طرح اسفنج میں تھوڑا بہت پانی سا سکتا ہے۔
 اسی طرح ان میں تھوڑی بہت ہوا سا سکتی ہے۔ جب سینہ
 پھیلا ہوا ہو۔ تو پھیپڑے ہوا سے بھر ہوتے ہیں۔ اور جب
 پھیپڑے سکڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ تو ان میں ہوا کم ہوتی
 ہے۔ ہوا کے اندر جانے کی مناسب راہ ناک ہے۔ نہ کہ منہ۔ ناک
 سے ہوا حلق اور ایک بڑی نالی میں جاتی ہے جسے حنجرو (ہوا
 کی نالی) کہتے ہیں۔ ہوا کی آمد و رفت کے لئے اس کا ہر وقت کھلا
 رہنا بڑا ضروری ہے۔ اور اسی باعث اس کے اوپر کا حصہ جہاں سے
 ہوا داخل ہوتی ہے۔ خاص کر گڑگڑی ہڈیوں کے ٹکڑوں سے بنا ہوا
 ہے۔ جس کے درمیانی خط میں ان گڑگڑی ہڈیوں کا ایک ابھار سا
 پیدا ہو جاتا ہے۔ جسے گھٹھ کہتے ہیں۔ اس کے اوپر کے سرے
 کو ہاتھ لگاؤ۔ تمہیں ایک دندانہ یا دانتا سا معلوم ہوگا۔ یہاں اپنی
 انگلی رکھ لو۔ اور لمبا سانس لو۔ تو دیکھو گے۔ کہ یہ نیچے ہو جاتا ہے۔
 پھر نوالہ کھاؤ۔ تو دیکھو گے۔ کہ وہ یک تخت اوپر کو آگے کی
 طرف حرکت کرتا ہے۔ اس حرکت کا وہ سوراخ جس کا تعلق حلق سے
 ہے۔ میں زبان کے نیچے آ جاتا ہے۔ لہذا کسی قسم کی ٹھوس یا مائع
 غذا اس سوراخ کی راہ ہوا کی نالی میں نہیں جا سکتی۔ بعض اوقات
 خرابی غذا چلی جاتی ہے۔ تو اس سے سخت دھانس اٹھ آتی ہے۔
 تاکہ وہ شے جو غلط راہ سے چلنے لگی تھی۔ باہر نکل آئے۔ حنجرو
 کی نالی کی آگے چل کر دو بڑی تناسخیں ہو جاتی ہیں۔ جن

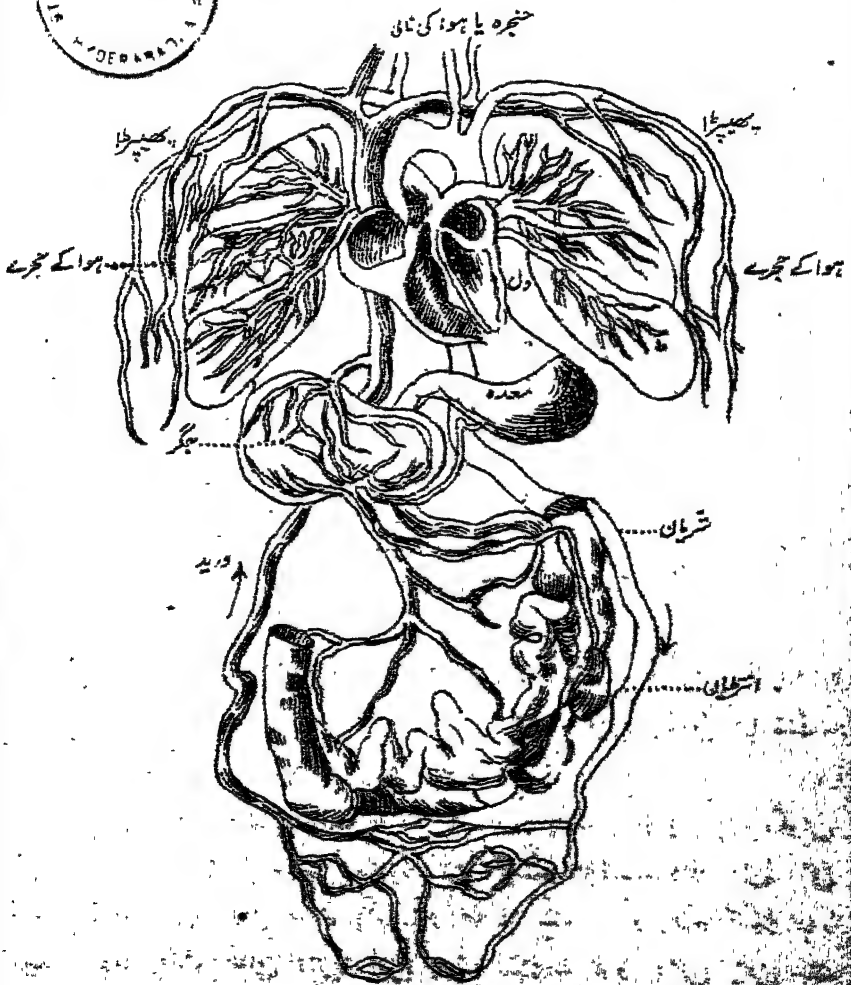
میں سے ایک دائیں پھیپڑے کو جاتی ہے۔ اور دوسری بائیں کو۔ ان میں ہر ایک شاخ شاخ در شاخ ہو جاتی ہے۔ جسے کہ یہ شاخیں پھیپڑے کے مسام دار حصے میں جا کر ختم ہو جاتی ہیں۔ انہیں ہوا کے حجرے کہتے ہیں۔ اگر تم انگوروں کے کسی ایسے خوشے کا خیال کرو۔ جس کی ڈنڈی کھ کھلی ہو۔ اور انگوروں میں سوائے برقی پتلے چھلکے کے اور کچھ نہ ہو۔ تو اس سے پھیپڑوں کی ہوا کے حجرے کا حال متھاری سمجھ میں آ جائیگا۔ صرف فرق اتنا ہوگا۔ کہ ہوا کے حجرے بمقابلہ انگور بہت چھوٹے ہونگے۔ تمہیں یاد ہوگا۔ کہ خون جو دل میں واپس آتا ہے۔ غلیظ ہوتا ہے۔ اور اس کی بڑی کثافت یا غلاظت کاربانک ایسڈ گیس ہوتی ہے۔ اب یہ یاد رکھنا ضروری ہے۔ کہ دل ایک سیدھی سادی تھیلی یا گیند نہیں ہے۔ کہ جس میں فقط ایک خانہ ہو۔ بلکہ اس کے بیچوں بیچ ایک پردہ ہے۔ جس سے اس کے دو جدا جدا خانے ہوتے ہیں۔ ایک دایاں خانہ۔ دوسرا بایاں خانہ +

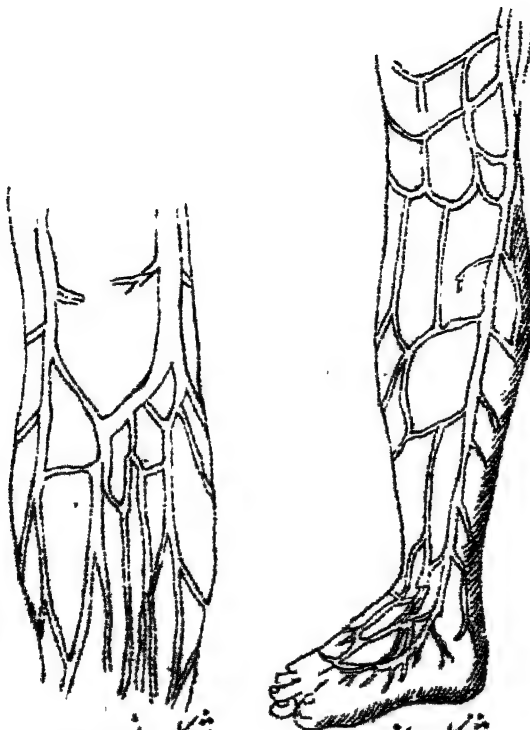
غلیظ خون یعنی وریدوں کا خون دائیں خانہ میں آ کر پڑتا ہے۔ اور اس کی کاربانک ایسڈ گیس کو جس قدر جلد ممکن ہو۔ دور کرنے کے لئے وریدوں کا یہ سارا خون ایک شریانی کی راہ فوراً پھیپڑوں میں چلا جاتا ہے۔ تمہیں یاد ہوگا۔ کہ اس خون کا رنگ نیلا ہوتا ہے۔ جب یہ پھیپڑوں کی چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں پہنچتا ہے۔ تو اس کی کاربانک ایسڈ گیس ہوا میں مل جاتی ہے۔ اور فوراً اس کا رنگ سیاہی مائل نیلے رنگ سے سرخ ہو جاتا ہے۔ رنگ بدل جانے کا باعث یہ ہے۔ کہ خون میں سے کاربانک ایسڈ گیس نکل جاتی ہے۔ اور اس میں ایک اور گیس مل جاتی ہے۔ جسے آکسیجن کہتے ہیں۔ اس پر اس کا جو سانس کی راہ اندر آتی ہے۔ ایک جزو ہے۔ آکسیجن گیس جانداروں کے لئے از حد ضروری ہے۔ پس سانس لینے سے دو باتیں ہوتی ہیں۔

اول۔ اس سے خون کو آکسیجن مل جاتی ہے +

دوم۔ اس کے ذریعے کاربانک ایسڈ گیس خون سے خارج ہوتی ہے۔

صاف خون دل میں آتا ہے۔ تاکہ وہاں سے جسم کے ہر ایک حصے میں پہنچے۔ اب تمہیں معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ دل کے دو حصوں میں منقسم ہونے کا کیا فائدہ ہے۔ صاف خون بائیں خانے میں آتا ہے۔ اور اس سیاہی مائل نیلے خون سے جو دل کے دائیں خانے میں ہوتا ہے۔ جدا رہتا ہے۔





شکل نمبر ۱۰

کہنی کے سامنے کی وریدیں اور
اُن کا باہمی تعلق

شکل نمبر ۹

ٹانگ اور پاؤں کی
وریدیں

جب خون پھپھیروں میں چلا جاتا ہے۔ تو اُس کا دورہ پورا ہو جاتا ہے۔ اس کے سوا جو بات تمہیں جانتی چاہئے۔ وہ صرف دل کی حرکات ہیں +

تمہیں یہ معلوم ہے۔ کہ خون ہمیشہ خون کی رگوں میں آگے کو چلتا رہتا ہے۔ اسے آگے چلانے والا دل ہی ہے۔ جب دل خون سے پُر ہو جاتا ہے۔ تو وہ سکڑ جاتا ہے۔ اور جتنا خون اس میں ہوتا ہے۔ وہ اس میں سے نکل کر شریانوں میں چلا جاتا ہے۔ جب یہ عمل ہوتا ہے۔ تو ایک دھکنا (valve) جو دل اور شریانوں کے مقام اتصال

پہ ہے۔ نئی کے منہ پر آ جاتا ہے۔ اور خون کو دل تک لوٹ کر آنے نہیں دیتا۔ پھر ذرا ایک لمحے کے بعد دل پھیلتا ہے۔ تاکہ وریدوں کا خون اس میں آ جائے۔ شریان بہت لچک دار ہوتی ہیں۔ اور وہ اُس خون سے جو دل سے آتا ہے بہت تن جاتی ہیں۔ اس لچک کی بدولت وہ اپنی اصلی حالت اختیار کر لیتی ہیں۔ اور اس وقفے کے درمیان جو دل کے ایک دفعہ سکڑنے سے دوسری دفعہ سکڑنے تک ہوتا ہے۔ خون کو آگے چلا دیتی ہے +

خون ہمیشہ ایک ہی طرف چلتا رہتا ہے۔ یعنی وریدوں سے دل میں جاتا ہے۔ دل کے ذریعے شریانوں میں۔ دیگر مخالف سمتوں میں نہیں چل سکتا۔ اس کی ترتیب یہ ہے:- ورید۔ دل۔ شریان۔ عروق شعریہ یعنی بال جیسی باریک رگیں۔ ورید۔ دل۔ وعلیٰ ہذا۔ دل سے خون یکہ تحت شریانوں میں آتا ہے۔ اگر ہم اس وقت شریانوں پر ہاتھ رکھیں۔ تو ہمیں پھولی ہوئی معلوم ہونگی۔ اسی کا نام نبض دیکھنا ہے۔ دل ایک منٹ میں ستر دفعہ دھڑکتا ہے۔ اور اتنی ہی دفعہ خون کو آگے دھکیلتا ہے۔ پس خون شریانوں میں جھٹکے کھاتا چلتا ہے۔ اگرچہ عروق شعریہ تک پہنچتے پہنچتے وہ دریا کی طرح سیدھا بہنے لگتا ہے۔ اور وریدوں میں بھی اسی طرح بہتا ہے۔ قصد کھولنے یا خون لینے میں اسے بار رکھنا بڑا ضروری ہے۔ تمہیں بتایا تھا۔ کہ خون مائع ہوتا ہے۔ لیکن تم شاید جانتے ہو گے۔ کہ جب خون کسی مجروح تک سے نکلتا ہے۔ تو منجمد ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ کس قدر ٹھوس ہو جاتا ہے۔ پس خون کا دورہ اسی طرح ہے +

وریدوں کا خون دل کے دائیں طرف جاتا ہے۔ اور اس جگہ سے وہ پھیپھڑوں میں جاتا ہے۔ اور وہاں سے دل کی بائیں طرف آتا ہے۔ بائیں طرف سے شریانوں کی تمام پھولی پھولی جگہوں میں (سوائے پھیپھڑے

کے) دھکیلا جاتا ہے۔ اور وہاں سے وریدوں کی راہ دل کی
دائیں طرف آ جاتا ہے +

خلاصہ

۱۔ جسم کے اُس حصے کو جو ہمارے سارے بدن کو سہارے بھرتے
ہے۔ پنجر کہتے ہیں +

۲۔ پنجر ہڈیوں سے بنا ہوا ہے +

۳۔ ہڈیاں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ بعض لمبی۔ بعض چھوٹی۔ بعض
رکلی جیسی گول +

۴۔ چہرے اور سر میں بائیس ہڈیاں ہوتی ہیں۔ کھوپری میں
آٹھ +

۵۔ ریڑھ کی ہڈی بڑی چپک دار ہوتی ہے۔ اس کے اوپر
سر ہے +

۶۔ پسلیاں چوبیس ہوتی ہیں۔ بارہ دائیں طرف۔ بارہ بائیں
طرف۔ ان میں سے دس دس سینے کی ہڈی سے ملی ہوئی
ہوتی ہیں +

۷۔ نیچے کے اعضا کی نسبت اوپر کے اعضا کی ہڈیاں زیادہ
حرکت کر سکتی ہیں۔ ہاتھ کی ہڈیاں پاؤں کی ہڈیوں کی
نسبت زیادہ ہر پھر سکتی ہیں +

۸۔ ہڈیوں سے دل۔ مغز۔ پھیپڑوں اور جگر کی حفاظت ہوتی
ہے +

۹۔ گوشت کے اس بند کو جو کسی ہڈی پر سے ہونکہ ایک
ہڈی سے دوسری ہڈی تک جائے۔ عضلہ کہتے ہیں +

۱۰۔ عضلات اعصاب کے ذریعے سکڑتے ہیں +

۱۱۔ اعصاب خود حرکت نہیں کرتے۔ بلکہ مغز یا حرام مغز
سے ان کی راہ ایک ایسی رو جاتی ہے۔ جسے برق کہتے ہیں
جس سے ان میں حرکت ہوتی ہے +

۱۲۔ جسم کی پودش خون سے بھرتی ہے +

۱۳- خون میں دو چیزیں ہوتی ہیں۔ آکسیجن اور کاربانک ایسڈ گیس +

۱۴- خون وریدوں کی راہ دل میں جاتا ہے +

۱۵- وریدوں کا خون غلیظ ہوتا ہے۔ اس کا رنگ سیاہی مائل نیلا ہوتا ہے +

۱۶- خون شریانوں کی راہ دل سے عروقِ شعریہ میں جاتا ہے +

۱۷- شریانوں کا خون صاف ہوتا ہے۔ اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے +

۱۸- خون ہمیشہ ایک ہی طرف چلتا رہتا ہے +

۱۹- خون وریدوں سے دل کے دائیں خانے میں جاتا ہے۔

وہاں سے پھیپھڑوں میں۔ پھیپھڑوں میں صاف ہو جاتا

ہے۔ وہاں سے دل کے بائیں خانے میں جاتا ہے۔

وہاں سے شریانوں میں۔ شریانوں سے عروقِ شعریہ

میں۔ عروقِ شعریہ سے وریدوں میں۔ وعلیٰ ہذا۔ اسی

طرح دورہ کرتا رہتا ہے۔ یعنی وریدوں سے دل

میں۔ دل سے پھیپھڑوں میں۔ پھیپھڑوں سے پھر دل

میں۔ دل سے شریانوں میں۔ شریانوں سے عروقِ

شعریہ میں۔ یہاں سے وریدوں میں۔ وریدوں سے

پھر دل میں +

۲۰- خون کے اس دورے کو دورانِ خون کہتے ہیں +



- The Students' Froebel. Parts I and II. HERFORD. *Isbister. 2s 6d*
- The Art of Teaching. SALMON. *Longmans.*
- The Essentials of Teaching. DAWE. *Educational Supply Association.*
- The Principles and Practice of Teaching and Class Management
LONDON. *A. M. Holden.*
- The Suggestive Handbook of School Method. COX AND
MACDONALD. *Blackie.*
- A New Manual of Method. GARLICK. *Longmans.*
- A New School Method. COWHAM. *Westminster School Book
Depôt.*
- How to study Geography. PARKER. *Appleton & Co.*
- How to teach Arithmetic. LIVESEY. *Moffatt and Paige.*
- How to teach Reading. LIVESEY. *Moffatt and Paige.*
- How to teach Grammar. LIVESEY. *Moffatt and Paige.*
- Elementary Art Teaching. TAYLOR *Chapman and Hall.*
- The study of Children. WARNER. *Macmillan & Co.*

attention to be paid to Object Lessons, Drawing and Kindergarten.

Seventh Month.—*School Organisation—Review of Work prescribed for the fourth month.

Eighth Month.—Review of Work prescribed for the fifth and sixth months.

Ninth Month.—General Review of year's work.

LIST OF BOOKS RECOMMENDED FOR FURTHER READING.

- The Teacher's Handbook of Psychology. SULLY. *Longmans.* 5s.
 Institutes of Education. S. S. LAURIE. *Thin.* 5s.
 The Child : His Nature and Nurture. DRUMMOND. *Dent.* 1s.
 Teacher's Psychology. WELCH.
 Apperception. LANGE. *Isbister.* 3s. 6d.
 The Essentials of Method. DE GARMO. *Isbister.* 3s. 6d.
 Habit in Education. RADESTOCK. *Isbister.* 2s. 6d.
 Outline of Pedagogics. REIN. *Sonnenschein.* 3s.
 Introduction to Herbart's Science and Practice of Education
 FELKIN. *Sonnenschein.* 4s. 6d.
 Herbart. DE GARMO. *Heinemann.* 5s.
 Education. HERBERT SPENCER *Williams and Norgate.* 2s. 6d.
 Education as a Science. BAIN. *Kegan Paul.* 5s.
 Essays on Educational Reformers. QUICK. *Longmans.* 3s. 6d.
 The History of Pedagogy. COMPAYRE. *Sonnenschien.* 6s.
 Herbart's A. B. C. of Sense Perception. ECKOFF. *Appleton & Co.*
 Common Sense in Education and Teaching. BARNETT.
Longmans.
 Lectures on Teaching. FITCH. *Cambridge University Press.*
 Aims and Practice of Teaching. SPENCER. *Cambridge University Press.*
 The Teacher's Manual of the Science and Art of Teaching.
National Society.

* School organisation should be taught practically. A few boys should occasionally be brought from the Model School and classified by the students. Every student should be required to keep throughout the year an Attendance and Admission Register—the name of one or more students being entered every week. Time tables should also be drawn up and the time-table of the Model School carefully studied and realised.

notes of the lectures on class work, plans of typical lessons, courses of lessons drawn up under your guidance, sketches of approved apparatus, and records of visits to the Model School.

Side by side with this course of lessons should be given a course of lessons in *Child Study*. The conclusions reached will probably be valueless from a scientific point of view ; but such work will gradually get the students into the way of studying children. The students may be required—

1. To find out the average age of the pupils in each class.
2. To find the average height and weight of pupils at different ages, the average rate of growth, the differences in the relative measurements of the body at different periods of the child's life, etc.
3. To note the number of children with defective vision and the positions which they should occupy in the class. To test the sense of hearing, etc.
4. To classify the answers given to certain questions, etc.

A word must be said as to the order in which the sections should be read. The following order is suggested :—

First Month.—General description of the human body—the introduction—and the chapter dealing with Physical Education.

Second Month.—General view of the Mental Powers—Fundamental Principles of Teaching—Model Lessons showing the application of the Principles.

Third Month.—The Training of the Senses—Sensation, Perception, and Observation—The Teaching of Kindergarten, Mechanical Reading, Drawing, Writing, and Object Lessons. Model and Criticism Lessons in these subjects to be given.

Fourth Month.—Memory and Imagination—Geography. Expressive Reading and the Teaching of Languages.

Fifth Month.—The Thought Powers—Conception, Judgment, and Reasoning—The teaching of Arithmetic, Grammar, and Agriculture.

Sixth Month.—Moral Training—Discipline—Revision of Work prescribed for the third month. Special

of class exercises similar to those given in the appendix to Cowham's 'Oral Teaching.' These exercises will compel your pupils to apply the truths taught to particular cases.

In delivering the lesson, take care to observe the rules which you yourself lay down. You must remember that your example has a more powerful influence over your students than your directions ; and that they will teach as they see you teach. If they see that you state general truths and then explain them, they cannot be blamed if they, in after years, make their pupils learn off untaught definitions from their text-books. If your students see that you sit down in a chair and hear them read their text-books, you must not be surprised if they afterwards teach Geography in the same way. If you speak unnaturally, so will they ; if your teaching is dull and lifeless, so will theirs be ; if your teaching lacks impressiveness, so will theirs. You have to lead your students to discover certain facts about the child, to make them compare these facts and infer general truths, to show how these truths bear on school work. You may do this in such a way as to make every lesson in School Management a *model* lesson ; so that, while teaching the subject, you are daily illustrating the principles you are laying down. To lay down rules which are constantly violated by you or your staff is worse than useless. It makes your teaching a farce. It leads to sham education : for it trains your pupils to indulge in empty talk of principles which they have never grasped and cannot apply. It results in your sending out men to teach who have never been properly taught themselves—in the education of our children being entrusted to teachers who are not themselves educated.

You will, therefore, endeavour to make your lessons in School Management model lessons, by commencing every lesson of a series with a revision of the truths taught in the previous lesson, by teaching new truths in such a way as to exercise your student's powers of observation and inference, by associating the new facts with those already learned, by requiring your pupils to express the new truths clearly and briefly in their own words, by gradually building up a clear and concise black-board summary during the progress of the lesson. And you will not only show the application of the truths to school work, but will insist on your students applying them on every possible occasion.

After having thus taught the topic orally, require your students to turn to their Manual and to read the sections dealing with the subject-matter of the lesson.

Then get them to enter a summary of the lesson into their note-books. These note-books should contain, in addition to

interesting unless he has a thorough mastery of the subject ; and he cannot have a thorough mastery of the subject unless he studies and carefully prepares his lessons. Preparation is, therefore, absolutely necessary, and the following hints on the preparation of lessons may prove useful.

Preparation is of two kinds—general and particular—the preparation of the subject as a whole, and the special preparation of a particular lesson. In endeavouring to get a grasp of the main principles to be observed in teaching a subject, the lecturer is recommended to proceed as follows. Suppose the subject is *Geography*. First read up the section on Geography in the Normal School Manual, make an analysis of it and a list of the topics dealt with. Then take a thick exercise book and set apart a number of pages, say a dozen, for each of the main divisions of the subject. Having done this, commence the study of a work specially dealing with the subject, *e. g.*, Parker's 'How to study Geography.' As you come across a section treating of either of the topics in an exceptionally lucid manner, mark it, read it over again carefully, summarise it, and enter a summary of it in your note-book under the proper head. The great point in reading is to read with a purpose, to search a book for what will help you in your work—for a more logical arrangement of topics, for new illustrations of general truths, for better methods of explaining difficulties. Try to read four or five books in this way every year, beginning first with the subject with which you are least familiar.

Having now got a good general grasp of the subject yourself, you are in a position to show your students how it should be taught. Take an *interleaved* copy of the Normal School Manual. Carefully read through again the chapter dealing with the subject ; refer to your note-book and enter opposite each section any new illustrations, etc., which you propose to use ; and draw up a carefully graduated series of lessons covering the same ground as that dealt with in the chapter.

Then prepare each lesson thoroughly. Master the points you intend to teach, arrange the topics in what appears to *you* to be the best order, prepare your own illustrations, and make sure that any apparatus you will require is at hand. Write out the main points briefly on a small piece of paper and commit these points to memory. You will then have clear notions of what you are required to teach ; but you have yet to devise some means of ensuring that the matter of the lesson shall be thoroughly grasped by your students. For this purpose you should draw up a series

HINTS ON THE TEACHING OF SCHOOL MANAGEMENT.

THIS book is not intended to take the place of oral instruction in School Management. It has simply been prepared in order that a definite and approved course of study in this subject may be worked through in every Normal School in the Province ; that there may be some uniformity in the methods of teaching inculcated ; that no aspect of the Primary Teacher's work may be entirely overlooked ; and that there may be some guarantee that the Normal School students will be sent out to work in our Primary Schools with an elementary knowledge of the child's powers, a clear idea of what education means, and a theoretical and practical acquaintance with the methods by which school work may be made to conduce to the physical, intellectual and moral development of the pupils.

The book should be used as a *supplement* to the lectures in the Theory and Practice of Teaching, not as a substitute for those lectures. The space at the disposal of a writer of a text-book is limited ; and while efforts have been made to state clearly the main principles to be borne in mind in teaching every subject included in the Primary School curriculum, the lecturer on School Management should regard the work merely as the outline of the course—the skeleton which he has to cover and endow with life by means of oral lessons brightened by illustrations obtained by personal observation, experiment and reading.

At the end of this chapter will be found a short list of books which the lecturer on School Management is recommended to study. These books should be carefully read and analysed ; they will give the teacher a better grasp of the subject than can be obtained from any single work, will show the trend of modern educational thought, and will enable him to make his lectures not only interesting but, what is still more important, stimulating. For we must remember that our work in Training Institutions is to be estimated not by the percentage of passes at the Certificate Examination, but by the intelligence and enthusiasm with which our students work when they have left us. If they do not commence their life's work with the power and the desire to go more deeply into educational problems, they have profited little by their residence in the Normal School.

Now the lecturer cannot awaken the enthusiasm of his students unless he himself is enthusiastic ; he cannot make his lesson

**EDUCATION DEPARTMENT,
PUNJAB.**

SCHOOL MANAGEMENT
FOR NORMAL SCHOOLS.